منبع الانساب

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

[علامہ جامی قدس سرہٗ]

تصنیف

حضرت مخدوم سید معین الحق جھونسوی قدس سرہٗ

ترجمہ وتحشیہ وتقدیم

علامہ ڈاکٹر ساحل شہسرامی

ایم اے، پی ایچ ڈی [علیگ]

مدرسہ فیضانِ مصطفیٰ، زہرہ باغ، نئی آبادی، علی گڑھ

© ساحل

نام کتاب : منبع الانساب
تصنیف : حضرت مخدوم سید معین الحق جھونسوی قدس سرہٗ
ترجمہ وتحشیہ وتقدیم : علامہ ڈاکٹر ساحل شہسرامی [علیگ]
بتعاون خصوصی : مولانا سید جمال احمد صاحب منہاج پوری، علی گڑھ
زیر اہتمام : سلطان شیر شاہ سوری پبلی کیشنز، شہسرام
ناشر : مدرسہ فیضانِ مصطفےٰ، زہرہ باغ، نئی آبادی، علی گڑھ
کمپوزنگ : مشکوٰۃ کمپیوٹرس، نزد سلیمان ہال، علی گڑھ 9897674550
سال اشاعت : صفر ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء
صفحات : 504
تعداد : 600
قیمت : Rs. 200/-

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ مخدوم سید منہاج الدین حاجی الحرمین، نزد مسجد مخدوم شاہ کبیر الدین، فریدی کالونی، کرامت کی چوکی، کریلی، الٰہ آباد
☆ مکتبہ نور، نور اللہ روڈ، الٰہ آباد
☆ الحاج سید نہال احمد، موضع منہاج پور، پوسٹ پور خاص، تحصیل چائل ضلع کوشامبی [الٰہ آباد]
☆ مولانا سید جمال احمد صاحب، مدرسہ فیضانِ مصطفےٰ، زہرہ باغ، نئی آبادی، علی گڑھ
☆ کتب خانہ امجدیہ، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی-۶
☆ رضوی بک ڈپو، محلہ مدار دروازہ، شہسرام

شرف انتساب

سیدنا ابو الفضل

سید صدر الدین راجو قتال

موج دریا بخاری قدس سرہٗ

اوچہ شریف، پاکستان

تیرے جلووں نے مٹایا امتیازِ روز و شب
دیکھتا ہوں ماہ تو بھی، مہر عالم تاب بھی

کی بارگاہ کرم میں ایک نیاز مند کا
نذرانۂ عقیدت

طالب کرم
ساحل

قال اللّٰہ تعالیٰ: یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُم مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوباً وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ [الحجرات: ۱۳]

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔ بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے [کنز الایمان]

عن ابی ہریرۃ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:
تَعَلَّمُوْا مِنْ اَنْسَابِکُمْ مَاتَصِلُوْنَ بِہٖ اَرْحَامَکُمْ فَاِنَّ صِلَۃَ الرَّحِمِ مَحَبَّۃٌ فِی الْاَھْلِ مَثْرَاۃٌ فِی الْمَالِ منساۃ فی الاثر
[ترمذی شریف، کتاب البر والصلۃ، ۱۹/۲]
تمہیں اپنی قرابت داریوں کی واقفیت حاصل کرنی چاہیے کہ اس سے آپسی محبت اور مالی ثروت میں اضافہ ہوتا ہے اور عمریں طویل ہوتی ہیں۔

فہرست مضامین

تیسری فصل

ائمہ سادات کے بیان میں

چوتھی فصل

خانوادۂ شعبان ملت

پانچویں فصل:

خانوادۂ قادریہ

ساتویں فصل

تقریظ

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی
ایڈیٹر ماہنامہ جہانِ رضا، لاہور

الہ آباد کی سرزمین، عرفائے کاملین اور علمائے فاضلین کا معدن رہی ہے۔ صاحب رسالہ التسویۃ شیخ محب اللہ آبادی، دائرہ شاہ اجمل کے بانی حضرت شیخ محمد افضل الہ آبادی، شاہ خوب اللہ الہ آبادی، شاہ محمد فاخرالہٰ آبادی علیہم الرحمۃ والرضوان کی قدسی صفات شخصیات سے دیرینہ علمی تعارف رہا ہے، آج منبع الانساب جیسی گلدستہ صفت تصنیف کے ذریعہ الہ آباد کے بالکل متصل قصہ جھونسی کے ایک بزرگ روحانی اور علمی خانوادے سے تعارف کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

علم الانساب، بہت محترم اور رائج علم رہا ہے۔ عرب اس فن میں ممتاز تھے۔ اسلام نے بھی اس فن کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ علما و محدثین روایت حدیث، تعلیم و تلقین اور کفائت کے سلسلے میں انساب کی خوب رعایت فرماتے تھے۔ پہلے پہل اس فن کو سینوں میں بہت اہتمام کے ساتھ محفوظ رکھنے کا چلن عام تھا۔ لیکن جب فنون، سینوں سے سفینوں میں منتقل ہونے لگے تو علم الانساب کو بھی کتابی پیکر میں پیش کیا گیا۔ اس فن کی عربی میں جمھرۃ الانساب، فارسی میں بحر الانساب خاصی شہرت رکھتی ہیں۔ منبع الانساب اس سلسلے کو خوب سورتی کے ساتھ آگے بڑھاتی ہے اور قلب و نگاہ کو روحانی سکون اور علمی ٹھنڈک عطا کرتی ہے۔

یہ علمی اور فنی سرمایہ حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی صاحب زید مجدہٗ

کے ہاتھوں میں پہنچا تو اس نے اردو کے لباس میں بہت خوبصورت گلدستے کی شکل اختیار کر لی۔ اصل کتاب کی قدر و قیمت تو اس کے مندرجات سے خوب واضح ہے۔ علامہ ساحل صاحب کے گراں قدر حواشی نے اس کی رونقوں میں اور اضافہ کر دیا ہے۔ یہ حواشی حشو و زوائد سے پاک، بے جا طوالت سے محفوظ ہیں اور کتاب مبارک منبع الانساب کے مخفی گوشوں کو اجاگر کرتے ہیں۔ حضرت علامہ نے جہاں ضرورت محسوس کی ہے، وہیں حاشیہ آرائی کی ہے۔ غیر ضروری اضافے اور طوالت سے گریز کیا ہے۔

علامہ ساحل شہسرامی [علیگ] مصباحی فاضل اور اہل سنت کے معروف نوجوان اسکالر ہیں۔ احقر سے دیرینہ علمی اور مراسلاتی رابطے ہیں۔ آپ کے قیمتی مضامین ماہنامہ جہان رضا لاہور کے صفحات کی زینت بن چکے ہیں اور اس فاضل اہل سنت کی پھولوں میں گھری ہوئی باتوں سے قارئین جہان رضا فیض یاب ہوتے رہے ہیں۔

آپ نے جب اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ممتاز خلیفہ ملک العلما حضرت علامہ شاہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ کے فتاویٰ مرتب کئے اور اس پر بہت وقیع اور فاضلانہ مقدمہ لکھا تو اہل نظر چونک پڑے اور اس ہونہار قابل کی خداداد صلاحیتوں کو سراہا۔ خود راقم الحروف نے اپنے مکتبہ نبویہ لاہور سے "فتاویٰ ملک العلماء" شائع کی جو پاکستان میں بھی ہاتھوں ہاتھ لی گئی۔ اب تک تین مکتبے پاکستان میں "فتاویٰ ملک العلماء" شائع کر چکے ہیں۔ علامہ ساحل شہسرامی صاحب کی دوسری کتاب "ملک العلما" ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی نے شائع کی۔ اس کی CD جشن رضا میں تقسیم کی گئی اور انٹرنیٹ پر بھی یہ کتاب دستیاب ہے۔ اہل سنت کے اس فاضل کی تازہ علمی کاوش منبع الانساب (اردو) دیکھ کر راقم الحروف بہت مسرور ہوا اور دل سے دعائیں نکلیں۔

منبع الانساب اردو، علامہ ساحل صاحب نے ای میل کے ذریعہ محترم خلیل احمد رانا صاحب کو ارسال کی اور ان کے ذریعہ سے اس کا پرنٹ مجھ تک پہنچا کبرسنی

، ہجوم افکار اور شدت مرض کے باوجود اسے جستہ جستہ دیکھا۔ ترجمہ کی زبان بہت شائستہ، رواں ہے اور اس کا بیانیہ وضاحت آمیز ہے۔ حواشی بڑے قیمتی مفید اور معلومات افزا ہیں۔ علامہ ڈاکٹر ساحل صاحب اس کتاب کو جلد سے جلد منظر عام پر لانا چاہتے ہیں، اس لیے قلت وقت اور دیگر عوارض کے باعث بہت عجلت میں یہ چند سطریں تحریر کر رہا ہوں۔

مولائے کریم کے حضور دعا گو ہوں کہ رب تبارک و تعالیٰ اہل سنت کے اس علمی شجر طوبیٰ کو سدا بہار رکھے اور ہم اہل سنت کو ان کے علمی فیوض و برکات سے مستفیض ہونے کا موقع عنایت فرماتا رہے۔ یہ اپنے قلم سے گلہائے رنگا رنگ بکھیرتے رہیں اور جہان سنت ان پھولوں سے ہمیشہ خوشبو بداماں رہے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی
مدیر جہان رضا، لاہور

تقریب

علامہ مفتی سید شاہد علی حسنی رضوی جمالی
قاضی شہر، رامپور

علم الانساب عربوں کا خاص فن ہے جس میں وہ خاص مہارت رکھتے تھے۔ خلیفۂ اول، افضل البشر بعد الانبیا امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس فن میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ منبع الانساب اس فن کی قدیم ہندوستانی کتاب ہے جو درجہ استناد رکھتی ہے۔ اس کتاب کا مسودہ مولانا ڈاکٹر ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی زید مجدہٗ (اس کتاب کا مسودہ میرے پاس اس وقت لے کر آئے جب میں گوناگوں امراض و افکار میں مبتلا ہوں لیکن ان کی محبت کا احترام بھی ضروری ہے، اس لیے چند سطریں تحریر کر رہا ہوں۔

ہندوستان میں اس فن کی مشہور کتاب جعفر حسینی کی بحر الانساب ہے جس کے حوالے خود اس کتاب میں بھی موجود ہیں۔ یہ اس فن کی معتبر کتاب ہے۔ اس کے علاوہ مختلف خانوادوں میں انفرادی طرز کے نسب ناموں پر مشتمل کتابیں بھی لکھی گئیں۔ اس فن کا سب سے بڑا فائدہ ہے کہ خون کے رشتے کے تعارف کا مستحکم ذریعہ ہاتھ آ جاتا ہے۔ خود منبع الانساب کی تفصیلات سے یہ بات میرے علم میں آئی کہ مصنف علیہ الرحمہ آگے چل کر حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت قدس سرہٗ کے ہم جد ہو جاتے ہیں۔ ناچیز بھی حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت قدس سرہٗ کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لیے بھی اس کتاب سے ایک خاص انسیت کا تعلق پیدا ہو گیا۔

تقریباً چھ سوسال پرانا یہ قیمتی مخطوطہ گراں قدر متنوع تفصیلات پر مشتمل ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کے اخلاف کی اجمالی تفصیل، امیر المؤمنین مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر حضرت امام حسن عسکری قدس سرہٗ اوران کے اخلاف کے مختصر حالات، حسنی حسینی سادات کی تفصیل، علوی حضرات کے خانوادوں کی نشاندہی، عرب بالخصوص ہندو پاک میں پھیلے ہوئے سادات گھرانوں کا اندراج، سلسلۂ عالیہ قادریہ اور سلسلۂ عالیہ سہروردیہ کے بزرگوں کی اجمالی سوانح، حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مفصل حالات اور اپنے جد اعلیٰ حضرت مخدوم شعبان ملت قدس سرہٗ کا مفصل تذکرہ۔ سوچئے! اس مختصر سی کتاب میں اتنے کثیر گوشوں کو سمیٹنے کے لیے مصنف علیہ الرحمہ نے کتنی محنت کی ہوگی۔ بلاشبہ یہ کتاب معلومات کا ایک خوبصورت گلستان ہے جس میں مختلف قسم کے پھولوں کی صفیں آراستہ کی گئی ہیں۔ حیرت اور افسوس کی بات ہے ایسی معلوماتی کتاب اب تک منظر عام پر نہ لائی جا سکی تھی۔

اس عظیم الشان کتاب کو اردو زبان میں ترجمہ کر کے منظر عام پر لانے کی سعادت مولانا ڈاکٹر ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی زید مجدہٗ نے حاصل کی ہے۔ ساتھ میں بہت گرانقدر حواشی کا اضافہ کیا ہے۔ میں تفصیل سے دیکھ تو نہ سکا لیکن جہاں سے بھی دیکھا اسے قابل قدر پایا۔ بالخصوص حضرات انصار مدینہ کے فضائل ومناقب اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت تعین کے سلسلے میں جو حاشیے لکھے گئے ہیں، وہ بہت محققانہ ہیں۔ مولانا نے اس مترجم کتاب پر بہت فاضلانہ مقدمہ بھی لکھا ہے، جس میں علم الانساب کی تفصیل، حضرات اہل بیت کے فضائل ومناقب اور حضرت مصنف کے خاندان کی تفصیل بہت سلیقے سے پیش کی ہے۔

مولانا ارشاد احمد رضوی، مصباحی فاضل ہیں، مفتی ہیں، جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں مدرس رہ چکے ہیں۔ ابھی حال میں ہی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے عربی زبان میں مجاہد آزادی علامہ فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمہ پر پی ایچ ڈی کر چکے ہیں، درجنوں کتاب لکھ چکے ہیں۔ انہوں نے اپنے علم وفضل کا ماہرانہ استعمال کرتے ہوئے اس گراں قدر کتاب کا بہت سلیس ترجمہ کیا ہے۔ میرے اس خیال کی تائید وہ بھی حضرات کریں گے جو اس کتاب کے مطالعے کا شرف حاصل کریں گے۔ اہل سنت کے اس جواں سال فاضل سے امت مسلمہ کو بہت ساری دینی اور علمی توقعات وابستہ ہیں۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ مولیٰ تبارک وتعالیٰ اس مترجمہ کتاب کو شرف قبول عطا کرے، مترجم اور ناشر کو دونوں جہاں میں جزائے خیر عطا فرمائے اور دونوں جہان کی سعادت دونوں سے مالا مال رکھے۔ آمین۔ بجاہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحابہ و بارك و سلم

سید شاہد علی رضوی

تقریظ

پروفیسر سید جمال الدین اسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت سید معین الحق بن سید شہاب الحق قدس سرہٗ کی تصنیف لطیف بہ زبان فارسی منبع الانساب، کا اردو ترجمہ جناب ساحل شہسرامی کے قلم سے منظر عام پر آرہا ہے۔ سات فصلوں پر مشتمل یہ کتاب ایک نادر تحفہ ہے۔

علم الانساب بین الاقوامی سائنس ہے۔ بیسویں صدی کے تیسرے دہے سے اس علم کے فروغ میں زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ علم الانساب صرف نسب نامے تک محدود نہیں بلکہ اس میں انسانوں سے متعلق بیش بہا معلومات بھی درج ہوئی ہیں۔ اور یہ وصف 'منبع الانساب' میں بھی موجود ہے۔ صاحب تصنیف نے تحقیق کا حق ادا کیا ہے جیسا کہ جگہ جگہ آنے والے حوالوں سے عیاں ہے۔ کتاب کا کنواس بڑا ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سارے نبیوں کے حالات اور پھر نسل نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور آل نبی کا دنیا میں پھیلنا، آباد ہونا، ہندوستان میں سادات کی آمد اور ان کا جگہ جگہ آباد ہونا، مشائخ طریقت اور ان سے چلنے والی نسلوں کا ذکر اور بھی متفرقات شامل کتاب ہیں۔

راقم سطور احقر حضرت غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتویں صاحبزادے حضرت سید ابوالفضل محمد صالح، قدس سرہٗ کی اولاد میں سے ہے۔ تعجب ہوا کہ صاحب تصنیف نے ان کا مکمل نام نہیں درج کیا ہے کیونکہ صالح غائب ہے۔ مترجم نے مسالک السالکین، کے حوالے سے جو حاشیہ تحریر کیا ہے اس

میں تاریخ وفات تو 'یا' کر کے دودرج کی ہیں لیکن نام کی طرف توجہ نہیں کی ہے اور مزار مبارک مقبرہ حلبہ میں بتائی ہے جب کہ خود صاحب تصنیف نے بغداد شریف میں بتائی ہے۔ ایک زائر بغداد نے مجھے بتایا کہ حضرت کا مزار حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ سے متصل ہی ہے اور مقفل رہتا ہے۔

'منبع الانساب' حقیقتاً ایک گراں قدر منبع ہے۔ مترجم کے حواشی نے اسے مزید تزئین علمی عطا کی ہے۔ نسب پر بے جا فخر تو کسی طرح مناسب نہیں لیکن صحت نسب کی تحقیق میں حرج نہیں۔ امید ہے قارئین اپنے اپنے ذوق کے لحاظ سے کچھ نہ کچھ موتی ضرور اس میں سے چن لیں گے۔ کچھ نہیں تو حالاتِ انبیائے کرام ومشائخ طریقت، دل کو روشن اور دماغ کو راہ ہدایت پر رکھنے کے لئے مفید تر پائیں گے۔ ترجمے کی زبان عام فہم ہے۔ بامحاورہ ترجمہ کرنے کے لئے جناب ساحل مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اسلاف کرام سے بہ زبان اردو متعارف کرانے کی ان کی یہ سعی ہر لحاظ سے مبارک ومفید ہے۔ اللہ انہیں اور اس تصنیف کی اشاعت کے ذمہ دار حضرات کو اس کا اجر عطا فرمائے۔ آمین۔ الحمد للہ رب العالمین!

یہاں آکر قلم روک دیا تھا۔ پھر خیال آیا کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ کے [ساتویں راقم سطور کی خاندانی تاریخ وکرامات ہاشمی، کے مطابق پانچویں] صاحبزادے کی جو نسل ہندوستان میں موجود ہے اسے یہاں شامل کر کے 'منبع الاسباب' میں ایک لہر کا اضافہ کر دوں۔ وہ اس طرح ہے کہ حضرت ابوالفضل محمد صالح قدس سرہٗ، سید حسن، سید محمد، سید عمر، سید عبداللہ، سید محمد، سید مسعود، سید میمون، سید عبدالرزاق، سید یوسف، سید محمد جرموئی، سید حسین، سید ابراہیم، سید محمد عمر غیلان، سید عبدالخالق، سید احمد، سید عبداللہ، سید محمد غیلان، سید محمد ہاشم المغربی، سید عبدالوہاب، سید نورالدین، سید کریم الدین، سید معین الدین، سید منیر الدین، سید کبیر الدین احمد، سید محمد الدین احمد، سید احمد الدین احمد، سید جمال الدین محمد اسلم، سید احمد افضال۔

سید محمد الدین احمد قدس سرہٗ کے دو صاحبزادوں سید محی الدین احمد اور سید

فیاض الدین احمد کی اولاد کراچی اور حیدرآباد سندھ میں سکونت پذیر ہے۔ حضرت سید محمد ہاشم المغربی قدس سرہٗ کے دادا کے پردادا حضرت سید محمد عمر غیلان قدس سرہٗ نے خواب میں اپنے جد اعلیٰ حضرت غوث الاعظم کو دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ اے فرزند من! تو جا ملک فاس کو جو عرب میں مغرب کی جانب ہے"۔ بعدازاں ملک فاس کی امارت آپ کے خاندان میں منتقل ہوئی اور جب حضرت سید محمد ہاشم المغربی کی باری آئی تو وہ مغل تاجدار عالمگیر کے دور میں تخت و تاج چھوڑ کر ہندوستان آ گئے۔ جلیسر ضلع ایٹہ میں سکونت اختیار کی۔ بعدازاں کشمیر منتقل ہوئے۔ آپ کا انتقال ۲۷ر شوال ۱۱۳۵ھ کو ہوا۔ آپ کا مزار سرینگر کشمیر میں شالیمار باغ کی شمالی دیوار کے نیچے ہے۔ آپ کی اولاد جلیسر ہی میں آباد رہی۔ میرے والد محترم حضرت سید احمد الدین احمد کی پیدائش بھی جلیسر ہی کی تھی۔ دادا حضرت سکندرہ راؤ منتقل ہو گئے تھے۔ تقسیم کے بعد پورا خاندان پاکستان منتقل ہو گیا۔ البتہ میں اپنی بڑی ہمشیرہ کے ساتھ اپنے ننہیال (مارہرہ شریف) میں پرورش پاتا رہا، لہٰذا ہمارا وطن مارہرہ ہوا۔

بغداد سے فاس اور پھر ہندوستان ہجرتوں کا یہ سفر بتاتا ہے کہ انسان کرۂ ارض پر کہیں بھی جا سکتا ہے اور کسی بھی مقام کو اپنا وطن بنا سکتا ہے۔ اس سفر میں ماحولیاتی اثرات کے تحت نسلوں میں تبدیلیاں بھی آتی رہتی ہیں۔ لیکن بعض بنیادی خصوصیات نسل در نسل چلتی رہتی ہیں۔ یہ تحریر اس دعا کے ساتھ ختم کرتا ہوں کہ اللہ رب العزت اپنے حبیب پاک حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے اور طفیل میں ہمیں راہ مستقیم پر گامزن رکھے اور سادات کرام کے جو باقیات ہیں وہ فخر نہیں، فقر کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ وہ ایسے بنیں کہ انہیں دیکھ کر لوگوں کو ان کے اعلیٰ روحانی رتبوں پر فائز بزرگوں کی یاد آئے۔ آمین!

ماشاء اللہ ہمارے محب برادر عزیز مولانا سید جمال احمد، امام و خطیب مصطفیٰ جامع مسجد (علی گڑھ) ایسی ہی پر خلوص، مہربان و مشفق شخصیت کے مالک ہیں جن کی گفتگو سن کر، جن کی نیک عملی کو دیکھ کر ان کے صحیح النسب ہونے کی سند ملتی ہے۔ ماشاء

اللہ ان کی خوشبو سے یہ بستی معمور ہے، حضرت مولانا کا نسب حضرت مخدوم جہانیان جہاں گشت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے برادر صغیر حضرت سید نا صدرالدین راجو قتال قدس سرہٗ سے جا کر ملتا ہے اور حضرت صاحب تصنیف کے پیر خانے کے محترم پیرزادے ہیں۔ اور آگے جا کر وہ ان کے یک جدی بھی ہو جاتے ہیں۔ میری پیرانی محترمہ [زوجہ تاج العلما حضرت سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قدس سرہٗ] بھی نقوی سادات میں سے تھیں۔ برصغیر میں حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری، حضرت سید علی ترمذی، حضرت مخدوم جہانیان جہاں گشت، حضرت قطب عالم اور حضرت شاہ عالم قدست اسرارہم ہماری پیرانی محترمہ کے وہ اجداد ہیں جن کو میں فاتحہ خوانی کے بعد نام بہ نام ایصال ثواب کرتا ہوں۔ مولانا سید جمال احمد صاحب کی طرف دل کیوں راغب رہتا ہے، اس کا عقدہ اب کھلا کہ ان سے تو نسبی تعلق ہے، ایک تو پیرانی محترمہ کے وسیلے سے جو میری نانی (میری والدہ محترمہ کی ممانی) تھیں اور دوسرے یہ کہ مجھے میرے خال محترم سید العلماء حضرت سید شاہ آل مصطفیٰ قدس سرہٗ نے مطلع کیا کہ انہوں نے احمد آباد میں حضرت شاہ عالم قدس سرہٗ کے خاندان میں ایک شجرہ دیکھا جس سے معلوم ہوا کہ میری ایک جدّہ اسی خاندان سے تھیں۔ واللہ اعلم

بات مختصر لکھنی تھی لیکن بات میں سے بات نکلتی گئی۔ امید ہے انساب کا علم دلوں کو جوڑنے، انسانی رشتوں کو مضبوط تر کرنے میں کام آئے گا۔

طالب دعا

سید جمال الدین محمد اسلم

خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ شریف

تاریخ: ۲۱ر صفر المظفر ۱۴۳۱ھ/ مطابق

۶ر فروری ۲۰۱۰ء۔

jdinlam@yahoo.com

دعائیہ کلمات

مولانا جمیل احمد نوری

سٹی ہائی اسکول، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

فارسی زبان و ادب، اسلامی شخصیات کے تذکروں سے مالا مال سمندر ہے۔ منبع الانساب اسی بحر بے کنار کی ایک موج گہر ریز ہے جس میں مصنف علّام نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر حضرت شعبان ملت اور مخدوم شاہ تقی رحمۃ اللہ علیہم تک اور عرب سے لے کر عجم تک بالخصوص ہند و سندھ کے سادات گھرانوں کا خصوصی اور اجمالی تذکرہ فرمایا ہے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مصنف کے جد اعلیٰ حضرت مخدوم شعبان ملت رحمۃ اللہ علیہ کا قدرے مفصل اور جامع ذکر ملتا ہے۔ حضرت مصنف نے بہت سلیس رواں اور سادہ اسلوب بیان اختیار کیا ہے۔ شاعری کے جو نمونے اس میں درج ہیں، اس سے بھی مصنف علام کی فارسی ادب پر قدرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ تقریباً چھ سو سال پرانے اس نادر و نایاب جواہر پارے کو جو مخطوطے کی شکل میں مختلف ذاتی کتب خانوں میں روپوش تھا، اردو لباس دے کر منظر عام پر لانے کا سہرا مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی زید مجدہٗ کے سر جاتا ہے۔

مفتی صاحب نے بہت سلیس، بامحاورہ اور رواں دواں زبان میں اس عظیم کتاب کا شاندار ترجمہ کیا ہے۔ اس پر بہت محققانہ اور عالمانہ طرز کا گرانقدر حاشیہ بھی رقم کیا ہے جس سے اس کتاب کی افادیت دوچند ہو گئی ہے۔

مفتی ارشاد احمد رضوی صاحب، اہل سنت کے جواں سال فاضل ہیں۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد جامعہ اشرفیہ میں چھ سال استاذ اور مفتی رہے، پھر امین ملت پروفیسر سید محمد امین قادری دام ظلہٗ کی طلب پر علی گڑھ آ گئے۔ مطالعہ اور تصنیف سے شغف رکھتے ہیں۔ ماشاء اللہ! اس مختصر سی عمر میں ۳۵ر کتابیں تصنیف، تدوین اور ترجمہ کر چکے ہیں۔ مولانا سید جمال احمد صاحب مہتمم مدرسہ فیضان مصطفےٰ نے جب منبع الانساب ترجمہ کے لیے مفتی صاحب کے حوالے کی تو میں نے اسی وقت سید صاحب سے کہا تھا: حق بحقدار رسید۔ آپ نے بہت مناسب فرد کو یہ ذمہ داری سپرد کی ہے۔ الحمد للہ مفتی صاحب نے حق ذمہ داری خوب ادا کیا۔

مفتی صاحب کا اصرار تھا، اس لیے یہ چند جملے لکھ دیئے۔ دعا گو ہوں کہ مولیٰ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں مفتی صاحب کو صحت و عافیت کے ساتھ عمر طویل دے، زیادہ سے زیادہ اپنی رضا کے کاموں کی توفیق عطا فرمائے اور جملہ اہل سنت کے لیے ان کے علم و فضل کو مفید بنا کر رکھے، آمین آمین یارب العالمین بجاہ حبیبہ ونبیہ خاتم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وابنہ غوثنا الاعظم الجیلانی وسلم۔

جمیل احمد نوری

تحریک

مولانا سید جمال احمد
مدرسہ فیضان مصطفےٰ علی گڑھ

الحمدللّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدالمرسلین
وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین امابعد

انبیائے کرام علیہم السلام اور ائمہ اہل بیت اور بزرگان امت کا تذکرہ بڑی سعادت کی بات ہے۔عندذکرئ الصالحین تنزل الرحمۃ بزرگوں کا مشہور مقولہ ہے۔منبع الانساب شریف میں حضرت مصنف علیہ الرحمۃ میں نے یہی سعادت حاصل کی ہے اوراس کتاب کے مترجم اور محشی مولانا ڈاکٹر ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی صاحب زید مجدہٗ نے اس کتاب کو اردو پیرائے میں ڈھال کر اس کاروان سعادت میں خودکو بھی شامل کرلیا ہے۔

خاندان کے بزرگوں کی زبانی منبع الانساب شریف کا چرچا بارہا سنا لیکن اس کی زیارت سے محروم تھا۔اس کتاب کی اہمیت اور قدر و قیمت بار بار ذہن ودماغ کو اس کے حصول کی طرف متوجہ کرتی تھی۔ڈیڑھ سال پہلے کی بات ہے کہ مولانا ڈاکٹر ارشاد احمد ساحل شہسرامی صاحب سے دوران گفتگو خاندانی بزرگوں کے علمی ذخیرے کی بات نکل آئی تو انہوں نے خود ہمارے اکابر کے علمی ذخیرے پر کام کرنے کا اشتیا ق ظاہر کیا۔اب تو میرا شوق جستجو اور بڑھ گیا۔الہ آباد کے ایک سفر میں حضور آفتاب الہ آباد حضرت منور علی شاہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں حاضری ہوئی تو وہاں حضر ت مولانا سید فیضان اللہ قادری صاحب ،زید مجدہ کی تصنیف ”آفتاب الہ آباد“

دستیاب ہوئی۔اس کے ماخذ کی فہرست میں منبع الانساب کا نام دیکھا تو فوراً اس کے حصول کے لیے سید صاحب سے رابطہ کیا اور ان کی علم دوستی اور خلوص کی بدولت منبع الانساب کے قلمی نسخے کی زیراکس کاپی حاصل ہوگئی اور میں نے اپنے پاس موجودہ مرآت جلالی کی فوٹو کاپی انہیں پیش کی۔فجزاہ اللہ احسن الجزاء

علی گڑھ آنے کے بعد منبع الانساب کا یہ نسخہ مولانا ڈاکٹر ارشاد صاحب کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے بھی بڑی عقیدت کے ساتھ اسے دیکھا اور ترجمہ کرنے کا وعدہ کیا۔ڈاکٹر صاحب عدیم الفرصت انسان ہیں اور کثیر علمی مصروفیات رکھتے ہیں۔جب کچھ فرصت ملی تو انہوں نے گذشتہ جمادی الآخرۃ میں ترجمے کا آغاز کیا اور رجب میں اسے مکمل کرلیا۔اس مختصر مدت میں ترجمے کی تکمیل مولانا صاحب کے علمی تجربے کی روشن دلیل ہے۔پھر اس پر بہت وقیع حاشیہ اور تفصیلی مقدمہ بھی انہوں نے تحریر کیا اور مختلف نقشہ جات اور تصاویر کے اضافے سے کتاب کی افادیت اور دلکشی میں چار چاند لگائے۔یہ ان کی محنت اور عقیدت کی برکتیں ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی یہ خدمت قبول فرمائے اور دارین میں بہترین جزاء عطا فرمائے اور اپنے محبوبان بارگاہ کے انعام واکرام کے صدقے ان پر بھی اپنا خاص انعام واکرام فرمائے۔آمین!

منبع الانساب شریف میں انبیائے کرام،اہل بیت عظام،سادات کرام کی مختلف شاخوں اور سلسلۂ قادریہ اور سلسلۂ سہروردیہ کے بزرگوں کے اجمالی تذکرے ہیں الہ آباد اور جھونسی شریف کے بزرگوں کا خصوصی اور تھوڑا تفصیلی تذکرہ اس میں موجود ہے۔ان شاءاللہ!اہل علم اس سے خوب خوب فائدہ اٹھائیں گے اور بہت سی نئی معلومات ان کے علم میں آئیں گی۔حضرت مصنف علیہ الرحمہ کے اہل خاندان کو اپنے عالی شان خاندان کے تعلق سے مستند روایات اس کتاب کے ذریعہ پڑھنے کو ملیں گی۔ہوسکتا ہے کہ اس کتاب مستطاب کو ملاخطہ کرنے کے بعد افراد خاندان میں سے کوئی صاحب ذوق باہمت فرد اٹھ کھڑے ہوں اور مصنف علیہ الرحمہ کے بعد کی شاخوں کا مفصل تذکرہ ترتیب دیں۔

بہرکیف!اگر مولانا ڈاکٹر ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی [علیگ] صاحب کا پرخلوص علمی تعاون نہ ہوتا تو ابھی یہ کتاب مستطاب اردو لباس میں منظر عام پر نہیں آسکتی تھی۔میں شکریہ ادا کرکے ان کے خلوص کی توہین نہیں کرنا چاہتا۔بس بارگاہ رب العزت میں دعا کرتا ہوں کہ اے رب کریم!پاک بے نیاز!تو اپنے فضل وکرم سے اپنے محبوب بندوں کی یہ خدمت قبول فرما،حضرت مترجم کو بہترین جزا عطا فرما،ان کے ایمان میں،عمل میں،عمر میں،رزق میں،وقت میں خوب خوب برکتیں عطا کر اور اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرماتا رہ۔آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(مولانا) سید جمال احمد
مدرسہ فیضان مصطفےٰ،زہرہ باغ نئی آبادی علی گڑھ

تقدیم

ساحل شہسرامی [علیگ]

قرابت داریوں کے روشن سلسلے کو نسبی سلسلہ کیا جاتا ہے۔نسل ونسب کا یہ تسلسل ہر جاندار میں قدرت کی جانب سے ودیعت ہے۔اس میں انسان کی کوئی تخصیص نہیں۔لیکن لفظ نسب صرف انسانوں کے نسلی سلسلے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ہم سب کے جداعلیٰ سیدنا آدم صفی اللہ علیٰ نبینا وعلیہ السلام ہیں۔حدیث پاک میں تواضع کی تلقین کرتے ہوئے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

الناس بنوآدم وآدم من تراب[ترمذی،۲/۱۰۹]

تم سب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور حضرت آدم خاک کی پیداوار ہیں۔

جب نسل آدم علیہ اسلام پھیلی تو آپسی شناخت برقرار رکھنے اور رابطے میں سہولت کی خاطر اللہ تعالیٰ نے آدمیوں کو مختلف طبقات اور خاندان میں تقسیم فرمایا۔ارشاد ربانی ہے:

یاایھاالناس اناخلقنکم من ذکروانثی وجعلنکم شعوباوقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم، ان اللہ علیم خبیر [الحجرات:۱۳]

اے لوگو!ہم نے تمھیں ایک مرد [حضرت آدم علیہ السلام] اور ایک عورت [حضرت حوا علیہا السلام] سے پیدا کیا اور تمھیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے [کنزالایمان]

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وھوالذی خلق من الماء بشرافجعلہ نسباوصھراو کان ربك قدیرا [الفرقان:۵٤]

اور وہی ہے جس نے پانی سے بنایا آدمی پھر اس کے رشتے اور سسرال مقرر کی اور تمہارا رب قدرت والا ہے[کنز الایمان]

نسل وخاندان کا یہ سلسلہ قیامت تک دراز رہے گا جن کے درمیان مومن اور کافر، نیک وبد، شریف وکمین، صالح اور طالح، نامور اور نکمے، بہادر اور بزدل، مالدار اور غریب، ذی علم اور بے علم، سلیم اور عیب دار افراد کا تسلسل قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے۔ اولاد آدم میں اوصاف حسنہ اور اعمال سیۂ رکھنے والے طبقات کی پیداوار جہاں تقدیر الٰہی کی دین ہے، وہیں حسنات کی تاثیر اور طہارت آبائی کا بھی دخل رہا ہے۔ کیونکہ یہ دنیا دار الاسباب ہے اور ہر خیر وشر پر رب تبارک تعالیٰ خود ان کے مرتکبین پر بھی اثر مرتب فرماتا ہے اور ان کی نسلوں میں بھی کچھ اثرات منتقل ہوتے ہیں۔ چند ارشادات رسول اس کی تائید میں حاضر کرتا ہوں۔ حدیث پاک میں ہے:

الناس معادن کمعادن الذھب والفضة والعرق دساس وادب السوء کعرق السوء۔ رواہ البیھقی فی شعب الایمان والخطیب عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما[شعب الایمان، حدیث: ۱۰۹۷۴-دارالکتب العلمیة، بیروت، ۷/۴۵۵]

جیسے سونے چاندی کی مختلف کانیں ہوتی ہیں، یونہی آدمیوں کی ہیں اور رگ خفیہ اپنا کام کرتی ہے اور بری تربیت، بری رگ کی طرح ہے۔

دوسرا ارشاد نبوت ہے:

تزوجوا فی الحجز الصالح فان العرق دسّاس ،رواہ ابن عدی والدارقطنی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ [کنزالعمال، حدیث:۴۴۵۵۹، موسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۶/۲۹۶]

اچھی نسل میں شادی کرو کہ رگ خفیہ اپنا کام کرتی ہے۔

آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزید ارشاد فرماتے ہیں:

ایاکم وخضراء الدمن المرأة الحسناء فی المنبت السوء۔ رواہ

الرامھرمزی فی الامثال والدارقطنی فی الافراد والدیلمی فی مسند الفردوس عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ [کنزالعمال، حدیث: ۴۴۵۸۷، موسسة الرسالة بیروت، ۱۶/۳۰۰]

گھورے کی ہریالی سے بچو[جو اوپر سے دلکش نظر آتی ہے اور اندر کوڑا کرکٹ اور گندگی چھپی ہوتی ہے]یعنی بری نسل کی خوبصورت عورت نہ لاؤ۔

تفسیر ''الدر المنثور'' میں اس بابت کی خاص روایات مروی ہیں کہ آباؤ اجداد کا صلاح وتقویٰ آنے والی نسلوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ حضرت جابر ابن عبداللہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

ان اللہ یصلح بصلاح الرجل ولدہ وولدولدہ ویحفظ فی ذریتہ والدویرات حولہ فمایزالون فی سترمن اللہ وعافیة ۔رواہ ابن مردویة عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنھمامرفوعاوابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھمامن قولہ وھذالفظہ و المرفوع بمعناہ لابن المبارك و ابن ابی شیبة عن محمدبن المکند ر موقوفا[فتاویٰ رضویہ / ۲۴۱-الد ر المنثور۔۴/۲۳۵]

بے شک اللہ تعالیٰ آدمی کی صلاح وتقویٰ سے اس کی اولاد در اولاد کو نیکی کی راہ پر گامزن فرمادیتا ہے اور اس کی نسل اور اس کے ہمسایوں میں اس کی برکتیں عطا فرمادیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کی پردہ پوشی اور فتنوں سے حفاظت کی جاتی ہے۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: ان اللہ یحلف العبدالمومن فی ولد ہ ثمانین عاماً۔ رواہ احمدفی الزھد

[اللہ] تعالیٰ بندۂ مومن کی اولاد میں اسی ۸۰ برس تک اس کے ایمان وتقویٰ کی برکتیں برقرار رکھتا ہے۔[فتاویٰ رضویہ۲۳/۲۴۱۔الدرالمنثور،۴۰/۲۳۵]

نسب اور خاندان کی عالی مرتبتی، انعامات الٰہیہ کی نسبت سے قائم ہوتی

ہے۔ نبوت، ولایت، علم وحکمت، دین کی خدمت، تقویٰ اور باطنی طہارت، امارت، شجاعت، دولت کے حامل افراد جب دنیا میں تشریف لاتے ہیں تو انہیں معاشرے میں ایک خاص امتیاز اور اعزاز نصیب ہوتا ہے اور پھر ان کی نسبت سے ان کی نسلوں میں بھی یہ اعزازی شناخت رواں ہوجاتی ہے۔ آپ ایک بار پھر ان مذکورہ بالا اعزازی شناخت کے خداداد زاویوں پر نگاہ ڈال لیں تو یہ احساس ذہن ودماغ پر دستک دیتا نظر آئے گا کہ نبوت سے لے کر دولت اور امارت تک کی اعزازی نسبتیں خاص انعامات الٰہیہ ہیں۔

انعامات الٰہیہ کی نسبت سے سنت الٰہیہ یہ ہے کہ جس پر انعام الٰہی ہوتا ہے، اس پر اوروں کی نسبت سے ذمہ داری بھی بڑھادی جاتی ہے۔ مشہور مقولہ ہے: حسنات الابرار سیئات المقربین۔ اور خود اس انعام پانے والے اور اس کے منتسبین پر اس نعمت کا احترام بھی لازم ہوتا ہے۔ ورنہ رحمت الٰہیہ رفتہ رفتہ اپنی بساط سمیٹ لیتی ہے اور اس معزز کو قدرت، ذلت کی پستی میں دھکیل دیتی ہے۔ اس کی واضح مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت یہود ہے۔ قرآن حکیم میں اس طبقے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت کے اعزاز میں انعامات الٰہیہ کا تسلسل رہا لیکن جب یہ اعزاز یافتہ طبقہ، انعامات الٰہیہ کی مسلسل ناقدری کرتا رہا تو ان پر دائمی ذلت وخواری مسلط کردی گئی۔ ضربت علیھم الذلة این ماثقفوا[آل عمران:۱۱۲]ان پر جمادی گئی خواری جہاں ہوں۔

حدیث پاک میں ہے:

ان الزبانیة اسرع الی فسقة القراء منھم الی عبدة الاوثان [کنزالعمال، حدیث: ۲۹۰۰۵، موسسة الرسالة، بیروت، ۱۰/۱۹۱]

بے شک جہنم میں زبانیہ نام کے عذاب دینے والے فرشتے، مشرکین کے بجائے فاسق علما کی طرف زیادہ تیزی کے ساتھ لپکیں گے۔

اس کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے علم دین کی خداداد نعمت کی قدر نہیں کی، اس

لیے ان پر دوہرا عذاب مسلط ہوگا۔ یونہی جو اپنی نسبت نبوت کی قدر نہیں کرتا اور اس مقدس رسول کے بتائے ہوئے راستے سے ہٹ جاتا ہے تو قدرت اسے تباہ کردیتی ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام کا نافرمان بیٹا کنعان، یا سادات کرام کے طبقے میں رافضی اور بدمذہب ہوجانے والے افراد۔ جو خاندانی نسبت ولایت کی قدر نہیں کرتا ہے، اس پر قدرت، فسق وفجور مسلط کردیتی ہے۔ اس کی بہتیری مثالیں مل جائیں گی۔ جو خاندانی علم وحکمت کے خداداد اعزاز کی قدر نہیں کرتا، اس سے یہ نعمت چھن جاتی ہے اور وہ جہل اور بے قدری کا شکار ہوجاتا ہے۔ یہی حال امارت، شجاعت اور دولت کا ہے کہ اگر اسے مرضی مولیٰ کے مطابق نہ برتا گیا اور ان نعمتوں کی قدر نہ کی گئی تو غربت وافلاس، دربدری، خوف اور بزدلی طاری کردی جاتی ہے۔ بہت سے شاہی خاندان کے افراد بہت کس مپرسی کے عالم میں زندگی گذار گئے۔

مختصر یہ کہ جنہیں عالی خاندان کی معزز نسبتیں حاصل ہیں، ان پر خود اس عالی نسبت کا احترام لازم ہے، کیونکہ یہ اوروں کی نسبت سے خاص اعزاز یافتہ ہیں، ان پر دوہری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، ان کے علاوہ جو دوسرے حضرات ہیں، ان پر لازم ہے کہ وہ ان انعامات الٰہیہ سے سرفراز افراد امت کا شایان شان اکرام فرمائیں اور دونوں جہان کی سعادتیں حاصل کریں، کیونکہ ان معزز افراد کا احترام دراصل نعمت الٰہیہ اور نسبت الٰہیہ کا احترام ہے جو ان حضرات کو حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سعادت یافتہ حضرات کی صفوں میں شمار فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین علیہ وآلہ اکرم الصلوٰۃ وافضل التسلیم!

اس سلسلے میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ نے رسالہ مبارکہ ''ارائۃ الادب لفاضل النسب'' میں فاضلانہ بحث فرمائی ہے۔ میں اس کے ضروری اور متعلقہ حصے کی تلخیص یہاں درج کرتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''تحقیق مقام ومقال بکمال اجمال یہ ہے کہ مدار نجات تقویٰ پر ہے۔ علی

تباین مرا تبھا و ثمراتھا۔ نہ کہ محض نسب، و ما یضاھیہ من الفضائل موھوباتھا و مکسوباتھا۔ لہٰذا محض تقویٰ بس ہے، اگر چہ شرف نسب و تکمیل علوم سمیہ نہ ہو اور مجرد شریف القوم یا ملا صاحب کہلانا کافی نہیں، ان الزبانیۃ اسرع الی فسقۃ القراء منھم الی عبدۃ الاوثان۔

"حدیث من ابطاء بہ عملہ یسرع بہ نسبہ" [جو عمل میں سست ہوگا، فضل نسب میں آگے نہ ہوگا] کے یہی معنی ہیں۔ نہ یہ کہ فضل نسب شرعاً محض باطل ومہجور وہباء منثور، یا شرافت وسیادت، نہ دنیاوی احکام شرعیہ میں وجہ امتیاز، نہ آخرت میں اصلاً نافع وباعث اعزاز۔ حاشا ایسا نہیں۔ بلکہ شرع مطہر نے متعدد احکام میں فرق نسب کو معتبر اور سلسلۂ طاہرہ ذریت عاطرہ میں انسلاک وانتساب ضرور آخرت میں بھی نفع دینے والا ہے۔ کتاب النکاح میں سارا باب کفائت تو خاص اسی اعتبار تفرقہ وعزیت پر مبنی ہے"۔

قبیلہ قریش کی مختلف جہتوں سے احادیث مبارکہ، اقوال ائمہ کی روشنی میں فضائل پیش کرنے بعد اعلیٰ حضرت رقم طراز ہیں:

"مشاہدہ شاہد اور تجربہ گواہ ہے کہ شریف قومیں بحیثیت مجموعی دیگر اقوام سے حیا، حمیت، تہذیب، مروت، سخاوت، شجاعت، سیر چشمی، فتوت، حوصلہ، ہمت، صفائے قریحت وغیرہا بکثرت اخلاق حمیدہ موہوبہ مکسوبہ میں زائد ہوتی ہیں اور سب کا آدم وحوا علیہما الصلوٰۃ والسلام ایک ماں باپ سے ہونا جس طرح تفاوت افراد کا نافی نہیں۔ ایک آدمی لاکھ برابر ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس شئی خیرا من الف مثلہ الا الانسان۔ اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والضیاء فی المختارۃ عن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ [المعجم الکبیر۔ ۶/۲۳۸]

انسان کے سوا کوئی چیز ایسی نہیں جو اپنے ہم جنس میں سے ہی ایک ہزار سے زیادہ بہتر ہو [یعنی انسانوں میں ایک انسان ایسا بھی ہوتا ہے جو ہزاروں انسان سے

افضل ہوتا ہے۔ ایسی افضلیت کا تناسب کسی اور مخلوق میں نہیں پایا جاتا۔ ۱۲ ساحل]

یونہی تفاوت اصناف واقوام کا منافی نہیں، قریش کی جراءت، شجاعت، سماحت، فتوت، قوت، شہامت اسلام وجاہلیت دونوں میں شہرۂ آفاق رہی ہے اور ان میں بالخصوص بنی ہاشم، یونہی جاہلیت میں بنی باہلہ خست ودنائت سے معروف تھے"۔

اسی تفاوت ہمت کے باعث ہے کہ دنیا ودین دونوں کی سلطنتیں یعنی سلطنت ملک وسلطنت علم ہمیشہ شریف ہی اقوام میں رہی، دوسری قوموں کا اس میں حصہ معدوم یا کالمعدوم ہے۔ عجم میں جو شریف قومیں تھیں اور ہیں، خصوصاً اہل فارس — تو مصداق حدیث صحیح ...... علم اگر ثریا پر آویزاں ہوتا تو ایک مرد فارسی وہاں سے لے آتا..... سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فارسی ہونا کیا مضر، خصوصاً اولاد کسریٰ کہ فارس کی اعلیٰ نسل شمار ہوتی ہے جو ہزار ہا سال صاحب تاج وتخت رہی اور ان کی مجوسیت، شریف قوم گنے جانے کے منافی نہیں۔ جیسے قریش کہ زمانۂ جاہلیت میں بت پرست تھے اور بلا شبہ وہ تمام جہان کی اقوام سے افضل قوم ہے۔ انہیں فارسیوں میں امام بخاری بھی ہیں، یونہی خراسانی کہ وہ بھی فارسی ہیں۔"

پھر حضور کی قرابت کی عظمتیں، اوصاف، دنیا اور آخرت میں اس نسبت رسالت کی افادیت پھر شہداء، صالحین سے نسبی اور غیر نسبی تعلق کی دنیا اور آخرت میں افادیت کی احادیث مبارکہ درج کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

"جب عام صالحین کی صلاح، ان کی نسل واولاد کو دین ودنیا وآخرت میں نفع دیتی ہے تو صدیق وفاروق وعثمان وعلی وجعفر وعباس وانصار کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صلاح کا کیا کہنا، جن کی اولاد میں شیخ صدیقی وفاروقی وعثمانی وعلوی وجعفری وعباسی وانصاری ہیں، کیوں نہ اپنے نسب کریم سے دین ودنیا وآخرت میں نفع پائیں گے۔ پھر اللہ اکبر! حضرات علیہ سادات کرام اولاد امجاد حضرت خاتون جنت بتول زہرا کہ حضور پر نور سید الصالحین، سید العالمین، سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں کہ ان کی شان تو ارفع واعلیٰ وبلند وبالا ہے"۔

پھر فضائل اہل بیت مصطفےٰ ومحبین اہل بیت کی احادیث مبارکہ درج کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت رقم طراز ہیں:

"ان نصوص جلیلۂ قرآن عظیم واحادیث نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم سے روشن ہوا کہ حدیث مسلم: عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: من ابطاء بہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ [مسلم شریف، ۲/۳۳۵] جو عمل میں پیچھے ہو، اس کا نسب نفع بخش نہ ہوگا۔ میں نفع مطلق ہے، نہ کہ نفی مطلق، ورنہ معاذ اللہ! آیۃ کریمہ الحقنا بھم ذریتھم [طور: ۲۱] ہم نے ان کی ذریت کو ان سے ملا دیا، کے صریح معارض ہوگی۔

نہ آیۂ کریمہ: فاذا نفخ الصور فلا انساب بینھم یومئذ ولا یتساء لون [المومنون: ۱۰۱] تو جب صور پھونکا جائے گا تو نہ ان میں رشتے رہیں گے اور نہ کوئی ایک دوسرے کی بات پوچھے، کہ یہ ایک وقت کے لیے مخصوص ہے۔......

جبکہ احادیث متواترہ سے فضل نسب، فرق احکام ونفع آخرت بلا شبہ ثابت تو امثال حدیث:

الالا فضل لعربی علیٰ عجمی ولا لاحمر علی اسود [الترغیب والترھیب، ۳/۶۱۲] [نہ عربی کی فضیلت عجمی پر ہے اور نہ ہی گورے کی کالے پر]

وحدیث: انظر فانک لست بخیر من احمر ولا اسود الا ان تفضلہ بتقویٰ [ایضا، ایضا]

[بے شک تم کالے اور گورے سے بہتر نہیں ہو ہاں تمہیں صرف تقویٰ سے فضیلت حاصل ہے]

میں مثل آیہ کریمہ: ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم [الحجرات: ۱۳]

[بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے] سلب فضل کلی ہے، نہ کہ سلب کلی فضل۔

بالجملہ تفاضل انساب بھی یقیناً ثابت اور شرعاً اس کا اعتبار بھی ثابت، اور

انساب کریمہ کا آخرت میں نفع دینا بھی جزماً ثابت اور نسب کو مطلقاً محض بے قدر وضائع وبرباد جاننا سخت مردود وباطل، خصوصاً اس نظر سے کہ اس کا عموم عرب، بلکہ قریش، بلکہ بنی ہاشم، بلکہ سادات کرام کو بھی شامل۔ اب یہ قول اشد غضب وہلاک دیوار سے ہائل اور اسی پر نظر غفرلہ القدیر کو اس قدر تطویل پر حامل کہ نسب عرب، نہ کہ قریش، نہ کہ ہاشم، نہ کہ سادات کرام کی حمایت ہر مسلمان پر فرض کامل"۔

پھر اس ذیل کی چند احادیث مبارکہ نقل کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: "ہاں نسب پر فخر جائز نہیں۔ نسب کے سبب اپنے آپ کو بڑا جاننا، تکبر کرنا جائز نہیں۔ نسب کو کسی کے حق میں عار یا گالی سمجھنا جائز نہیں۔ اس کے سبب کسی مسلمان کا دل دکھانا جائز نہیں۔ احادیث جو اس باب میں آئیں، انہیں معانی کی طرف ناظر ہیں۔ [فتاویٰ رضویہ۔ /۲۰۵، ۲۵۵ ملخصا]

نسب کی شرافت کے تحفظ کا اہتمام عرصہ قدیم سے چلا آ رہا ہے۔ حضرت ہابیل کو جب قابیل نے قتل کیا تو قابیل کی نسل میں کمتری کا سلسلہ چل پڑا، اس کے خاندان میں سب سے پہلے بت پرستی کا آغاز ہوا۔ قبطی، بنی اسرائیل سے کم تر تھے، پھر ان کی شاخوں میں بھی شرافت ودنائت کے یہ سلسلے دراز ہوئے۔ اس لیے پوری دنیا میں خاندان اور قبیلے کی حفاظت کا اہتمام تھا، عرب اس کا خاص اہتمام فرماتے۔ عربوں کے یہاں نسب دانوں کا ایک خاص طبقہ بھی تھا جسے نسابین کہا جاتا تھا۔ ان میں مغفل، عمیرہ، ابن لسان، زید بن الکیس، نجار اور عبد اللہ ممتاز نساب شمار ہوتے تھے، خود سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے نسب داں تھے۔ حدیث پاک میں ہے: فان ابا بکر اعلم قریش بانسابھا وان لی فیھم نسبا [مسلم شریف، فضائل الصحابۃ] یقیناً ابو بکر، قریش کے سب سے بڑے نسب داں ہیں اور میرا نسب بھی قریش سے متعلق ہے۔

نسب کی حفاظت کی ترغیب خود اسلام نے بھی دی ہے۔ کفائت کا پورا باب اس حکم پر مبنی ہے۔ حضرات محدثین روایت حدیث کے سلسلے میں راوی کا نسب بھی دریافت فرماتے۔ اگر وہ مجہول النسب ہوتا تو اس کی روایت قبول نہ کرتے۔ حدیث پاک کا یہ ارشاد بھی نسب کے حفظ و تعلم کا رہنما ہے:

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم: تعلموا من انسابکم ماتصلون بہ ارحامکم، فان صلۃ الرحم محبۃ فی الاھل مثراۃ فی المال منساۃ فی الاثر [ترمذی شریف، کتاب البر والصلۃ، ۱۹/۲] تمہیں اپنی قرابت داریوں کی واقفیت حاصل کرنی چاہئے کہ اس سے آپسی محبت اور مالی ثروت میں اضافہ ہوتا ہے اور عمریں طویل ہوتی ہیں۔

ابن عبدربہ نے العقد الفرید میں امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

تعلموا النسب ولا تکونوا کنبط السواد، اذا سئل احدھم عن اصلہ قال من قریۃ کذا [العقد الفرید، ۳۷/۳۰] اپنا نسب نامہ سیکھو اور عراق کے نبطیوں کی مانند مت ہو جاؤ کہ جب ان میں سے کسی سے پوچھا جائے کہ تم کس خاندان سے ہو تو کہتے ہیں کہ ہم فلاں شہر کے ہیں [تاریخ تمدن عرب۔ ص:۵۳]

اسی اہتمام، اہمیت اور ضرورت کے پیش نظر اس نے ایک مستقل فن کی صورت اختیار کر لی اور محققین نے علم الانساب پر کثیر کتابیں تصنیف فرمائیں۔ نواب صدیق حسن خان، ابجد العلوم میں لکھتے ہیں:

علم الانساب ھو علم یتعرف منہ انساب الناس و قواعدہ الکلیۃ الجزئیۃ والغرض منہ الاحتراز عن الخطاء فی نسب شخص۔ وھو علم عظیم النفع جلیل القدر۔ اشار الکتاب العظیم فی: "وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفو" الیٰ تفھمہ وحث الرسول الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم فی: "تعلموا انسابکم تصلوا ارحاکم" علی تعلمہ۔

والعرب قد اعتنیٰ فی ضبط نسبہ الی ان کثر اھل الاسلام واختلط انسابھم بالأعجام فتعذر ضبطہ بالآباء فانتسب کل مجھول النسب الیٰ بلدہ او حرفتہ او نحو ذلک حتی غلب ھذا النوع [ابجد العلوم، ۳۵۷/۲]

علم الانساب کے ذریعہ لوگوں کے نسب کے معرفت ہوتی ہے اور اس کے کلی اور جزئی قواعد معلوم ہوتے ہیں۔ اس فن کی تدوین سے مقصود یہ ہے کہ کسی شخص کے نسب میں غلطی سے بچا جا سکے۔ اس علم کے بڑے جلیل الشان فائدے ہیں۔ خود قرآن حکیم نے آیت کریمہ: وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا'' میں اس فن کو سیکھنے کی دعوت دی ہے اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اس مبارک ارشاد: تعلموا انسابکم تصلوا ارحاکم '' [اپنے نسب کی واقفیت حاصل کرو، اس سے صلہ رحمی میں اضافہ ہوتا ہے] کے ذریعہ اس فن کو سیکھنے کی تلقین فرمائی ہے۔ عربوں نے اپنے نسب کے حفظ وضبط کا خوب اہتمام کیا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کی تعداد میں کثرت سے اضافہ ہوا اور عربوں کے نسب عجمیوں کے ساتھ خلط ملط ہو گئے تو ان کے لیے اپنے آبائی سلاسل نسب کی حفاظت اور یادداشت دشوار ہو گئی تو اب ایسے مجہول النسب افراد خود کو اپنے وطن یا پیشے وغیرہ کی طرف منسوب کرنے لگے اور اب یہی طرز شناخت رائج ہو گئی۔ ۱۲ ساحل

کنز الانساب کے مصنف لکھتے ہیں:

بدانکہ علم انساب عبارت است از شناختن اصول وفروع اہل اقالیم عموماً و تحقیق نسب و تکثر سادات خصوصاً و علمائے ایں فن انساب را دہ طبقہ نہادہ اند۔

اول جزم کہ آں قطع است یعنی نسبت بجائے رسد کہ از آنجا تجاوز محذر بود، بسبب کثرت اختلاف در آباء واسماء ایشاں وآں نسبت بحضرت رسالت امابعدنان است یا قحطان۔ چہ رسول فرمود: لانسب فوق قحطان۔

دوم جمہور یعنی اجتماع وکثرت یقال جمہرۃ الانساب ای مجموعہا۔ سیم شعب، چہارم قبیلہ وایں فروتر است از شعب، قال اللہ تعالیٰ: و جعلنا کم شعو با وقبائل۔

پنجم عمارہ وجمع او عمار کنند، ششم بطن، ہفتم فخذ، ہشتم عشیرہ، وآں قومے را گویند کہ پدر چہارم ایشاں یکے باشد و اُسرہ نیز خوانند، نہم رہط، دہم فصیلہ، وآں اہل وخاصہ شخصے را گویند وجمع بر فصائل کنند۔ قال اللہ تعالیٰ: و فصیلتہ التی تؤویہ۔ مثلاً نسبت با رسول اللہ جزم بنو عدنان باشند و جمہور بنو نزار و شعب بنی مضر و قبیلہ خندف، و عمارہ اولاد الیاس بن مضر و بطن بنی کنانہ و فخذ قریش و عشیرہ بنی قصی و رہط بنی عبد مناف و فصیلہ بنی ہاشم۔

[کنز الانساب، سید مرتضیٰ الملقب بہ علم الہدیٰ، ص ۳-۴- ناشر میرزا محمد ملک الکتاب]

علم الانساب، انسانوں کے بالائی اور زیریں نسبی سلسلے کی شناخت کو کہتے ہیں۔ اس فن میں سادات کرام کی نسبی شاخوں کا تعارف خصوصی طور سے پیش کیا جاتا ہے۔ اس فن کے علما نے انساب کے دس طبقات بیان کئے ہیں:

پہلا طبقہ جزم، جس کا مطلب قطع ہوتا ہے، یعنی سلسلۂ نسب اس حد تک بیان کر دیا جائے کہ اس کے بعد تحقیقی طور پر نسبی سلسلہ بیان کرنا ممکن نہ ہو۔ کیونکہ اس کے بعد آبائے کرام کے اسمائے گرامی اور تعداد میں کثیر اختلاف رہا ہے۔ جیسے حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آبائی سلسلہ عدنان یا قحطان تک قطعی طور سے پہنچتا ہے۔ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا: لانسب فوق قحطان۔ قحطان کے بعد نسب کا یقینی سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، پھر ظن وتخمین کا معاملہ رہ جاتا ہے۔

دوسرا طبقہ: جمہور یعنی کثرت واجتماع۔ کہتے ہیں: جمہرۃ الانساب یعنی انساب کا مجموعہ۔ تیسرا طبقہ: شعب۔ چوتھا: قبیلہ۔ یہ شعب سے کمتر ہے۔ ارشاد ربانی ہے: وجعلنا کم شعوبا وقبائل [الحجرات:۱۳] اور ہم نے تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا۔ پانچواں طبقہ: عمارہ، جس کی جمع عمار آتی ہے۔ چھٹا طبقہ: بطن۔ ساتواں طبقہ: فخذ۔ آٹھواں طبقہ: عشیرہ۔ عشیرہ کا اطلاق اس خاندان پر ہوتا ہے جن کی چوتھی پشت

کے جد ایک ہوں یعنی وہ آپس میں چوتھی پشت میں جا کر یک جدی ہو جائیں۔ اسے اسرہ بھی کہتے ہیں۔ نواں طبقہ: رہط۔ دسواں طبقہ: فصیلہ۔ فصیلہ کسی خاص شخص کے اہل وعیال کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع فصائل آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: و فصیلتہ التی تؤویہ [المعارج:۱۳] ترجمہ: اور اپنا کنبہ جس میں اس کی جگہ ہے۔

ان دس طبقات کو مثال کی روشنی میں یوں سمجھو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاندانی نسب نامہ بنو عدنان تک جزم کہلائے گا۔ بنو نزار، طبقہ جمہور میں آتے ہیں۔ بنو مضر شعب ہیں۔ خندف، قبیلہ ہے۔ الیاس بن مضر کی اولاد، طبقہ عمارہ ہے۔ بنو کنانہ بطن ہیں۔ قریش، فخذ ہیں۔ بنو قصی، عشیرہ ہیں۔ بنو عبد مناف، رہط ہیں۔ بنو ہاشم فصیلہ ہیں۔ ۱۲ ساحل

اس فن کی باضابطہ تدوین امام النسابین ہشام بن محمد بن سائب کلبی [م ۲۰۴ھ] نے کی اور اس فن میں پانچ کتابیں تصنیف فرمائیں: ۱- المنزلۃ، ۲- جمہرۃ فی الانساب، ۳- الوجیز، ۴- الفرید، ۵- الملوک، پھر اس فن میں بھی تصنیف وتالیف کا سلسلہ چل پڑا اور کثیر کتابیں لکھی گئیں۔ ان میں ابو الحسن احمد بن یحییٰ بلاذری کی انساب الاشراف [۲۰ جلدیں] عبد الملک ابن ہشام کی انساب حمیر وملوکہا، ابو جعفر محمد بن حبیب بغدادی نحوی کی انساب الرشاطی اور انساب الشعراء، سمعانی کی الانساب، زبیر بن بکار قریشی کی انساب قریش، محب الدین محمد بن محمود بن نجار بغدادی کی انساب المحدثین، قاضی مہذب کی الانساب کافی شہرت رکھتی ہیں۔ ان میں بلاذری کی انساب الاشراف کو خصوصی اہمیت اور افادیت کا حامل سمجھا جاتا ہے۔

ہندوستان میں بھی اس موضوع پر کثیر کتابیں تصنیف ہوئیں۔ "اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں" کے مصنف نے علم الانساب پر ۵۶ کتابوں کے نام ذکر کئے ہیں۔ ان میں بعض شخصی نسب نامے ہیں بعض میں کسی خاص قبیلے کی خاندانی تفصیل ہے۔ ان میں عمومی سطح کی چند کتابیں یہ ہیں:

۱- مآثر السادات۔ قاضی ضیاء الدین برنی، ۲- بحر الانساب، شیخ محمد بن جعفر

حسین مکی، ۳-اشرف الانساب خلاصہ بحر الانساب ۔مخدوم اشرف جہانگیری سمنانی، ۴-مجمع الانساب، محمد بن علی، ۵-منبع الانساب، شیخ سید معین الدین جھونسوی، ۶-نسب الانساب، شیخ ابراہیم کالپوی تصنیف ۱۰۰۴ھ، ۷-تذکرۃ الاسلاف وتبصرۃ الاخلاف، سید محمد علی شاد عظیم آبادی، ۸-کتاب فی الانساب، سید علی نجف علی نونہروی، ۹-کتاب فی الانساب، قاضی نجم الدین علی خاں کاکوروی، ۱۰-تذکرۃ الانساب، اردو، سید امام الدین احمد گلشن آبادی، ۱۱-تحقیق الانساب، فارسی [اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں، سید عبدالحئی رائے بریلوی، ص ۱۱۵، ۱۱۹ دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۶۹ء]

ان میں منبع الانساب کا ترجمہ آپ کے پیش نظر ہے، جس کا تعارف ابھی آتا ہے۔

منبع الانساب بنیادی طور پر حضرات سادات کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا تذکرہ ہے، اس لیے جی چاہتا ہے کہ حضرات اہل بیت کے کچھ فضائل پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جائے تاکہ خدمت گار اہل بیت میں اس گناہگار کا بھی شمار ہو۔

حضرات اہل بیت کی سب سے روشن فضیلت یہ ہے کہ ان کی شان میں طہارت، تسلیم اور مودت کی آیات مبارکہ نازل ہوئیں۔ سورۂ احزاب کی آیت مبارکہ میں ارشاد ربانی ہے: انما یرید الله لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا [احزاب: ۳۳]

اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والوں کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کردے۔ [کنز الایمان]

یہ آیت کریمہ حضرات اہل بیت کی طہارت، عظمت، فضیلت کا سرچشمہ ہے۔ تفصیل کے لیے معتبر تفاسیر کی کتابیں ملاحظہ کیجیے۔

پارہائے صُحف، غنچہا قدس
اہلِ بیتِ نبوت پہ لاکھوں سلام

آب تطہیر سے جس میں پودے جمے
اس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام
خون خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر
اُن کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام

آیت مباہلہ [آل عمران: ۶۱] کی تفسیر میں منقول ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیدہ فاطمہ زہرا، حضرت علی مولائے کائنات، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ساتھ لے کر نجران کے نصرانیوں کے مقابلے میں مباہلہ کے لیے تشریف لائے تو اس وقت آپ نے فرمایا: اللّٰھمّ ھولاء اھل بیتی [مسلم شریف] اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں لیکن ان کے پادریوں نے جب ان مقدس نفوس اور روشن چہروں کو دیکھا تو لرز گئے اور اپنے ساتھیوں کو مباہلہ کرنے سے سختی کے ساتھ روکا۔ روایت میں ہے کہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ نجران والوں پر عذاب قریب آہی چکا تھا۔ اگر وہ مباہلہ کرتے تو بندروں اور سوروں کی صورت میں مسخ کردیے جاتے اور جنگل آگ سے بھڑک اٹھتا اور نجران اور وہاں کے رہنے والے پرندے تک نیست و نابود ہوجاتے اور ایک سال کے عرصہ میں تمام نصاریٰ ہلاک ہوجاتے [خزائن العرفان]

اس سے جہاں حضرات اہل بیت کی عظمت اور مقبولیت بارگاہ الٰہی کا اظہار ہوتا ہے، وہیں توسل کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ جس دعا پر حضرات اہل بیت آمین فرمادیں، وہ شرف قبولیت سے سرفراز ہوجائے۔

آیت کریمہ: سلام علی ال یاسین [الصافات: ۱۲۷] میں ایک تفسیر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ مروی ہے:

نحن ال محمد الیاسین [تفسیر در منثور] وہ الیاسین ہم آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

جس گھرانے پر عرش سے تسلیم نازل ہو، اس کی عظمت کا کوئی کیا اندازہ کرسکتا ہے؟

ہجرت کے بعد جب حضرات انصار مدینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، حضور کی ظاہری بے سروسامانی اور مصارف کی کثرت ملاحظہ کرنے کے بعد بہت سا مال نذر بارگاہ کرنے کے لیے لائے تو حضور نے وہ مال لوٹادئے اور پھر اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

قل لا أسئلکم علیه اجرا الا المودۃ فی القربی، [الشوریٰ: ۲۳]

تم فرماؤ میں اس [تبلیغ رسالت اور ارشاد وہدایت] پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت [کنز الایمان]

حضرات صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! وہ آپ کے قرابت دار کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے؟ فرمایا: علی، فاطمہ، اور ان کے دونوں بیٹے [زرقانی علی المواہب ۷/ ۲۰] رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حضرات اہل بیت کی شان کرم وسخا کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

یوفون بالنذر ویخافون یوماً کان شرہ مستطیرا، ویطعمون الطعام علیٰ حبه مسکینا ویتیما واسیرا [الدہر: ۷، ۸]

اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو [کنز الایمان]

اس آیت کریمہ کا شان نزول بیان کرتے ہوئے حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

''یہ آیت حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی کنیز فضہ کے حق میں نازل ہوئی۔ حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیمار ہوئے۔ ان حضرات نے اُن کی صحت پر تین روزوں کی نذر مانی۔ اللہ تعالیٰ نے صحت دی۔ نذر کی وفا کا وقت آیا، سب صاحبوں نے روزے رکھے۔ حضرت علی مرتضی رضی اللہ

تعالیٰ عنہ ایک یہودی سے تین صاع جو لائے۔ حضرت خاتون جنت نے ایک ایک صاع تینوں دن پکایا لیکن جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھیں تو ایک روز مسکین، ایک روز یتیم، ایک روز اسیر آیا اور تینوں روز یہ سب روٹیاں ان لوگوں کو دیدی گئیں اور صرف پانی سے افطار کر کے اگلا روزہ رکھ لیا گیا۔ [خزائن العرفان۔ ص: ۹۲۶]

احادیث مبارکہ تو اس باب میں اس کثرت سے وارد ہیں کہ صفحات کے صفحات لبریز ہوجائیں۔ حصول برکت کے لیے چند احادیث مبارکہ پیش کرتا ہوں۔

☆ حضرت زید بن ارقم اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: [واللفظ لابن الارقم]

انی تارك فیکم ما ان تمسکتم به لن تضلوا بعدی، احدھما اعظم من الآخر کتاب الله حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اھل بیتی ولم یتفرقا حتی یردا علیّ الحوض، فانظروا کیف تخلفونی [مشکوٰۃ شریف: ص ۵۶۹]

بے شک میں تم میں ایسی چیز چھوڑنے والا ہوں کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے تھامو گے تو میرے بعد گمراہ نہ ہوگے۔ پہلا دوسرے سے بڑا ہے۔ ایک کتاب اللہ، ایک لمبی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک ہے اور دوسری چیز میری عترت میرے اہل بیت۔ اور یہ دونوں جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ یہ دونوں [قرآن حکیم اور اہل بیت] حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے۔ دیکھو کہ میرے بعد تم ان دونوں سے کیا معاملہ رکھتے ہو۔

☆ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگو! اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو، کیونکہ وہ [تمہارا رب ہے اور] تمہیں نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ اور مجھے محبوب رکھو اللہ کی محبت کی وجہ سے اور میرے اہل بیت کو محبوب رکھو میری محبت کی وجہ سے [مشکوٰۃ شریف، ص: ۵۷۳]

☆ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

کل نسب وصھر ینقطع یوم القیمة الا نسبی وصھری، رواہ ابن

عساكر عن عبدالله بن امير المومنين عمر بن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنها [كنز العمال، ١١/٤٠٩]

قیامت کے دن سارے داد یہالی اور نانیہالی رشتے ختم ہوجائیں گے، مگر میری قرابتیں باقی رہیں گی۔

☆ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت سے جو شخص اللہ کی وحدانیت اور میری رسالت پر ایمان لائے گا، اسے میرا رب عذاب نہ فرمائے گا، رواہ الحاکم عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ [المستدرک للحاکم، ۳/۱۵۰]

☆ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اول من يرد علىّ الحوض اهل بيتى ومن احبنى من امتى ۔رواه الديلمى عن على كرم الله تعالىٰ وجهه الكريم [كنز العمال، حديث: ١٢،٣٤١٧٨/١٠٠]

سب سے پہلے میرے پاس حوض کوثر پر آنے والے میرے اہل بیت ہیں اور میری امت سے میرے چاہنے والے۔

☆ سرکار دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

ان فاطمة احصنت فحرمها الله وذريتها على النار ۔رواه الحاكم والطبرانى وابويعلى عن ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه [كنز العمال۔ حديث: ١٢،٣٤٢٢٠/١٠٨]

بے شک فاطمہ نے اپنی حرمت پر نگاہ رکھی تو اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی تمام نسل کو آگ پر حرام فرمادیا۔

☆ ابن عساکر نے دوسری روایت یہ بھی درج کی ہے:

انما سميت فاطمة لأن الله فطمها وذريتها عن النار يوم القيمة [فيض القدير، ١٠/١٦٨]

خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام فاطمہ اس لیے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی نسل کو قیامت میں آگ سے محفوظ فرمادیا۔ رواہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

☆ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

''کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو اور تمہارے بیٹے جنت کے نوجوانوں کے سردار ہوں۔ [کنز العمال، ۷/۱۱۱]

☆ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت مسرور دیکھا تو عرض کیا: یارسول اللہ! آج ہم آپ کو بہت مسرور و خوش دیکھتے ہیں۔ رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہم کیسے مسرور نہ ہوں، جبکہ جبرئیل امین میرے پاس آئے اور مجھے بشارت دی ہے کہ بلاشبہ حسن وحسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں اور ان کے والدان سے بھی افضل ہیں [کنز العمال، ۷/۱۰۸] دوسری روایت میں یہ بھی شامل ہے کہ فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں [مشکوٰۃ شریف، ص: ۵۷۱]

☆ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن ایک منادی عرش سے ندا دے گا کہ اے اہل محشر! اپنے سر جھکالو اور آنکھیں بند کر لو تا کہ حضرت فاطمہ بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پل صراط سے گذر جائیں۔ جب حضرت خاتون جنت ستر ہزار حوروں کے جلو میں پل صراط سے اس طرح گذر جائیں گی جیسے بجلی کوندگئی [الصواعق المحرقہ]

حضرت تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی قدس سرہٗ نے خوب فرمایا ۔

ہو بھی جائے گی، جب آئیں گی جناب سیدہ
بند چشم اہل محشر، واہ کیا توقیر ہے

☆ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کی رہنمائی فرماتے ہوئے

ارشاد فرمایا: اپنی اولاد کو تین خصلتیں سکھاؤ: اپنے نبی کی محبت اور اپنے نبی کے اہل بیت کی محبت اور قرآن کی قرأت [سراج منیر شرح جامع صغیر، ۱/۷۱]

☆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو میری عترت اور انصار اور عرب کا حق نہ پہچانے تو وہ تین حال سے خالی نہیں، یا تو وہ منافق ہے یا ولد الحرام یا حیضی بچہ، رواہ الباروری وابن عدی والبیہقی فی الشعب وآخرون عن علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم [الفردوس بماثور الخطاب، ۳/۶۲۶]

☆ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ستة لعنتهم لعنهم الله وكل نبى مجاب، الزائدفى كتاب الله والمكذب بقدر الله والمتسلط بالجبروت ليعزبذلك من اذل الله ويذل من اعزّالله والمستحل لحرم الله والمستحل من عترتى ماحرم الله والتارك سنتى، رواه الترمذى والحاكم عن ام المومنين والحاكم عن على والطبرانى عن عمرو بن سعواء رضى الله تعالىٰ عنهم اوله :سبعة لعنتهم وزادالمستاثر بالفئى وسنده حسن۔

چھ شخص ہیں جن پر میں نے لعنت کی۔ اللہ ان پر لعنت فرمائے۔ اور ہر نبی کی دعا قبول ہے: ۱- کتاب اللہ میں بڑھانے والا، ۲- اور تقدیر الٰہی کا جھٹلانے والا، ۳- اور وہ جو ظلم کے ساتھ تسلط کرے کہ جسے اللہ نے ذلیل بنایا، اسے عزت دے اور جسے خدا نے معزز کیا، اسے ذلیل کرے، ۴- اور اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال جاننے والا، ۵- اور میری عترت کی ایذا رسانی اور بے تعظیمی روا رکھنے والا، ۶- اور میری سنت کو برا ٹھہرا کر چھوڑنے والا [فتاوی رضویہ/۳، ۲۵۳، ۲۵۴]

گفتگو ذرا طویل ہوگئی لیکن ع لذیذ بود حکایت دراز تر گفتیم

رب تبارک وتعالیٰ ہمیں حضرات اہل بیت کی تکریم اور خدمت کرنے والوں میں باقی رکھے اور حضرات سادات کرام کو اس نسبت مصطفےٰ کی پاس داری اور علم دین مصطفےٰ کے حصول کی توفیق عطا فرماتا رہے کہ یہ ان کے گھر کی دولت ہے اور یہ اس

کے اوروں سے زیادہ مستحق ہیں۔ علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہٗ کے ان اشعار پر یہ باب ختم کرتا ہوں۔

یا رب بشفاعت محمد یارب بجناب آل احمد
محشور بآل فاطمہ کن مسرور بحسن خاتمہ کن

[مثنوی معراج الکمال، علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی]

مصنف کتاب، حضرت مخدوم سید معین الحق قدس سرہٗ نقوی سادات سے ہیں اور حضرت امام نقی کے پوتے حضرت سید علی اشقر بن سید جعفر تواب بن امام نقی تک جا کر حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے یک جدی ہوجاتے ہیں۔ حضرت مخدوم سید معین الحق قدس سرہٗ کا سلسلۂ نسب یہ ہے:

سید معین الحق بن: ۱- سید شہاب الحق بن، ۲- سید جعفر بن، ۳- سید شیخ تقی الدین بن، ۴- سید علی مرتضیٰ شعبان ملت بن، ۵- سید بدر الدین بن، ۶- سید صدر الدین بن، ۷- میر سید محمد مکی بھکری بن، ۸- سید محامد بن، ۹- سید احمد بن، ۱۰- سید اسعد بن، ۱۱- سید انور بن، ۱۲- سید منور بن، ۱۳- سید افضل بن، ۱۴- سید اکرم بن، ۱۵- سید محمد شریف بن، ۱۶- سید اشرف بن، ۱۷- سید نصر اللہ بن، ۱۸- سید محمد اسماعیل بن، ۱۹- سید علی اشقر بن، ۲۰- سید جعفر تواب بن ۲۱- حضرت امام علی نقی بن، ۲۲- امام جواد تقی بن، ۲۳- امام موسیٰ علی رضا بن، ۲۴- امام موسیٰ کاظم بن، ۲۵- امام جعفر صادق بن، ۲۶- امام محمد باقر بن، ۲۷- امام زین العابدین علی بن، ۲۸- امام عالی مقام حسین شہید کربلا بن، ۲۹- امیر المؤمنین مولائے کائنات علی مرتضیٰ زوج، ۳۰- سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعنہم اجمعین بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم۔

حضرت کا ذیشان خاندان بھکّر [سندھ، پاکستان] سے الہ آباد جھونسی تشریف لایا اور کئی نسلوں تک جھونسی میں رہا اور اب بھی یہ علاقہ آپ کی نسل مبارک سے آباد ہے اور اس کی شاخیں بھی ہندو پاک میں پھیلی ہوئی ہیں۔ حضرت نے منبع

الانساب کی فصل چہارم میں اپنے آباؤ اجداد کا اجمالی اور جامع تعارف پیش کیا ہے۔ دیکھئے، ص ۳۱۵ تا ۳۳۲۔

حضرت میر سید محمد بھکری کے حالات کے ذیل میں رقم طراز ہیں:

سید محامد کی کنیت ابو محمد تھی اور لقب سید اکرم۔ آپ کی ولادت ۵۰۰ھ میں ہوئی۔ عمر مبارک ساٹھ سال تھی۔ ۵۶۰ھ میں انتقال ہوا۔ قبر اطہر مکہ معظمہ میں ہے۔ آپ طائف کی لشکرگاہ کے حاکم تھے۔ آپ کے ایک صاحبزادے محمد مکی تھے۔ آپ کی عرفیت سید محمد شجاع الملک تھی۔ اسم گرامی سید جعفر ثانی اور علم میر سید محمد مکی۔ آپ کی ولادت بیت اللہ خانہ کعبہ کے صحن میں ہوئی۔ آپ کی والدہ زیارت بیت اللہ کے لئے گئی ہوئی تھیں۔ وہیں دردزہ شروع ہوگیا کہ گھر تک پہونچنے کی طاقت نہ رہی۔ بالآخر آپ بیت اللہ شریف ہی میں تولد ہوگئے۔ حضرت کی ولادت ۵۴۰ھ میں ہوئی۔ عمر شریف ایک سو چار سال تھی۔ تیس سال کی عمر میں بزور شمشیر یمن کی حکومت حاصل کی اور سارے ظالم عباسیوں کو قتل کر دیا۔ تقریباً دس سال یمن پر حکمراں رہے۔ چنانچہ آپ کے دو صاحبزادے میر سید شمس اور میر سید ماہ، یمن میں ہی پیدا ہوئے۔ آخرکار آپ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ حضور نے آپ کو دو روٹی اور ایک کٹورا پانی عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا: میں تمہیں ہندوستان پر لشکرکشی کی ذمہ داری سونپتا ہوں۔ میر سید محمد مکی نے صبح اٹھ کر فوراً یمن میں اپنا ایک نائب متعین کیا اور مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ بارگاہ رسول میں حاضری کی سعادت حاصل کی، پھر بارگاہ رسالت سے حکم ہوا کہ جلد جاؤ، ہندوستان کی زمین شدت سے تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ اس کے بعد آپ مکہ معظمہ حاضر ہوئے اور یہاں دو مہینہ قیام فرمایا۔ پھر سرکار کا حکم ہوا کہ جلد جاؤ سرزمین ہندوستان تمہارا شدت سے انتظار کر رہی ہے۔ اس کے بعد آپ تقریباً تیس ہزار سواروں کے ساتھ کافروں سے جنگ کرتے ہوئے ہندوستان کی سمت روانہ ہوئے۔ میر سید محمد مکی اس علاقے کے کافروں سے جنگ کرتے ہوئے اس صحرا تک جا پہنچے جہاں اب شہر بھکر [پاکستان] آباد

ہے۔ یہ صحرا اس کافر راجہ کی شکارگاہ تھا جسے حضرت نے قتل کر دیا تھا۔ آپ نے اس صحرا میں پہونچ کر ایک گائے ذبح کی اور ایک شہر آباد کرنے کی بنیاد ڈالی، جس کا نام بقر گھر فرمایا۔ سندھ میں قاف کو کاف کی طرح ادا کرتے ہیں اس لئے سندھی اس کو بکر کہنے لگے جو بعد میں بھکر کے نام سے مشہور ہوگیا۔ حضرت میر سید محمد مکی کی وفات ۶۴۴ھ میں ہوئی۔ قبر اطہر بھکر اور سکھر کے درمیان واقع ہے۔ سکھر اور بھکر کے درمیان سات دریا جمع ہیں۔ اس جگہ جیحوں دریا واقع ہے۔

حضرت میر سید محمد مکی نے کئی شادیاں فرمائیں۔ سیدنا شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کی صاحبزادی کے بطن سے چار صاحبزادے تولد ہوئے۔ ان کے علاوہ دو صاحبزادے سید شمس اور سید ماہ جو یمن میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ قاضی صاحب کی صاحبزادی کے بطن سے تھے۔ دو صاحبزادے سید صدر الدین اور سید بدر الدین جو بھکر میں پیدا ہوئے تھے، یہ بھی قاضی صاحب کی صاحبزادی سے تولد ہوئے۔

[منبع الانساب، ص ۳۱۵-۳۱۶]

حضرت میر سید محمد مکی بھکری قدس سرہٗ کے پرپوتے حضرت شعبان ملت سید علی مرتضیٰ قدس سرہٗ [۶۶۰ھ-۷۶۰ھ] نے اپنے جد کریم حضور نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اشارۂ روحانی پر دارالکفر پریاگ کو تبلیغ اسلام کا مرکز بنایا۔ حضرت مصنف نے حضرت شعبان ملت کا بہت مفصل تعارف پیش کیا ہے، جسے اصل کتاب میں دیکھنا چاہیے۔ آپ حضرت کی جھونسی تشریف آوری کا پس منظر بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

حضرت شاہ شعبان ملت کے جھونسی کو اپنی اقامت گاہ بنانے کی تقریب یوں ہوئی کہ حضرت کی عمر جب تیس سال کی ہوئی تو دل میں عشق الٰہی کا دریا جوش زن ہوا۔ حالت یہ ہوئی کہ جہاں عارفین اسرار الٰہی کا چرچا سنتے، وہاں پہونچ جاتے اور ان کی صحبت کے فیض سے شرف یاب ہوتے۔ اخیر میں آپ ملتان حاضر ہوئے اور حضرت شمس الدین عریضی کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی درخواست کی۔ حضرت شمس

نے آپ کے ساتھ بڑے فضل و کرم کا معاملہ فرمایا پھر کہنے لگے کہ تمہارا حصہ دوسری جگہ ہے۔ ہمارے یہاں جذب کی تربیت ہوتی ہے اور تمہارے مقدر میں ولایت سلوک ہے۔ حضرت شعبان ملت نے عرض کیا کہ میرا حصۂ طریقت جہاں ہو، اس کی نشاندہی فرمائیں۔ حضرت شمس نے فرمایا: حضرت مخدوم بہاء الدین زکریا کی خدمت میں چلے جاؤ۔ حضرت شعبان ملت جب حضرت مخدوم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو حضرت مخدوم نے آپ کو اپنے نبیرہ حضرت شاہ رکن الدین ابوالفتح کے سپرد کیا۔

آپ حضرت سید شمس اور حضرت مخدوم بہاء الدین زکریا قدس سرہما کی ہدایت کے مطابق حضرت مخدوم شاہ رکن الدین بن حضرت شاہ صدر الدین بن مخدوم بہاء الدین زکریا قدست اسرارہم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ جس وقت حضرت مخدوم شاہ رکن الدین ابوالفتح نے آپ کو دیکھا تو بے حد مسرور ہوئے اور فرمایا: الحمد للہ! ایک شیر نر ہمارے جال میں آیا ہے۔ اس کے بعد حضرت شاہ شعبان ملت، حضرت ابوالفتح کی خدمت میں عرصہ تک مصروف رہے۔ دو سال کے بعد حضرت مخدوم ابوالفتح سے عرض کی: ہمیں کچھ ارشاد فرمائیں۔ حضرت مخدوم ابوالفتح نے فرمایا: سلسلۂ سہروردیہ کی تربیت کا آغاز اس بات سے ہوتا ہے کہ چالیس روزے طے کے رکھو، پھر چالیس دن ہفت دوام رکھو یعنی سات دن تک طے کی مانند روزہ رکھو۔ اس کے بعد ایک چلہ کھینچو۔ ان مراحل سے گذر کر آؤ تو کچھ باتیں بتاؤں گا۔ حضرت مخدوم ابوالفتح کی ہدایت کے مطابق حضرت شعبان ملت نے روزوں کے مجاہدے کئے، اس کے بعد حضرت مخدوم نے آپ کو چہل اسماء کا شغل عطا کیا۔ حضرت چہل اسماء کے وظیفے میں مشغول ہوئے تو اسی دوران حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے حضرت خضر سے بھی فوائد باطنی حاصل کئے۔ یہ ریاضتیں کرنے کے کچھ دنوں بعد آپ نے حضرت مخدوم رکن الدین ابوالفتح سے اپنی بیعت میں لینے کی درخواست کی۔ حضرت مخدوم نے فرمایا: تمہارا حصۂ بیعت ہمارے دوست شیخ منہاج الدین حسن کے پاس ہے جو بہار میں رہتے ہیں۔ وہاں جا کر اپنا حصہ حاصل کرو۔ حضرت شاہ شعبان ملت، حضرت

مخدوم کی ہدایت پر بہار کو روانہ ہوئے۔ جس وقت آپ بہار پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت مخدوم شاہ منہاج الدین شہر سے باہر کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ سید! آؤ میں تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ حضرت شعبان ملت نے، حضرت منہاج الدین حاجی الحرمین کی خدمت میں رہ کر سعادتیں حاصل کیں۔ بارہ سال تک حضرت حاجی الحرمین کی خدمت میں مصروف رہے۔ بارہ سال کے بعد حضرت مخدوم منہاج الدین نے حضرت سید شعبان ملت کو بیعت سے شرف یاب کیا اور فرمایا: شیخ پورہ جا کر قیام کرو۔ حضرت شعبان ملت مرشد برحق کے حکم پر شیخ پورہ حاضر ہوئے اور دو سال تک قیام فرمایا۔ اس کے بعد حضرت مخدوم منہاج الدین نے شعبان ملت کو اپنے پاس بلا لیا اور فرمایا: کل رات میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ فرما رہے تھے کہ شعبان کو یہاں سے کافروں کے گڑھ پریاگ بھیجو تا کہ وہ وہاں جا کر رسم اسلام جاری کرے۔ حضرت شعبان ملت مرشد گرامی کے حکم پر پریاگ کو روانہ ہو گئے۔ پچاس خدارسیدہ درویش رفقا بھی حضرت منہاج الدین کی خانقاہ سے آپ کے ساتھ ہو گئے۔ فقرائے محمدی کی یہ جماعت جب جھونسی پہنچی تو اس وقت اس جگہ کا نام ہربونگ پور تھا۔ جھونسی سے دکھن جانب بہت گھنا جنگل تھا۔ ان حضرات نے اسی جنگل میں پہونچ کر گنگا کے کنارے قیام فرمایا۔ ان فقرائے اسلام نے نماز کے لئے اذان دی۔ ہربونگ پور کے کافر راجہ نے کہا کہ یہ ملیچھ کہاں سے آگئے جو ہمارے علاقے میں آ کر اذان دے رہے ہیں۔ اس نے اپنے آدمیوں کو بھیجا کہ جا کر کہہ دو: تم لوگ مسلمان ہو، یہ علاقہ ہندوؤں کا ہے، اس لئے یہاں سے چلے جاؤ۔ کیونکہ یہاں تمہارا ٹھہرنا اچھا نہیں ہے۔ بہت حیل و حجت کے بعد حضرت شعبان ملت نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے پیر کے حکم سے یہاں آ کر ٹھہرا ہوں۔ تمہارے کہنے سے نہیں آیا کہ تمہارے کہنے سے چلا جاؤں۔ ہمیں اس جگہ رسم اسلام جاری کرنی ہے، جانا نہیں ہے۔ پس اس مردود راجہ نے اپنے نوکروں کو بھیجا تا کہ حضرت مخدوم شعبان ملت اور ان کے رفیقوں کا سر کاٹ کر دریا میں ڈال دیں۔ کافر راجہ کے یہ

نوکر حضرت شعبان ملت کو ڈھونڈنے نکلے۔ جب نزدیک پہنچے، تلوار نکالی اور چاہا کہ قتل کردیں۔ حضرت مخدوم نے انگشت شہادت سے اشارہ کرتے ہوئے پر جلال نگاہ گرم سے انہیں دیکھتے ہوئے فرمایا: اقتلویا مرنخ۔ اے ساکنان مرنخ ان کافروں کو قتل کردو۔ پس سارے کافروں کا سر یکبارگی تن سے جدا ہوگیا۔ یہ خبر مردود راجہ تک پہنچی، فوراً وہ خود سوار ہو کر آگیا۔ ایک توپ چھوڑی جس سے حضرت شعبان ملت کے سات مرید درویش شہید ہوگئے۔ اب حضرت شعبان ملت اٹھ کھڑے ہوئے اور یا مرنخ کا نعرہ نگاہ گرم کے ساتھ لگایا، راجہ ہربونگ اور اس کی فوج کے سر قلم ہوگئے۔ پھر قلعہ کی طرف نگاہ گرم سے دیکھتے ہوئے تیسری بار یا مرنخ کا نعرہ لگایا، سارے قلعہ کو جڑ سے الٹ دیا۔ اس کی عمارتیں تہ وبالا کردیں۔ وہ کافر راجہ اپنی فوج کے ساتھ واصل جہنم ہوا۔ حضرت نے رسم اسلام جاری کی۔ باقی سارے ہندو اس چشم دید زلزلہ کی دہشت اور اسلام کی قوت ایمانی دیکھ کر مسلمان ہوگئے۔ مخدوم سید شعبان ملت نے وہاں طرح اقامت ڈالی۔ چند سال وہاں رہ کر گنگا پار کی حویلی پیاگ میں موضع چرئی کے اندر سکونت اختیار کی اور چند فقرائے اسلام کو جھونسی میں رہنے دیا۔

❁

جھونسی جس کا نام پہلے ہربونگ پور تھا، الہ آباد میں دریا کے اُس پار مشرق جانب ٹھیک سنگم کے سامنے ہے۔ الہ آباد اپنی جغرافیائی، تاریخی اور مذہبی نوعیت کے اعتبار سے ہمیشہ اہمیت کا حامل رہا ہے، اسے پہلے پیاگ، پراگ یا پریاگ کے نام سے جانا جاتا رہا ہے۔ حضرت مصنف نے اسے پیاگ کے نام سے ہی یاد فرمایا ہے۔ مغل بادشاہ اکبر نے ۹۸۳ھ/ ۱۵۷۵ء میں اس دوآبے میں سنگم کے کنارے ایک عظیم الشان قلعہ تعمیر کرایا اور اس کا نام الہ آباش رکھا اور اس نام سے ایک عظیم الشان شہر دوآبے کی مغربی سمت میں آباد کیا جو آج بھی ہندوستان کے ممتاز ترین شہروں میں شمار ہوتا ہے۔

یہ علاقہ بودھ ازم کے زمانہ سے ہی ارباب علم وحکومت کا مرکز توجہ رہا ہے۔

wikipedia کا مقالہ نگار اس کی قدیم جغرافیائی، ثقافتی اور مذہبی حیثیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتا ہے:

Allahabad also known as Prayag, is one of the largest cities of the State of Uttar Pradesh in India. It is situated on an inland peninsula, surrounded by the rivers Ganga and Yamuna on three sides, with only one side connected to the mainland........... The ancient name of the city is **Aggra** (Sanskrit for "place of sacrifice"), as it is believed to be the spot where Brahma offered his first sacrifice after creating the world. Since its founding, Allahabad has played an important role in the history and cultural life of India............

The city was originally known as Prayaga (place of the confluences)-a name that is still often used. Excavations have revealed Iron Age Norther Black Polished ware in Allahbad. That it is an ancient town is also illustrated by references in the Vedas (the most ancient of Hindu sacred texts) to Allahabad.

The Puranas, another important group of religious texts, record that Yayati left Allahabad and conquered the region of Sapta Sindhu. His five sons Yadu, Druhyu, Puru, Anu and Turvashas became the main tribes of the Rigveda. When the Aryans first settled in what they termed the Aryavarta, Allahabad and the district of Kaushambi were important parts of their territory. The Vatsa (a branch of the early Indo-Aryans) were rulers of Hastinapur (near present day Delhi). When Hastinapur was destroyed by floods, thye established the town of Kaushambi near present day Allahabad as their new capital. Many people from south India had also migrated

and permanently settled in this ancient Prayaga thousands of years ago.

In the times of the Ramayana, Allahabad was made up of a few rishi's huts at the confluence of the sacred rivers, and much of the countryside was continuous jungle. Lord Rama, the main protagonist in the Ramayana, spent some time here, at the Ashram of Sage Bharadwaj, before proceeding to nearby Chitrakoot.

The Doab region, including Allahabad, was controlled by several empires and dynasties in the ages to come. It became a part of the Mauryan and Gupta empires of the east and the Kushan empire of the west before becoming part of the Kannauj empire. Objects unearthed in Allahabad indicate that it was part of the Kushana empire in the 1st century A.D.

In his memoirs on India, Huien Tsang, the Chinese chronicler who traveled through India during Harshavardhana's reign (A.D. 607-647), writes that he visited Allahabad in A.D. 643.

Allahabad became a part of the Delhi Sultanate when the town was annexed by Muhammad of Ghor in 1193.

The Mughal invasion of India began in 1526, and Allahabad then became a part of their empire. Understanding the strategic position of Allahabad in the Doab region, at the confluence of its defining rivers which had immense navigational potentials, the Mughal emperor Akbar built a magnificent fort - one of his largest - on the banks of the holy Sangam and re-christened the town as Allahabad in 1575. The fort has an Ashokan pillar and

some temples, and was largely a military barracks.........

Allahabad has many sities of interest to tourists and archaeologists. Forty-eight kilometers to the southwest, on the banks of the Yamuna River, are the ruins of Kaushambi, which was the capital of the Vatsa kingdom and a thriving center of Buddhism. One the eastern side, across the river Ganga and connected to the city by the Shastri Bridge is Pratisthan Pur, capital of the Chandra dynasty. About 58 kilometres northwest is the medieval site of Kara with its impressive wreckage of Jaichand of Kannauj's fort. Shringaverpur, another ancient site discovered relatively recently, has become a major attraction for tourists and antiquarians alike. On the southwestern extremity of Allahabad lies Khusrobagh, it has three mausoleums, including that of Jahangir's first wife, Shah Begum..........

Allahabad was a well-known centre of education (dating from the time of the Buddha) and into modern times.[Wikipedia, the free encyclopedia, History of Allahabad]

ترجمہ:- الہ آباد، جسے پریاگ بھی کہا جاتا تھا، ہندوستان کے صوبہ اترپردیش کا ایک بڑا ممتاز شہر ہے۔ یہ شہر، ایک جزیرہ نما سرزمین پر واقع ہے جسے تین جانب سے گنگا اور جمنا گھیرے ہوئے ہیں، صرف ایک جانب سے اس کا سرا زمین خشک سے جڑا ہوا ہے۔ اس شہر کا پرانا نام اگرہ (Aggra) ہے۔ اگرہ سنسکرت لفظ ہے اس کا معنی ہوتا ہے: میدان جنگ۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ہندو مذہب کے مطابق مانا جاتا ہے کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں برہما نے دنیا کی تخلیق کے بعد پہلی جنگ کی۔ شہر الہ آباد نے اپنی تاسیس کے بعد سے ہی ہندوستان کی تاریخی اور ثقافتی زندگی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

یہ شہر دراصل پریاگ [دریاؤں کے سنگم کا مقام ہونے] کی حیثیت سے شہرت رکھتا ہے۔ اس نام سے اب بھی کبھی کبھی اسے یاد کیا جاتا ہے۔ یہاں آثار قدیمہ کی کھدائی میں تین ہزار سال پرانے زمانے کے، جسے [Iron age] کہا جاتا ہے، شمالی طرز کے سیاہ پالش کیے ہوئے برتن ملے ہیں۔

یہ ایک قدیم ترین قصبہ ہے جس کے حوالے ہندو مذہب کے ویدوں میں ملتے ہیں۔ ہندو مذہب کی دوسری مذہبی کتاب پران یہ بتاتی ہے کہ یایتی [Yayati] نے الہ آباد سے جا کر ہی سپتا سندھو کے علاقے فتح کیے تھے۔ اس کے پانچ بیٹے: یادو، دروہیا، پورو، انو، تروشاس، رگ وید کے خاص قبیلے ہوئے۔ جب آریوں نے آریاورتا علاقے پر قبضہ جمایا تو الہ آباد اور کوشمبی اس کے اہم حصے تھے۔ انڈو آرین کی قدیم شاخ واتسا [Vatsa] ہستناپور کے حکمراں رہ چکے ہیں جو موجودہ دہلی سے قریب واقع تھا۔ جب ہستناپور سیلاب سے تباہ ہو گیا تو انہوں نے کوشمبی کو اپنا نیا دارالحکومت بنایا جو موجودہ الہ آباد سے قریب واقع ہے۔ ہزاروں سال پہلے اس قدیم پریاگ میں جنوبی ہند کے بہت سے باشندے ہجرت کر کے مستقل طور پر آباد ہو گئے۔

رامائن کے زمانے میں الہ آباد میں سنگم کے کنارے رشی منیوں کی چند جھونپڑیاں تھیں اور بس۔ اس شہر کے بیشتر حصوں میں گھنا جنگل تھا۔ رامائن کے خاص ہیرو رام نے بھی چتر کوٹ کے نزدیک پہنچنے سے پہلے ہندو دانشور بھاردواج کے آشرم کے قریب یہاں کچھ وقت گذارا ہے۔

اس دوآبے کا علاقہ جس میں الہ آباد بھی آتا ہے، مختلف حکمرانوں کے زیر حکومت رہا ہے۔ قنوج کے بادشاہ کے زیر حکومت آنے سے پہلے یہ خطہ مورین اور گپتا خاندان کے مشرقی بادشاہوں اور مغرب کے کُشن حکمرانوں کی سلطنت کا حصہ تھا۔ کھدائی میں نکلنے والے سامان اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ الہ آباد پہلی صدی عیسوی میں کُشن سلطنت کا حصہ تھا۔

چین کا مشہور تاریخ داں ہیون سنگ [Huien Tsang] جس نے ہرکشن وردھن کے دور حکومت [۶۰۷ء–۶۴۷ء] میں پورے ہندوستان کا سفر کیا تھا، اپنی یادداشتوں میں لکھتا ہے کہ اس نے ۶۴۳ء میں الہ آباد کی سیاحت کی۔

۱۱۹۳ء میں جب اس شہر پر شہاب الدین محمد غوری نے قبضہ کیا تو یہ دہلی سلطنت کا حصہ ہو گیا۔

مغلیہ تسلط کا آغاز ۱۵۲۶ء میں ہوا۔ تب الہ آباد مغل حکمرانوں کے زیر تصرف آگیا۔ مغل حکمراں اکبر نے اس دوآبے میں عسکری نقطۂ نگاہ سے الہ آباد کی اہمیت سمجھ لینے کے بعد کہ اس سنگم پر بہتے ہوئے دریا بحری سفر کی عظیم اہلیت رکھتے ہیں، ۱۵۷۵ء میں سنگم کے کنارے ایک عظیم الشان قلعہ تعمیر کیا اور اس شہر کو الہ آباد کے نام سے موسوم کیا۔ اس قلعے میں اشوک سمراٹ کے زمانے کا ایک ستون اور چند مندر بھی ہیں۔ اس قلعہ کا بڑا حصہ فوجی چھاؤنیوں پر مشتمل تھا۔

آثار قدیم کے ماہرین اور سیاحوں کے لیے الہ آباد میں کئی دلچسپ مقامات ہیں۔ جمنا ندی کے کناروں سے ۴۸ کلومیٹر دور جنوب مغرب میں کوشمبی کے کھنڈرات ہیں جو واتسا [Vatsa] عہد سلطنت کا دارالحکومت اور بدھ مت کی نشو ونما کا مرکز تھا۔ گنگا کے مشرقی کنارے شاستری پل کے قریب شہر سے متصل پرتسٹھان پور ہے جو چندر گپت کے شاہی خاندان کا دارالحکومت تھا۔ الہ آباد کے جنوب مغرب میں تقریباً ۵۸ کلومیٹر دور کڑا ہے جس کے وسط میں قنوج کے راجہ جے چند کے بنوائے ہوئے قلعہ کے کھنڈرات ہیں۔ شرنگار پور کی دریافت نسبتاً نئی ہے جو ایک قدیم مقام تھا۔ یہ سیاحوں اور آثار قدیمہ کی زبردست دلچسپی کا مرکز بن چکا ہے۔ الہ آباد کے جنوب مغربی کنارے میں خسرو باغ واقع ہے جس میں تین مقبرے ہیں۔ ان میں ایک مقبرہ جہانگیر کی پہلی بیوی شاہ بیگم کا ہے۔

گوتم بودھ کے زمانے سے لے کر اب تک الہ آباد تعلیم کا مشہور مرکز رہا ہے۔

۱۱ ساحل

اردو دائرۂ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار لکھتے ہیں:

''الہٰ آباد کا شمار ہندوستان کے قدیم ترین شہروں میں ہوتا ہے۔ پہلے اسے پریاگ کہتے تھے اور ہندوؤں کے نزدیک یہ بہت متبرک مقام تھا۔ ۱۱۹۴ء میں جب غوریوں نے بنارس تک کا علاقہ فتح کر لیا تو الہٰ آباد کو سلطنت دہلی میں شامل کر لیا گیا۔ مگر گمان یہ ہے کہ اس کا نظم ونسق ہندو راجاؤں ہی کے ماتحت رہا جو داخلی طور پر خود مختار تھے۔ اس لئے کہ سلطنت دہلی کی قریب ترین اہم فوجی چھاؤنی کڑا میں تھی جو الہٰ آباد سے تقریباً پینتالیس میل جانب غروب واقع تھی۔

افغانوں کے عروج پر پریاگ اور جھونسی کے مابین گھاٹ کی اہمیت کا احساس ہونے لگا۔ بادشاہ اکبر نے جون ۱۵۶۷ء میں جونپور کے باغی صوبے دار خان زمان [علی قلی خان شیبانی] کو شکست دینے کے بعد پریاگ ہی سے دریائے گنگا کو عبور کیا تھا۔ ۱۵۷۴ء میں اکبر بنگال جاتے ہوئے پھر اس شہر سے گذرا تھا۔ عسکری نقطۂ نظر سے اس مقام کی اہمیت کے پیش نظر اس نے یہاں ایک فوجی مرکز قائم کرنے کا فیصلہ کیا اور اس طرح یہ ایک معمولی قصبے سے بڑا شہر بن گیا۔ اکبر نے اس کا نام الہٰ آباس رکھا جو کثرت استعمال سے الہٰ آباد ہو گیا۔ ۱۵۷۹ء–۱۵۸۰ء میں جب اکبر نے اپنی سلطنت کی جدید انتظامی تقسیمات کیں تو الہٰ آباد اسی نام کے صوبے کا صدر مقام قرار پایا[اردو دائرۂ معارف اسلامیہ لاہور۔ ۳/۲۰۷]

ہندوستان میں اسلام مشرقی علاقہ میں قنوج تک ۹۳ھ میں پہنچ چکا تھا۔ محمود غزنوی نے اسے عسکری قوت سے پھیلایا، شہاب الدین غوری نے اسے باضابطگی اور وسعت دی اور سلطان الہند، عطائے رسول خواجۂ خواجگاں سیدنا سید معین الدین حسن چشتی اجمیری سنجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ایمانی اور اخلاقی توانائیوں کے سہارے اسلام کی رونقیں متحدہ ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیلا دیں۔

حضرت شعبان ملت قدس سرہ نے جب اشارۂ نبوی پر پریاگ کا رخ کیا تو

آٹھویں صدی ہجری کا آغاز ہو چکا تھا۔ داخلی شواہد بتاتے ہیں کہ آپ کی الہ آباد آمد ۷۱۰ھ کے آس پاس ہوئی تھی، کیونکہ صاحب منبع الانساب کے بیان کے مطابق حضرت شعبان ملت کی ولادت مبارکہ ۶۶۰ھ میں ہوئی، تیس سال کی عمر میں معرفت وسلوک کی راہوں کی سمت خصوصی توجہ فرمائی۔ چند سال تلاش مرشد میں بیت گئے۔ حضرت مخدوم بہاء الدین زکریا ملتانی اور آپ کے نبیرہ حضرت مخدوم رکن الدین ابو الفتح قدس سرہما، کی خدمت میں تقریباً تین سال رہے۔ پھر بہار شریف کو روانہ ہوئے جہاں مرشد برحق حضرت مخدوم سیدنا منہاج الدین حاجی الحرمین قدس سرہٗ کی بارگاہ میں بارہ سال تک حاضر رہے، پھر دربار رسالت سے حضرت مخدوم حاجی الحرمین کو حکم ہوا کہ شعبان کو دارالکفر پیاگ روانہ کر دو، تاکہ وہاں اسلام کی اشاعت ہو۔ جوڑنے کے بعد ۷۱۰ھ کے آس پاس کا زمانہ ہی حضرت کی الہ آباد تشریف آوری کا زمانہ متعین ہوتا ہے، عمر مبارک اس وقت پچاس سال کے قریب تھی۔

اس زمانے میں اسلام کو ہندوستان کی سرزمین میں عروج حاصل ہو چکا تھا، اور خواجۂ بزرگ [م ۶۳۲ھ] کے خلیفۂ اعظم سیدنا خواجہ سید قطب الدین بختیار کاکی اوشی [م ۶۳۳ھ] قدس سرہما کے خلفا ہند وسندھ کی سرزمین میں پیغام اسلام عام کر رہے تھے۔

دہلی میں حضرت محبوب الٰہی خواجہ سید محمد نظام الدین اولیا [م ۷۲۵ھ] بہار شریف میں حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری [م ۷۸۲ھ] پنڈوہ شریف میں حضرت مخدوم اخی سراج [م ۷۵۸ھ] سیوستان میں حضرت سید جلال الدین بخاری، کشمیر میں حضرت مخدوم سید علی ہمدانی، ملتان میں حضرت مخدوم بہاء الدین زکریا ملتانی [م ۶۶۶ھ] کڑا مانک پور میں حضرت مولانا شمس الدین ثانی معروف بہ مولانا خواجگی قادری [م ۷۶۹ھ] پانی پت میں حضرت بو علی شاہ قلندر [م ۷۲۴ھ] خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی [م ۷۱۵ھ] قدست اسرارہم کے ایمانی اور روحانی فیض کی دھوم تھی۔

سیاسی سطح پر ہندوستان کی زمام حکومت خلجیوں کے ہاتھ سے نکل رہی تھی اور تغلق سلاطین بساط حکومت آراستہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھے کہ حضرت مخدوم سید علی مرتضٰی شعبان ملت قدس سرہٗ کی اس دارالکفر میں تشریف آوری ہوتی ہے اور اسلام کا پرچم کفر کے سینے پر گاڑا جاتا ہے۔

الہ آباد میں اسلام نے کب قدم رکھا، یہ ایک تفتیش طلب گوشہ ہے، لیکن اپنی محدود معلومات کے مطابق پہلا باضابطہ اسلامی دستہ جو فقر محمدی کے سازوسامان سے لیس تھا، حضرت مخدوم شعبان ملت کا ہی نظر آتا ہے جو چھ نفری قافلہ پر مشتمل تھا۔ کیونکہ الہ آباد میں جتنی درگاہیں، خانقاہیں، اور دائرے ہیں، سب نویں صدی ہجری کے بعد کی ہیں، اس کی وجہ بھی سمجھ میں آتی ہے۔ جب اکبر نے ۹۸۳ھ/ ۱۵۷۵ء میں عسکری نقطۂ نگاہ سے یہاں قلعہ تعمیر کرایا اور چند سال کے بعد الہٰ آباد کو اس علاقہ کا صدر مقام بنایا، تب الہ آباد نے شہر کی حیثیت اختیار کی، ورنہ اس سے پہلے ایک معمولی قصبہ تھا اور مضافات میں گھنے جنگلات تھے۔ جب آبادیاں بڑھیں تو ان کی اسلامی اور دینی تربیت کے لئے علماء اور صوفیہ نے بھی اس علاقہ کی سمت خصوصی توجہ فرمائی اور اب تو یہ مخزن علما اور معدن اولیا شمار ہوتا ہے۔

البتہ الہ آباد کے مضافات میں کڑا مانک پور میں جو سیدنا مخدوم حسام الحق مانکپوری قدس سرہ کی جلوہ گاہ ہے، غوری فتوحات کی روایات ملتی ہیں۔ گزیٹیر آف انڈیا الہ آباد میں ۱۱۹۴ء میں محمد شہاب الدین محمد غوری کے سپہ سالار قطب الدین ایبک کے حملے کی روایت درج ہے کہ اس نے راجہ جے چند کو شکست دے کر کڑا مانک پور پر قبضہ کیا اور کڑا کو صوبے کا صدر مقام بنایا، اس کے بعد یہاں صوفیہ کی جماعتیں بھی آتی رہیں۔

پریاگ اور ہر بونگ پور کی تسخیر اور پھر اس مقدس جماعت کی خدمت اسلام کی کچھ تفصیل منبع الانساب میں درج ہے۔ میرے پاس موجود ناقص الآخر نسخے کے مطابق حضرت شعبان ملت قدس سرہ تیس سال کی عمر میں تلاش مرشد میں نکلے اور ملتان

[illegible] الدین عربھی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت کی درخواست [illegible] انہوں نے قبول نہ فرمائی اور حضرت مخدوم بہاء الدین زکریا قدس سرہٗ کے [illegible] کی ہدایت کی۔ حضرت نے آپ کو اپنے نبیرہ حضرت مخدوم رکن الدین ابوالفتح قدس سرہ کے سپرد کیا۔ حضرت ابوالفتح نے باطنی تربیت کے بعد حضرت مخدوم [illegible] الدین حاجی الحرمین کی خدمت میں بہار شریف روانہ کیا، حضرت مخدوم حاجی الحرمین نے آپ کو بارہ سال ریاضتیں کرنے کے بعد شرف بیعت سے سرفراز فرما کر [illegible] پہنایا، پھر وہاں سے طلب فرما کر بحکم رسالت مآب آپ کو پریاگ روانہ کیا [illegible] جھونسی میں آپ نے طرح اقامت ڈالی اور اسلام کی بے مثل و بے مثال [illegible] انجام دی۔ پھر الہ آباد کے مضافات میں موضع چرئی تشریف لے گئے۔ وہاں [illegible] قیام کرنے کے بعد مرشد گرامی حضرت مخدوم حاجی الحرمین کے حکم کے مطابق بہار شریف حاضر ہوئے اور حضرت مخدوم رکن الدین ابوالفتح کا عطا فرمودہ [illegible] سہروردیہ زیب تن فرمایا اور اپنے پیرزادے حضرت سید صدرالدین قدس سرہٗ کی روحانی تربیت فرمائی پھر جھونسی تشریف لے آئے۔ اسی دوران حضرت مخدوم بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ کے فرد خاندان شہزادے حضرت مولانا مخدوم اسمٰعیل [illegible] حضرت مخدوم ملتانی کے روحانی اشارے پر شعبان ملت کی خدمت میں روحانی [illegible] کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت نے بہت توجہ اور اکرام سے اپنے اس مخدوم [illegible] کو باطنی تعلیم دی اور روحانی نعمتیں عطا فرمائیں۔ اس کے پانچ سال بعد حضرت [illegible] کے اصرار پر حضرت شاہ غالب سوار صدیقی کی صاحبزادی سے عقد مسنون [illegible] سے دو صاحبزادے حضرت سید علی عامر جو شہید ہو گئے اور حضرت مخدوم شاہ تقی الدین اور دو صاحبزادیاں: سیدہ صالحہ اور سیدہ حنیفہ تولد ہوئیں۔ منبع الانساب میں حضرت مخدوم شاہ تقی الدین کی ولادت مبارکہ ۷۲۰ھ درج ہے۔ اس کی روشنی [illegible] حضرت شعبان ملت کا عقد کا مسنون ۷۱۶ھ-۷۱۷ھ کے درمیان تسلیم کیا جانا [illegible]۔ اس طور سے حضرت نے ۵۶-۵۷ر سال کی عمر میں عقد فرمایا۔ مذکورہ بالا

تفصیلات سے اس کی بھی تائید ہوتی ہے کہ حضرت شعبان ملت کی جھونسی تشریف آوری ۷۱۰ھ کے آس پاس ہوئی۔ اس طور سے حضرت نے نصف صدی یعنی اپنی عمر کا آدھا حصہ [۶۶۰ھ-۷۱۰ھ] جھونسی شریف میں گذارا اور ایک عالم کو اسلامی اور روحانی فیوض و برکات سے مالا مال فرمایا۔ آپ کے خلفائے کرام میں ان حضرات کے اسمائے گرامی منبع الانساب میں نظر آئے:

۱- حضرت سید صدرالدین ابن حضرت مخدوم سید منہاج الدین حاجی الحرمین بہار شریف
۲- حضرت مخدوم اسمٰعیل قریشی پیرزادۂ خانوادہ مخدوم بہاءالدین زکریا ملتانی، ہمبرولی
۳- حضرت میر سید محمد حقانی، سید سراواں۔ آپ حضرت کے داماد بھی تھے۔ بڑی صاحبزادی سیدہ صالحہ آپ سے ہی منسوب تھیں۔
۴- حضرت مخدوم سید شاہ تقی الدین، صاحبزادۂ اصغر و جانشین حضرت شعبان ملت قدست اسرارہم۔

❁

حضرت شعبان ملت قدس سرہٗ کے پیر و مرشد حضرت مخدوم سید منہاج الدین حاجی الحرمین قدس سرہٗ نے بہار شریف میں آپ کو سلسلۂ عالیہ سہروردیہ میں بیعت فرما کر اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ آپ کا سلسلہ طریقت حسب ذیل ہے:

۱- حضرت ابوالباقر سید علی مرتضٰی شعبان ملت، جھونسی
۲- حضرت مخدوم سید منہاج الدین حاجی الحرمین، بصرہ
۳- حضرت مخدوم سید نجم الدین ابراہیم، سیوئڈھہ
۴- حضرت مخدوم رکن الدین ابوالفتح، ملتان
۵- حضرت مخدوم صدرالدین عارف، ملتان
۶- حضرت مخدوم بہاءالدین زکریا، ملتان
۷- حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی، بغداد شریف

۸- شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی، بغداد شریف
۹- شیخ وجیہ الدین ابوحفص عمر، بغداد شریف
۱۰- خواجہ محمد معروف بہ عمویہ
۱۱- خواجہ ابوالعباس احمد اسود دینوی، سمرقند
۱۲- خواجہ ممشاد علو دینوری، عکہ
۱۳- سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی، بغداد شریف
۱۴- شیخ سری سقطی، شونیزیہ، بغداد شریف
۱۵- خواجہ معروف کرخی، بغداد شریف
۱۶- خواجہ داؤد طائی، بغداد شریف
۱۷- خواجہ حبیب عجمی، بصرہ، عراق
۱۸- خواجہ حسن بصری، بصرہ، عراق
۱۹- مولائے کائنات علی مرتضٰی، نجف اشرف
۲۰- سید المرسلین محمد رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم، مدینہ منورہ

خواجہ معروف کرخی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بعد ایک شاخ اور بھی چلتی ہے۔ اس کی روشنی میں مشائخ سلسلہ حسب ذیل ہوں گے:

۱۵- حضرت معروف کرخی، بغداد شریف
۱۶- حضرت امام علی رضا، مشہد مقدس
۱۷- حضرت امام موسیٰ کاظم، کاظمین، بغداد شریف
۱۸- حضرت امام جعفر صادق، جنت البقیع، مدینہ منورہ
۱۹- حضرت امام محمد باقر، جنت البقیع، مدینہ منورہ
۲۰- حضرت امام زین العابدین، جنت البقیع، مدینہ منورہ
۲۱- حضرت امام حسین شہید کربلا، کربلائے معلٰی
۲۲- مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، نجف اشرف

۳۳- سید المرسلین محمد رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، مدینہ منورہ

حضرت مخدوم سید منہاج الدین حاجی الحرمین قدس سرہٗ کے علاوہ حضرت شعبان ملت کو روحانی نسبتیں اور بھی حاصل ہیں۔ صاحب منبع الانساب رقم طراز ہیں:

آپ کی نسبت ارادت تین جہت سے ہے، پہلا سلسلہ حضرت شمس الدین عریضی قدس سرہٗ تک پہنچتا ہے۔ دوسرے سلسلے میں آپ کے مرشد طریقت حضرت مخدوم شاہ منہاج الدین حاجی الحرمین قدس سرہٗ ہیں۔ کچھ دن آپ نے حضرت شاہ رکن الدین ابوالفتح قدس سرہٗ کی صحبت بھی اٹھائی ہے۔ چنانچہ ایک خرقۂ خلافت حضرت شاہ رکن الدین ابوالفتح سے بھی آپ کو ملا ہے۔ [منبع الانساب، ص-۴۵۳]

لیکن باضابطہ نسبت ارادت کے حضرت مخدوم سید منہاج الدین حاجی الحرمین قدس سرہٗ سے حاصل ہے۔ حضرت حاجی الحرمین منبع الانساب کی صراحت کے مطابق حسینی باقری سادات سے ہیں۔ حضرت مصنف نے آپ کے سلسلۂ نسب کے بارے میں بحرالانساب کا حوالہ دیا ہے۔ تلاش بسیار کے بعد بھی اس کا نسخہ ہاتھ نہ آیا۔ حضرت شعبان ملت کے ذیل میں اور مستقلا بھی آپ کا ذکر جمیل منبع الانساب میں موجود ہے لیکن ان سے آپ کی پوری تصویر واضح ہو کر سامنے نہیں آتی۔ بہار شریف کے مشائخ اور علماء کے احوال پر مشتمل دو کتابیں دستیاب ہوسکیں۔ شرفا کی نگری اور علمائے بہار، لیکن دونوں آپ کے تذکرے سے خالی تھیں۔ مولانا سید جمال احمد صاحب مہتمم مدرسہ فیضان مصطفیٰ علی گڑھ نے حضرت حاجی الحرمین کے فرد خاندان سید وصی احمد منہاج پوری کی کچھ قلمی یادداشتیں فراہم کی ہیں جو متوسط استعداد کے بزرگ اور سید جمال صاحب کے پھوپھا ہوتے ہیں۔ انہوں نے خاندانی شجرات کو منضبط کرنے کی کوشش فرمائی ہے لیکن بالائی شجرہ یہاں بھی ذکر نہیں، شاید شہرت کی وجہ سے قلم انداز کیا ہو۔

بہر کیف! ان قلمی یادداشتوں کے تناظر میں حضرت مخدوم سید منہاج الدین حاجی الحرمین قدس سرہٗ [م۷۴۵ھ] دو بھائی تھے۔ ۱-سید منہاج الدین [مدفون بصرہ عراق] سید علاء الدین [مدفون منہاج پور، چک پنہاں، الہ آباد] حضرت سید منہاج الدین

قدس سرہٗ نے سات حج پاپیادہ کیے۔ اس لئے آپ کی عرفیت حاجی الحرمین ٹھہری۔ اس کی تائید "شرفا کی نگری" کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔ مولف لکھتے ہیں:

حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری فردوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی والدہ ماجدہ کی کبرسنی کی وجہ سے فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے ارض مقدس نہ جاسکے ... شیخ منہاج الدین رحمۃ اللہ علیہ نے سات حج کئے تھے الخ [شرفا کی نگری، ۱/۹۸]

حضرت مخدوم حاجی الحرمین قدس سرہٗ کے تین صاحبزادے تھے:

۱- حضرت سید صدر الدین، جو بہار شریف میں حضرت حاجی الحرمین کے جانشین بھی تھے اور حضرت شعبان ملت نے ان کو باطنی تعلیم بھی دی تھی۔

۲- حضرت مخدوم کبیر الدین جو منہاج پور الہ آباد میں آرام فرما ہیں اور ان کی نسل میں اللہ تعالیٰ نے خوب برکت دی ہے۔

۳- تیسرے صاحبزادے کے اسم گرامی کا علم نہیں۔

حضرت سید صدر الدین قدس سرہٗ کے حالات زندگی اور اخلاف کی تفصیلات دستیاب نہ ہوسکیں۔ البتہ حضرت مخدوم سید کبیر الدین قدس سرہٗ کے مختصر حالات ان کے ... اخلاف میں سید وصی احمد منہاج پوری نے اپنی یادداشت کی بیاض میں قلم بند کیے ہیں۔ ان کی دی گئی تفصیلات کے مطابق حضرت مخدوم سید کبیر الدین اشارۂ روحانی پر اس جنگل میں فروکش ہوئے جہاں کنہائی ندی بہہ رہی تھی۔ آپ وہاں ایک ٹیلے پر قیام پذیر ... جسے آج بھی ڈھوری کا ٹیکرا کہتے ہیں۔ جنگل کے درندے جانور بھی آپ سے مانوس اور آپ کے تابع فرمان تھے۔ موضع پور خاص کے باشندوں کا اس علاقے سے گذر ہوا تو انہوں نے آپ کی چند کرامات کا مشاہدہ کیا اور حد درجہ معتقد ہو کر آپ سے اپنے ... میں تشریف ارزانی کی پر اصرار درخواست کی۔ آپ نے ان کے اصرار سے مجبور ہو کر ... ظاہری اور پور خاص کے لئے روانہ ہوگئے۔ لیکن اشارۂ غیبی پر وہیں رک گئے جہاں آج منہاج پور آباد ہے۔ وہیں لوگوں کے بے حد اصرار پر عقد مسنون فرمایا اور آپ کی نسل رواں ہوئی۔ آپ کے اخلاف کا اجمالی شجرہ حسب ذیل ہے:

مخدوم سید شاہ منہاج الدین حاجی الحرمین

سید صدر الدین
مخدوم سید کبیر الدین
نامعلوم
سید صدر الدین
سید صاحب علی
سید قمر علی
سید حسام الدین
سید غلام علی
سید غلام حسین
سید مسیح الدین
سید مظہر حسین
سید محمد شمشاد
سید محمد ارشاد
سید تصور حسین
سید محمود حسین
سید مظاہر حسین
سید غلام مصطفےٰ
سید نعمت اشرف
سید غلام حیدر
سید اولاد حسن
سید امیر حسن
سید نذیر حسین
سید جمال الدین
سید فرید الدین
سید نصیر الدین
سید حسام الدین
سید کبیر احمد
سید وکیل احمد

آپ کی تاریخ ولادت، تاریخ وصال، مادری شجرۂ نسب کسی کی تفصیل فی الحال دستیاب نہیں۔

مولانا سید جمال احمد صاحب مہتمم مدرسہ فیضان مصطفیٰ، علی گڑھ کی والدہ ماجدہ، حضرت مخدوم سید کبیر الدین قدس سرہٗ کے خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ سید صاحب کا مادری شجرۂ نسب یہ ہے:

۱- سید جمال احمد بن ۲-سیدہ بدر النساء بنت ۳-سید ریاض احمد ابن ۴-سید ... طالب ابن، ۵-سید محمد شمشاد ابن ۶-سید غلام حسین ابن ۷-سید غلام علی ابن، ۸-سید صاحب علی ابن، ۹-سید صدر الدین ابن، ۱۰-مخدوم شاہ کبیر الدین ابن ۱۱-مخدوم سید شاہ منہاج الدین حاجی الحرمین قدس سرہٗ۔

مولانا سید جمال احمد صاحب والد ماجد کی جانب سے حضرت مخدوم سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشت قدس سرہٗ کے برادر اصغر حضرت مخدوم سیدنا سید صدر الدین راجو قتال قدس سرہ کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کا پدری نسب نامہ یہ ہے:

۱- سید جمال احمد بن ۲-سید کمال احمد ابن ۳-سید رسول احمد ابن ۴-سید ظہور حسین ابن ۵-سید تراب علی ابن ۶-سید محمد طاہر ابن ۷-سید میراں بخش ابن ۸-سید حسن بخش ابن ۹-سید سخاوت علی ابن ۱۰-سید محمد شاہ ابن ۱۱-سید محمد عارف ابن ۱۲-سید محمد امین ابن ۱۳-سید دوست محمد ابن ۱۴-سید سلیم محمد ابن ۱۵-سید نظام الدین ابن ۱۶-قاضی سید میت ابن ۱۷-قاضی سید عثمان ابن ۱۸-قاضی سید نصیر الدین ابن ۱۹-قاضی سید محمد لہوری ابن ۲۰-قاضی سید حسام الدین کوہی ابن ۲۱-سید صدر الدین راجو قتال ابن ۲۲-سید احمد کبیر ابن ۲۳-مخدوم سید جلال الدین سرخ بخاری الخ۔

سیدنا شعبان ملت قدس سرہ سے سید جمال احمد صاحب کو کئی کئی خاندانی نسبتیں ہیں۔ آپ کا ننیہال حضرت شعبان ملت کا پیر خانہ ہے۔ سادات جھونسی اور ان کا خاندان دونوں سادات نقوی بخاری سے ہیں اور آگے چل کر یک جدی ہو جاتے

ہیں۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت اور حضرت شعبان ملت کے خاندان میں قدیم عرصے سے رشتے استوار ہیں۔ حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری قدس سرہ کا دوسرا عقد مسنون، حضرت شعبان ملت کی بہن سیدہ بی بی فاطمہ کے ہمراہ ہوا تھا جن سے حضرت مخدوم سید احمد کبیر تولد ہوئے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا ہے کہ یہ عقد مسنون سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارۂ غیبی پر ہوا تھا[اخبارالاخیار، ص ۱۳۷]

شاید اسی نسبت خاندانی کا اثر ہے کہ مولانا سید جمال احمد صاحب نے منبع الانساب کا قدیم مخطوطہ بہت کاوش سے حاصل کیا اور اسے منظر عام پر لانے کی سعی بلیغ فرمائی۔ کچھ تفصیل آگے آتی ہے۔

❁

حضرت شعبان ملت کے جانشین اور خلف اصغر قدوۃ العارفین سید تقی الدین قدس سرہ[۷۲۰ھ-۷۸۵ھ] سپہر ولایت کے آفتاب عالم تاب اور والد ماجد کا عکس جمیل تھے۔ آپ کی علمی اور روحانی عظمتوں کے لئے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کی یہ تحریر کافی ہے:

آپ[حضرت شاہ تقی] کے متعلق شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ فرماتے ہیں کہ آپ صاحب حال بزرگ تھے، ہمیشہ مراقبہ اور یادالٰہی میں مستغرق رہتے تھے۔ مراقبے کی حالت میں آپ کو کسی چیز کی مطلقاً خبر نہ ہوتی تھی[اخبارالاخیار اردو، ص ۱۶۹]

بحرذخار میں بھی آپ کو بہت عالی اوصاف وکرامات سے یاد کیا گیا ہے۔ بحرذخار کے مصنف لکھتے ہیں:

شاہ شعبان پدر شاہ تقی خلافت از سہروردیہ یافتہ، صاحب ولایت آنجا باس الہٰ آباد شد، کمالات وخوارق۔ وفات یافتہ درجھونسی مدفون شد۔

شیخ تقی از اعاظم اولیا باکرامت عالی جانشین شد وخلیفۂ پدر بود۔ راجہ آنجا نویک نام داشت، کافر بود۔ بودن شیخ اورا خوش نمی آمد، روزے دراطعمہ دعوت شیخ،

[گوشت] مار پیش آورد، شیخ از فراست باطن دریافتہ ماررا فرمود: برخیز وبرو، فی الحال [مار] گرفتہ برفت۔ ازاں روز درمقام کہ اسم شاہ تقی درمی گیرند، دخل مارنمی شود۔ ایں [بزرگ] معاصر سلطان سید اشرف جہانگیر بود[بحرذخار شیخ وجیہ احمد اشرف قلمی جلد ۲، ص ۱۶۱، ۱۷۱۵-۱۷۱۶۔ اندراج: یونیورسٹی فارسیہ، اخبار ۱/۲۵۷]

ترجمہ: حضرت شاہ تقی کے والد ماجد حضرت شعبان ملت قدس سرہما کو سلسلۂ سہروردیہ کی خلافت حاصل تھی۔ الہٰ آباد کے صاحب ولایت اور کمالات وکرامات والے بزرگ تھے۔ جھونسی میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

شیخ تقی کا شمار بڑے عظیم اور باکرامت اولیائے کرام میں ہوتا ہے۔ اپنے والد ماجد کے خلیفہ اور جانشین تھے۔ آپ کے دور میں جھونسی کا راجہ تخت کافر تھا جس کا نام نویک تھا۔ حضرت شیخ تقی کی اس جگہ موجودگی اسے راس نہ آئی، ایک دن اس نے حضرت شیخ تقی کی دعوت کی اور کھانے میں سانپ کا گوشت پکا کر پیش کیا۔ حضرت شیخ تقی نے کشف اور فراست باطنی سے یہ حرکت سمجھ لی اور سانپ کے پکے ہوئے گوشت کی جانب متوجہ ہوکر فرمایا: اٹھ اور بھاگ جا۔ فوراً پکے ہوئے گوشت نے زندہ سانپ کی صورت اختیار کی اور فرار ہوگیا۔ اسی دن سے یہ اثر عام طور سے دیکھا گیا کہ جس جگہ بھی حضرت شاہ تقی قدس سرہٗ کا نام نامی لیا جاتا ہے، سانپ اس جگہ سے اپنا عمل دخل اٹھالیتا ہے۔ حضرت مخدوم سید شاہ تقی الدین قدس سرہٗ، حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ کے معاصر بزرگ تھے۔ ۱۲ ساحل

حضرت شیخ تقی قدس سرہٗ کی بزرگی کا خاصا شہرہ تھا۔ نویں، دسویں، گیارہویں صدی کی ممتاز کتابوں میں آپ ذکر جمیل موجود ہے۔ منبع الانساب کے علاوہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اخبار الاخیار، شیخ وجیہ الدین اشرف کی بحرذخار اور ماضی قریب کی عربی تصنیف نزہۃ الخواطر میں بہت تکریمی تذکرہ ملتا ہے۔

سنت کبیر داس آپ کے نیازمندوں میں تھا۔ صاحب بحرذخار نے اسے شیخ کبیر احمد ملامتی کے نام سے ذکر کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ لوگ اسے غیر

مسلم سمجھتے ہیں، لیکن وہ دراصل مسلمان تھے۔ اولاً شیخ تقی سے سلسلۂ سہروردیہ میں بیعت کی پھر شاہ بھیکہ سے منسلک ہوئے، مگہر ضلع بستی میں مدفون ہیں۔

[دیکھئے بحرذخار، ۲/۱۷۳۹]

لیکن یہ بات درست نہیں معلوم ہوتی کیونکہ سنت کبیر کے کئی دوہے اہانت اسلام پر مشتمل ہیں۔ رہ گیا سنت کبیر کا صوفیائے کرام کی بارگاہوں سے استفادہ، تو بہت سے جوگیوں نے صوفیہ سے روحانی معاملات میں استفادے کئے ہیں۔ اس سے ان کا مسلمان ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ بہرکیف! کبیر داس کہتا ہے۔

گھٹ گھٹ میں اَبناشی سنو تقی تم شیخ
مانک پور میں کبیر بسے ری
مدحت سن شیخ تقی کے ری
اوجی سنی جونپور تھانا
جھونسی سنی پیرن کے ناما

[تاریخ مشائخ الہٰ آباد، محمد نظام الدین، ص ۲۰۲، بہادر گنج الہٰ آباد]

مزید تفصیل کے لئے منبع الانساب ص ۳۲۶ تا ۳۳۲ ملاحظہ کیجئے۔

حضرت خواجہ سید بہاء الدین نقشبند قدس سرہ کی بہن سیدہ رخ ماہ بیگم آپ سے سفر بخارا میں منسوب ہوئیں۔ آپ بارہ سال کے بعد اہل وعیال کے ساتھ بخارا سے ہندوستان واپس ہوئے۔ دہلی میں حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی سید نظام الدین اولیا قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں ایک سال رہ کر باطنی نعمتیں حاصل کیں۔ چشتیہ سلسلے کی اجازت وخلافت سے سرفراز ہوکر حضرت محبوب الٰہی کی ہدایت پر میر علاء الدین جیوری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلسلہ کبرویہ کی نعمت پائی۔ حضرت قطب المدار شاہ بدیع الدین مکن پوری قدس سرہ سے بھی حضرت شاہ تقی قدس سرہ کی ملاقاتیں تھیں اور عارفانہ گفتگو کے دراز سلسلے رہے۔ حضرت شاہ تقی الدین بڑے صاحب جلال وکمال اور صاحب تصرف بزرگ گذرے ہیں۔

قدوۃ العارفین مخدوم شاہ تقی الدین قدس سرہ کے دو صاحبزادے تھے:

۱-حضرت میر سید محمد ابوجعفر علی اکبر، ۲-حضرت میر شاہ عثمان اکبر۔

حضرت سید ابوجعفر علی اکبر کی شاخ میں مصنف منبع الانساب آتے ہیں۔

حضرت مصنف رقم طراز ہیں:

حضرت مخدوم شاہ تقی کے دو صاحبزادے تھے۔ ۱-حضرت میر سید محمد ابوجعفر۔ آپ کی کنیت ابوجعفر، نام علی اکبر اور لقب سید شاہ محمد ہے۔ آپ کی ولادت [...]ھ میں جھونسی میں ہوئی۔ عمر مبارک تیس سال تھی۔ یہ حضرت مخدوم کی حیات ہی میں وفات پاگئے۔ آپ کی شادی میر سید سراج الدین بن میر سید ضیاء الدین بن میر سید محمد حقانی کے خاندان میں ہوئی۔ حضرت ابوجعفر کے دو صاحبزادے تھے: ۱-حضرت سید سلطان شہاب الحق ۲-حضرت سلطان بہاء الحق۔ حضرت سلطان بہاء الحق کو ولایت اٹک کی حکمرانی عطا ہوئی۔ حضرت سلطان شہاب الحق قدس سرہ جھونسی میں اپنے آباء واجداد کے آستانے کے صاحب سجادہ ہیں۔ دونوں صاحبزادگان جھونسی میں پیدا ہوئے۔

حضرت سید سلطان شہاب الحق قدس سرہ کی ولادت ۵-ربیع الاول [...]ھ میں بروز جمعرات ہوئی۔ عمر مبارک چالیس سال تھی، حضرت کا وصال دس محرم الحرام ۸۰۰ھ میں جمعرات کے دن ہوا۔ آپ کا عقد مسنون میر سید کمال الدین بن میر سراج الدین بن میر سید ضیاء الدین بن میر سید محمد حقانی کے خاندان میں ہوا۔ حضرت سلطان شہاب الحق کے چھ صاحبزادے تھے: ۱-فقیر معین الحق، ۲-شاہ [...]، ۳-شاہ جہانگیر، ۴-شاہ مستان بڈی، ۵-شاہ اشرف، ۶-شاہ ابوالفتح۔

[منبع الانساب، ص ۳۳۱]

حضرت مخدوم شاہ تقی الدین کے اخلاف کا اجمالی شجرہ یہ ہے:

حضرت مخدوم سید تقی الدین سہروردی قدس سرہٗ کا وصال ۷/ ذی الحجہ ۸۷۵ھ میں ہوا۔ عمر مبارک اس وقت پینسٹھ سال تھی۔ "قطب گنج العرش" سے تاریخ وصال برآمد ہوتی ہے۔ حضرت جلال الدین گنج رواں آپ کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے تو عجیب کیفیت طاری ہوئی اور اسی عالم کیف میں یہ شعر کہا جو آج بھی بطور وظیفہ استعمال ہوتا ہے۔

اے تقی الدین توئی سیف خدا
سر عدوم رابکن از تن جدا

سلاطین ہند بھی آپ کے آستان کرم پر حاضر ہوتے رہے۔ ان میں عالمگیر اورنگ زیب اور فرخ سیر نے تو حاضر ہو کر خانقاہ، درگاہ اور مسجد کی تعمیر بھی کرائی۔ موضع سرائے تقی کے نام سے عالمگیری فرمان بھی ملتا ہے۔

حضرت مصنف سید معین الحق سہروردی چشتی جھونسوی قدس سرہٗ امتیازی شان کے بزرگ تھے۔ آپ کی منبع الانساب کو خاصی شہرت ملی اور متعدد اہل ذوق نے اس کے خطی نسخے حاصل کیے۔ آج بھی اس کے متعدد نسخے اہل علم کے پاس موجود ہیں، لیکن افسوس کی بات ہے کہ خود مصنف کے حالات دستیاب نہیں اور اپنی بے نفسی اور تواضع کی وجہ سے منبع الانساب میں بھی آپ نے اپنے حالات تفصیل سے درج نہیں کیے۔ بہر کیف! آپ کی حیات مبارکہ کے جو گوشے بھی دستیاب ہیں، انہیں یہاں یکجا کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

حضرت سید معین الحق سہروردی چشتی قدس سرہٗ، حضرت سلطان سید شہاب الحق قدس سرہٗ کے شاہزادے ہیں۔ چھ بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ تاریخ ولادت کا علم نہیں۔ لیکن آپ نے منبع الانساب کی تقریب تصنیف کے سلسلے میں ذکر فرمایا کہ اپنے نسب نامے کی تفصیل جاننے کے لیے اپنے پردادا حضرت مخدوم شاہ تقی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت شاہ تقی اکثر استغراق کی کیفیت میں رہتے

تھے۔ حسن اتفاق وہ اس وقت اس کیفیت سے باہر تھے۔ حضرت شاہ تقی نے اپنے پرپوتے سے نسب نامہ بیان فرمایا، مزید تحقیق کے لیے بھکر جانے کی ہدایت فرمائی۔ یہی ہدایت منبع الانساب کی تصنیف کی بنیاد بن گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت شاہ تقی [م ۸۷۵ھ] کا اخیر زمانہ، نہ صرف یہ کہ آپ نے پایا بلکہ آپ اس وقت عنفوان شباب [Teen ager] میں قدم رکھ چکے تھے۔ اگر یہ واقعہ حضرت شاہ تقی کے اخیر سال حیات میں بھی فرض کرلیا جائے تو آپ کا سال ولادت ۸۷۰ھ سے ۸۷۵ھ کے درمیان تسلیم کیا جانا چاہیے۔

آپ کی ننہیال سید سراواں میں حضرت میر سید محمد حقانی داماد حضرت شعبان ملت قدس سرہٗ ہما کے خاندان میں تھی۔ آپ کی والدہ ماجدہ، حضرت میر سید کمال الدین بن میر سید سراج الدین میر سید ضیاء الدین بن میر سید محمد حقانی قدست اسرارہم کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت چھ بھائی تھے:

۱۔سید معین الحق ۲۔سید حسین ۳۔سید جہانگیر ۴۔سید سفیان ۵۔سید اشرف ۶۔سید ابو الفتح۔

حضرت کے والد ماجد حضرت سلطان سید شہاب الحق [م ۸۰۰ھ] چالیس سال کی عمر میں اللہ کو پیارے ہوگئے۔ اس وقت آپ نوجوان تھے لیکن خاندان کے بزرگوں نے آپ کی تعلیم و تربیت کا بہترین انتظام فرمایا، آپ کی علمی قابلیت کا روشن ثبوت خود منبع الانساب ہے اور آپ کی روحانی عظمت کی کھلی نشانی یہ ہے کہ آپ کی درگاہ ممتاز طریقے سے موجود ہے، جس کا صاف مطلب ہے کہ آپ مردان خدا میں تھے اور آپ کی روحانی عظمتیں ہر کہ ومہ کو تسلیم تھیں۔ بعض تحریروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے مسند درس بھی آراستہ کی اور کثیر خلق خدا کو علمی اور روحانی فیوض سے مالا مال فرمایا۔ تصنیفی سطح پر منبع الانساب کے علاوہ چند اور تصانیف بھی تھیں، جن میں آپ کا سفرنامہ حرمین طیبین خاص طور سے قابل ذکر ہے۔

حضرت سید معین الحق قدس سرہٗ کو خاندانی سلسلہ سہروردیہ کی خلافت والد

ماجد سے کمسنی میں ہی حاصل تھی لیکن شعور کی پختگی کے بعد روحانی اشارے پر شمس العارفین حضرت شیخ محمد عیسیٰ جونپوری قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور باطنی نعمتوں کی تحصیل اور راہ سلوک کی تکمیل فرمائی۔ اس مرحلے کو اپنے شیخ کے حالات کے ذیل میں آپ نے قدرے تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ رقم طراز ہیں:

حضرت قدوۃ العارفین، امام المحققین، مرشد کامل، غریق ورطۂ توحید، غواص دریائے تجرید، شیر بیشۂ ولایت، نہنگ دریائے ہدایت، نیک سیرت محبوب، اہل بصیرت کے پیشوا، گروہ اولیا کے سردار، ممتاز صوفیائے متاخرین کے دفتر کے عنوان حضرت مخدوم خواجہ محمد عیسیٰ جونپوری قدس سرہ۔ آپ اس فقیر معین الحق بن سلطان شہاب الحق بن حضرت بندگی شاہ محمد ابو جعفر بن حضرت مخدوم شاہ تقی الدین قدس سرہ العزیز کے رہنما اور ہادی ہیں۔ یہ فقیر ابھی چھوٹی عمر کا تھا کہ والد ماجد حضرت سلطان شہاب الحق قدس سرہ اللہ کو پیارے ہو گئے لیکن فقیر کو سلسلۂ سہروردیہ کی خلافت خود والد ماجد سے حاصل ہوئی۔ لیکن بچپن کی وجہ سے سلسلۂ سہروردیہ کے باطنی معاملات کچھ معلوم نہ تھے۔

حسن اتفاق کہ میں جونپور کی سیر کو گیا ہوا تھا اور حضرت مخدوم صاحب کی خدمت بابرکت میں رہنے کی سعادت حاصل کر رکھی تھی۔ چنانچہ یہ بات عالم خواب میں معلوم ہوئی کہ حضرت مخدوم خواجہ محمد عیسیٰ مجھ سے فرما رہے ہیں: اے معین الحق! چلے آؤ! میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ فقیر نے عرض کی: حضرت کہاں رہتے ہیں؟ فرمایا: جونپور شہر میں۔ میں نے پھر عرض کی: حضور کا نام مبارک کیا ہے؟ فرمایا: محمد عیسیٰ۔ جب خواب سے بیدار ہوا تو رات کا ایک پہر باقی تھا۔ اسی وقت اٹھ کر روانہ ہو گیا۔ جب حضرت مخدوم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، وہی صورت جو عالم خواب میں دیکھی تھی، سامنے جلوہ فرما دیکھی۔ چند دنوں بعد میں نے حضرت مخدوم سے عرض کی: فقیری کیا چیز ہے؟ فرمایا: خواب کے حالات بیداری میں جلوہ گر ہو جائیں، اس کیفیت کو فقیری کہتے ہیں۔ میں نے عرض کی: یہ حالت کیسے پیدا ہوتی ہے؟ فرمایا: مرشد کی توجہ سے۔

اس خاکسار نے پھر عرض کیا: اس فقیر کے حصے میں یہ نعمت عظمیٰ کب آئے گی۔ حکم فرمایا: آج کی رات معلوم ہو جائے گا۔ نماز کے بعد ہمیں طلب فرمایا اور اس فقیر پر ایک نگاہ ڈالی۔ یہ فقیر دس دن تک ایسا بے خود رہا کہ خود اپنے وجود کی خبر نہ رہی۔ دس دن کے بعد قدرے افاقہ ہوا، حضرت مخدوم نے مجھے پھر طلب فرمایا اور مجھ پر دوبارہ نگاہ ڈالی۔ میں پھر دس دن تک بے خود رہا۔ اسی طرح حضرت نے چار مرتبہ مجھ پر نگاہ حیرت ڈالی اور چالیس دن مدہوشی میں بیت گئے اور ایک چلہ پورا ہو گیا۔ چالیسویں دن مجھے پھر تھوڑا افاقہ ہوا۔ حضرت مخدوم نے مجھے بلایا لیکن سرشاری کی کیفیت ایسی گہری تھی کہ اس کے سامنے شراب کی مستی بھی کچھ نہ تھی۔ پھر حضرت مخدوم نے فرمایا: کیا دیکھا؟ میں نے اپنی حالت بیان کی اور عرض گذار ہوا کہ حضرت والا کی توجہ سے یہ نعمت عظمیٰ فقیر کو میسر آئی۔ حضرت نے فرمایا: یہ فقیری اس سے بہت بلند چیز ہے اور پھر یہ شعر اسی وقت ارشاد فرمایا۔

عشق موسیٰ، علم حضرت اینجا بہ آرام است ہنوز
باعروج آسماں، چوں طفل بر بام است ہنوز

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عشق الٰہی اور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم لدنی کا فیضان یہاں اب تک مسلسل جاری ہے۔ اس قدر عروج حاصل ہونے کے باوجود یہ ناچیز اب بھی ایک طفل کی مانند اس کے بام تک رسائی رکھتا ہے۔

حضرت جب یہ فرما رہے تھے تو حضرت کے سارے موہائے مبارک اور رونگٹے کھڑے ہوئے دیکھے۔ اس کے بعد حضرت نے اس ناچیز کو اشغال واذکار میں مصروف کیا۔ چنانچہ ایک دن اسی خیال میں، میں سو گیا۔ میں نے دیکھا کہ باغ ہے جس میں بہت سے بزرگ تشریف رکھتے ہیں۔ ان حضرات سے میں نے پوچھا: یہ کون سی جگہ ہے؟ ان میں سے ایک صاحب نے بتایا: یہ مسجود عالم کا دربار ہے۔ میں نے پھر پوچھا: کس طرح سے یہ مسجود عالم کا دربار ہے۔ انہوں نے جواب دیا: خلعت ولایت اسی دربار سے عطا ہوتی ہے۔ میں نے پھر سوال کیا کہ صاحب خانہ

کہاں ہیں؟ میں ابھی یہ سوال عرض ہی کر رہا تھا کہ حضرت مخدوم محمد عیسیٰ کی صورت مبارکہ سامنے جلوہ گر ہو گئی۔ حضرت مخدوم نے مجھ سے فرمایا: معین! ادھر آؤ! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمہارا انتظار فرما رہے ہیں۔ پھر حضرت مخدوم میرا ہاتھ پکڑ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے۔ چنانچہ اس فقیر نے نیازمندانہ تسلیم گذاری اور حضور کی بارگاہ میں مودب کھڑا رہا۔ حضرت مخدوم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی: حضور! اس غلام [معین الحق] کا حصۂ بیعت کہاں ہے؟ سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا: تمہارے پاس ہے۔ چنانچہ حضور نے مجھے پکڑ کر حضرت مخدوم کے سپرد کیا۔ ناچیز یہ معالات حالت خواب میں دیکھ ہی رہا تھا کہ میرے والد ماجد کے مرید سید بدر نے آ کر مجھے جگا دیا کہ اٹھئے نماز تہجد کا وقت جا رہا ہے۔ آخر کار نماز فجر کے بعد میں حضرت مخدوم محمد عیسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے مجھے دیکھتے ہی متبسم ہو کر فرمایا: اپنا حصۂ بیعت معلوم کر لیا؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! معلوم کر لیا۔ پھر میں قطب الاقطاب حضرت مخدوم محمد عیسیٰ قدس سرہٗ سے بیعت ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت نے مجھے سلسلۂ چشتیہ کی خلافت اور سماع سننے کی اجازت عطا کر دی اور فرمایا: جھونسی میں اپنے جد کریم کی درگاہ میں بیٹھ کر تلقین وہدایت اور بیعت وارشاد کا سلسلہ جاری رکھو۔

حضرت مخدوم محمد عیسیٰ قدس سرہٗ کے حالات کہاں تک لکھوں کہ حضرت کے فضائل وکمالات بے حد و بے شمار ہیں اور ہندوستان بھر میں مشہور۔

[منبع الانساب، ص۳۴۰-۳۴۳]

☆ حضرت مخدوم شیخ محمد عیسیٰ بن تاج چشتی قدس سرہ، جونپوری کے کبار اولیا سے ہیں۔ آپ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان ذیشان سے ہیں۔ آٹھ سال کی عمر میں تیموریوں کی سیاسی شورش کی وجہ سے والد جد شیخ احمد عیسیٰ تاج کے ہمراہ دہلی سے جونپور تشریف لائے۔ اور اولاً شیخ ابو الفتح جونپوری سے علمی اور روحانی فیوض حاصل کیے پھر حضرت شیخ فتح اللہ اودھی کے دامان کرم سے وابستہ ہو گئے۔ علوم

شرعیہ کی تکمیل ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی سے فرمائی۔ پھر اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ ریاضیات شاقہ کھینچیں کہ استغراق تام کی کیفیت طاری ہو گئی۔ چالیس سال تک گوشہ نشین رہے۔ بارہ سال تک پیٹھ زمین سے نہیں لگائی۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

باطن میں اس قدر زیادہ مشغول ہو گئے کہ ظاہر کی کچھ خبر نہ رہی۔ کہتے ہیں کہ کہ آپ کے حجرے کے سامنے ایک درخت اُگا اور خوب بڑا ہو گیا۔ برسوں تک آپ کو اس درخت کے اگنے اور اس کے بڑے ہونے کی خبر تک نہیں ہوئی۔ ایک دن آپ کی نشست گاہ پر اس درخت کے پتے گرے۔ پوچھا یہ پتے کہاں سے آ گئے؟ لوگوں کی اطلاع پر اس وقت معلوم ہوا کہ حجرہ کے دروازے ہی پر ایک درخت اگ آیا ہے اور بڑا ہو گیا ہے۔ غرض کہ شیخ محمد عیسیٰ ہمیشہ مراقبہ میں رہا کرتے تھے۔ جسم کی تمام ہڈیوں کے ساتھ گردن کی ہڈیاں تک ابھر آئی تھیں اور سینہ اندر کی طرف دھنس گیا تھا۔ [اخبار الاخیار، ص ۲۳۰، ترجمہ مولانا اقبال الدین احمد، دار الاشاعت، کراچی ۱۹۶۳ء]

''تاریخ سلاطین شرقی اور صوفیائے جونپور'' کے مولف سید اقبال احمد لکھتے ہیں:

''آپ کا فقر اس حد تک پہنچا ہوا تھا کہ حجرۂ مبارکہ میں چراغ تک نہیں جلتا تھا۔ جو کچھ فتوحات غیبی ہوتی تھی، اس پر نگاہ نہ ڈالتے تھے، وہ فتوحات شام تک ختم ہو جاتی تھیں۔ سلطان ابراہیم شرقی اور سلطان محمود کو آپ سے بہت عقیدت تھی۔ نماز جمعہ حضرت مخدوم مسجد خالص مخلص محلہ پان دریبہ میں فرماتے تھے۔ ایک روز سلطان محمود شاہ نے اپنے پیر کو دیکھا۔ عرض کیا: اگر حکم ہو تو خانقاہ کے قریب ایک مسجد تعمیر کرا دی جائے؟ فرمایا: نیت اچھی ہے۔ بایں وجہ جامع مسجد جونپور کی تعمیر سلطان محمود شرقی نے شروع کی اور سلطان حسین شرقی نے اس کا تکملہ کیا ہے۔

آپ کا وصال ۱۴ ماہ ربیع الاول کو ہوا۔ سال وصال میں اختلاف ہے۔ صاحب گنج ارشدی لکھتے ہیں کہ آپ کا وصال ۸۴۵ھ/۱۴۴۳ء میں ہوا مگر اخبار الاخیار میں ۸۴۸ھ مطابق ۱۴۴۴ء لکھا ہے۔ مفتی غلام سرور نے خزینۃ الاصفیا میں ۹۱۱ھ

مطابق ۱۵۰۵ء اور تجلی نور کے مصنف مولوی نور الدین نے ۸۷۰ھ مطابق ۱۴۶۵ء لکھا ہے اور یہی سن ہر لحاظ سے درست ہے [تاریخ سلاطین شرقی اور صوفیائے جونپور۔ سید اقبال احمد، ص ۱۰۴۶-۱۰۴۷، شیراز ہند پبلشنگ ہاؤس، محلہ رضوی خاں، جونپور، جنوری ۱۹۸۸ء]

حضرت سیدنا شیخ محمد عیسیٰ جونپوری قدس سرہٗ کے آبائی سلسلۂ چشتیہ کی تفصیل جستجو کے باوجود دستیاب نہیں ہو سکی۔ البتہ حضرت کے شیخ طریقت حضرت شیخ محمد فتح اللہ اودھی کے سلسلۂ چشتیہ کی تفصیل مل گئی۔ آپ کے یہاں یہی رائج سلسلہ تھا اور اسی سلسلے میں حضرت سید معین الحق سہروردی چشتی قدس سرہٗ بیعت تھے۔ اس کی تفصیل یہ ہے:

۱- حضرت سید معین الحق، ۲- حضرت شیخ محمد عیسیٰ جونپوری، ۳- شیخ محمد فتح اللہ اودھی، ۴- حضرت شیخ صدر الدین احمد طبیب دولہا، ۵- حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی، ۶- سلطان المشائخ محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیا، ۷- حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر، ۸- قطب الاقطاب حضرت خواجہ سید قطب الدین بختیار کاکی اوشی، ۹- سلطان الہند عطائے رسول خواجۂ خواجگان سید معین الدین حسن چشتی اجمیری سنجری رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین الخ۔

حضرت سید معین الحق جھونسوی قدس سرہٗ کا سلسلۂ سہروردیہ، حضرت شعبان ملت کے تذکرے میں آ چکا ہے۔

حضرت کے باقی مراحل حیات پردۂ خفا میں ہیں حتیٰ کہ تاریخ ولادت اور سال وصال کا بھی علم نہیں۔ البتہ منبع الانساب کے مندرجات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے چچا حضرت سید بایزید بن سید شاہ عثمان اکبر بن مخدوم شاہ تقی الدین بن حضرت شعبان ملت قدست اسرارہم کا وصال ستر سال کی عمر میں ۸۳۰ھ میں ہوا۔ اس وقت منبع الانساب مکمل نہیں ہوئی تھی، اور آپ حیات تھے، جبھی اس سانحۂ وصال کا اندراج منبع الانساب میں ہوا۔ اگر حضرت سید معین الدین الحق قدس سرہٗ کی ولادت ۷۷۵ھ

میں مان لی جائے تو حضرت سید بایزید کے وصال [۸۳۰ھ] کے وقت آپ کی عمر مبارک ۵۵ سال تھی اور اس وقت آپ حیات تھے اور منبع الانساب کی تصنیف مکمل نہیں ہوئی تھی۔ اس طور سے آپ کا وصال ۸۳۰ھ کے سالوں بعد ہوا۔

❁

حضرت سید معین الحق قادری سہروردی چشتی قدس سرہٗ عرفان الٰہی اور نور باطن کی رونقوں سے مالا مال تھے۔ حضرت نے اپنے شیخ حضرت محمد عیسیٰ چشتی جونپوری قدس سرہٗ کی بارگاہ میں حاضری اور حضوری کی جو روداد منبع الانساب میں بیان فرمائی ہے، اس کے اقتباسات ابھی ابھی زینت نگاہ ہو چکے ہیں۔ ان سے اس راہ کی معمولی شد بد رکھنے والا انسان بھی حضرت کے مراتب روحانی، قرب الٰہی، مقبولیت دربار رسالت پناہی کا اندازہ کر سکتا ہے۔ اس نعمت عظمیٰ سے سرفراز ہونے کے بعد آپ جھونسی تشریف لائے اور مرشد برحق کے حکم کے مطابق خلق خدا کی ہدایت و ارشاد اور بیعت روحانی کا سلسلہ شروع فرمایا۔ آپ اپنے اجداد کے صاحب سجادہ اور قادری سہروردی چشتی تینوں سلاسل کے میخانوں کے ساقی تھے۔ حضور سرکار غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات کریم سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ آپ نے منبع الانساب میں سب سے مفصل حالات سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلم بند فرمائے ہیں، بیان کا والہانہ پن دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و کمالات بیان کرتے ہوئے ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

"بشارت ہو اسے جس کے پیر شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں اور جس کے امام، مجتہد مذہب ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں اور جس کے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، نہایت خوش حال ہے وہ سعادت مند اور نیک بخت جسے یہ سعادت عظمیٰ نصیب ہو اور اس نے ان بارگاہوں میں نسبت ارادت و بندگی درست کر رکھی ہو۔ یہ کمترین [سید معین الحق] بھی اس درگاہ کا ادنیٰ غلام اور نیاز مند ہے۔ امید ہے کہ حضرت پیر دستگیر غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توجہ کرم سے دنیا اور آخرت میں نجات

پا جائے گا اور درگاہ والا جاہ کے منسوبین میں شمار ہوگا [منبع الانساب ص-۴۱۶]

منبع الانساب میں تذکرۂ غوث اعظم کے اخیر میں رقم طراز ہیں:

"اس کمترین قادری نے جس رات پیر دستگیر غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر جمیل لکھنا شروع کیا، تو خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ میں بغداد مقدس میں حاضر ہوں۔ حضور غوث پاک کے گنبد میں حضرت امام موسیٰ کاظم اور حضرت غوث اعظم مصروف گفتگو ہیں۔ یہ میری سعادت مندی کہ اس عظیم شرف سے مشرف ہوا۔ اس فقیر کو یقین ہو گیا کہ اس کتاب کی تصنیف بارگاہ غوثیت میں مقبول ہو چکی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک [منبع الانساب ص-۴۲۶]

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے اس نیاز مند کو خوب نوازا۔ کثیر خلق خدا آپ کے دست کرم پر طالب بیعت ہوئی اور فسق و فجور سے تائب ہو کر اللہ اور رسول کے دربار سے دل و دماغ کا رشتہ مستحکم کیا۔ متعدد افراد آپ کے دست مبارک پر داخل اسلام بھی ہوئے۔ آپ اپنے مرشد حضرت شیخ عیسیٰ کے مرید مراد تھے۔

حضرت مصنف حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ نبوی سے بھی سرفراز ہوئے۔ اس سفر کے حالات اور واردات قلبی آپ نے ایک علیحدہ رسالے میں قلم بند فرمائے مگر وہ رسالہ دستیاب نہیں ہو سکا۔

آپ کے صاحبزادگان کے حوالے سے صرف اتنا معلوم ہو سکا کہ آپ کی قبر اطہر کے ارد گرد جو مزارات طیبات ہیں، وہ آپ کے اخلاف یا اخلاف کے اخلاف کے ہیں۔ آپ کے ایک شاہزادے حضرت سید شاہ نور الحق سہروردی قدس سرہٗ نے موضع مخدوم پور میں آپ کی چلہ گاہ میں چلہ کیا اور وہیں آرام فرما ہوئے۔ مزار مبارک مخدوم پور میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اولاد میں بہت برکت دے رکھی ہے۔ جھونسی، مخدوم پور، کراچی وغیرہ میں شعبانی سادات کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں۔

آپ کے علم و فن کے حوالے سے آنے والا مورخ تفصیل سے لکھے گا۔ منبع

الانساب منظر عام پر آ رہی ہے۔ احقر صرف اتنا عرض کرے گا کہ آپ کا شوق جستجو قابل داد ہے۔ آج سے چھ سو سال پہلے علم و فن کے حصول اور اشاعت کی راہوں میں وہ سہولتیں نہ تھیں، جو اب ہیں۔ لیکن آپ نے دوآبے کے کنارے بیٹھ کر منبع الانساب جیسی جامع اور گلدستۂ معلومات کتاب تحریر فرمائی۔ اس راہ میں آپ کو کتنی مشقت خیزی کرنی پڑی ہوگی، اس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اس کتاب میں علم تفسیر، حدیث، اسماء الرجال، انساب، تاریخ، سوانح، تصوف، تاریخ تصوف سبھی کی جھلکیاں نظر آئیں گی۔ کہیں کہیں غیر رائج روایات در آئی ہیں تو انہیں وسائل کی عدم دستیابی پر محمول کیا جائے گا۔ سب سے بڑھ کر آپ کا جو وصف اس کتاب کی سطروں میں تیرتا ہوا محسوس ہوگا، وہ آپ کی توفیق ارزانی اور بزرگوں سے والہانہ عقیدت اور ادب ہے۔ تصوف کا خمیر انہیں سے تیار ہوتا ہے۔ رب تبارک و تعالیٰ ہمیں بھی ان کی برکتیں عطا فرمائے۔ آمین!

اسلامی فنون میں تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت، تصوف اور ادب پر آپ کی گہری نظر تھی۔ میرے اس دعوے کے ثبوت میں منبع الانساب کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ فارسی نثر سلیس، شستہ اور رواں تحریر فرماتے ہیں۔ منبع الانساب کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے بارے میں حضرت مصنف رقم طراز ہیں:

"معجزاتے کہ آں سرور صلوات اللہ علیہ وسلم بظہور رسیدہ مثل نزول قرآن و شق قمر و سخن کردن طفل از اہل یمامہ کہ ہماں روز متولد شدہ بود و سخن کردن آہو و گواہی دادن سوسمار بر نبوت آں حضرت و تسبیح گفتن سنگ ریزہ در دست مبارک آں سرور و آمدن درخت و شاخ خرما پیش آنحضرت و رواں شدن سنگ بر روئے آب بطلب آں سرور و اثر نہ کردن آتش بردائے کہ دست مبارک بہ آں سعید بود و رواں شدن آب از انگشتان مبارک و رستن درخت خرما از کوہان شتر و بار ور شدن و سخن کردن بزغالہ بریاں زہر آلودہ وسوائے ایں بسیار است" [منبع الانساب، قلمی، نسخہ ندوۃ العلما لائبریری، لکھنؤ ص ۴]

منبع الانساب کی علمی اور تاریخی اہمیت اس بات سے بھی خوب نمایاں ہے کہ اس کے بعد لکھی جانے والی اہم اور ماخذ کے طور پر استعمال کی جانے والی کتابوں میں اس کے حوالے ملتے ہیں۔ میں نے خود بحرِ ذخار، نزہۃ الخواطر، آئینۂ اودھ اور دیگر کتابوں میں اس کے حوالے دیکھے ہیں، جبکہ یہ کتاب نہ مطبوعہ ہے، نہ اس کے قلمی نسخے عام طور سے دستیاب ہیں۔ اس سے ہر صاحب ذوق اس کتاب کی اہمیت اور مقبولیت کا خوب اندازہ کرسکتا ہے۔

میرے مخدوم ومکرم حضرت مولانا سید اکمل اجملی علیہ الرحمۃ نے سرزمین الہ آباد کی مردم خیزی پر تبصرہ کرتے ہوئے منبع الانساب کی فنی قدر و قیمت کی نشاندہی بھی فرمائی ہے۔ وہ رقم طراز ہیں:

الہ آباد کو جو ادبی مرکزیت حاصل ہے، اس سے ہر کس و ناکس واقف ہے۔ عہد قدیم کی تاریخ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو بھی الہ آباد کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ یہ ہمیشہ سے علم وادب کا گہوارہ رہا۔ اس کے اردگرد مواضعات، قصبات اور دیگر مقامات ہمیشہ علمی و ادبی دنیا میں شہرت کے حامل رہے۔ عہد خلجی میں کڑہ ادبی مرکز کی حیثیت سے ہمیشہ تاریخ کے اوراق میں جگمگاتا ملے گا۔ سید قطب الدین مدنی، شاہ کڑک مجذوب اور ان جیسے نہ جانے کتنے بزرگوں کے آثار ملیں گے جنہوں نے رشد وہدایت کے ساتھ علم وادب کی بھی مجلسیں آراستہ کیں اور تصنیف وتالیف کے دریا بہائے۔ کڑے سے ملحق مانک پور جہاں شاہ حسام الدین مانک پوری، سید حامد، سید نور جیسے بڑے مرشد ورہنما اور ادبی دنیا میں شہرت کے حامل لوگ گذرے۔ مشرق جانب عہد تغلق میں شاہ شعبان ملت، عہد شرقی میں سید تقی، سید تقی کے فرزند [پرپوتے] مصنف منبع الانساب کی خدمات سے روگردانی نہیں کی جاسکتی الخ [نقش دوام- مولانا سید محمد اکمل اجملی سابق سجادہ نشین دائرہ شاہ اجمل، الہ آباد، ص ۹۲، ۱۹۸۸ء]

شعر وادب سے بھی حضرت مصنف کو ربط تھا۔ منبع الانساب میں آپ کے منظوم نسب نامے درج ہیں، جن سے آپ کی شعری اٹھان کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ یہاں

بھی فارسی زبان کے رواں نظمی ادب سے ملاقات ہوتی ہے۔ چند اشعار دیکھئے ؎

رسول ہادی و مہدی، امام جن و بشر
برو صلوٰۃ و سلام خدا بشام و سحر

☆

محمد سید الکونین محبوب خدا دانی
علی داماد او بودہ بہ امر خاص ربانی

☆

یارب از ارواح ایشاں فیض بخشے بر معینؔ
از کمال فضل خود بنما ہمیشہ آشکار

☆

محمد آمدہ از نسل شاں بعون اللہ
معینؔ نوشت ہمہ نامہا کہ لائق دید

☆

رحمت وغفراں بہ اجدادش بود نعم القرین
تا بود خورشید روشن برزمین وبرسما

❁

منبع الانساب کی تلاش اہل علم کو عرصے سے تھی، لیکن یہ گوہر شب تاب کی مانند انسانی سمندر کی تہوں میں روپوش تھا۔ چند نسخے تھے بھی لیکن ان کی اطلاع عام طور پر لوگوں کو نہ تھی اور ذاتی کتب خانوں میں اس کے نسخے ایسے چھپائے جاتے تھے جیسے کوہ نور کا ہیرا کہ کوئی اسے اچک نہ لے۔ زندگی اپنی رفتار سے آگے بڑھتی رہی، یہاں تک کہ چھ صدیاں بیت گئیں۔ نہ اصل کتاب منظر عام پر آسکی، نہ اس کا ترجمہ۔

خدا بھلا کرے مولانا سید جمال احمد صاحب کا کہ جب انہوں نے حضرت مولانا سید فیضان اللہ قادری صاحب کی کتاب ''آفتاب الہ آباد'' میں منبع الانساب

کا حوالہ دیکھا تو سید فیضان صاحب سے رابطہ کیا اور پھر انہیں سید صاحب کی کشادہ قلبی اور علم دوستی کی بدولت منبع الانساب کی زیراکس کاپی ہاتھ آگئی۔

مولانا سید جمال احمد صاحب، سیدنا مخدوم سید صدرالدین راجو قتال قدس سرہٗ کے شہزادے ہیں اور اخلاق عالی پایا ہے، اس لئے ان سے ایک قلبی تعلق ہے۔ پی ایچ ڈی کا مقالہ جمع کرنے کے بعد ایک ملاقات میں ان کے خاندانی بزرگوں کے تعلق سے گفتگو چل پڑی۔ میں نے گذارش کی کہ میں حضرت سیدنا راجو قتال قدس سرہٗ کا خصوصی نیازمند ہوں، آپ ان کے فرد خاندان ہیں۔ اگر اکابر خاندان میں سے کسی بزرگ کا علمی سرمایہ قلمی صورت میں محفوظ ہو جسے منظر عام پر لایا جائے تو عنایت کریں تاکہ میں اس علمی خدمت کے ذریعہ حضرت سیدنا راجو قتال قدس سرہٗ کی بارگاہ اقدس میں اپنی نیازمندی کا خراج نذر کرسکوں۔ سید صاحب نے چند مہینے بعد منبع الانساب کی زیارت کرائی، مصنف کتاب سے اپنا خاندانی ربط واضح کیا اور وہ نسخہ مجھے عنایت کیا تاکہ میں اپنی صواب دید کے مطابق جس طریقے سے چاہوں، اسے مناسب صورت میں منظر عام پر لے آؤں۔ میں نے اسے اپنی سعادت اور سیدنا راجو قتال قدس سرہٗ کا روحانی فیض سمجھا اور عقیدت کے ہاتھوں اس گنج گراں مایہ کو ہاتھوں میں لیا اور سرآنکھوں پر رکھا۔

بحمدہ تعالیٰ ۱۳ر فروری ۲۰۰۸ء کو میرا پی ایچ ڈی کا مقالہ "مساهمة العلامة فضل حق الخير آبادی فی الدراسات الاسلامية والفلسفية" علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے شعبۂ عربی میں جمع ہوگیا۔ اس کے بعد viva کا مرحلہ باقی تھا، جس میں چھ مہینے سے لے کر کبھی کبھی ایک سال تک کا وقت صرف ہوجاتا ہے لیکن ایک تنگ خاندان کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے اس میں دوسال سے زائد عرصہ لگ گیا۔ کوشش یہ رہتی ہے کہ زندگی مستعار کے لمحات، مفید علمی اور دینی کاموں میں مصروف رہیں۔ اس لئے اس وقفے کو غنیمت جانتے ہوئے میں نے منبع الانساب کے ترجمے کی تکمیل کا ارادہ کرلیا۔

۷ر جمادی الآخرہ ۱۴۳۰ھ/ یکم جون ۲۰۰۹ء بروز پیر مصطفیٰ جامع مسجد زہرہ باغ میں حضرت سیدنا راجو قتال قدس سرہٗ کے نام شیرینی پر ایصال ثواب کیا، مولانا سید جمال احمد صاحب سے فاتحہ دلائی اور اسی دن نوری مسجد عباس نگر علی گڑھ کے صحن میں ترجمے کا آغاز ہوگیا۔ بیشتر حصوں کے ترجمے اسی نوری مسجد کے مقدس صحن میں ہوئے۔ بالآخر ۱۳ر رجب ۱۴۳۰ھ/ ۷ر جولائی ۲۰۰۹ء بروز منگل اسی نوری مسجد میں ۱۲ر بج کر ۵ر منٹ پر شب میں اس ترجمے کی تکمیل ہوگئی۔ حالات کے نشیب وفراز، طبیعت کی ناسازی، سحر کی نحوست اور یاروں کی نامہربانیاں جھیلتے ہوئے اس ژولیدہ حال سے اس مختصر کی مدت میں ترجمے کی تکمیل محض فضل الٰہی اور مشائخ بالخصوص سیدنا راجو قتال، حضرت مصنف اور ان کے مقدس اجداد کرام کی روحانی کرم فرمائی تھی۔

جب کہ ایسا بھی نہ تھا کہ سارے لمحات اسی ترجمے کے لئے خاص ہوں۔ ترجمے کی تکمیل کے دوران ہی اس پر حواشی کے اضافے کی ضرورت کا احساس ہوا۔ حاشیہ نگاری کی سمت متوجہ ہوا تو یہ کام خاصا وقت طلب اور وقت صرف محسوس ہوا۔ لیکن کام کی تکمیل تو ہونی ہی تھی، اس لئے اللہ کے بھروسے پر اس کا بھی آغاز کردیا۔ وقفے وقفے سے یہ کام ہوتا رہا۔ اسی دوران دو مستقل پروجیکٹ بھی مکمل ہوئے: سالنامہ اہل سنت کی آواز کا چھ سو سے زائد صفحات پر مشتمل "اکابر مارہرہ نمبر" اور ۳۶۰ر صفحات پر مشتمل مستقل تصنیف "دائرہ قادریہ۔ بلگرام شریف۔"

آج منبع الانساب کی تقدیم کی آخری سطریں تحریر ہورہی ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ہذہ النعمۃ والمنۃ!

ترجمہ ایک ایسا فن ہے جو بظاہر سادہ ہوتے ہوئے بھی پیچیدہ تہہ داریاں رکھتا ہے۔ یہاں تصنیف کی مانند فکری فضاؤں کی وسعت نہیں ہوتی، بلکہ قدم قدم پر متن کی پابندی، خیال مصنف کی ہم سفری، اس کی مرکزی فکر [Theme] کا لحاظ اور جس زبان سے ترجمہ ہورہا ہے اور جس زبان میں ہورہا ہے، دونوں زبانوں کی محرمی، مترجم کی ذمہ داریوں میں خاصا اضافہ کردیتی ہیں۔ ڈاکٹر عنوان چشتی نے بجا فرمایا:

"ترجمہ ایک زبان سے دوسری زبان میں انتقال خیال کا سادہ عمل ہوتے ہوئے بھی ایک پیچیدہ عمل ہے۔ یہ عمل خالص فنی، ادبی اور کسی قدر تخلیقی نوعیت کا ہے۔ ترجمہ کرتے وقت مترجم، ابلاغ اور ترسیل کے مسائل سے دوچار ہوتا ہے۔ اس لیے ترجمے کے عمل کے لیے تحقیقی ریاضت، تنقیدی بصیرت اور تخلیقی صلاحیت کی ضرورت ہے۔ اس مثلث کا ہر زاویہ اور ہر خط اپنی جگہ موزوں اور متوازن ہونا بھی ضروری ہے۔" [ترجمہ کا فن اور روایت، ڈاکٹر قمر رئیس، ص ۲۷، تاج پبلشنگ ہاؤس، دہلی]

احقر، علم وادب کا ایک کم سواد طالب علم ہے۔ تحقیقی ریاضت، تنقیدی بصیرت اور تخلیقی صلاحیت تو معیاری دانشوروں کے حصے کی چیزیں ہیں لیکن اپنی کم سوادی کے باوجود کوشش رہی ہے کہ ترجمہ، متن کے مزاج کا ترجمان اور مصنف کی فکری مرکزیت [Theme] کا وفادار ہو۔ ترجمے میں اعتدال، سلاست اور توضیح کی راہ اپنائی گئی ہے، اس لیے نہ یہ پورے طور سے بامحاورہ ہے، نہ محض لفظی۔ یہ کوشش کہاں تک کامیاب ہے، اس کا فیصلہ حضرات قارئین فرمائیں گے۔

حواشی میں ضروری مقامات پر حضرت مصنف کے موقف کی تائید پیش کی گئی ہے۔ اصل کتاب میں اگر کہیں غیر راجح روایت درج ہے تو معتبر حوالوں سے اس کا راجح پہلو پیش کردیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر حضرت مصنف کی رائے، جمہور کی رائے سے مختلف نظر آئی تو اس کی تحقیقی مصادر کی روشنی میں وضاحت کردی گئی ہے۔ حواشی کے باب میں حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے گوشے میں خاص کاوش کی ہے، مولیٰ تعالیٰ، اپنے محبوب انبیائے کرام کی اس خدمت گاری کو خصوصی شرف قبول عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

حواشی میں وقت کی کمی، سہولت اور معروف ابواب ہونے کی وجہ سے عموماً مستند ثانوی مآخذ پر اکتفا کی گئی ہے، لیکن جہاں تحقیق اور اصل مآخذ سے مراجعت کی ضرورت محسوس ہوئی تو وہاں کسی قسم کی کوتاہی روا نہیں رکھی گئی بلکہ اس گوشے کی اختصار اور جامعیت کے ساتھ مکمل وضاحت کردی گئی ہے۔ جدید اسلامی انسائیکلوپیڈیا،

انٹرنیٹ کی مدد سے متعدد متعلقہ نقشے، تاریخی مقامات اور مزارات طیبہ کی تصاویر بھی بڑی کاوش سے حاصل کرکے شامل کتاب کی گئی ہیں۔ الٰہ آباد اور اس کے مضافات کے مزارات طیبات اور تاریخی مقامات کی تصاویر میں نے خود جاکر حاصل کیں۔ منہاج پور، بمہرولی، مخدوم پور اور پرسکھی میں آرام فرما بزرگوں کے مزارات طیبہ کی تصاویر کے حصول میں مولانا سید جمال صاحب کے برادران اور مولانا قاسم حبیبی صاحب نے خصوصی تعاون فرمایا۔ فجزاهم الله احسن الجزاء

بالکل اخیر مرحلے میں نزہۃ الخواطر کی ورق گردانی کرتے وقت منبع الانساب کے ایک نسخے کا سراغ ملا۔ میں اس کے حصول کے لیے لکھنؤ گیا اور اسے حاصل کرنے کے بعد دونوں نسخوں کا باہم مقابلہ کیا۔ یہ دوسرا لکھنوی نسخہ ناقص الطرفین تھا۔ اس کا آغاز حضور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر جمیل سے ہوتا ہے اور پانچویں فصل خانوادۂ قادریہ سے پہلے پہلے یہ نسخہ ختم ہوجاتا ہے۔ لیکن اس کی تحریر بہت صاف تھی اور کمپیوٹر کے zoom سسٹم سے اسے خوبی کے ساتھ پڑھا جاسکتا تھا۔ کتابت میں غلطیاں بھی بہت کم تھیں، جبکہ پہلا الٰہ آبادی نسخہ ان اوصاف سے خالی تھا۔ اس میں کتابت کی بے شمار غلطیاں، ژولیدہ خط، صفحات کا سائز چھوٹا اور صفحات کے اعداد ۳۱۹ر تھے۔ لیکن یہ بھی ناقص الآخر ہے۔ اس میں پانچویں فصل ادھوری اور چھٹی اور ساتویں فصل ندارد۔ منظوم نسب نامہ ص ۸۶ سے ۹۸ تک حاشیہ پر لکھا ہوا ہے لیکن اس کی زیراکس صحیح نہیں آئی۔ اس لیے قابل قراءت [Readable] نہیں ہے لیکن لکھنوی نسخے کے اخیر میں درج چھ منظوم نسب نامے ترجمے کے ساتھ ساتویں فصل کی صورت میں درج کیے گئے ہیں۔

الٰہ آبادی نسخہ ۴×۷ اور لکھنوی نسخہ ۴×۹ کے سائز پر مشتمل ہے۔ الٰہ آبادی نسخے میں سطریں ۱۳ر ہیں اور لکھنوی نسخے میں ۲۲ر سطریں اور خط بھی باریک ہے۔ جو مضمون الٰہ آبادی نسخے میں ۷۹-۲۳۶ صفحات پر پھیلا ہوا ہے، وہ لکھنوی نسخے میں صرف ساٹھ صفحات میں سمٹا ہوا ہے۔ اس سے لکھنوی نسخے کے خط کی باریکی اور سائز

کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اصل الٰہ آبادی نسخہ ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء کا تحریر فرمودہ ہے۔ مالک نسخہ نے ابتدا میں یہ تحریر درج فرمائی ہے:

''یہ نسخہ منبع الانساب ہے۔ کتاب منبع الانساب واقع تاریخ ۱۱ر مئی ۱۸۸۱ء کو کہ مطابق ۱۱ر جمادی الثانی ۱۲۹۸ھ تھی، میں حافظ علی صاحب ساکن جھونسی سے باداے تحریر مبلغ ۸ر لکھوا کر سید محمد ظہور ولد سید غلام شاہ صاحب مرحوم و مغفور ساکن جھونسی نے لیا۔ اگر کوئی دعویٰ کرے، باطل ہووے۔ سید محمد ظہور ۱۱ر مئی ۸۱ء

یہ نسخہ منبع الانساب ہے

لکھنوی نسخے میں کاتب اور مالک کا نام تحریر نہیں، یہ نسخہ مصنف نزہۃ الخواطر کے زیر مطالعہ رہا، پھر ندوۃ العلما کی لائبریری میں پہنچا۔ احقر نے وہیں سے اسے حاصل کیا۔ اس کا اندارج نمبر ہے: تاریخ فارسی، ۵۱/۲۶۰۵۔

لکھنوی نسخے کی مدد سے بہت سے ناقابل قراءت مقامات کی تصحیح کی گئی، کہیں کہیں دونوں نسخے میں درج ناموں میں اختلاف تھا، انہیں Oblique لکیر دے کر ساتھ ہی درج کر دیا گیا ہے۔ کہیں اختلافات زیادہ ہیں تو انہیں حاشیے میں واضح کر دیا ہے۔ کہیں کہیں لکھنوی نسخے میں عبارتیں زائد تھیں، تو ان کے ترجمے کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ غرض ہر طور سے خامیاں دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ البتہ ایک کمی رہ گئی ہے۔ وہ ہے حضرت مصنف کے اخلاف کی تفصیل اور دور حاضر تک کے جملہ اخلاف کے اجمالی شجرے کا اندراج۔ ان شاء اللہ! آئندہ ایڈیشن میں اس کی تلافی کی بھرپور کوشش رہے گی۔

❁

اس مبارک کتاب کے ترجمے کی سعادت، سیدنا ابوالفضل سید صدر الدین راجو قتال موج دریا بخاری قدس سرہٗ [۷۴۱ھ-۸۲۷ھ] کی نسبت گرامی سے حاصل ہوئی۔ احقر ردّ سحر کے لیے ''تکبیر عاشقاں'' کا ورد رکھتا ہے جس میں خصوصیت کے ساتھ سیدنا راجو قتال قدس سرہٗ کا اسم گرامی لیا جاتا ہے۔ سرکار نور سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہٗ کی گرامی تصنیف ''النور والبہاء لاسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء'' کا ۲۰۰۲ء میں اردو ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس میں خانوادۂ برکاتیہ کے تیرہ سلاسل طریقت کا تذکرہ ہے۔ ان میں سلسلۂ قادریہ قدیمہ، سلسلۂ چشتیہ قدیمہ، سلسلۂ سہروردیہ قدیمہ، سلسلۂ سہروردیہ جدیدہ چار سلاسل، حضرت سیدنا راجو قتال قدس سرہٗ کے واسطے سے ہوتے ہوئے خاندان برکات تک پہنچے ہیں۔ ان دونوں مناسبتوں سے حضرت مخدوم سیدنا راجو قتال قدس سرہٗ سے احقر کو ایک خصوصی قلبی تعلق حاصل ہوا۔ مولانا سید جمال احمد صاحب منہاج پوری حضرت ہی کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں

اور سیدنا مخدوم شعبان ملت قدس سرہٗ آگے چل کر حضرت راجو قتال قدس سرہٗ کے یک جدّی ہو جاتے ہیں۔ دونوں بزرگوں کا سلسلۂ طریقت بھی ایک ہے۔ حضرت مخدوم شعبان ملت سلسلۂ سہروردیہ میں دو واسطوں سے حضرت مخدوم رکن الدین ابوالفتح ملتانی قدس سرہٗ تک پہنچتے ہیں اور حضرت سید صدر الدین راجو قتال، ایک واسطے سے۔ ان مناسبات کے پیش نظر میں نے اس گراں مایہ کتاب کے ترجمہ کی ذمہ داری بڑے چاؤ سے لی جو بہت ہی عقیدت کے ہاتھوں تکمیل تک پہنچی۔ اسی لیے میں نے اپنی اس کاوش کو حضرت راجو قتال قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں نذر [Dedicate] کیا ہے۔

حضرت سیدنا سید صدر الدین راجو قتال بخاری قدس سرہٗ، حضرت مخدوم سید احمد کبیر بخاری قدس سرہٗ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں جو دوسری اہلیہ سے تولد ہوئے۔ آپ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت قدس سرہٗ کے چھوٹے علاتی بھائی تھے۔ یہ دونوں بھائی حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت اور حضرت راجو قتال قدس سرہما جہاں طریقت کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ ان بزرگوں کا فیض قادری، چشتی، سہروردی بھی سلاسل میں موجود ہے۔ حضرت راجو قتال قدس سرہٗ [۷۴۱ھ-۸۲۷ھ] نے خرقۂ خلافت والد ماجد اور برادر محترم دونوں بزرگوں سے پایا۔ آپ کی روحانی عظمتوں کے لیے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کا یہ ارشاد کافی ہے:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے مخلوق کی خدمت میں مشغول رکھا ہے اور شیخ راجو کو اپنی ذات میں مصروف کر دیا ہے''

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ اس ارشاد کو درج کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

سید صدر الدین پر ہمیشہ استغراق کی کیفیت طاری رہتی تھی اور لوگوں سے بالکل علیحدہ رہتے تھے .... سید صدر الدین بڑے باکرامت بزرگ اور صاحب تصرف ولی اللہ تھے۔'' [اخبار الاخیار اردو، ص ۳۳۵]

آپ کو خداداد عظمت، ہیبت اور مقبولیت حاصل تھی۔ بڑے بڑے سرکش

آپ کے حضور مہر بر لب رہتے تھے، زبان مبارک، سیف الٰہی تھی۔ قہر و لطف کی حالت میں جو فرما دیتے، ہو جاتا۔ آپ کے روئے زیبا کو دیکھ کر سیکڑوں کافر مشرف بہ اسلام ہو گئے، ہزاروں افراد نے آپ کے دست حق پرست پر توبہ کی اور بہت سے خاصان خدا نے منزل سلوک طے کی اور قرب الٰہی کی نعمت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کے سلاسل کا فیض خوب پھیلا۔ حضرت میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہٗ نے سبع سنابل شریف میں اپنے پانچویں شیخ طریقت سیدنا راجو قتال قدس سرہٗ کا ذکر بڑے اہتمام اور عقیدت سے فرمایا ہے۔

برادر محترم حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے وصال [۱۰ر ذی الحجہ ۷۸۵ھ] کے بعد آپ سجادہ نشین ہوئے اور تقریباً بیالیس سال تک ہدایت و ارشاد اور تلقین و تزکیہ کی بزم آراستہ کرنے کے بعد ۱۳/۱۶ر جمادی الآخرۃ ۸۲۷ھ سہ شنبہ کی شب میں اپنے مالک و مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئے رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

حضرت سید صدر الدین راجو قتال بخاری قدس سرہٗ کے پانچ صاحبزادے تھے:

۱- قاضی سید حسام الدین کوہی، ۲- سید ابوالخیر محمود، ۳- سید ابو اسحاق، ۴- سید جلال الدین، ۵- سید روح اللہ- ان میں حضرت سید حسام الدین پہلے دہلی تشریف لائے پھر فیروز شاہ کے لشکر کے ساتھ دشمنان اسلام کی سرکوبی کے لیے پرسکھی متصل کڑا الٰہ آباد کا رخ فرمایا اور پھر فاتح کی حیثیت سے وہیں قیام فرمایا۔ وہیں آسودۂ خواب ہیں۔ باقی صاحبزادگان کی نسلیں اوچ، گجرات پاکستان میں آباد ہیں۔

❁

الحمد للہ! آج یہ کاروان سعادت، منزل مقصود کو پہنچتا ہے۔ اس منزل تک رسائی میں متعدد احباب و مخلصین کی رفاقت، معاونت اور ہم سفری میسر رہی جن میں سرفہرست شہزادۂ سیدنا مخدوم راجو قتال، مولانا سید جمال احمد صاحب کا اسم گرامی ہے۔ آپ کا تعاون قدم قدم پر ساتھ رہا اور یہ ان کا حق بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں تا دیر صحت و عافیت اور سلامت روی کے ساتھ شاد و آباد رکھے اور دین و علم کی خدمت

منبع الانساب: مخدوم سید معین الحق جھونسوی قدس سرہٗ ۹۶ ترجمہ وتحشیہ: علامہ ڈاکٹر ساحل شہسرامی علیگ

کرتے رہنے کی توفیق وسعادت عطا فرماتا رہے۔ آمین بجاہ النبی الامین علیہ اکرم الصلوٰۃ وافضل التسلیم!

مولانا سید فیضان اللہ قادری صاحب [الہ آباد] خصوصی شکریے کے مستحق ہیں کہ انہوں نے بہت کشادہ قلبی کے ساتھ منبع الانساب فارسی کے قلمی نسخے کی زیراکس عطا فرمائی۔ اگر ان کا یہ تعاون نہ ہوتا تو اس علمی پروجیکٹ کا آغاز ہی نہ ہو پاتا، تکمیل تو دور کی بات ہے۔ میرے دیرینہ کرم فرما حضرت مولانا جمیل احمد نوری صاحب [علی گڑھ] نے کئی ژولیدہ عبارات کے حل کرنے میں مدد فرمائی اور مفید مشورے دیئے اور اپنے گرامی تاثرات سے احقر کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء فی الدارین۔

اہل سنت کے نامور اور بزرگ ادیب محترمی پیرزادہ اقبال احمد فاروقی مدظلہ، مدیر ماہنامہ جہان رضا لاہور، ایک علم دوست اور اصاغر نواز شخصیت کے مالک ہیں۔ عرصۂ دراز سے جہان رضا کے توسط سے آپ سے علمی اور دینی رابطے رہے ہیں۔ ''فتاویٰ ملک العلما'' [ترتیب وتقدیم: ساحل شہسرامی] جب بریلی شریف سے شائع ہوئے تو پیرزادہ صاحب نے احقر کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے اسے لاہور سے بھی شائع کیا۔ منبع الانساب پر آپ کے دعائیہ کلمات شکریے کے ساتھ شامل کتاب ہیں۔

مخدوم گرامی حضرت علامہ سید شاہد علی رضوی قاضی شہر رامپور، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے شہزادے اور بخاری سادات سے ہیں۔ پروفیسر سید جمال الدین اسلم ICHR دہلی سے منسلک ہیں اور جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی کے شعبۂ تاریخ کے سابق صدر ہیں۔ نسبت قادریت اور برکاتیت سے سرفراز ہیں۔ ان دونوں بزرگوں نے اپنے دعائیہ کلمات سے اس کاوش کو شرف اعتبار بخشا۔ مولیٰ تعالیٰ ان بزرگوں کے علمی فیوض وبرکات سے احقر کو سرفراز رکھے۔ آمین!

مولانا قاسم حبیبی صاحب، سید ابصار احمد، سید محمد جیلانی، سید شمشاد احمد اور محمد یوسف، شمیم احمد برکاتی صاحبان [الہ آباد] نے بمہرولی، منہاج پور، پرسکھی،

روضہ مبارک حضرت سید صدر الدین راجو قتال قدس سرہٗ

مزار مبارک حضرت راجو قتال قدس سرہٗ اوچ شریف پاکستان

مزار مبارک حضرت سید حقانی قدس سرہٗ سید سراواں

ا۔حضرت مخدوم شاہ کبیر الدین ۲۔آپ کی زوجہ محترمہ قدس سرہما کے مزارات طیبات

مزار پاک حضرت سید عبد القدوس استاذ گرامی مخدوم شاہ تقی قدس سرہما، جھونسی شریف

مزار مبارک سید قیام الدین مرید و خلیفہ حضرت مخدوم شاہ تقی الدین قدس سرہما، جھونسی شریف

مسجد مخدوم سید شاہ منہاج الدین حاجی الحرمین قدس سرہٗ منہاج پور

مسجد مخدوم شاہ کبیر الدین قدس سرہٗ منہاج پور، پورخاص، کوشامبی (الہ آباد)

مسجد مخدوم سید شاہ کبیر الدین قدس سرہٗ فریدی کالونی، کریلی، الہ آباد

مزار مبارک سید مراد علی شہید قدس سرہٗ، جھونسی

مزار مبارک مخدوم سید حسام الدین کوہی قدس سرہٗ، پر کھمی الہ آباد

بڑے مخدوم صاحب قدس سرہٗ، مخدوم پور

منجھلے مخدوم صاحب قدس سرہٗ، مخدوم پور

چھوٹے مخدوم صاحب قدس سرہٗ مخدوم پور

مخدوم شاہ کبیر الدین قدس سرہٗ کی مسواک سے پیدا ہوا املی کا درخت

منبع الانساب: مخدوم سید معین الحق جھونسوی قدس سرہٗ ۹۷ ترجمہ و تحشیہ: علامہ ڈاکٹر ساحل شہسرامی علیگ

مخدوم پور میں آرام فرما بزرگوں کے مزارات طیبہ کی تصویریں فراہم کیں۔ ان کا بھی بہت بہت شکریہ!

کوشش رہی ہے کہ ترجمہ اور تحشیہ نقائص سے دور رہے لیکن سہو و تسامح انسانی فطرت ہے اور احقر اپنی کم سوادی سے بھی واقف ہے، اس لیے اہل نظر کی مخلصانہ ہدایات کا انتظار رہے گا۔

طالب دعا
ساحل
۱۷ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ
۳ اپریل ۲۰۱۰ء، سنیچر

ساحل شہسرامی ـــــــ ایک تعارف

☆ قلمی نام : ساحل شہسرامی (علیگ)
☆ نام : ارشاد احمد رضوی
☆ ولدیت : جناب اشفاق احمد برکاتی ولد وصی احمد حبیبی
☆ مستقل پتہ : کاشانۂ برکات رضا۔ وصی منزل محلہ مداردروازہ، شہسرام 821115
E-mail: r.sahil27@gmail. com
sshl27@rediffmail.com
☆ تعلیمی نسبتیں : ضیائی، مصباحی، علیگ
☆ بیعت طلب : احسن العلما سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن قادری برکاتی قدس سرہ
☆ بیعت ارادت : تاج الشریعہ قاضی القضاۃ علامہ اختر رضا قادری ازہری دام ظلہ
☆ اجازت وخلافت ☆مخدوم ملت حضرت مولانا سید اویس مصطفےٰ واسطی، بلگرام شریف
☆حضرت مولانا سید سبطین حیدر قادری برکاتی، مارہرہ مطہرہ
☆ تعلیمی اسناد : عالمیت وفضیلت، تخصص فی الفقہ الحنفی قرأت حفص، قرأت سبعہ [جامعہ اشرفیہ مبارک پور] ایم اے، پی ایچ ڈی عربی [علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ] الہ آباد عربی فارسی بورڈ، بہار مدرسہ بورڈ اور جامعہ اردو کی جملہ اسناد۔
☆ تعلیمی اور رفاہی : ☆ سابق لکچرار و نائب مفتی جامعہ اشرفیہ، مبارکپور
خدمات ☆ سابق ممبر مجلس شرعی، جامعہ اشرفیہ، مبارکپور
☆ ایڈیٹر: سالنامہ اہل سنت کی آواز، خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ
☆ دینی مجلس شہسرام [ہفت روزہ علمی و دینی نشست] کی ۱۹۹۷ء میں تاسیس
زبان دانی : اردو، عربی، فارسی، ہندی، انگریزی
☆ فتاویٰ : تقریباً ایک ہزار فتاویٰ جو فقیہ اعظم ہند علامہ محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کی تصدیقات سے مزین ہیں۔
☆ مشق سخن : نعت ومناقب - پچاس سے زائد

تصـــانیف:

(۱) خاندان برکات کی علمی اور ادبی خدمات — مطبوعہ
(۲) تبرکات خاندان برکات — مطبوعہ
(۳) تصانیف خاندان برکات — مطبوعہ
(۴) شاہ حقانی کا اردو ترجمہ وتفسیر قرآن - ایک تنقیدی و تحقیقی جائزہ — مطبوعہ
یہ کتاب امین ملت پروفیسر سید محمد امین قادری برکاتی دامت برکاتہم القدسیہ کی سرپرستی اور شراکت میں تصنیف ہوئی
(۵) مولانا سید غیاث الدین حسن شریفی رضوی- حیات اور شاعری — مطبوعہ
(۶) تاریخ ولادت نبوی — غیر مطبوعہ
(۷) حضرات محدثین کے اخلاق کریمانہ — غیر مطبوعہ
(۸) خواجۂ ہند کی صوفیانہ شاعری — غیر مطبوعہ
(۹) مخدوم سمنانی کے علمی آثار — غیر مطبوعہ
(۱۰) قطب الاقطاب دیوان محمد رشید مصطفیٰ عثمانی - حیات وافکار — غیر مطبوعہ
(۱۱) امام احمد رضا اور شہسرام — غیر مطبوعہ
(۱۲) مفتی اعظم — غیر مطبوعہ
(۱۳) صدر الشریعہ — غیر مطبوعہ
(۱۴) ملک العلما — مطبوعہ
(۱۵) شدھی تحریک اور حضرت صدر الافاضل — غیر مطبوعہ
(۱۶) حافظ ملت — غیر مطبوعہ
(۱۷) شارح بخاری — غیر مطبوعہ
(۱۸) حضرت صادق شہسرامی - حیات اور شاعری — مطبوعہ
(۱۹) حکیم الاسلام مفتی مظفر احمد قادری برکاتی - حیات اور خدمات — مطبوعہ
(۲۰) متنبی - ایک خصوصی مطالعہ — مطبوعہ

(۲۱) عرفان عرب (زمانۂ جاہلیت سے لے کر دور حاضر تک کے عربی ادب کی تاریخ اور ایم اے عربی کی نصابی نظموں کا اردو ترجمہ) — مطبوعہ
(۲۲) مساهمة العلامة فضل حق الخیر آبادی فی الدراسات الاسلامیة والفلسفیة (پی ایچ ڈی کا عربی مقالہ) — غیر مطبوعہ
(۲۳) دائرہ قادریہ - بلگرام شریف — مطبوعہ
(۲۴) صاحب عرس قاسمی — مطبوعہ
(۲۵) اسد العارفین سید شاہ محمد حمزہ عینی قدس سرہ — غیر مطبوعہ

تـــراجـــم:

(۱) کاشف الاستار - اسد العارفین سید شاہ محمد حمزہ عینی مارہروی — زیر طبع
(۲) النور والبہا لاسانید الحدیث وسلاسل الاولیا (۱۳۰۷ھ) سراج العارفین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری — زیر طبع
(۳) وجود العاشقین - حضرت خواجہ سید محمد بندہ گیسو دراز — غیر مطبوعہ
(۴) منبع الانساب، سید معین الحق، جھونسوی الہ آبادی — زیر طبع
(۵) وفیات الاعلام، سید شاہ خوب اللہ الہ آبادی — زیر تکمیل

مرتبـــــات:

(۱) مقالات شارح بخاری (۳ جلدیں، تقریباً پندرہ سو صفحات) — مطبوعہ
(۲) اسلام کا نظریۂ موت - ملک العلماء علامہ ظفر الدین رضوی — مطبوعہ
(۳) فتاویٰ ملک العلماء — مطبوعہ
(۴) تحفۂ حجاز [روسحر اور دشمنوں کے شر سے حفاظت کے لئے اوراد کا مجموعہ] — مطبوعہ
(۵) اوراد قادریہ — زیر طبع

مقالات:

۱- آم اور خربوزے کا مناظرہ۔ صفحات: ۷۔ ۲۳ جمادی الآخر ۱۴۲۱ھ / ۵ ستمبر ۱۹۹۹ء۔ ماہنامہ

اشرفیہ میں شائع ہوا۔
۲- اظہار حقیقت۔ ص ۵۔ ۴ رمضان ۱۴۲۳ھ / ۱۰ نومبر ۲۰۰۲ء سہ شنبہ۔
۳- اعضا کی پیوند کاری، صحیفۂ مجلس شرعی مبارک پور جلد دوم میں شائع ہوا۔
۴- امام احمد رضا اور شہسرام۔ صفحات ۳۱۔ ۱۸ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ / ۲۳ اگست ۱۹۹۷ء۔
۵- امام اعظم اور علم حدیث (عربی) تقریباً ۵۰ صفحات۔
۶- پیکر جمیل [حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ] پیغام رضا، بمبئی میں شائع ہوا۔
۷- تاریخ ولادت نبوی۔ ایک تحقیقی جائزہ۔ صفحات ۲۶۔ ۲۸ رمضان ۱۴۱۹ھ / ۱۷ جنوری ۱۹۹۹ء۔ اہل سنت کی آواز مارہرہ مطہرہ کے گوشۂ مصطفیٰ جان رحمت ۲۰۰۶ء میں شائع ہوا۔
۸- تبرکات خاندان برکات۔ صفحات: ۱۲۔ اہل سنت کی آواز میں شائع ہوا۔ کراچی سے کتابچے کی شکل میں بھی شائع ہوا۔
۹- جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا روایاتی تسلسل اور تقاضے۔ صفحات ۹۔ ۱۳ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ / ۱۱ اگست ۱۹۹۵ء۔
۱۰- حافظ ملت - ایک شخصیاتی تجزیہ۔ صفحات: ۱۰۔ رجب ۱۴۱۶ھ / دسمبر ۱۹۹۵ء۔ ماہنامہ اشرفیہ میں شائع ہوا۔
۱۱- حافظ ملت کی چند تاثراتی تحریریں۔ صفحات: ۱۳-۱۲ اگست ۱۹۹۹ء۔ ماہنامہ اشرفیہ میں شائع ہوا۔
۱۲- حافظ ملت کی چند تقریظات۔ صفحات: ۲-۳۔ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ / ۲۸ اگست ۱۹۹۸ء۔ ماہنامہ اشرفیہ میں شائع ہوا۔
۱۳- حسان پاکستان - اعظم چشتی۔ ص ۶-۱۰۔ جمادی الآخر ۱۴۲۱ھ۔ ۱۰ ستمبر ۲۰۰۰ء دوشنبہ۔ ماہنامہ اشرفیہ، جام نور وغیرہ میں شائع ہوا۔
۱۴- حضرت شارح بخاری کے مناظرے۔ صفحات: ۲۸۔ ماہنامہ کنز الایمان دہلی، شارح بخاری نمبر میں شائع ہوا۔
۱۵- حضرت ملک العلما اور علمائے شہسرام، ماہنامہ جہان رضا لاہور، جون ۱۹۹۹ء میں شائع ہوا۔
۱۶- خاندان برکات کا اجمالی تعارف۔ صفحات: ۳-۵۔ جمادی الآخر ۱۴۲۱ھ / ۵ ستمبر ۲۰۰۰ء۔
۱۷- خاندان برکات کی تصانیف - ایک نظر میں۔ صفحات ۷۔ کراچی سے کتابچے کی شکل میں شائع ہوا۔
۱۸- خواجۂ ہند کی صوفیانہ شاعری ۱۲ شوال ۱۴۱۹ھ / ۳۱ جنوری ۱۹۹۹ء یکشنبہ۔ اہل سنت کی آواز کے گوشۂ خواجہ غریب نواز ۲۰۰۸ء میں شائع ہوا۔ صفحات ۳۱۔
۱۹- دار المطالعہ اہل سنت ایک تعارف۔ صفحات ۵۔ کتابچے کی شکل میں شائع ہوا۔
۲۰- دینی مدارس میں سائنسی نصاب کی شمولیت۔ صفحات: ۵-۲۹ جون ۱۹۹۴ء۔ علی گڑھ سیمینار میں پیش ہوا اور ماہنامہ تہذیب الاخلاق میں شائع ہوا۔
۲۱- ذکر جمیل [حضرت احسن العلماء سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن قدس سرہٗ] سانحۂ ارتحال پر تاثراتی تحریر جو اہل سنت کی آواز مارہرہ مطہرہ ۱۹۹۵ء میں شائع ہوئی۔
۲۲- سید الشہدا حضرت امام حسین اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ ص ۸۔ سالنامہ اہل

سنت کی آواز کے گوشۂ غوث اعظم میں شائع ہوا۔

۲۳- سامان بخشش میں تذکیر نفس کا پہلو۔ صفحات: ۷۔ ۲۱ ربیع الآخر ۱۴۱۷ھ/ ۶ ستمبر ۱۹۹۶ء جمعہ۔ ماہنامہ اشرفیہ میں شائع ہوا۔

۲۴- شب برات کے فضائل واعمال۔ صفحات: ۳-۲۵ شعبان ۱۴۱۹ھ/ ۱۵ دسمبر ۱۹۹۸ء۔ فولڈر کی شکل میں شائع ہوا۔

۲۵- شدھی تحریک۔ ماہنامہ تہذیب الاخلاق علی گڑھ میں شائع ہوا۔

۲۶- شعر اشرف۔ بہاروں کا استعارہ۔ ص ۹۔ ماہنامہ جام نور دہلی میں شائع ہوا۔

۲۷- شمالی ہندوستان کی مرکزی قادری خانقاہ۔ خانقاہ برکاتیہ۔ ص ۱۰، ۲۰۰۷ء۔ سالنامہ اہل سنت کی آواز مارہرہ مطہرہ میں شائع ہوا۔

۲۸- صاحب غیاث الطالبین۔ چشتیت اور قادریت کے حسین سنگم۔ ص ۶-۷ رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ/ ۲۲ اکتوبر ۲۰۰۶ء یکشنبہ۔ ماہنامہ ماہ نور دہلی میں شائع ہوا۔

۲۹- صدر الشریعہ کا باطنی سفر صفحات: ۲۷۔ ۱۹ صفر ۱۴۱۶ھ/ ۱۹ جولائی ۱۹۹۵ء چہار شنبہ۔ مجلہ صدر الشریعہ۔ حیات وخدمات، گھوسی میں شائع ہوا۔

۳۰- صدر الشریعہ کا تفقہ ایک ضمیمہ جاتی رسالہ کی روشنی میں۔ صفحات: ۶۔ ۲ محرم ۱۴۱۶ھ/ ۲ جون ۱۹۹۵ء۔ صدر الشریعہ۔ حیات وخدمات میں شامل ہے۔

۳۱- صدر الشریعہ کے عہد کا سیاسی ماحول۔ صفحات ۱۹۔ صدر الشریعہ۔ حیات وخدمات میں شامل ہے۔

۳۲- صدر الشریعہ کی نثر نگاری۔ صفحات: ۵-۱۰ مارچ ۱۹۹۷ء۔ صدر الشریعہ حیات وخدمات میں شامل ہے۔

۳۳- صدر العلماء کے ممتاز شاگرد۔ شارح بخاری۔ ص ۱۹۔ ۲۳ نومبر ۲۰۰۵ء بدھ۔

۳۴- علاج کے لیے انسانی خون کا استعمال، صحیفۂ مجلس شرعی جلد دوم مبارک پور میں شائع ہوا۔

۳۵- علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری علیہ الرحمہ کا ایک مکتوب گرامی۔ صفحات: ۳۔ ماہنامہ اشرفیہ میں شائع ہوا۔

۳۶- علامہ فضل حق خیر آبادی اور نظریۂ وحدت الوجود، ص ۱۳-۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۳ء دار العلوم وارثیہ، گومتی نگر لکھنؤ کے علامہ فضل حق خیر آبادی سیمینار میں پیش ہوا۔

۳۷- علمائے اہل سنت کی تصنیفی خدمات ۲ صفحے۔ ۲۲ صفر ۱۴۱۸ھ/ ۲۸ جون ۱۹۹۷ء۔

۳۸- عمرانہ قضیے کا شرعی فیصلہ اور مسلمان۔ ص ۱۳۔ ۶ جمادی الآخرہ ۱۴۲۶ھ/ ۱۳ جولائی ۲۰۰۵ء بروز بدھ۔ ماہنامہ ماہ نور دہلی میں شائع ہوا پھر کتابی صورت میں بھی طبع ہوا۔

۳۹- غیر اسلامی عصبیت ملی مفاد کے حق میں کتنی مضر ہے؟ ص ۵-۲۸ دسمبر ۲۰۰۵ء، چہار شنبہ۔ ماہنامہ جام نور دہلی میں شائع ہوا۔

۴۰- فقہ واصول کی تدوین۔ اسباب ومقاصد ص ۱۳۔ ۴ صفر المظفر ۱۴۲۸ھ/ ۲۲ فروری ۲۰۰۷ء۔ ماہنامہ جام نور، ماہ نور دہلی شائع ہوا۔

۴۱- فقیہ اعظم پر مشائخ مارہرہ کا خصوصی فیضان۔ صفحات: ۳۔ ۵ ربیع النور شریف ۱۴۲۱ھ/

۸ جون ۲۰۰۰ء پنجشنبہ۔ شارح بخاری نمبر میں شامل ہے۔

۴۲- مادر ایت کا نمائندہ قدسی۔ ص ۹۔ ۸ شوال ۱۴۲۵ھ/ ۲۲ نومبر ۲۰۰۴ء۔ ماہنامہ جام نور دہلی میں شائع ہوا۔

۴۳- قرآن کا تصور اِلٰہ۔ ص ۲۱-۹ شوال ۲۶ھ/ ۱۲ نومبر ۲۰۰۵ء شنبہ۔ سالنامہ اہل سنت کی آواز کے عظمت قرآن نمبر اور ماہنامہ ماہ نور دہلی میں شائع ہوا۔

۴۴- محسن اہل سنت [مفتی شریف الحق امجدی قدس سرہٗ] صفحات ۸۔ کنز الایمان دہلی کے شارح بخاری نمبر میں شائع ہوا۔

۴۵- مخدوم سمنانی کے علمی آثار۔ صفحات: ۱۳-۱۳ ذوقعدہ ۱۴۱۷ھ/ ۲۳ مارچ ۱۹۹۷ء یکشنبہ۔

۴۶- ''مرے خواب زندہ ہیں'' پر تبصرہ۔ ص ۴-۸ شوال ۲۵/ ۲۲ نومبر ۲۰۰۴ء۔

۴۷- مصطفےٰ جان رحمت پیکر۔ صبر واستقامت، ص ۱۸۔ ۲۸ رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ/ ۲۲ اکتوبر ۲۰۰۶ء، یکشنبہ۔ سالنامہ اہل سنت کی آواز کے گوشۂ مصطفےٰ جان رحمت میں شائع ہوا۔

۴۸- مفتی اعظم اور رد بدعات ومنکرات۔ انوار مفتی اعظم، مرتب: علامہ محمد احمد مصباحی، میں شامل ہے۔

۴۹- مفتی اعظم کا وصال۔ ملت کا ایک عظیم نقصان۔ صفحات: ۹۔

۵۰- مفتی اعظم کے مرشد برحق۔ مشمولہ جہان مفتی اعظم ممبئی۔ ص ۱۷۔ ۲۳ شوال ۶۲ ۱۴ھ/ ۲۶ نومبر ۲۰۰۵ء شنبہ۔

۵۱- موسیٰ طور رضا [حکیم اہل سنت محمد موسیٰ چشتی امرتسری [م ۱۹۹۹ء] صفحات ۹۔ تحریر ۱۷ جمادی الاولیٰ۔ ماہنامہ جہان رضا لاہور میں شائع ہوا۔

۵۲- نصاب مطالعہ۔ ایک تحریک، ایک تشکیل۔ ۳ صفحے۔

۵۳- نعت اور غزل کا سحر طراز شاعر شبنم کمالی۔ ص ۷-۵ رجب ۱۴۲۱ھ/ ۳ اکتوبر ۲۰۰۰ء۔ کئی رسائل میں شائع ہوا۔

۵۴- یادگار سلف مولانا سید ظہیر احمد زیدی۔ ص ۲-۳۱ جولائی ۲۰۰۲ء۔

نوٹ:- میرے سارے علمی ذخیرے یکجانہ ہونے کی وجہ سے ابھی یہ فہرست ناقص ہے۔

منبع الانساب

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامیؔ
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

علامہ جامی قدس سرہٗ

تصنیف

حضرت مخدوم سید معین الحق جھونسوی قدس سرہٗ

ترجمہ وتحشیہ وتقدیم

علامہ ڈاکٹر ساحل شھسرامی

پی ایچ ڈی [علیگ]

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ [الحدید: ۳]

ترجمہ: وہی اول، وہی آخر، وہی ظاہر، وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔
[کنز الایمان]

جہان کی ساری تعریفیں دراصل حق تعالیٰ کی تعریف ہے اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر بے شمار درود وسلام ہو۔

امابعد! ایک دن یہ ناچیز جھونسی [جسے پہلے ہر بونگ پور کہتے تھے] میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک میرے دل میں یہ خیال آیا: ہمارا نسب سادات کرام کے کس امام سے جاملتا ہے؟ اس سلسلے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے میں نے اپنے جد امجد حضرت مخدوم سید تقی الدین قدس سرہ سے رجوع کیا۔ حضرت کو جب استغراقی کیفیت سے کچھ افاقہ ہوا تو ہمارے خاندانی حالات بیان فرمائے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم لوگ حضرت میر سید محمد مکی بھکری کی اولاد سے ہیں۔ حضرت میر صاحب کے چار صاحبزادے تھے۔ میں حضرت میر کے صاحبزادے سید صدر الدین کی نسل سے ہوں۔ اگر تمہیں خاندانی نسب کی تحقیق کا خیال ہو تو بھکر [سندھ، پاکستان] چلے جاؤ اور اپنے نسب کی تفصیل معلوم کرو۔

ایک تو جد امجد کی ہدایت اور دوسرے اپنے پیران سلسلہ حضرت مخدوم بہاء الدین زکریا ملتانی اور حضرت شاہ رکن الدین ابوالفتح قدس سرہما کے آستانہ جات کی زیارت، دونوں کی کشش اس فقیر حقیر سید معین الحق ولد حضرت سید شہاب الحق [ولد حضرت مخدوم شاہ محمد ابو جعفر ولد قطب الاقطاب، فرد الاحباب، قدوۃ العارفین، امام المحققین، سراج الاولیاء، عارف اسرار الٰہیہ حضرت مخدوم سید تقی الدین ولد قطب الاقطاب، فرد الاحباب، سید السادات، منبع البرکات حضرت مخدوم سید شاہ علی مرتضیٰ

عرف شاہ شعبان الملت والدولت قدست اسرارہم] کوملتان کی طرف کھینچ لے گئی۔

ملتان پہنچ کر حضرت بہاء الدین زکریا علیہ الرحمہ کے صاحب سجادہ اور فرزند خاندانی حضرت مخدوم شیخ کبیر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور چند دن حضرت کے کاشانہ اقدس کا مہمان رہا۔ بھی صاحبزادگان خاندان سے شرف نیاز حاصل کرنے کے بعد چند دن رہ کر بھکر کی جانب روانہ ہوا۔ اس کے بعد بعض بھکری سادات سے ملاقات کی جو سکھر اور لھندی میں مقیم تھے۔ انہوں نے مجھ سے میرا وطن پوچھا تو میں نے کہا: میں جھونسی [الہ آباد] سے حاضر ہوا۔ انہوں نے ملاقات کا مقصد دریافت کیا تو میں نے انہیں بتایا کہ مجھے آپ حضرات سے نسب نامے کی کڑیاں دریافت کرنی ہیں۔ اگر چہ بھی لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں لیکن قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق رب تبارک وتعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے، اس لئے میں اپنے نسب کی تحقیق کے واسطے حاضر ہوا ہوں۔ آپ حضرات اللہ اور رسول کو شاہد مان کر جو بات درست ہو مجھے بتائیں۔ اگر میں واقعی سید ہوں تو اطلاع بخشیں اور اگر سید نہیں ہوں تو اسے بھی بتائیں۔ کیونکہ حدیث پاک میں صاف آیا ہے:

لعنة اللّٰه على الداخل النسب ولعنة اللّٰه على الخارج النسب[۱]

نسب میں خلط ملط کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

اس لئے غلط بیانی سے خود کو سادات میں شمار کرنا بھی غلط ہے اور سید ہوتے ہوئے خود کو سید شمار نہ کرنا بھی بہتر نہیں۔ بس اسی بات کی تحقیق کی خاطر آپ حضرات کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ لہٰذا اگر میں حضرت سید محمد مکی بھکری قدس سرہ کی نسل سے ہوں تو بتائیے اور اگر میں حضرت کے خاندان سے نہیں تو بھی صاف صاف فرمائیے۔ چنانچہ سکھر میں موجود بھی چھوٹے بڑے سادات بھکر جمع ہوئے۔ میں نے سب سے ملاقات کی۔ انہوں نے دریافت کیا کہ یہاں سے آپ کے کون سے بزرگ جھونسی گئے تھے؟ میں نے بتایا کہ سید شعبان ملت جھونسی تشریف لے گئے تھے۔ پھر پوچھا کہ حضرت شعبان ملت کے والد ماجد کون تھے؟ میں نے کہا: سید بدر عالم۔

پھر دریافت کیا کہ سید بدر عالم کے والد کون تھے؟ میں نے کہا: سید صدر الدین۔ پھر پوچھا کہ سید صدر الدین کے والد کا نام کیا تھا؟ میں نے کہا: سید محمد مکی بھکری۔ یہ سنتے ہی بھی احباب وحاضرین اٹھ کھڑے ہوئے اور مجھ گلے لگا لیا اور فرمایا کہ آپ تو ہمارے بھائی ہیں۔ وہاں بہت سے سادات جمع تھے۔ سب کے اسمائے گرامی کیا ذکر کروں، بے جا طوالت ہوگی۔ مختصر یہ ہے کہ مجھے وہ لوگ حضرت سید شعبان ملت قدس سرہ کی حویلی میں لے گئے اور فرمایا کہ یہ تمہارے اسی جد کریم کی حویلی ہے۔ حضرت شعبان ملت قدس سرہ کا اصل نام بھی وہیں معلوم ہوا کہ قرآن حکیم سے فال دیکھ کر حضرت کا اسم گرامی سید مرتضیٰ دولت تجویز ہوا تھا۔ حضرت کو علی شعبان اس لئے کہتے ہیں کہ ٹھیک شب برات کے دن تولد ہوئے تھے۔

اس تعارف کے بعد میں نے ان حضرات سے اپنا نسب نامہ مانگا۔ چنانچہ انہوں نے وہ قدیم نسب نامہ جو میر سید محمد مکی کے ہمراہ آیا تھا، نقل کر کے مجھے عنایت کیا۔ بھی احباب اور برادران کے اصرار پر میں وہاں تقریباً چھ مہینے ٹھہرا۔ اس کے بعد بھی احباب و متعلقین سے رخصت ہو کر دوبارہ ملتان حاضر ہوا اور حضرت مخدوم بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے روضے پر چالیس دن تک معتکف رہا، پھر جھونسی واپسی ہوئی۔

میرے پاس جو نسب نامہ ہے وہ قدیم ہے۔ جو شخص سید ہو، اگر اس کا نسب اس قدیم نسب نامے کے مطابق، حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے لے کر حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک کے بارہ ائمہ میں سے کسی ایک کی اولاد تک نہ پہنچتا ہو تو اس کی سیادت مشکوک ہے۔ یہ کتاب سات فصلوں میں تقسیم ہے۔

پہلی فصل میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک، نسب بیان کیا گیا ہے۔

دوسری فصل میں حضرت آدم سے لے کر حضور تک سارے نبیوں کے

حالات درج ہیں۔

تیسری فصل میں بارہ ائمہ سادات کا نسب، حضرت علی مرتضیٰ سے لے کر امام مہدی تک کے حالات اور ان کے فرزندوں کے اسمائے گرامی ذکر کیے گئے ہیں۔

چوتھی فصل عرب وعجم، ایران اور ہندوستان میں پھیلی ہوئی سادات کرام کی شاخوں کے نسب نامے اور ان میں سے اکثر ہندوستانی سادات مشائخ کے حالات پر مشتمل ہے۔

پانچویں فصل میں چاروں سلاسل طریقت کے مشائخ، چودہ خانوادۂ طریقت اور ان سے نکلی ہوئی دوسری شاخوں کا تعارف ہے۔

چھٹی فصل میں چاروں خلفائے کرام، پنجتن پاک کا ذکر جمیل ہے، ساتھ ہی قصیدۂ غوثیہ بھی درج ہے۔

ساتویں فصل میں ایک طویل نظم ہے جس میں بارہ ائمہ سادات کے فرزندوں کے اسمائے گرامی اور حضرت شاہ تقی الدین جھونسوی قدس سرہ کا نسب نامہ نظم کیا گیا ہے۔ حضرت مخدوم شاہ شعبان ملت قدس سرہ کے ذیل میں کثیر سادات کرام کا ذکر آ گیا ہے۔ میں نے اپنی اس کتاب کا نام "منبع الانساب" تجویز کیا ہے۔

....

حواشی

[۱] یہ روایت مجھے دریافت نہ ہو سکی۔ البتہ صحیحین وغیرہ میں اس مناسبت کی دو حدیثیں پیش نظر ہیں:

۱- سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من ادعیٰ الی غیر ابیه فالجنة علیه حرام۔ رواه احمد و البخاری و مسلم و ابو داؤد و ابن ماجة عن سعد وعن ابی بکرة معاً رضی الله تعالیٰ عنهما۔

ترجمہ: جو اپنے باپ کے سوا کسی دوسرے سے اپنا نسب ملائے تو اس پر جنت حرام ہے۔ یہ حدیث حضرت امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ نے حضرت سعد اور ابی بکرہ دونوں حضرات سے ایک ساتھ روایت کیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

۲- آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

من ادعیٰ الیٰ غیر ابیه فعلیه لعنة الله والملئکة والناس اجمعین لا یقبل الله منه یوم القیمة صرفا ولا عدلا۔ رواه الستة الا ابن ماجة عن امیر المومنین علی کرم الله تعالیٰ وجهه وصدره احمد و ابن ماجة وابن حبان عن ابن عباس رضی الله تعالی عنهما۔

ترجمہ:- جو دوسروں کو اپنا باپ بنائے، اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ اس کا فرض قبول کرے، نہ نفل۔ یہ حدیث ابن ماجہ کے سوا اصحاب صحاح ستہ نے مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور اس کا ابتدائی حصہ امام احمد، ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

فصل اول

سیدنا آدم علیہ السلام

سے سیدنا محمد رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک کانسب

دیوان النسب نامی کتاب میں مذکور ہے کہ طوفان نوح کے بعد سارے انسانوں کا نسب سیدنا نوح علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ حضرت نوح کے چار صاحبزادے تھے۔ ایک صاحبزادے جو طوفان نوح میں ہلاک ہوگئے، اس کا نام ایک روایت کے مطابق یام تھا اور دوسری روایت کے مطابق کنعان۔ باقی تین صاحبزادے یہ ہیں:

۱-حام،۲-سام،۳-یافث-دنیا کے سارے انسان انہیں تینوں حضرات کی نسل سے ہیں۔

حضرت سام بن نوح کے پانچ بیٹے تھے:

۱-ارفخشد،۲-ارم،۳-لا،۴-غیلان،۵-ثمود-ان میں صرف ارم کے سترہ بیٹے تھے،۱-طسم،۲-جدیس،۳-ویاد،۴-عاد،۵-ثمود،۶-صحار،۷-ہاشم،۸-عیل، ۹-عملیق،۱۰-جرہم،۱۱-امیم،۱۲-ماش،۱۳-عشیر،۱۴-حول،۱۵-عبوص،۱۶-طعم، ۱۷-نعمان۔

حضرت حام بن نوح کے دس صاحبزادے تھے:

۱-کوش،۲-قبط،۳-وغا،۴-شخیشا،۵-نوبہ،۶-زنج،۷-ہند، ۸-سند، ۹-مصر،۱۰-کنعان۔

حضرت یافث بن نوح کے تیس صاحبزادے تھے:

۱-کیومرث، ۲-مفوغ، ۳-قرابس، ۴-شویا،۵-حوان،۶-سوسل۔ ۷-تارخ،۸-ماو،۹-لاوی،۱۰-داران،۱۱-عافور،۱۲-بوحام،۱۳-قصصہ۔۱۴-حومردی، ۱۵-طماوی،۱۶-صماوی،۱۷-طلبان،۱۸-ہمدان،۱۹-خراسان،۲۰-خوارزم،۲۱-قریہ، ۲۲-قبوس،۲۳-زیدمرد۔

ان حضرات کے نام سے منسوب یہ سارے ملک اور علاقے مشہور ہیں۔

بعض صاحبان کہتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ایک صاحبزادے اور تھے جن کا نام ہرطاطل تھا۔ ان کے چار صاحبزادے تھے:۱-دمشق،۲-ارغار، ۳-خامس،۴-کابل۔ان چاروں صاحبزادوں کی نسلیں دیار چین میں اب تک موجود ہیں اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت نوح کے جو صاحبزادے طوفان میں ہلاک ہوئے تھے، وہ ہرطاطل تھے۔

ہمارے حضور رسول اللہ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارفخشد بن سام کی نسل میں آتے ہیں۔ ارفخشد کے دو صاحبزادے تھے:۱-قینان۔۲-ہود پیغمبر علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام کے ایک صاحبزادے تھے: شالخ-ایک روایت یہ ہے کہ ارفخشد کے دو صاحبزادے تھے: شالخ اور قینان-ہمارے حضور، حضرت شالخ کی نسل سے ہیں۔ حضرت شالخ کے ایک صاحبزادے تھے جنہیں عابر یا فالغ کہتے ہیں۔ دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت شالخ کے صاحبزادے عابر نہیں بلکہ حضرت ہود علیہ السلام ہیں اور عبرانی زبان آپ سے ہی منسوب ہے۔ باقی حضرات میں سے بیشتر کی زبان سریانی رہی۔

حضرت ابوالفتح جامع المعارف میں بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ہود علیہ السلام حضرت عاد کے خاندان سے تھے اور ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عابر کی نسل میں ہیں۔ حضرت عابر کے دو صاحبزادے تھے: قحطان اور قالع۔ قحطان کی بیشتر نسلیں دیار یمن میں رہیں۔ قحطان کے ایک صاحبزادے یعرب تھے۔ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے عربی زبان آپ نے استعمال فرمائی۔ بیشتر قبائل عرب قحطان کی نسل سے ہیں۔ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت قالع کی نسل سے ہیں۔

حضرت قالع کے چار صاحبزادے تھے:

۱-ارغو،۲-قینان،۳-بشریٰ،۴-مدبر[۱] ہمارے حضور، حضرت ارغو کی شاخ میں آتے ہیں۔ حضرت ارغو کے پانچ صاحبزادے تھے : ۱-ساروغ، ۲-نعمان،۳-بہران،۴-طاشم،۵-طولارق،[۲] ہمارے حضور حضرت ساروغ کی

نسل سے ہیں۔ حضرت ساروغ کے ایک صاحبزادے ناحور تھے۔ حضرت ناحور کے دو صاحبزادے تھے: تارخ اور عوص۔[۳]

سیدنا ایوب علیہ السلام حضرت عوص کے صاحبزادگان میں شمار ہوتے ہیں۔ ابو علی طہٰ جامع المعارف میں مجمع البیان کی یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام حضرت عوص کے فرزندوں میں نہیں ہیں بلکہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کے فرزندوں میں آتے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی صاحبزادی آپ کے عقد میں تھیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت لاقان علیہ السلام کے بھانجے تھے۔

ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت تارخ کی نسل میں آتے ہیں۔ حضرت تارخ کے تین صاحبزادے تھے:۱-حضرت ابراہیم علیہ السلام،۲-ماجو،۳-ریان، ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی شاخ میں آتے ہیں۔[۴] حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آٹھ صاحبزادے تھے:۱-حضرت اسمٰعیل، ۲-حضرت اسحٰق،۳-سیوح،۴-یمشاق،۵-مدان،۶-مدیان،۷-زمران ۸-تقشان۔ [۵] حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت مدیان کے فرزندوں میں آتے ہیں۔ ہمارے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ایک صاحبزادے قیدار تھے اور حضرت قیدار کے ایک صاحبزادے حمل تھے، حضرت حمل کے ایک صاحبزادے تھے، ہیت نام تھا۔ ان کے ایک صاحبزادے سلامان تھے۔ اور سلامان کے ایک صاحبزادے الہمیع اور ان کے ایک صاحبزادے اُدنامی تھے۔ حضرت اُد کے ایک صاحبزادے حضرت عدنان تھے۔

مشہور سیرت نگار محدث محمد بن اسحٰق مطلبی سیرۃ النبی میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے پندرہ صاحبزادگان تھے:

۱-ثابت، ۲-طیب، ۳-اومیل، ۴-متی، ۵-ماشی، ۶-ماو، ۷-دان، ۸-بطواس، ۹-ضمار، ۱۰-نفقدار، ۱۱-صیع، ۱۲-ضمع، ۱۳-رعد، ۱۴-نبود، ۱۵-کام۔

[۶] ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ثابت کی نسل سے ہیں۔ حضرت ثابت

کے بیٹے تشخیشب ہیں، ان کے بیٹے یعرب، یعرب کے بیٹے شرح، شرح کے بیٹے ماخود، ماخود کے بیٹے مقوم آذر اور آذر کے بیٹے عدنان ہیں۔ راویوں کی کثرت اختلاف کی وجہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کــــذب النسّابون من عدنان۔ جس نے عدنان سے آگے نسب نامہ بیان کیا، اس کا یہ بیان درست نہیں۔ حضرت عدنان کے بارہ بیٹے تھے:

۱-معد، ۲-عک، ۳-ابی، ۴-نعمان، ۵-ضحاک، ۶-مذہب، ۷-عرن، ۸-شہر، ۹-برایا، ۱۰-وحو، ۱۱-ازد، ۱۲-حبب [۷] ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت معد کے خاندان سے ہیں۔ حضرت معد کے بیٹے نزار ہیں۔ حضرت نزار کے چار صاحبزادے ہیں: ۱-مضر، ۲-ربیعہ، ۳-ایاد، ۴-انمار۔ [۸] ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت کے مضر خاندان سے ہیں۔ حضرت مضر کے دو صاحبزادے تھے: الیاس اور عیلان۔ [۹] عیلان کی نسل سے بے شمار قبائل عرب ہیں۔ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت الیاس کی نسل سے ہیں۔

حضرت الیاس کے تین صاحبزادے تھے: ۱-عمرو، ۲-عامر، ۳-عمیر۔ [۱۰] ان کی والدہ کا نام لیلیٰ تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک دن اتفاقاً ان کے اونٹ گم ہو گئے۔ عمرو، عامر اور ان کی والدہ لیلیٰ اونٹ کی تلاش میں نکلیں۔ حضرت الیاس نے اپنی اہلیہ لیلیٰ سے فرمایا: کیا بات ہے کہ بھاگی چلی جارہی ہو؟ حضرت الیاس کو معاملے کا بالکل خیال نہیں تھا۔ آپ کے بیٹے عامر نے خرگوش کا شکار کیا اور عمرو اونٹوں کو کنوئیں سے واپس لے آئے۔ تب عمرو نے عامر سے کہا: میں نے اونٹوں کا سراغ لگایا ہے، اس لئے تمہارے شکار کو میں پکاؤں گا۔ اسی دن سے عمرو کا لقب مدرکہ پڑ گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت مدرکہ کی نسل سے ہیں۔ حضرت مدرکہ کے دو بیٹے تھے: خزیمہ اور ہذیل۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت خزیمہ کے نسل سے ہیں۔ حضرت خزیمہ کے تین بیٹے تھے: ۱-کنانہ، ۲-اسد، ۳-ہتول۔ [۱۱] حضور کنانہ کی شاخ سے ہیں۔ حضرت کنانہ کے پانچ بیٹے تھے: ۱-نضر، ۲-عبد مناف، ۳-عمر، ۴-ملکان،

۵-مالک۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نضر کے خاندان سے ہیں۔ حضرت نضر کے دو بیٹے تھے: مخلد اور مالک۔

حضرت مالک کے ایک بیٹے فہر تھے جن کا لقب قریش تھا۔ [۱۲] لفظ قریش تقرش سے ماخوذ ہے۔ تقرش کا معنی تجارت اور مال جمع کرنا ہے۔ چونکہ حضرت فہر تجارت کے ساتھ خصوصی وابستگی رکھتے تھے، اسی سبب سے ان کو لوگ قریش کہنے لگے۔ مبرد نے دوسری وجہ بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ قرش کا معنی متفرق ہونے کے بعد جمع کرنا ہے۔ چونکہ یہ لوگ منتشر ہونے کے بعد اکٹھا ہو گئے تھے، اس لئے اس قبیلے کو قریش کہنے لگے۔ [۱۳] حضرت فہر کے چار صاحبزادے تھے: ۱-غالب، ۲-محارب، ۳-عمر، ۴-حارث، رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت غالب کی نسل سے ہیں۔ حضرت غالب کے دو صاحبزادے تھے: بلاذر اور لوئی۔ [۱۴] ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت لوئی کی شاخ سے ہیں۔ حضرت لوئی کے آٹھ بیٹے تھے: ۱- کعب، ۲-سامر، ۳-عامر، ۴-خزیمہ، ۵-سعد، ۶-حارث، ۷-عوف، ۸-حشم۔ [۱۵] ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت کعب کے خاندان میں آتے ہیں۔ حضرت کعب کے چار بیٹے تھے: ۱-مرّہ، ۲-عدی، ۳-حصیص، ۴-عمر۔ [۱۶] ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت مرّہ کی نسل سے ہیں۔ حضرت مرّہ کے تین بیٹے تھے: ۱-حکیم/کلاب، ۲-تیم، ۳-قصہ/یقظہ۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیم کے خاندان میں آتے ہیں۔ ہمارے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت کلاب کی نسل میں شامل ہیں۔ [۱۷] حضرت کلاب کے دو بیٹے تھے: قصی اور زہرہ۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت قصی کی نسل سے ہیں۔ [۱۸] قصی کے چار بیٹے تھے: ۱-عبد مناف، ۲-عبدالقصی، ۳-عبدالعزیز/عبدالعزیٰ، ۴-عبدالدار۔ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عبد مناف کے خاندان سے ہیں۔ حضرت عبد مناف کے چار بیٹے تھے: ۱-ہاشم، ۲-عبدالشمس، ۳-امیہ، ۴-مطلب، [۱۹] حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیہ کے خاندان سے ہیں۔ اور امام شافعی حضرت مطلب کی نسل سے

ہیں۔ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ہاشم کے خاندان سے ہیں۔ حضرت ہاشم کے چھ صاحبزادے تھے: ۱-عبدالمطلب، ۲-فضیلہ، ۳-ابوصیفی، ۴-اسداللہ، ۵-علی، ۶-اسد۔ [۲۰] حضرت علی مرتضیٰ کی والدہ فاطمہ اسد کی بیٹی تھیں اور ہمارے حضور حضرت عبدالمطلب کی نسل سے ہیں۔ حضرت عبدالمطلب کے چودہ بیٹے تھے: ۱-عبداللہ، ۲-ابوطالب، ۳-حمزہ، ۴-عباس، ۵-عوام، ۶-امیہ، ۷-عبدالعزیز، ۸-عبدالکعب، ۹-حشم، ۱۰-حارث، ۱۱-زبیر، ۱۲-عبراق، ۱۳-مقوم، ۱۴-ضرار۔ [۲۱] ہمارے رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عبداللہ کی نسل سے ہیں۔ سلسلۂ نسب یہ ہے:

محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب بن هاشم بن عبدالمناف بن قصی بن كلاب بن مره بن كعب بن لوی بن غالب بن فهربن مالك بن نضر بن كنانة بن خزيمه بن مدركه بن الياس بن مضر بن نزاربن معد بن عدنان بن عاد/اُدبن الميع بن سلامان بن ححل بن قيدار بن اسمٰعيل بن ابراهيم بن آذر بن تارخ بن ناحور بن ساغروغ بن ارغوبن قالع بن عامر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوحؑ بن لمك بن موسلخ بن اخنوتش بن يردبن مهليل بن قينان بن انوش بن شيث بن ادم عليه الصلوة والسلام۔ [۲۲]

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے ایک صاحبزادے شیث علیہ السلام تھے۔ حضرت شیث کے صاحبزادے انوش قینان تھے۔ انوش قینان کے صاحبزادے مہلائیل/اہلیل تھے۔ مہلائیل کے صاحبزادے یارد تھے۔ یارد کے صاحبزادے ادریس/اخنوش علیہ السلام تھے۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے صاحبزادے متوسلخ تھے۔ متوسلخ کے صاحبزادے لمک تھے۔ لمک کے صاحبزادے حضرت نوح علیہ السلام تھے۔ حضرت نوح کے بیٹے ارفخشذ تھے۔ ارفخشذ کے بیٹے حضرت ہود علیہ السلام تھے۔ حضرت ہود کے بیٹے سالخ، سالخ کے بیٹے فالغ، فالغ کے بیٹے اشروع، اشروع کے بیٹے ارغو، ارغو کے بیٹے آذر، آذر کے بیٹے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ

السلام تھے۔ حضرت ابراہیم کے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہما السلام، حضرت اسمٰعیل کے صاحبزادے قیسار قیدار، قیسار کے بیٹے حجل، حجل کے بیٹے ہیت، ہیت کے بیٹے ہمیع، ہمیع کے بیٹے عداد، عداد کے بیٹے عدنان، عدنان کے بیٹے معد، معد کے بیٹے نزار، نزار کے بیٹے مضر، مضر کے بیٹے الیاس علیہ السلام تھے۔ حضرت الیاس کے بیٹے مدرکہ، مدرکہ کے بیٹے خزیمہ، خزیمہ کے بیٹے کنانہ، کنانہ کے بیٹے قریشت، قریشت کے بیٹے مالک، مالک کے بیٹے فہر، فہر کے بیٹے غالب، غالب کے بیٹے لوئی، لوئی کے بیٹے کعب اور حارث، حارث کے بیٹے وفیہ، وفیہ کے بیٹے لہب، لہب کے بیٹے حوزح، حوزح کے بیٹے عبداللہ، عبداللہ کے بیٹے عامر، عامر کے بیٹے ابوعبیدہ تھے۔

کعب بن لوی کے دو بیٹے تھے: مرّہ اور عدی۔ عدی کے بیٹے رواخ، رواخ کے بیٹے فرط، فرط کے بیٹے عبداللہ، عبداللہ کے بیٹے ریاح، ریاح کے بیٹے عبدالعزیٰ، عبدالعزیٰ کے بیٹے سفل، سفل کے دو بیٹے: عمر اور خطاب تھے۔ عمر کے بیٹے زید اور زید کے بیٹے سعید تھے۔ خطاب کے بیٹے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلیفہ ثانی تھے۔

کعب کے ایک بیٹے ثمیر تھے۔ ثمیر کے بیٹے سعد، سعد کے بیٹے کعب، کعب کے بیٹے عمر، عمر کے بیٹے عثمان، عثمان کے بیٹے عبداللہ، عبداللہ کے بیٹے طلحہ تھے۔

کعب کے بڑے بیٹے مرّہ تھے۔ حضرت مرّہ کے تین بیٹے تھے: ۱-ہر، ۲-زہرہ، ۳-کلاب، حضرت کلاب کے ایک بیٹے سعد، سعد کے بیٹے کعب، کعب کے بیٹے عثمان، عثمان کے بیٹے ابوقحافہ، ابوقحافہ کے صاحبزادے ہیں حضور کے خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

زہرہ بن مرّہ کے بیٹے عبدالمناف، عبدالمناف کے بیٹے لہب، لہب کے بیٹے مالک، مالک کے بیٹے ابی وقاص، ابو وقاص کے بیٹے سعد تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

کلاب بن مرّہ کے تین بیٹے تھے: زہرہ، ۲-عبدالعزیٰ، ۳-قصی۔ زہرہ کے بیٹے حارس، حارس کے بیٹے عبدالعوف، عبدالعوف کے بیٹے عوف، عوف کے بیٹے

حضرت عبدالرحمن تھے۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

کلاب کے دوسرے بیٹے عبدالعزیٰ کے بیٹے تھے۔اُد: یہ کثیرالعیال تھے۔ اُد کے بیٹے تھے اسد، اسد کے بیٹے خویلد، خویلد کے بیٹے عوّام، عوّام کے بیٹے تھے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

کلاب کے تیسرے بیٹے قصی کے بیٹے تھے عبدالمناف۔عبدالمناف کے چار بیٹے تھے:۱-ہاشم،۲-عبدالشمس،۳-امیہ،۴-مطلب۔مطلب کے بیٹے خویلد، خویلد کے بیٹے عامر، عامر کے بیٹے عفّان، عفّان کے بیٹے ہیں، حضور کے تیسرے خلیفہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

مطلب کی نسل سے ہی حضرت امام شافعی ہیں۔ہمارے حضور رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ہاشم کی نسل سے ہیں۔حضرت ہاشم کے بیٹے ہیں: ۱-عبدالمطلب، ۲-فضیلہ، ۳-ابوصیفی، ۴-اسداللہ، ۵-علی، ۶-اسد۔ حضرت علی مرتضیٰ کی والدہ ماجدہ فاطمہ اسد کی بیٹی تھیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عبدالمطلب کی نسل سے ہیں۔

حضرت عبدالمطلب کے چودہ صاحبزادے تھے:۱-عبداللہ،۲-ابوطالب، ۳-حمزہ، ۴-عباس، ۵-عوام، ۶-امیہ، ۷-عبدالعزیز، ۸-عبدالکعب، ۹-حشم، ۱۰-حارث، ۱۱-زبیر،۱۲-عبراق،۱۳-مقوم،۱۴-ضرار۔سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عبداللہ کے شاہزادے ہیں۔حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ابوطالب کے صاحبزادے ہیں۔حضرت ابوطالب کے تین صاحبزادے تھے:۱-حضرت جعفر طیار جو حضرت علی کے بڑے بھائی ہیں۔۲-حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، ۳-حضرت عقیل جو حضرت علی کے چھوٹے بھائی ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثیرالعیال تھے۔آپ کے فرزندوں کی کثیر تعداد ہے۔چنانچہ عباسی حضرات کا طبقہ مشہور ہے کہ اکثر ائمہ سادات ان کی چیرہ دستیوں کا شکار رہے ہیں۔اسی طرح حمزہ، عوام، امیہ، عبراق، زبیر، حارث، حشم، عبدالکعب،

عبدالعزیز، مقوم، ضرار سبھی کی نسلیں خوب خوب پھیلیں۔ان میں سے ہر ایک شاخ کا جداگانہ تفصیلی بیان طوالت کا باعث ہوگا۔

بہرکیف! سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور حضرات خلفائے راشدین کی نسبت کی وجہ سے ہی اہل قریش کو اعزاز نصیب ہوا، ورنہ سارا قبیلہ صاحب تجارت نہیں تھا۔لیکن جس وقت ذات پاک صاحب لولاک محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبیلہ قریش میں جلوہ گر ہوئی، سبھی اہل قریش رئیس اور مالدار ہوگئے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود حضرات صحابہ کرام کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ عشرہ مبشرہ قطعی یقینی طور سے جنتی ہیں۔ان سے دشمنی، خود خدائے تعالیٰ سے دشمنی مول لینا ہے۔خاتون جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں ارشاد فرمایا:الفاطمة بضعة منی ومن اذاها فقد اذانی ومن اذانی فقد اذیٰ الله۔ [۲۳] فاطمہ میری جگر گوشہ ہے، جو اسے اذیت دے گا، وہ مجھے اذیت پہنچائے گا اور جو مجھے اذیت دے گا، وہ اللہ کی سخت ناراضگی میں گرفتار ہوگا۔

دوسری جگہ ارشاد رسالت ہے:علی میرا جگر گوشہ ہے۔

حضرات اہل بیت کے بارے میں ایک جگہ ارشاد رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے:مثل اهل بیتی کسفینة نوح، من رکب فیها نجیٰ ومن تخلف عنها غرق۔ [۲۴] میرے اہل بیت سفینۂ نوح کی مانند ہیں۔جو اس سفینہ پر سوار رہا، نجات پا گیا اور جو اس سے علیحدہ ہوا، وہ ڈوب گیا۔اس لئے اہل بیت کی محبت کے بغیر کسی کا اسلام معتبر نہ ہوگا۔

رسول گرامی وقار محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام کے نسب اور افراد خاندان کے بارے میں تاریخ کی کتابوں میں جو تفصیلات مجھے ملیں، میں نے مختصر تحریر کردیں۔ جسے تحقیق مطلوب ہو، وہ تاریخ اور سیرت کی کتابوں سے رجوع کرے۔

حضرات انصار مدینہ کا تعارف:

حضرات انصار کی کئی تعبیریں ہیں:

☆ انصار انہیں کہتے ہیں جو رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے ان نشانیوں پر ایمان لا چکے ہوں جو توریت، انجیل، زبور اور دیگر انبیائے کرام کے صحیفوں میں بیان ہوئی ہیں۔ان تمام کتابوں میں یہ خوش خبری موجود ہے کہ پیغمبر آخرالزماں احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائیں گے اور حضور کے آثار اور نشانیاں بھی ان کتابوں میں درج ہیں۔پس یہ انصار حضرات ان تمام آسمانی کتابوں میں بیان شدہ محامد مصطفوی سن کر آپ کی ولادت سے پہلے آپ پر ایمان لا چکے تھے۔

☆ انصار کی دوسری تعریف یہ ہے کہ انصار وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضور کے ساتھ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی سمت ہجرت نہیں کی اور نہ حضور سے بالمشافہ ملاقات ہوئی لیکن حضور کے کمالات اور مناقب کا چرچا لوگوں کی زبانی سنا تو حضور کی زیارت سے پہلے ہی آپ پر ایمان لے آئے۔لیکن یہ حضرات مجہول النسب ہیں اور سماج میں شرافت واعزاز کا وہ معیار نہیں رکھتے جو اہل بیت اور اشراف عرب کو حاصل ہیں۔ان کے گروہ میں کم رتبہ پیشہ سے وابستہ افراد بھی ہیں جیسے نور باف، نداف، لوہار، حجام وغیرہ، کچھ لوگ تجارت پیشہ بھی ہیں۔حالانکہ ارشاد رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے:کل المومنین اخوة[۲۵] سارے اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔لیکن اہل قریش ان سے قرابت اور رشتہ داریاں نہیں قائم کرتے۔حالانکہ حضور نے ان سے مواخات قائم فرمادی تھی اور فرمایا تھا کہ اپنی بچیاں ان کے خاندان میں اور ان کی بچیاں اپنے خاندان میں لیا دیا کرو۔لیکن پھر بھی اہل قریش میں ان کے ساتھ قرابت داری قائم کرنے کا عام رجحان نہیں۔بعض مفلس اہل قریش نے ان کی بچیوں سے رشتہ داریاں قائم کی ہیں۔[۲۶]

مہاجرین صحابہ انہیں کہتے ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ ہجرت کی۔

حواشی

[۱] مرآۃ الانساب میں بھی حضرت قالع/ فالغ کے چار صاحبزادوں کا تذکرہ ہے لیکن نام مختلف ہیں: ۱-شیری۔۲-سلکان۔۳-سیحان۔۴-مدبر[ص ۱۱۸]

[۲] مرآۃ الانساب میں حضرت ارغو[عمر ۲۳۹ سال] کے پانچ صاحبزادے ہی مذکور ہیں لیکن نام یہ ہیں:۱-بہرام۔۲-یعمان۔۳-طولان۔۴-طاشم۔اسرغ۔[ص ۱۱۷]

[۳] مرآۃ الانساب میں حضرت ناحور کے تین صاحبزادوں کا ذکر ہے:۱-غوص۔ ۲-سیقال۔۳-حاران۔ حضرت ناحور کی عمر ۲۴۸ سال تھی [ص ۱۱۵]

[۴] توریت کے مطابق تارخ کے تین صاحبزادوں کے نام یہ تھے:۱-ابراہیم، ۲-ناحور،۳-ہاران، ہاران اپنے اکلوتے صاحبزادے حضرت لوط کو چھوڑ کر اپنے والد کی زندگی میں ہی دنیا سے رخصت ہوا۔[خاندان مصطفےٰ، علامہ سید محمد سعید الحسن قادری، ص-۳۰-اسلامک پبلشر، دہلی]

ابن خلدون کے بیان کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہمراہ آپ کے والد تارخ، بھائی ناحور بن تارخ، اس کی بیوی ملکا بنت ہاران، حضرت ابراہیم کے بھتیجے حضرت لوط علیہما السلام اور حضرت سارہ نے مقام حران کو ہجرت کی۔حران میں ہی دو سو پچاس سال کی عمر میں تارخ کا انتقال ہوگیا۔[خاندان مصطفےٰ، ص ۳۹]

[۵] حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں حضرت ہاجرہ سے ۱-حضرت اسماعیل، حضرت سارہ سے، ۲-حضرت اسحاق علیہم السلام تولد ہوئے۔حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قطورا بنت کنعانیہ سے عقد فرمایا۔ توریت کے مطابق اس کے بطن سے چھ لڑکے،۳-زمران،۴-یقشان،۵-مران،۶-مدین، ۷-اشبق، ۸-شوخ سدا پیدا ہوئے۔ابن خلدون، علامہ سہیلی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چوتھی اہلیہ حجین یا حجون بنت اہیب سے پانچ بیٹے:

۹-کیسان، ۱۰-فروخ، ۱۱-امیم، ۱۲-طوفان، ۱۳-نافس پیدا ہوئے۔

علامہ طبری کے بیان کے مطابق آپ کی اہلیہ قطورا سے می قشان پیدا ہوئے، باقی پانچ بیٹے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ رعوہ سے پیدا ہوئے۔ ابن خلدون کے بیان کے مطابق کل صاجزادوں کی تعداد تیرہ ہوئی۔ حضرت ہاجرہ سے حضرت اسماعیل، حضرت سارہ سے حضرت اسحاق، قطورا سے چھ صاجزادے، اور پانچ صاجزادے بروایت سہیلی، حجین یاحجون سے اور بروایت طبری رعوہ سے پیدا ہوئے۔ [خاندان مصطفےٰ علامہ سید محمد سعید الحسن قادری، ص ۴۷-۴۸]

[۶] توراۃ کی کتاب پیدائش، باب ۲۵/ میں ہے:

حضرت اسماعیل کے بیٹوں کے نام یہ ہیں: نبایوت/ نابت، ۲-قیدار، ۳-ادبئیل، ۴-میسام، ۵-مشماع، ۶-دومہ، ۷-مسا، ۸-حدد، ۹-تیما، ۱۰-یطور، ۱۱-نفیس، ۱۲-قدمہ، انہیں کے ناموں سے بستیاں نامزد ہوئیں اور یہی بارہ بیٹے اپنے اپنے قبیلے کے سردار ہوئے۔ اس بات سے اختلاف ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان صاجزادگان میں سے کس کی نسل میں ہیں۔ ابن ہشام نے نابت بن اسماعیل کو حضور کا جدا علیٰ بتایا ہے۔ بعض کے نزدیک قیدار بن اسماعیل جدا علیٰ ہیں [خاندان مصطفےٰ، ص ۶۳]

[۷] صاحب مرآۃ الانساب نے حضرت عدنان کے پندرہ صاجزادے شمار کرائے ہیں: ۱-مذہب، ۲-اُدّ، ۳-عَیّ، ۴-ثقلب، ۵-اَبین، ۶-اُرد، ۷-عدان، ۸-تہب، ۹-اُبَی، ۱۰-رویث، ۱۱-عدی، ۱۲-ذیب، ۱۳-نعمان، ۱۴-عک، ۱۵-ضحاک، [مرآۃ الانساب، ص ۶۰]

بعض نے صرف دو صاجزادے گنائے ہیں: ۱-معد، ۲-عک۔ معد ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جدا علیٰ ہیں اور عک یمن کی جانب ہجرت کر گئے اور وہیں صاحب سلطنت بنے۔ حضرت معد کے دو صاجزادے تھے: ۱-نزار، ۲-قنص جن کی اولاد قنصی کہلاتی ہے۔

[۸] ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ جب نزار کا بھائی قنص بن معد عرب کا حکمراں

بنا تو اس نے نزار کو حرم مکہ سے نکال دینے کا ارادہ کیا تاکہ اس کی حکومت کو خطرہ نہ رہے۔ یہ دیکھ کر اہل مکہ نے حضرت نزار کی بزرگی اور شرافت کے پیش نظر خود قنص کو مکہ سے نکال دیا اور حکومت حضرت نزار کے حوالے کردی۔ نزار نے سودہ بنت عک بن الریث بن عدنان سے شادی کی جس سے مضر اور ایاد پیدا ہوئے۔ حضرت نزار کی دوسری شادی خدالہ بنت وعلان جرہمی سے ہوئی جس سے ربیعہ اور انمار پیدا ہوئے۔ وفات کے وقت حضرت نزار نے اپنی ملکیت اپنے چاروں صاجزادوں میں تقسیم کردی۔ قبہ حمراء کو دیا، ایاد کو جملہ وعصا، ربیعہ کو فرس اور انمار کو حمار دیا۔ [خاندان مصطفےٰ، ص ۶۵]

[۹] چونکہ آپ کے والد نے آپ کو قبہ حمراء یعنی یاقوت وغیرہ سرخ چیزیں عطا کی تھیں، اس لیے آپ کو مضر حمراء بھی کہا جاتا ہے حدی خوانی آپ ہی کی ایجاد ہے، بہت خوش آواز تھے۔ ملت براہیمی پر قائم تھے۔ حکومت وریاست آپ ہی کے خاندان میں رہی۔

[۱۰] حضرت الیاس بن مضر نے سب سے پہلے خانہ کعبہ کی طرف ہدی بھیجی۔ آپ اپنی پشت مبارک سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تلبیہ کی آواز سنا کرتے تھے۔ آپ کی اہلیہ خندف، ابن خلدون نے ان کے نام: ۱-مدرکہ، ۲-قمعہ، ۳-طابخہ بتائے ہیں۔ ہوسکتا ہے۔ عمر، عامر، عمیر اصلی نام ہوں اور مدرکہ، قمعہ، طابخہ عرفی القاب ہوں۔ قبیلۂ بنوتمیم طابخہ/عمیر کی نسل سے ہے [خاندان مصطفےٰ، ص ۶۶-۶۷]

[۱۱] ابن ہشام نے حضرت خزیمہ کی کنیت ابوالاسد اور آپ کی اولاد کی تعداد چار بتائی: ۱-کنانہ، ۲-اسد، ۳-اسدہ، ۴-ہون، ام المومنین حضرت زینب وودانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسد بن خزیمہ کے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔

اور حضرت کنانہ کے بیٹوں کی تعداد ابن ہشام نے چار بتائی ہے: ۱-نضر، ۲-مالک، ۳-عبد مناف اور ۴-ملکان۔

[۱۲] حضرت مالک کے دوسرے صاجزادے کا نام حارث یا حرث تھا۔

[۱۳] قریش کس کا لقب ہے اور اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے، اس سلسلے میں ارباب سیرت کے مختلف اقوال ہیں۔ ابن ہشام فرماتے ہیں کہ نضر بن کنانہ کا لقب قریش ہے۔ دوسرے

حضرات کہتے ہیں حضرت نضر کے پوتے حضرت فہر بن مالک بن نضر کو قریش کہتے ہیں۔ جمہور اسی دوسرے قول کو اختیار کرتے ہیں۔ ابن خلدون نے دونوں طبقے کے درمیان تطبیق پیدا کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ دراصل نضر ہی کا نام قریش تھا۔ چونکہ بنونضر میں سوائے فہر کے کسی کی بھی نسل نہیں چلی، اس لیے اولاد فہر ہی بنونضر اور بنوقریش ہے اور اسے اس لقب سے زیادہ شہرت نصیب ہوئی۔

حضرت فہر کے صاجزادگان کے بارے میں ابن اسحاق اور ابن ہشام کی روایت یہ ہے کہ چار صاجزادے تھے: ۱-غالب، ۲-محارب، ۳-حارث، ۴-اسد۔ ابن خلدون نے صرف تین صاجزادوں کے نام ذکر کیے: غالب، محارب اور حارث۔ یہ صاجزادگان لیلیٰ بنت سعد بن ہذیل بن مدرکہ کے بطن سے تھے۔

قریش کی دو وجہ تسمیہ حضرت مصنف نے ذکر کی۔ سب سے مشہور وجہ یہ ہے کہ قریش عربی زبان میں ایک قسم کی مچھلی کو کہتے ہیں جسے کلب البحر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ اتنی توانا ہوتی ہے کہ پانی کے اندر جانوروں کو اپنے دانت سے تلوار کی طرح کاٹ دیتی ہے۔ چونکہ حضرت فہر بہت توانا، بہادر، معزز اور فن حرب وضرب میں طاق تھے، اس لیے انہیں قریش کہا جانے لگا۔

تاریخ ابن اثیر میں ہے کہ ان کے زمانہ میں یمن کا حاکم حسان نے مکہ مکرمہ پر حملہ کیا تاکہ خانہ کعبہ کو منہدم کرکے اس کا ملبہ یمن لے جائے اور اسی ملبہ سے وہاں خانۂ کعبہ تعمیر کردے۔ حضرت فہر نے اپنے بھائیوں اور دیگر متعلقین سے مل کر قائدانہ حیثیت سے بڑی بہادری اور دلیری کے ساتھ یمنی فوج کا مقابلہ کیا اور حسان کو شکست دے کر گرفتار کرلیا۔ تین سال تک قید میں رکھنے کے بعد فہر نے اسے آزاد کردیا اور وہ یمن جاتے ہوئے راستہ میں مرگیا۔ اس سے فہر کی عظمت وشوکت کا دبدبہ پورے عرب پر قائم ہوگیا [خاندان مصطفےٰ، ص ۶۹-۷۰]

[۱۴] حضرت غالب کی کنیت ابوتیم تھی۔ ابن ہشام نے ان تین صاجزادوں کے نام ذکر کیے ہیں: ۱-لوئی، ۲-تیم الادرم، ۳-قیس۔ یہ تینوں سلمیٰ بنت کعب بن عمرو کے بطن سے تھے۔

[۱۵] مدارج النبوۃ میں تحریر ہے کہ لوئی، لائی کی تصغیر ہے جس کا معنی خوب عیش وعشرت سے زندگی گذارنا ہے۔ ابن اسحاق نے حضرت لوئی کے صرف چار صاجزادے گنائے ہیں: ۱-کعب، ۲-عامر، ۳-سامہ، ۴-عوف، ابن ہشام نے ایک اور صاجزادے حارث بن لوئی کا بھی ذکر کیا ہے۔ کعب، عامر، سامہ کی والدہ ماویہ بنت کعب بن القین بن جسر خزاعیہ تھیں۔

[۱۶] ابن اسحاق، ابن ہشام نے حضرت کعب کے تین صاجزادے: ۱-مرہ، ۲-عدی، ۳-حصیص ذکر کیے ہیں جن کی والدہ وحشیہ بنت شیبان بن محارب بن فہر تھیں۔ بعض روایت میں۔ ۴-سہم، ۵-اور جمح کو بھی آپ کی اولاد میں شامل کیا گیا ہے، حضرت فاروق اعظم، حضرت ابوعبیدہ، حضرت عمرو بن العاص، حضرت ہشام بن العاص، حضرت عبداللہ بن حذافہ جیسے مشاہیر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سلسلۂ نسب بھی حضرت کعب سے جاملتا ہے۔ حضرت کعب کی عظمت اور وجاہت معاشرے میں اس قدر تھی کہ آپ کی ولادت کے حساب سے سالوں کی تعیین کی جاتی تھی جیسے سن عیسوی اور سن ہجری رائج ہوئے۔ آپ کا سن پیدائش اصحاب فیل کے واقعے تک عرب میں جاری رہا [خاندان مصطفےٰ، ص ۷۱-۷۲]

[۱۷] آپ کی کنیت ابوزہرہ تھی اور نام حکیم تھا۔ آپ نے بہت سے شکاری کتے پال رکھے تھے، اس لیے کلاب کی عرفیت سے مشہور ہوگئے۔ حضرت سیدہ آمنہ آپ ہی کی پوتی تھیں۔

[۱۸] حضرت قصی کا نام زید تھا۔ جب آپ کی ولادت ہوئی تو آپ کی والدہ فاطمہ بنت سعد اپنے قبیلے سے بہت دور بلاد قضاعہ میں ٹھہری ہوئی تھیں۔ اس لیے آپ کو اس مناسبت سے قصی کہا جانے لگا جس کا مطلب دور ہونا ہے۔ آپ بہت جلیل الشان اور عظیم المرتبت صاحب حکم اور مطاع ومخدوم تھے۔ سرداری آپ کی میراث تھی۔ بنوقریش کی آپ نے شیرازہ بندی فرمائی، اس لیے آپ کا ایک مجمع بھی تھا۔ حجابہ، سقایہ، رفادہ اور دارالندوہ کی امیری اور جنگ کی پرچم کشائی کے باعظمت عہدے آپ کے سپرد تھے۔ ابن اسحاق اور ابن ہشام نے آپ کے چار صاجزادوں: ۱-عبد مناف، ۲-عبداللہ، ۳-عبدالعزیٰ،

۴-عبدالدار، اور دو صاحبزادیوں: ۱-تخمر اور برہ کا تذکرہ کیا ہے۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت زبیر بن العوام، حضرت ورقہ بن نوفل، حضرت مصعب بن عمیر، حضرت عبداللہ بن زمعہ، حضرت حکیم بن حزام بن خویلد کا نسب حضرت قصی سے جاملتا ہے۔ [خاندانِ مصطفیٰ، ص۷۳-۷۶]

[۱۹] حضرت عبدمناف کا اسم گرامی مغیرہ اور کنیت ابوالشمس تھی۔ مناف ایک بت کا نام تھا جسے منات بھی کہتے ہیں۔ اسی کی جانب منسوب کر کے لوگ آپ کو عبدمناف کہنے لگے۔ آپ بہت حسین وجمیل اور وجیہ وشکیل تھے، اس لیے آپ کا لقب قمرالبطحاء [بطحا کا چاند] پڑ گیا۔ آپ بہت سخی، خداترس اور حق شناس تھے۔ حضرت مغیرہ معروف بہ عبدمناف نے تین شادیاں فرمائیں۔ ایک شادی عاتکۃ الکبریٰ بنت مرہ بن ہلال سے ہوئی جن کے بطن سے: ۱-مطلب، ۲-ہاشم، ۳-عبدالشمس تین صاحبزادے اور ۴-عاضر، ۵-بزہ، ۶-ہنہ، ۷-ہالہ، ۸-قلابہ پانچ صاحبزادیاں تولد ہوئیں، دوسری شادی واقد بنت عامر بن عبد سے ہوئی جن سے، ۹-نوفل، ۱۰-ابوعمرو، ۱۱-ابوعبید تین بیٹے پیدا ہوئے۔ آپ کی تیسری اہلیہ ثقیفہ سے ایک صاحبزادی ریطہ پیدا ہوئیں۔ اس طور سے آپ کے چھ بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں لیکن ان چار صاحبزادوں کو زیادہ شہرت ملی: ۱-مطلب، ۲-ہاشم، ۳-عبدالشمس [یہ بنوامیہ کے جداعلیٰ ہیں، امیہ ان کے بیٹے کا نام ہے۔] ۴-نوفل- [خاندانِ مصطفیٰ، ص۷۷]

[۲۰] حضرت ہاشم کا اصل نام عمرو تھا اور آپ عمرو العلاء کے لقب سے مشہور تھے، بہت ہی خوبصورت اور صاحب جاہ وجلال تھے۔ مکہ معظمہ میں شدید قحط کے موقع سے آپ نے اپنے ذاتی مال سے روٹیاں خرید کر اس کا چورا بنا کر ثرید تیار کرایا اور سارے اہالیان مکہ کی دعوت فرمائی، اسی وقت سے آپ کا لقب ہاشم [چورا کرنے والا] پڑ گیا۔

آپ کے چار صاحبزادے تھے: ۱-شیبہ/ عبدالمطلب، ۲-ابوصیفی، ۳-فضل، ۴-اسد اور پانچ صاحبزادیاں تھیں: ۵-رقیہ، ۶-شفا، ۷-ضعیف، ۸-خالدہ، ۹-ہنہ۔ [خاندانِ مصطفیٰ، ص۷۹-۸۱]

[۲۱] حضرت عبدالمطلب کا اصل نام عامر اور لقب شیبہ تھا جس کا معنی سر کے بالوں کا

سفید ہونا ہے۔ چونکہ ولادت کے وقت آپ کے سر میں سفید بال تھے، اس لیے شیبہ کہا جانے لگا، چونکہ آپ عمدہ کردار اور روشن اوصاف کے مالک تھے، اس لیے آپ کو شیبۃ الحمد بھی کہا جاتا تھا۔ عبدالمطلب کہلانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے والد ماجد حضرت ہاشم نے مدینہ منورہ [یثرب] میں بنونجار کی ایک معزز خاتون سلمیٰ بنت عمرو سے نکاح فرمایا۔ ان کے بطن سے عامر معروف بہ شیبہ پیدا ہوئے۔ حضرت ہاشم اپنے صاحبزادے کو مدینہ منورہ میں ان کی والدہ کے پاس چھوڑ کر مکہ معظمہ واپس آ گئے۔ حضرت ہاشم کی وفات کے بعد ان کے بھائی مطلب بن عبدمناف اپنے بھتیجے کو لینے کے لیے مدینہ منورہ آئے۔ پہلے تو سلمیٰ نے شیبہ کو ان کے چچا مطلب کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا پھر سمجھانے پر آمادہ ہو گئیں۔ جب مطلب مکہ مکرمہ واپس آئے تو شیبہ سواری پر ان کے پیچھے سوار تھے۔ لوگوں نے سمجھا کہ شاید مطلب غلام خرید کر لائے ہیں، اس لیے انہوں نے حضرت شیبہ کو عبدالمطلب [مطلب کا غلام] کہنا شروع کر دیا۔ چچا کی محبت میں حضرت عامر عرف شیبہ نے بھی عبدالمطلب کہلانا زیادہ پسند کیا اور پھر یہی لقب آپ کی پہچان بن گیا۔

مکہ معظمہ کی سرداری آپ کو وراثتاً ملی، اہل مکہ آپ کا بے حد احترام کرتے اور سید قریش کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ صاحب مدارج النبوۃ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب کے جسم اقدس سے مشک وعنبر کی خوشبو پھوٹتی تھی، آپ کی پیشانی نور محمدی سے آفتاب کی مانند دمکتی رہتی تھی۔ اہل مکہ کو جب کوئی مشکل پیش آتی تو آپ کو جبل ثبیر پر لے جا کر آپ کے وسیلے سے بارگاہ رب العزت میں دعا کرتے اور نور محمدی کی برکت سے ان کی مشکل دور ہو جاتی۔ اصحاب فیل کا واقعہ آپ کے زمانے میں پیش آیا، چاہ زمزم کی دریافت آپ نے فرمائی۔

ابن ہشام کہتے ہیں آپ نے پانچ شادیاں فرمائیں اور دس صاحبزادے اور چھ صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔ بعض سیرت نگاروں نے پندرہ صاحبزادوں کے نام گنائے۔ بعض حضرت نے چھ بیویوں سے بارہ صاحبزادے اور چھ صاحبزادیوں کے تولد ہونے کو بیان کیا ہے۔ [خاندانِ مصطفیٰ ملخصاً، ص۸۱-۸۸]

[۲۲] نقوش لاہور کے رسول نمبر جلد اول میں غلام جیلانی برق لکھتے ہیں:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نسب نامہ اکیس پشتوں یعنی حضرت عدنان تک تو متفق علیہ لیکن بعد کے ناموں میں اختلاف ہے۔ متفق علیہ نسب نامہ [بریکٹ میں اصل نام درج ہے]:

محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب [اصلی نام عامر یا شیبہ] بن ہاشم [عمرو] بن عبد مناف [مغیرہ] بن قُصی [زید] بن کلاب بن مُرّہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مُضر بن مَعد بن عدنان۔ عدنان کے بعد ناموں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ تین کالم ملاحظہ فرمائیے:

تلقیح فہوم الاثر لابن الجوزی کے مطابق	نسب نامہ رسول کے مطابق	بائبل کے مطابق حضرت ابراہیم و آدم کے درمیان ناموں کا اختلاف
عدنان بن اُدَدْ بن زید	عدنان بن اُدَ بن اُدَدْ	
بن یَقْدِد بن یَقْدِم	بن ہمیع بن سلامان	
بن الیسع بن نبت	بن ثابت بن حمل	
بن قیدار بن اسماعیل	بن قیدار بن اسماعیل	
بن ابراہیم بن تارح	بن ابراہیم بن آزر	
بن ناحور بن ساروغ	بن ناحور بن شاروخ	اردو بائبل میں ناحور
بن ارعو بن فالغ	بن ارعو بن فالغ	اردو بائبل میں ارغو
بن عابر بن شالخ	بن غابر بن شالخ	اردو بائبل میں عابر
بن ارفخشذ بن سام	بن ارفخشد بن سام	
بن نوح بن لمک	بن نوح بن لامک	
بن متوشلخ بن اخنوخ	بن متوشلخ بن اخنوخ	
بن البرد بن مہلائیل	بن یارد بن مہلا	اردو بائبل میں یارد
بن قینن بن انوس	بن قینان بن انوش	
بن شیث بن آدم	بن شیث بن آدم	

[نقوش، لاہور رسول نمبر جلد اول، ص۲۰۲-۲۰۳]

[۲۳] صحیح بخاری، کتاب المناقب، ۵۳۲/۱
صحیح مسلم، کتاب الفضائل، ۲۹۰/۲

[۲۴] ترمذی شریف۔

[۲۵] قرآن حکیم میں ہے: انما المومنون اخوۃ [الحجرات: ۱۰] مسلمان مسلمان بھائی ہیں۔

امام طبرانی کی معجم کبیر میں حضرت حبیب بن خراش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: المسلمون إخوة ، لافضل لا حد علیٰ أحد إلاّ بالتقوىٰ [المعجم الكبير ٢٥/٤ حديث : ٣٥٤٧، المكتبة الفيصلية، بيروت]

[۲۶] حضرات انصار، مدینہ طیبہ کے وہ عاشقان ماہ نبوت ہیں جو قبیلہ اوس اور خزرج اور ان کی شاخوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ قرآن وحدیث میں ان کے کثیر فضائل ومناقب درج ہیں۔ دیکھیے سورۂ توبہ، آیت: ۱۰۰، اور ۱۱۷، سورۂ حدید، آیت: ۱۰، سورۂ حشر، آیت: ۹۔

کتب احادیث میں مناقب الانصار کے عنوان سے پورا باب موجود ہے۔ دیکھیے بخاری شریف جلد دوم۔ اللہ تعالیٰ نے خود ان کا نام انصار رکھا، ان سے پیشگی مغفرت اور رضوان کا وعدہ فرمایا، متعدد آیات میں تعریفی کلمات سے یاد فرمایا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرات انصار سے محبت کو ایمان کی نشانی قرار دیا، انہیں اپنے محبوب ترین صحابہ کی صفوں میں مقدم رکھا، ان کے لیے خصوصی مغفرت کی دعا فرمائی، غزوۂ خندق میں یہ دعا حضور کے ورد زبان تھی۔

الـلهـم لا عـيـش الاعيـش الآخـرة
فـاغـفـر الانـصـار والـمـهـاجـرة

یہ حدیث متعدد کتب احادیث میں مذکور ہے۔ حضرت امام بخاری نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ سے اسے روایت کیا:

ولـولا الهـجـرة لكنت امراءً من الانصار و لوسلك الناس شعباً و وادياو سـلـكـت الانـصـار شعباوواديا لسلكت شعب الانصار و واديها۔ الانصار شعار والناس دثار اللهم ارحم الانصارو ابناء الانصار و ابناء ابناء الانصار۔

اگر ہجرت کا معاملہ نہ ہوتا تو میں قوم انصار کا ایک فرد ہوتا۔ دوسرے لوگ اگر ایک گھاٹی اور وادی میں چلتے اور انصار دوسری گھاٹی اور وادی میں چلتے تو میں اس وادی میں چلتا جس وادی اور گھاٹی میں انصار چلتے۔ تم انصار میری چادر کا اندر والا حصہ ہو اور دوسرے لوگ چادر کا باہر والا حصہ ہیں۔ اے اللہ! انصار پر رحم فرما، انصار کے بیٹوں پر رحم فرما، انصار کے پوتوں پر رحم فرما [ضیاء النبی-۴/۵۴۶-۵۴۷]

حضرات انصار کے بارے میں مورخین اور اصحاب علم کا اختلاف ہے کہ وہ بنوعدنان سے ہیں یا بنوقحطان سے ہیں۔ محققین کی رائے یہ ہے کہ حضرات انصار بھی قریش کی طرح عدنانی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کی قدرے تفصیل یہ ہے:

عرب کی تین قسمیں ہیں: ۱- عرب عاربہ، یہ ارم بن سام بن نوح کی اولاد سے نو قبائل ہیں: عاد، ثمود، اُمیم، عبیل، طسم، جدیس، عملیق، جرہم، وبار، ۲- عرب متعربہ، یہ بنوقحطان ہیں، ۳- عرب مستعربہ، یہ اولاد اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ [نزہۃ القاری-۷/۱۲]

بنوقحطان، بنواسماعیل کے ہمسر اور فضیلتوں میں مماثل نہیں سمجھے جاتے۔ اس لیے بعض صاحبان نے حضرات انصار کو حضرات قریش کا کفو نہیں گردانا لیکن دلائل اس رجحان کی تائید نہیں کرتے۔

بخاری شریف کتاب الانبیاء میں حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ علیٰ نبینا وعلیہم

السلام کے بارے میں حدیث پاک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ ایک ظالم بادشاہ نے دوران سفر حضرت سارہ سے دست درازی کرنی چاہی تو قدرت نہ پاسکا اور قہر الٰہی کا شکار ہوا۔ بالآخر اس نے حضرت سارہ کو چھوڑ دیا اور حضرت ہاجرہ کو بطور خادمہ پیش کیا۔ اس کے بعد ارشاد رسالت ہے:

فاخدمها هاجرة فاتته و هو قائم يصلى فأو ماء بيده مهيا، قالت ردالله كيدالكافر او الفاجرفى نحره واخدم هاجرة قال ابو هريرة فتلك أمكم يا بنى ماء السماء۔ اس ظالم بادشاہ نے حضرت ہاجرہ کو بطور خادمہ نذر کیا۔ حضرت سارہ انہیں لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو دیکھا وہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے پوچھا: کیا خبر ہے؟ تو حضرت سارہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کافر کے مکر کو اس کے گلے میں لوٹ دیا اور ہاجرہ کو خدمت کے لیے دیا ہے۔ حضور نے اس بادشاہ کے بارے میں کافر یا فاجر کا لفظ استعمال فرمایا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا: اے آسمانی بارش کے بیٹو! حضرت ہاجرہ ہی تم سب کی والدہ ماجدہ ہیں۔

شارحین حدیث فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد اس بات کی دلیل ہے کہ سارے عرب بشمول انصار کرام حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ اہل عرب کو آسمانی بارش کی اولاد اس لیے فرمایا کہ اہل عرب کی زندگی کا مدار بارش کے پانی پر ہی تھا۔ ان کے ملک میں کوئی دریا نہیں۔ [نزہۃ القاری ۶/۵۱۰]

حضرت امام بخاری ایک دوسری حدیث بھی روایت فرماتے ہیں:

عن يزيد بن ابى عبيد قال سمعت سلمة بن الاكوع قال مرالنبى صلى الله عليه عليه وسلم علىٰ نفرمن اسلم ينتضلون فقال النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ارموابنى اسماعيل فان اباكم كان رامياً۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنی اسلم کے ایک گروہ پر گذرے جو آپ میں تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے بنی اسماعیل تیر

چلاؤ، اس لیے کہ تمہارے باپ بھی تیر انداز تھے۔ [کتاب الجہاد- بخاری شریف]- یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ بنی اسلم بنی اسماعیل میں سے ہیں۔ [نزہۃ القاری-۶/۲۱۱]

حدیث پاک میں ہے: خير الناس العرب و خير العرب قريش و خير قريش بنوهاشم رواه الديلمى عن امير المومنين على رضى الله تعالىٰ عنه۔

سب آدمیوں سے بہتر عرب ہیں اور سب عرب سے بہتر قریش اور سب قریش سے بہتر بنی ہاشم۔ اس حدیث کو دیلمی نے امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

دوسری حدیث حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ نے بنی آدم میں سے عرب کو چنا اور عرب سے مضر اور مضر سے قریش اور قریش سے بنی ہاشم اور بنی ہاشم سے مجھ کو منتخب فرمایا: یہ حدیث امام بیہقی، ابن عدی، حکیم ترمذی نے، طبرانی نے کبیر میں، ابن عساکر، سب نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔

اس طرز کی متعدد احادیث مروی ہیں۔ ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اہل عرب نہ مجہول النسب ہیں، نہ کمتر ہیں بلکہ افضل امت ہیں۔ ان کی تحقیر سخت منع ہے۔ اب سخت لہجے میں خاص حضرات انصار کی توقیر کے سلسلے میں حدیث رسول ملاحظہ کیجئے۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

من لم يعرف عترتى والانصار والعرب فهولا حدىٰ ثلث اما منافق واما لزنية واما لغير فهو حملته امه على غير طهر رواه الماوردى ابن عدى والبيهقى فى الشعب واخرون عن على كرم الله وجهه۔

جو میرے اہل بیت، حضرات انصار اور اہل عرب کا حق تکریم نہ پہچانے تو وہ تین حال سے خالی نہیں۔ یا تو وہ منافق ہے، یا حرامی النسل ہے یا حیضی بچہ۔ اس حدیث کو ماوردی، ابن عدی نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور دوسرے محدثین نے حضرت

مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

اس حدیث پاک سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ حضرات انصار کا شمار عرب میں ہے۔ کیونکہ یہاں ترتیب بیان خاص سے عام کی طرف ہے تو جس طرح حضور کے اہل بیت عرب میں شامل ہیں، اسی طرح حضرات انصار بھی عرب ہیں۔

حضرات انصار کے اسماعیلی اور عرب ہونے کا ثبوت یہ بھی ہے کہ قبیلۂ اوس اور خزرج حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آبائی ننیہال رہا ہے اور عرصۂ دراز سے حضرات انصار کی رشتہ داریاں مکہ معظمہ بلکہ خاص قبیلۂ قریش میں ہوتی رہی ہیں۔ اور یہ بات ہر صاحب علم پر روشن ہے کہ اہل عرب بالخصوص قریش میں نسب کی حفاظت کا بہت خصوصی اہتمام ہوتا تھا۔ اگر حضرات انصار ان سے کم تر درجے کے ہوتے اور کفو نہ ہوتے تو یہ رشتہ داریاں ہرگز نہ ہوتیں۔ رشتہ داریوں کا یہ سلسلہ عرصۂ دراز سے قائم ہے۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اجداد میں حضرت کنانہ بن خزیمہ کی شادی ہالہ بنت سوید سے ہوئی تھی جو حارثہ الغطر یف کی حقیقی پوتی تھیں۔ غالب بن فہر نے قبیلۂ خزاعہ میں شادی کی اور خزاعہ کی نسبت مشہور ہے وہ عمرو مزیقیاء کی اولاد تھا۔ حضور کے اجداد میں مرہ بن کعب نے ام تیم بنت سریر سے نکاح کیا جو بارق کے خاندان سے تھیں اور بارق کے بارے میں اتفاق ہے کہ وہ مزیقیا کے خاندان سے تھے۔ حضور کے اجداد میں قصی بن کلاب نے بھی خزاعہ میں نکاح کیا تھا جن سے عبد مناف پیدا ہوئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پردادا حضرت ہاشم بن عبد مناف نے سلمٰی بنت عمرو سے شادی فرمائی جو خاندان بنونجار سے تھیں۔ حضور کے دادا عبد المطلب انہیں کے بطن سے پیدا ہوئے تھے [الانصار، ص ۱۲-۱۳]

بنونجار کی اسی قرابت محمدی کی بنا پر دربار رسالت سے انہیں خاص فضیلت اور مرتبہ عطا ہوا تھا۔ بخاری شریف کتاب المناقب میں یہ حدیث پاک درج ہے:

عن انس بن مالك عن ابى أسيدرضى الله تعالىٰ عنه قال قال النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خيردور الانصار بنو النجارثم بنوعبدالاشهل ثم بنوالحارث بن الخزرج ثم بنو ساعدة و فى كل دورالانصار خير و فى كل دور الا نصار خير.

حضرت ابو اُسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انصار کے گھروں میں سب سے بہتر بنو نجار ہیں پھر بنو عبد الاشہل پھر بنو حارث بن خزرج ہیں پھر بنو ساعدہ ہیں اور انصار کے ہر گھر میں بہتری اور خیر ہے۔

شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ اس کی شرح میں رقم طراز ہیں:

راجح اور مختار یہی ہے کہ سب سے مقدم بنو النجار ہیں۔ ان کی یہ دو اہم خصوصیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جد کریم کی ننیہال ہے۔ دوسری یہ کہ مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد بنو النجار ہی میں قیام فرمایا تھا۔ حضرت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنو نجار ہی کے چشم و چراغ تھے [نزھۃ القاری-۷/۱۶۴-۱۶۵]

حضرت ہاشم نے دوسری شادی ثعلبہ بن خزرج میں بھی کی تھی اور انہی کے بطن سے ابو صیفی پیدا ہوئے تھے۔ حضرت عبد المطلب نے بھی قبیلہ خزعہ میں دو شادیاں کی تھیں جن سے ابولہب اور حجل پیدا ہوئے تھے۔ حضرت عبد المطلب کے صاحبزادگان میں مقوم اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح مدینہ طیبہ میں ہوا۔ مقوم کی بیوی مالک بن نجار کے خاندان سے تھیں۔ حضرت حمزہ کی دو شادیاں ہوئیں اور دونوں انصار میں ہوئیں۔ ایک بیوی بنو نجار سے تھیں جن کا نام خولہ بنت قیس تھا اور دوسری قبیلہ اوس سے تھیں۔ [الانصار، ص ۱۳]

ان کے علاوہ سیدنا ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت طلحہ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے بھی انصار میں شادیاں فرمائیں۔ دیگر اہل قریش نے بھی کثرت سے حضرات انصار کے خاندانوں میں رشتے قائم کیے۔ تو پھر حضرات انصار کو فروتر اور مجہول النسب کیوں کر کہا جا سکتا ہے، جبکہ خود قریش کو بھی نسبت محمدی کی بنا پر فضیلت حاصل ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

اللہ تعالیٰ نے قریش کو ایسی سات باتوں سے فضیلت دی جو نہ ان سے پہلے کسی کو ملیں، نہ ان کے بعد کسی کو عطا ہوں۔ ایک تو یہ کہ میں قریش میں ہوں [یہ تمام فضائل سے ارفع و اعلیٰ ہے] اور قریش میں ہی خلافت اور کعبہ معظمہ کی دربانی اور حاجیوں کو پانی پلانے کی ذمہ داری ہے، اور انہیں اصحاب فیل پر نصرت بخشی اور انہوں نے دس سال اللہ کی عبادت تنہا

کی کہ ان کے سوا روئے زمین پر کسی اور خاندان کے لوگ اس وقت عبادت نہ کرتے تھے۔ [یہی تھے یا ان کے عبید و موالی] اور اللہ تعالیٰ نے ان میں ایک سورت قرآن عظیم کی اُتاری کہ اس میں صرف انہیں کا ذکر فرمایا اور وہ سورۂ لایلف قریش ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری نے تاریخ میں اور طبرانی نے کبیر میں اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے ام ہانی سے خلافیات میں اور اوسط میں سیدنا زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ اس کے الفاظ ان دونوں سے مختلف ہیں۔

[فتاویٰ رضویہ، رسالہ اراءۃ الادب لفاضل النسب، ۲۳/۲۱۲-۲۱۳]

جب خاندانی نسبت کا یہ اعزاز حضرات انصار کو بھی حاصل ہے تو پھر ان کی عظمتوں کا کیا پوچھنا۔ یہ نسبت تو حضرات انصار کو کل قیامت میں بھی کام آئے گی۔ حدیث رسول ہے:

اول من اشفع له یوم القیمة من امتی اهل بیتی ثم الاقرب فالاقرب من قریش ثم الانصار ثم من امن بی واتبعنی من الیمن ثم من سائر العرب ثم الاعاجم ومن اشفع له اولاً افضل رواه الطبرانی فی الکبیر والدار قطنی فی الافراد والمخلص فی الفوائد عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما۔

حضور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

قیامت کے دن میں سب سے پہلے اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا پھر جو مجھ سے زیادہ قریب ہیں درجہ بدرجہ ان کی شفاعت کروں گا۔ یعنی پھر قریش پھر انصار کی پھر اہل یمن کی جو مجھ پر ایمان لائے اور میری پیروی کی پھر باقی اہل عرب کی پھر اہل عجم کی اور میں جس کی شفاعت پہلے کروں، وہ افضل ہے۔

یہ حدیث طبرانی نے کبیر میں اور دار قطنی نے افراد میں اور مخلص نے فوائد میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔ [فتاویٰ رضویہ ۲۳/۲۳۲]

ان نسبی اور خاندانی قرابتوں کے علاوہ حضرات انصار شکل و شباہت میں بھی بنی اسماعیل سے مشابہ تھے۔ خوبصورت، سڈول، گورے یا گندمی، میانہ قد اور صاف

میں ہے:

...حبك احسامهم۔ [المنافقون: ٤] اور جب تم ان کو دیکھتے ہو تو ان کے جسم تم کو بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ اس کی تفسیر میں امام بخاری فرماتے ہیں:

کانوا رجالا اجمل شئی۔ یعنی وہ نہایت خوبصورت لوگ تھے۔

ظاہر ہے کہ منافقین انصار ہی کے قبیلوں سے تعلق رکھتے تھے۔ اس کے برعکس قحطانی چونکہ یمن میں رہتے تھے، اس لیے ان کا رنگ سیاہ اور قد نہایت دراز ہوتا تھا۔ چنانچہ قوم عاد کے قد و قامت کی درازی کا خود قرآن مجید میں ذکر آیا ہے انصار کے نام بھی قریش سے ملتے جلتے تھے، ان تمام شہادتوں، قرابتوں اور مماثلتوں اور عظمتوں کے باوجود حضرت مصنف کا حضرات انصار کے بارے میں یہ لکھنا:

"یہ حضرات مجہول النسب ہیں اور سماج میں شرافت و اعزاز کا وہ معیار نہیں رکھتے جو اہل بیت اور اشراف عرب کو حاصل ہیں۔"

احقر کی فہم سے بالاتر ہے۔ شاید ایسے ہی مقام کے لیے عربی میں مثل ہے:

لکل جواد کبوة۔ ہر ماہر اور تیز شہسوار کو ٹھوکر بھی لگ جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فصل دوم

حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اور ائمہ سادات کا ذکر جمیل

حضرات انبیائے کرام کے ذیل میں اکثر بڑے مورخین ان چار جلیل الشان انبیائے کرام علیہم کا تذکرہ کرتے ہیں: ۱-حضرت ابراہیم علیہ السلام، ۲-حضرت موسیٰ علیہ السلام، ۳-حضرت عیسیٰ علیہ السلام، ۴-حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لیکن بفرمان حدیث حضرات انبیاء کی تعداد کثیر ہے۔[۱]

اے عزیز! پیغمبران عظام علیہم السلام کے تذکرے کو میں دو حصے میں بیان کرتا ہوں۔ ایک حصہ اولوالعزم پیغمبران اور مرسلین کے تذکرے پر مشتمل ہوگا۔ دوسرے حصے میں خاتم النبیین، سید المرسلین محمد عربی روحی فداہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم کا ممتاز اور علیحدہ تذکرہ آئے گا۔

حضور کے علاوہ ان انبیاء ورسل علیہم السلام کے اسمائے گرامی قرآن وحدیث میں صراحتاً ذکر ہوئے ہیں: ۱-حضرت آدم علیہ السلام، ۲-حضرت شیث، ۳-حضرت ادریس، ۴-حضرت نوح، ۵-حضرت ہود، ۶-حضرت ابراہیم، ۷-حضرت اسمٰعیل، ۸-حضرت صالح، ۹-حضرت اسحاق، ۱۰-حضرت یعقوب، ۱۱-حضرت یوسف، ۱۲-حضرت خضر، ۱۳-حضرت ایوب، ۱۴-حضرت شعیب، ۱۵-حضرت موسیٰ، ۱۶-حضرت ہارون، ۱۷-حضرت یوشع، ۱۸-حضرت الیاس، ۱۹-حضرت یسع، ۲۰-حضرت شمویل، ۲۱-حضرت داؤد، ۲۲-حضرت سلیمان، ۲۳-حضرت عزیر، ۲۴-حضرت دانیال، ۲۵-حضرت ذوالکفل، ۲۶-حضرت یونس، ۲۷-حضرت زکریا، ۲۸-حضرت یحییٰ، ۲۹-حضرت عیسیٰ علیہم وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام۔

تواریخ میں چند اور پیغمبر کے اسمائے گرامی آئے ہیں۔ ان میں حضرت نوح علیہ السلام کے تینوں صاحبزادگان حضرت سام، حضرت حام، حضرت یافث آتے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے یہ گیارہ صاحبزادگان اسباط کہلاتے ہیں:
۱-یہودا، ۲-لاوی، ۳-راد، ۴-قین، ۵-شمعون، ۶-ساخار، ۷-ارتولون، ۸-دان، ۹-سیبانی، ۱۰-کادا، ۱۱-شیرا۔

اور مذکورہ بالا تینوں پیغمبران، اصحاب قریہ ہیں۔[۲]

سیدنا آدم علیہ السلام کا لقب صفی اللہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ آدم کا خاکی خمیر گوندھنے کے لئے جنت کی زمین سے ایک مشت خاک لے آؤ۔ زمین نے انہیں قسم دی کہ میری مٹی مت لے جاؤ کہ اس سے ایک خاکی مخلوق پیدا ہوگی جو مسلسل ناشائستہ اعمال کا ارتکاب کرے گی اور اس وجہ سے کہ اس کی تخلیق میں میرا جز بھی شامل ہوگا، کہیں میں عتاب الٰہی کا شکار نہ ہو جاؤں۔ حضرت جبرئیل، زمین کی یہ عرضداشت سن کر لوٹ گئے۔ حق تعالیٰ نے حضرت میکائیل کو اسی غرض سے بھیجا۔ زمین نے حلف دے کر ان سے بھی وہی گذارش کی، وہ بھی لوٹ گئے، پھر حکم ربی سے حضرت اسرافیل حاضر ہوئے، وہ بھی زمین کی گذارشات سن کر لوٹ گئے۔ پھر رب تعالیٰ نے حضرت عزرائیل کو اسی غرض سے بھیجا۔ ان سے بھی زمین نے قسم دے کر گذارش کی کہ وہ اس کا حصۂ خاک اس مقصد کے لئے نہ لے جائیں۔ لیکن حضرت عزرائیل نے فرمایا: اے زمین! تیری قسمیہ گذارش سے بہت بڑھ کر رب تعالیٰ کا حکم ہے۔ اس کی بجا آوری ضروری ہے اور خانۂ کعبہ کی جگہ سے مٹی اٹھالی۔ چونکہ حضرت عزرائیل نے کوئی رعایت نہ کی، اس لئے روح قبض کرنے کی ذمہ داری ان کے سپرد ہوئی۔[۳]
رب تعالیٰ نے اپنے خاص دست قدرت سے اسی مٹی سے سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی۔ چالیس دن کے بعد ان کے قالب میں روح ڈالی۔ حدیث قدسی ہے:
خمرت طينة ادم بيدى اربعين صباحا۔ میں نے اپنے دست قدرت سے آدم کے قالب خاکی کو چالیس دن تک خمیر کیا۔[۴]

پھر حضرت آدم علیہ السلام کو ساری چیزوں کے نام تعلیم فرمائے۔ ارشاد ربانی

ہے: وعلم ادم الاسماء كلها [البقرہ:۳۱] اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیا کے نام سکھائے۔[۵]

ملائکہ پر ان کی تعظیم لازم ہوئی، یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ کے حکم سے انہوں نے حضرت آدم کو سجدۂ تعظیمی کیا۔ صرف ابلیس نے انکار کیا جو گروہ جن سے تعلق رکھتا تھا لیکن طاعت خداوندی کی کثرت کے سبب ملائکہ کی صفوں میں شمار ہوتا تھا۔ ابلیس اپنی اسی نافرمانی کی وجہ سے ملعون ہوا۔

حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں خاص مقام عطا فرمایا، آپ کی پسلی سے حضرت حوا کی تخلیق فرمائی[۶] اور ان دونوں کو گیہوں کھانے سے منع فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ گیہوں اور انگور کھانے سے منع فرمایا۔ ابلیس جنت میں گیا اور کسی حیلے سے ان دونوں کو خوشۂ گندم کھلا دیا۔ حق تعالیٰ نے ان دونوں حضرات پر عتاب ظاہر فرمایا اور درخت طوبیٰ کو حکم دیا کہ ان دونوں کو بہشت سے باہر نکال دے۔ حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان سراندیپ پہاڑ پر وارد ہوئے اور حضرت حوا مکہ شریف کی حدود میں اور ابلیس کو درمیان [ایلہ] میں اتارا۔ جب حضرت آدم نے خود کو جنت سے باہر دنیا میں دیکھا تو سمجھ گئے کہ حق تعالیٰ ان سے ناراض ہو گیا ہے۔[۷] سو سال تک سراندیپ کے پہاڑوں میں گریہ وزاری کے ساتھ عبادت الٰہی میں مصروف رہے اور سجدے میں سر رکھ کر روتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کی گریہ وزاری سے بہت سے پودے اُگ آئے جو سب کے سب امراض کی دوا ہیں۔ سو سال کے بعد عاشورہ کے دن آپ کی توبہ قبول ہوئی۔

دسویں محرم جسے عاشورہ کہتے ہیں، اس دن کے بے شمار فضائل ہیں۔ اسی دن حضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری۔ اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے، انہیں نبوت عطا ہوئی اور آتش نمرود سے نجات ملی۔ اسی دن حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اپنی سلطنت واپس ملی۔ حضرت ایوب علیہ السلام کو

بلا اور مصیبت سے نجات ملی اور آپ مکمل صحت یاب ہو گئے۔ اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دریا سے نجات ملی۔ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے آزاد ہوئے۔ حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھائے گئے وغیرہ۔

پس حضرت آدم کے سبب بیت المعمور کو بہشت سے زمین پر اتارا گیا۔ جس جگہ حرم کعبہ ہے، اس جگہ کچھ نہ تھا، یک بارگی حضرت آدم علیہ السلام کے سبب وہاں حرم شریف، حج اور طواف کے معاملات ظاہر ہوئے۔ حضرت آدم نے حج کے وقت مقام عرفات میں حضرت حوا سے ملاقات کی۔ اسی وجہ سے اس جگہ کو عرفات [شناخت اور تعارف کی جگہ] کہتے ہیں۔ حضرت آدم اور حوا علیہما السلام اس کے بعد سراندیپ [سری لنکا] کو تشریف لے گئے۔ حضرت آدم کو ایک ساتھ دو بچے تولد ہوتے ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ آپ ایک بطن کے لڑکے کی شادی دوسرے بطن کی لڑکی کے ہمراہ فرما دیتے تاکہ امتیاز رہے۔[۸] جب قابیل، اور ان کی بہن تولد ہوئیں تو قابیل اپنی اس جڑواں بہن اقلیمان کی بے پناہ خوبصورتی پر فریفتہ ہو گئے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے حسب سابق اقلیمان کو ہابیل سے منسوب کر دیا۔ اب آپس میں تنازعہ پیدا ہو گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان دونوں سے کہا کہ قربانی کرو۔ جس کی قربانی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہو جائے گی، میں اقلیمان کو اس کے حوالے کر دوں گا۔ ہر ایک نے ایک بکری لی اور ایک پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے۔ ہابیل کی قربانی کو آسمانی آگ نے آ کر جلا دیا۔ قابیل کی یونہی رہ گئی۔ حضرت آدم نے اپنی بیٹی ہابیل کے سپرد کر دی۔ اب قابیل کو ہابیل سے سخت دشمنی ہو گئی۔ اس نے ہابیل کو پتھر دے مارا جس سے ان کی وفات ہو گئی۔ قابیل کو یہ پتہ نہیں تھا کہ ہابیل کی لاش کیسے ٹھکانے لگائی جائے [کیونکہ یہ پہلی موت تھی] اللہ تعالیٰ نے دو پرندے ظاہر فرمائے جو لڑتے ہوئے آئے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے کو مار ڈالا پھر اس کی نعش کو تہہ خاک چھپا دیا۔ اسے دیکھ کر قابیل نے دفن کا طریقہ سیکھا اور ہابیل کی لاش کو قبر میں اتار کر مٹی برابر کر دی۔

پھر ابلیس نے قابیل کو ورغلایا کہ آگ نور سے پیدا کی گئی ہے۔ اگر تم اس کو

سجدہ کروگے تو خالق کی خوشنودی کا سبب ہوگا۔ قابیل نے ابلیس کے ورغلانے سے آگ کو سجدہ کیا اور یہیں سے آتش پرستی کی وبا چل پڑی۔ اس واقعے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کے یہاں جو ولادت ہوئی، اس میں خلاف معمول صرف ایک صاحبزادے تولد ہوئے۔ انہیں کے ہمراہ حضرت آدم علیہ السلام نے اقلیمان صاحبزادی کا عقد کردیا اور انہیں کو اپنی وصی و جانشین بنایا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کی عمر مبارک اس دنیا میں ہزار سال کو پہنچی تو آپ اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ اس کے بعد ایک سال اور ایک روایت کے مطابق تین دن میں حضرت شیث علیہ السلام نے آپ کو لے جا کر جبل بوقبیس میں دفن کردیا جو مکہ معظمہ میں واقع ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے تک آپ وہیں مدفون رہے۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام نے طوفان آب کے وقت حضرت آدم کے جسد مبارک کو اپنے ساتھ کشتی پر لے لیا۔ جب طوفان جاتا رہا تو پھر وہیں جبل بوقبیس پر لے جا کر دفن فرمادیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ بیت المقدور میں دفن کیا۔

....

حواشی

[۱] نزہۃ القاری شرح بخاری میں شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

"نبوت کے حصول میں کسب کو کوئی دخل نہیں۔ محض اللہ عزوجل اپنے فضل سے جسے چاہتا ہے، نبی بناتا ہے۔ کسی کی نبوت کا علم صرف وحی کے ذریعہ ہوتا ہے۔ انبیائے کرام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے یا دو لاکھ چوبیس ہزار، صحیح یہ ہے کہ ان کی تعداد متعین نہ کی جائے۔ اللہ عزوجل خوب جانتا ہے کہ اس نے کتنے انبیائے کرام مبعوث فرمائے۔ یوں کہنا چاہیے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار یا دو لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش انبیائے کرام مبعوث ہوئے۔ ان میں سے تین سو دس یا تین سو تیرہ یا تین سو پندرہ رسول ہوئے علی اختلاف الروایات"۔ [نزہۃ القاری-۶/۴۷۱]

[۲] مصنف کی یہ عبارت کچھ مبہم سی ہے۔ اصحاب قریہ کا تذکرہ سورۂ یٰسین شریف میں وارد ہے۔ ارشاد ربانی ہے: واضرب لهم مثلاً اصحب القرية الآية [یٰسن: ۱۳-۱۴] اور ان سے نشانیاں بیان کرو اس شہر والوں کی جب اُن کے پاس فرستادے آئے۔ جب ہم نے اُن کی طرف دو بھیجے پھر انہوں نے ان کو جھٹلایا تو ہم نے تیسرے سے زور دیا۔ اب ان سب نے کہا کہ بے شک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں [کنزالایمان]

علامہ پیر کرم شاہ ازہری تفسیر ضیاء القرآن میں لکھتے ہیں:

"عام طور پر ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے علمائے تفسیر نے لکھا ہے کہ جس گاؤں کا یہاں ذکر ہے، اس سے مراد انطاکیہ ہے جو ملک شام کا ایک شہر ہے۔ اور پہلے دو رسول جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عیسائیت کی تبلیغ کے لیے بھیجے تھے، ایک کا نام صادق اور دوسرے کا نام مصدوق تھا۔ جب ان کو ستایا گیا اور تکلیف پہنچائی گئی تو ان کی مدد کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تیسرا رسول بھیجا، اس کا نام شمعون تھا اور وہ شخص جو شہر کے پرلے کنارے سے دوڑ کر آیا تھا، اس کا نام حبیب نجار تھا۔" [تفسیر ضیاء القرآن-۴/۱۷۱]

[۳] یہ روایت تفسیر عزیزی میں بھی درج ہے۔ اس ذیل میں سیدنا ابوموسیٰ اشعری سے مروی یہ حدیث بھی مفید رہنمائی کرتی ہے:

ان الله خلق ادم من قبضة قبضها من جميع الارض فجاء بنو آدم علىٰ قدر الارض منهم الاحمر والابيض والاسود وبين ذلك والسهل والحزن والخبيث والطيب [ابوداؤد، كتاب السنة، باب في القدر/الحاشية علىٰ الجلالين، ص ٨]

بے شک اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تمام زمین سے ایک مٹھی بھر مٹی لے آؤ۔ اس مٹی میں ہر قسم کے ذرات شامل کیے گئے سرخ رنگ، سفید رنگ، سیاہ رنگ اور ان کے درمیان والی مٹی لی گئی۔ اسی طرح کچھ مٹی نرم زمین سے لی گئی اور کچھ سخت سے۔ ایسے ہی طیب و خبیث مٹی کو شامل کیا گیا۔ جتنے قسم کے رنگوں والی مٹی آپ کے جسم میں لگائی گئی، آپ کی اولاد میں اتنے ہی رنگ پائے جاتے ہیں۔ اس طرح کوئی نرم دل ہے اور کوئی سخت دل، کوئی نیک ہے اور کوئی برا۔

بعض حضرات نے بیان کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی میں ساٹھ قسم کے رنگ شامل تھے، وہ تمام آپ کی اولاد میں پائے جاتے ہیں [صاوی علی الجلالین]

حضرت عزرائیل جب مٹی کو لائے تو انہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اسے صفا و مروہ پہاڑیوں کے پاس رکھ دو یعنی وہاں رکھ دو جہاں آجکل کعبہ شریف ہے۔ پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ اسے مختلف پانیوں سے گارا بنائیں پھر اس پر چالیس روز بارش ہوئی۔ انتالیس دن تو غم و رنج کا پانی برسا اور ایک دن خوشی کا۔ اس لیے انسان کو رنج و غم زیادہ رہتے ہیں اور خوشی کم۔ پھر اسے مختلف ہواؤں سے خشک کر کے کھنکنے والی مٹی بنا کر اللہ تعالیٰ نے خود اپنی قدرت کاملہ سے آپ کے قالب کو تیار کیا [تفسیر عزیزی] [تذکرۃ الانبیاء حافظ قاضی عبدالرزاق بھترالوی، مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی، پاکستان، ص ۳۰-۳۱]

[۴] حدیث مذکور کا یہ متن مجھے نہ مل سکا۔ امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابو امامہ باہلی کی طویل حدیث ذکر فرمائی ہے۔ اس کے ذیل میں بیان فرماتے ہیں کہ حضرت امامہ باہلی کو ایک وفد کے ساتھ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملک روم کے بادشاہ ہرقل کے پاس بھیجا......اس نے اپنے دربار میں باریابی کی اجازت دی...... پھر آگے فرماتے ہیں:

پھر ہرقل نے ہمیں باعزاز اکرام مکان میں اتارا۔ دونوں وقت عزت کی مہمانیاں بھیجتا، ایک رات ہمیں پھر بلا بھیجا۔ ہم گئے۔ اس وقت اکیلا بالکل تنہا بیٹھا تھا۔ ایک بڑا صندوقچہ زرنگار منگا کر کھولا۔ اس میں چھوٹے چھوٹے خانے تھے۔ ہر خانے پر دروازہ لگا تھا۔ اس نے ایک خانہ کھول کر سیاہ ریشم کا کپڑا تہہ کیا ہوا نکالا، اسے کھولا تو اس میں ایک سرخ تصویر تھی، مرد فراخ چشم، بزرگ سرین کہ ایسے خوبصورت بدن میں ایسی لمبی گردن کبھی نہ دیکھی تھی۔ سر کے بال نہایت کثیر [بے ریش و گیسو غایت حسن و جمال میں] ہرقل بولا: ہم نے کہا: نہ۔ کہا: یہ آدم ہیں صلی اللہ تعالیٰ علی نبینا وعلیہ وسلم۔ پھر وہ تصویر رکھ کر دوسرا خانہ کھولا۔ اس میں سے ایک سیاہ ریشم کا کپڑا نکالا۔ اس میں خوب گورے رنگ کی تصویر تھی۔ مرد بسیار موئے سر مانند موئے قبطیاں، فراخ چشم، کشادہ سینہ، بزرگ سر [آنکھیں سرخ، داڑھی خوبصورت] پوچھا: انہیں جانتے ہو؟ ہم نے کہا نہ۔ کہا: یہ نوح ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

پھر اسے رکھ کر اور خانہ کھولا، اس میں سے حریر سبز کا ٹکڑا نکالا۔ اس میں نہایت گورے رنگ کی ایک تصویر تھی، مرد خوب چہرہ، خوش چشم، دراز بینی [کشادہ پیشانی]، رخسارے سُتے ہوئے، سر پر نشان پیری، ریش مبارک سپید نورانی۔ تصویر کی یہ حالت ہے کہ گویا جان رکھتی ہے۔ سانس لے رہی ہے [مسکرا رہی ہے] کہا: ان سے واقف ہو؟ ہم نے کہا: نہ۔ کہا: یہ ابراہیم ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ پھر اسے رکھ کر ایک اور خانہ کھولا۔ اس میں سے سبز ریشم کا پارچہ نکالا۔ اسے جو ہم نظر کریں تو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصویر منیر تھی۔ بولا: انہیں پہچانتے ہو؟ ہم رونے لگے اور کہا: یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں الخ [دلائل النبوۃ للبیہقی، ۱/۳۸۷، دارالکتب، بیروت/ فتاویٰ رضویہ ۱۵/۲۹۶]

[۵] تفسیر مدارک میں ہے:

ومعنى تعليمه اسماء المسميات انه تعالىٰ اراه الاجناس التي خلقها وعلمه ان هذا اسمه فرس و بعير وهذا اسمه كذا [مدارك التنزيل ١/٢٥]

اسماء کے نام تعلیم فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات میں سے ایک ایک جنس آپ کو دکھادی اور اس کا نام بتادیا۔ مثلاً گھوڑا دکھا کر بتایا گیا کہ اسے گھوڑا کہتے ہیں اور اونٹ دکھا کر بتایا گیا کہ اسے اونٹ کہتے ہیں۔ اسی طرح ایک ایک چیز دکھا کر اس کے نام بتائے گئے۔

حاشیہ صاوی علی الجلالین میں ہے:

واختص آدم بمعرفة الاسماء بجميع اللغات وتلك اللغات تفرقت في اولاده [حاشية الصاوي علىٰ الجلالين، ص ٨]

حضرت آدم علیہ السلام کو ساری چیزوں کے نام ساری زبانوں میں بتا کر اللہ تعالیٰ نے انہیں ممتاز فرمایا۔ پھر وہی زبانیں ان کی اولاد میں پھیل گئیں۔

[۶] وہ جمعہ کا دن تھا، آخرت کا ایک دن دنیا کے پانچ سو سال کے برابر ہوتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام صبح سے نماز ظہر تک جنت میں رہے۔ اور یہ مدت نصف روز کے قریب ہوتی ہے۔ [طبقات ناصری، اردو، ص ۳۴]

[۷] حضرت ابونعیم حلیۃ الاولیا اور ابن عساکر دونوں بطریق عطا حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جب آدم علیہ الصلوۃ والسلام بہشت سے ہند میں اترے تو گھبرائے۔ جبرئیل امین علیہ الصلوۃ والتسلیم نے اتر کر اذان دی۔ جب نام پاک آیا، آدم علیہ الصلوۃ والسلام نے پوچھا: محمد کون ہیں؟ کہا: آپ کی اولاد میں سب سے پچھلے نبی ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم [حلیۃ الاولیا، ۵/۱۰۷ دار الکتاب العربی، بیروت/ فتاویٰ رضویہ، ۱۵/۶۳۰]

[۸] سورۂ نساء کی آیت کریمہ: وبث منهما رجالا كثيرا کے تحت تفسیر صاوی میں تحریر ہے کہ حضرت حوا علیہا السلام، بیس بار یا چالیس بار حاملہ ہوئیں۔ ہر حمل میں دو بچے تولد ہوتے، ایک بچہ ایک بچی۔

مواہب لدنیہ کی تلخیص انوار محمدیہ میں ذکر ہے کہ صرف حضرت شیث علیہ السلام تنہا تولد ہوئے اور یہ نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اکرام تھا۔ وضعت شيثا وحده كرامة سيدنا محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فان نوره انتقل من ادم الىٰ شيث [انوار محمدیہ، ص ۱۵] حضرت حوا علیہا السلام کے یہاں حضرت شیث علیہ السلام کی اکیلی ولادت ہوئی۔ ان کے ساتھ جڑواں کوئی بچی نہیں تھی، یہ صرف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور کی تکریم و تعظیم کے لیے تھا، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور حضرت آدم علیہ السلام سے منتقل ہو کر حضرت شیث علیہ السلام کے پاس آ گیا۔ [تذکرۃ الانبیاء، ص ۵۱]

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی نسل پاک میں اللہ رب العزت نے بہت جلد برکت اور وسعت عطا فرمائی۔ آپ کے وصال کے وقت آپ کی اولاد در اولاد کی تعداد چالیس ہزار سے متجاوز ہو چکی تھی، تفسیر صاوی اور جمل میں یہ تعداد تقریباً ایک لاکھ بتائی گئی ہے۔ [ایضاً ایضاً]

حضرت شیث علیہ السلام

سیدنا آدم علیہ السلام کے اکیس صاحبزادے اور بائیس صاحبزادیاں تھیں۔ لیکن صرف تین صاحبزادگان [حضرت شیث، حضرت ہابیل، اور قابیل] کے نام ہی معلوم ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد حضرت شیث علیہ السلام [۱] کے پاس وحی آئی اور منصب نبوت عطا ہوا۔ بنو آدم میں اختلاف رونما ہوا۔ بعض نے حضرت شیث کی اتباع کی اور بعض نے قابیل کے فرزندوں کی پیروی کی اور آتش پرستی کرنے لگے۔ حضرت شیث علیہ السلام نے آتش پرستی سے انہیں بارہا منع کیا۔ یہیں سے اختلاف ان کا پیشہ ہو گیا۔ حضرت شیث علیہ السلام نے خانہ کعبہ کو پتھر اور گارے سے تعمیر کیا۔ جب نو سو بارہ سال گذر گئے تو حضرت شیث کے صاحبزادے انوش آپ کے جانشین ٹھہرے جن کی عمر پانچ سو یا تین سو پانچ سال ہوئی کھجور کا درخت آپ نے ہی لگایا۔ آپ کے صاحبزادے قینان نے بابل کی تعمیر شروع کی۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے مہلائیل/مہلیل اور ان کے بعد ان کے صاحبزادے یرد وصی اور جانشین ہوئے۔ نو سو باسٹھ سال عمر پائی۔ یہ سبھی حضرات حضرت آدم علیہ السلام کی حیات مبارکہ میں ہی دنیا میں تشریف لائے۔

....

حواشی

[۱] طبقات ناصری میں ہے:

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد حضرت شیث علیہ السلام ہی کو ریاست ملی۔ وہ اللہ

کے رسول تھے اور آپ پر کتاب اتاری گئی جس میں پچاس صحیفے تھے.......... انہوں نے دنیا سے منھ موڑ کر زہد اختیار کر لیا۔ وہ حرمون پہاڑ پر چلے گئے اور وہاں عبادت میں مصروف ہو گئے۔...... صحیح یہ ہے کہ حضرت شیث علیہ السلام پر تیس صحیفے نازل ہوئے اور وہ سب علم و حکمت سے بھرے ہوئے تھے۔ یونانی حکیم، حضرت شیث علیہ السلام کو حکیم عالیمون کہتے تھے [طبقات ناصری اردو، ص ۳۸-۳۹]

اس کے مترجم غلام رسول مہر اس کے حاشیے میں لکھتے ہیں:

کوہ حرمون جسے آجکل جبل الشیخ کہتے ہیں، فلسطین کی شمالی حد پر ہے اور اس کی بلندی نو ہزار دو سو فٹ بتائی جاتی ہے۔ آس پاس کے ٹیلوں میں حرمون بہت نمایاں اور ممتاز ہے۔ بحیرۂ جلیل سے جسے آجکل بحیرۂ طبریہ کہتے ہیں، کوہ حرمون قریباً چالیس میل شمال میں ہے [طبقات ناصری، ص ۴۳]

حضرت ادریس علیہ السلام

حضرت ادریس بن یرد/ایبارد علیہ السلام اولوالعزم پیغمبر ہیں۔ [۱] بعض مورخین کہتے ہیں کہ ہر ہزار سال کے بعد ایک مدبر سیارہ نکلتا ہے جسے اولوالعزم کہتے ہیں۔ آپ کا اسم گرامی اخنوخ ہے اور لقب ادریس ہے۔ صاحب الملۃ بالنعمۃ والحکمۃ بھی کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے دراز عمر پائی تھی، حکیم بھی تھے اور بادشاہ بھی۔ علم نجوم آپ کا معجزہ ہے۔ آپ نے ہی بنائی، بٹائی، سوزنی اور اونوں کی سلائی کی صنعت ایجاد فرمائی۔ اہرام مصر [۲] آپ نے بنائے اور ان پر ساری صنعتوں کی شکلیں دوبارہ ابھاریں اور آنے والے طوفان نوح کی خبر دی۔ ملک الموت سے آپ کی دوستی تھی۔ جب آپ کی عمر شریف تین سو پینسٹھ ۳۶۵ سال کی ہوئی تو آپ کی درخواست پر رب تبارک وتعالیٰ نے آپ کی روح قبض کر کے پھر آپ کو لوٹا دی۔ جنت و دوزخ کی زیارت کرائی۔ آپ ایک شرط پر جنت کے اندر گئے اور باہر آئے لیکن اپنی نعلین مبارک وہیں بھول آئے، اس طور سے پھر جنت میں تشریف لے گئے اور وہیں رہ گئے۔ قرآن حکیم میں آپ کے بارے میں ہی ارشاد ہے: وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا [سورہ مریم: ۵۷] اور ہم نے اسے بلند مکان پر اٹھا لیا۔ [۳]

....

حواشی

[۱] صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی آیت کریمہ: وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ انه كان صديقا نبيا [سورہ مریم: ۵۶] "اور کتاب میں ادریس کو

یاد کرو۔ وہ صدیق تھا غیب کی خبریں دیتا'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

آپ کا نام اخنوخ ہے۔ آپ حضرت نوح علیہ السلام کے والد کے دادا ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد آپ ہی پہلے رسول ہیں۔ آپ کے والد حضرت شیث بن آدم علیہ السلام ہیں۔ سب سے پہلے جس شخص نے قلم سے لکھا وہ آپ ہی ہیں۔ کپڑوں کے سینے اور سلے کپڑے پہننے کی ابتدا بھی آپ ہی سے ہوئی۔ آپ سے پہلے لوگ کھالیں پہنتے تھے۔ سب سے پہلے ہتھیار بنانے والے، ترازو اور پیمانے قائم کرنے والے اور علم نجوم وحساب میں نظر فرمانے والے بھی آپ ہی ہیں۔ یہ سب کام آپ ہی سے شروع ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر تیس صحیفے نازل کئے اور کتب الٰہیہ کی کثرت درس کے باعث آپ کا نام ادریس ہوا۔

[۲] **مصری مناروں کی تعمیر**: مصری مناروں کی تعمیر حضرت آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار سال پہلے ہوئی۔ نوح علیہ السلام کی امت پر جس روز عذاب طوفان نازل ہوا ،پہلی رجب تھی۔ بارش بھی ہو رہی تھی اور زمین سے بھی پانی ابل رہا تھا۔ بحکم رب العٰلمین نوح علیہ السلام نے ایک کشتی تیار کی جو ۱۰ر رجب کو تیرنے لگی۔ اس کشتی پر ۸۰ر آدمی سوار تھے جن میں دو نبی تھے: حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس کشتی پر حضرت آدم علیہ السلام کا تابوت رکھ لیا تھا اور اس کی ایک جانب مرد اور دوسری جانب عورتوں کو بٹھالیا تھا۔ پانی اس پہاڑ سے جو سب سے بلند تھا، ۳۰ر ہاتھ اونچا ہو گیا تھا۔ دسویں محرم کو ۶ر ماہ کے بعد سفینہ مبارک جودی پہاڑ پر ٹھہرا۔ سب لوگ پہاڑ سے اترے اور پہلا شہر جو بسایا گیا، اس کا نام سوق الثمانین رکھ گیا۔ یہ بستی جبل نہاوند کے قریب متصل موصل واقع ہے۔

اس طوفان میں دو عمارتیں مثل گنبد ومنارہ باقی رہ گئی تھیں جنہیں کچھ نقصان نہ پہنچا۔ اس وقت روئے زمین پر سوائے ان کے اور کوئی عمارت نہ تھی۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے انہیں عمارتوں کی نسبت منقول ہے: بنی الھرمان والنسر فی

سرطان۔ دونوں عمارتیں اس وقت بنائی گئیں جب ستارہ نسر نے برج سرطان میں تحویل کی تھی۔ نسر واقع اور نسر طائر۔ جب مطلق بولتے ہیں تو اس سے نسر واقع مراد ہوتا ہے۔ ان کے دروازے پر ایک گدھ کی تصویر ہے اور اس کے پنجے میں گنگچہ ہے جس سے تاریخ تعمیر کی طرف اشارہ ہے۔ مطلب یہ کہ جب نسر واقع برج سرطان میں آیا، اس وقت یہ عمارت بنی۔ جس کے حساب سے بارہ ہزار چھ سو چالیس سال ساڑھے آٹھ مہینے ہوتے ہیں کہ ستارہ چونسٹھ برس قمری، سات مہینہ ستائیں دن میں ایک درجہ طے کرتا ہے، اور اب برج جدی کے سولہویں درجہ میں ہے۔ تو جب سے چھ برج ساڑھے پندرہ درجہ سے زائد طے کر گیا۔ تو آدم علیہ السلام کی تخلیق سے بھی تقریبا پونے چھ ہزار برس پہلے کے بنے ہوئے ہیں کہ ان کی آفرینش کو سات ہزار برس سے کچھ زائد ہوئے۔ لاجرم یہ قوم جن کی تعمیر ہے کہ پیدائش آدم علیہ السلام سے پہلے ساٹھ ہزار برس زمین پر رہ چکی تھی۔

[افادات امام احمد رضا بحوالہ حیات اعلیٰ حضرت۔ ۲ر۲۱۳،۲۱۲،۲۱۴]

[۳] بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج حضرت ادریس علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر دیکھا۔ حضرت کعب احبار وغیرہ سے مروی ہے کہ حضرت ادریس علیہ الصلوٰۃ السلام نے ملک الموت سے فرمایا کہ میں موت کا مزہ چکھنا چاہتا ہوں، کیسا ہوتا ہے تم میری روح قبض کر کے دکھاؤ۔ انہوں نے اس حکم کی تعمیل کی اور روح قبض کر کے اسی وقت آپ کی طرف لوٹا دی۔ آپ زندہ ہو گئے۔ فرمایا: اب مجھے جہنم دکھاؤ تا کہ خوف الٰہی زیادہ ہو، چنانچہ یہ بھی کیا گیا۔ جہنم دیکھ کر آپ نے مالک داروغہ جہنم سے فرمایا کہ دروازہ کھولو، میں اس پر سے گذرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور آپ اس پر سے گذرے۔ پھر آپ نے ملک الموت سے فرمایا کہ مجھے جنت دکھاؤ۔ وہ آپ کو جنت میں لے گئے۔ آپ دروازے کھلوا کر جنت میں داخل ہوئے۔ تھوڑی دیر انتظار کر کے ملک الموت نے کہا کہ آپ اب اپنے

مقام پر تشریف لے چلئے۔ فرمایا: اب میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ وہ میں چکھ ہی چکا ہوں اور یہ فرمایا ہے و ان مِنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا۔ کہ ہر شخص کو جہنم پر گذرنا ہے تو میں گذر چکا۔ اب میں جنت میں پہنچ گیا۔ اور جنت میں پہنچنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ۔ کہ وہ جنت سے نکالے نہ جائیں گے۔ اب مجھے جنت سے چلنے کے لئے کیوں کہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو وحی فرمائی کہ حضرت ادریس علیہ السلام نے جو کچھ کیا، میرے اذن سے کیا اور وہ میرے اذن سے جنت میں داخل ہوئے، انہیں چھوڑ دو۔ وہ جنت میں ہی رہیں گے۔ چنانچہ آپ وہاں زندہ ہیں۔

[خزائن العرفان برحاشیہ کنز الایمان۔ ص ۴۹۵]

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ فتاویٰ رضویہ میں تحریر فرماتے ہیں:

یہ دونوں حضرات ان چار انبیاء میں ہیں جن کی وفات ابھی واقع ہی نہیں ہوئی، وہ آسمان پر زندہ اٹھا لئے گئے۔ سیدنا ادریس وسیدنا عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے ۔ دونوں صاحبان حج کو ہر سال تشریف لاتے ہیں، بعد حج آب زمزم شریف پیتے ہیں کہ وہی سال بھر تک ان کے کھانے پینے کو کفالت کرتا ہے۔ دونوں صاحب اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام آپس میں بھائی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: الانبیاء بنو علات [بخاری شریف، ۱/۱۸۹، سارے نبی آپس میں بھائی ہیں [فتاویٰ رضویہ، ۲۶/ ۴۰۱-۴۰۲]

حضرت نوح علیہ السلام

بحکم حدیث دوسرے اولوالعزم پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ [۱] آپ کا لقب نجی اللہ ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: نوح بن لمك بن موشلخ بن ادریس بن یردبن مهلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیهم السلام [۲] چالیس سال کے بعد اور مختلف روایت کے مطابق ۲۲ر سال سے لے کر پچاس سال کے دوران آپ پر نزول وحی کا سلسلہ شروع ہوا [۳] آپ نے نو سو پچاس ۹۵۰ سال دعوت توحید کا فریضہ انجام دیا۔ اس طویل مدت میں آپ کے دست مبارک پر اسی ۸۰ مرد اور عورت ایمان لائے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کافروں کے حق میں بددعا فرمائی۔ رب تبارک وتعالیٰ نے انہیں حکم فرمایا کہ ساگوان کا درخت لگائیں۔ جب وہ تیار ہو جائیں تو اس کی لکڑی سے کشتی بنائیں جس کا طول تین سو گز اور عرض پچاس گز ہو اور اس کی اونچائی تیس گز جس میں تین منزلیں ہوں۔ ایک حیوانات کے لئے، دوسری منزل آدمیوں کے لئے، تیسری منزل مختلف قسم کے پرندوں کے واسطے۔ [۴] پھر رب تبارک وتعالیٰ نے پانی کا طوفان بھیجا۔ جامع مسجد کے اندر لوہے کا ایک تنور تھا جسے حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت سے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ لے کر آئے تھے اور نسل در نسل ہوتا ہوا حضرت نوح علیہ السلام تک پہنچا، سب سے پہلے اسی تنور سے پانی ابلنا شروع ہوا۔ [۵] اور فضا سے بارش ہونے لگی۔ حضرت نوح علیہ السلام ان اسی افراد کو لے کر ماہ رجب میں کشتی پر سوار ہوئے۔ پانی کا سیلاب ساری روئے زمین پر پھیل گیا یہاں تک کہ سارے پہاڑوں کی چوٹیاں

غرقاب ہوگئیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی دوبار مشرق سے مغرب کی سمت گئی پھر موصل یا ملک شام کے قریب واقع جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی۔[۶] حضرت نوح علیہ السلام دسویں محرم الحرام کو کشتی سے باہر آئے اور وہیں مالی نام کا ایک قریہ آباد فرمایا۔ اس کے بعد ستر۷۰ رسال حیات رہے، جب عمر مبارک ایک ہزار سات سال کو پہنچی تو اس عالم فانی کو الوداع کہا۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے تیرہ سو سال کی عمر پائی۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ طوفان صرف ملک عرب میں تھا، عجم اس کی زد سے باہر تھا۔ لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔ دنیا کے اکثر لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی نسل مبارک سے ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کو آدم ثانی کہتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کے چار صاحبزادے تھے ان میں حضرت سام، حام اور یافث مومن تھے، کنعان کافر تھا۔ طوفان کے وقت بھی حضرت نوح علیہ السلام نے اس کو ایمان کی دعوت دی لیکن اس نے قبول نہیں کی اور کہا: سَآوِیْٓ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ قَالَ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ وَحَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ۔ [سورہ ہود:۴۳] بولا اب میں کسی پہاڑ کی پناہ لیتا ہوں، وہ مجھے پانی سے بچالے گا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں مگر جس پر وہ رحم کرے اور ان کے بیچ میں موج آڑے آئی تو وہ ڈوبتوں میں رہ گیا۔

طوفان آب پھیل گیا، سارے بلند پہاڑوں سے بھی گذر گیا، اس نے کنعان کو بھی ڈبو دیا۔[۷]

سام بن نوح علیہما السلام کے بارے میں بعض مورخین لکھتے ہیں کہ نبی مرسل تھے۔ اکثر انبیائے کرام اور سارے اہل ایران آپ کی نسل سے ہیں۔ آپ کے چھ بیٹے تھے۔

پہلے بیٹے ارفخشد ہیں جن کی چوتھی پشت میں قحطان اور قالع/ فالغ آتے ہیں۔ عبرانی قوم قالع کی نسل سے ہے اور بیشتر عرب قحطان کی نسل سے۔ خود زبان

عربی یعرب بن قحطان کی یادگار ہے۔ آپ کا نام قحطان اس لئے معروف تھا کہ آپ قحط کے ایام میں بھی بے حد سخی تھے اور لوگوں کو اپنی سخاوت کے ذریعہ بھوک سے نجات دلاتے تھے۔ آپ کو قحطان، قحطو، طرد، سخانہ بھی کہتے تھے لیکن قحطان آپ کا خاص نام تھا۔ قحطان کی نسلیں بھی خوب پھیلیں۔ ضمری، نخعی، غسانی [یہ حاکم قبائل گذرے ہیں] قضاعی، اشعری، ازدطائی انہیں کے خاندان کی شاخیں ہیں۔

سام کے دوسرے صاحبزادے عالم تھے۔ عالم کے دو بیٹے تھے: ۱-خراسان، ۲-سان۔ خراسان کے بیٹے عراق تھے اور کرمان اور مکران، سان کی اولادیں تھیں۔

سام کے تیسرے صاحبزادے اسود تھے۔ اسود کے بیٹے حلوان تھے اور حلوان کے بیٹے فارس۔

سام کے چوتھے بیٹے لوزد تھے۔ اودرباد، وازان، وازمن اور موغان، لوزد کے صاحبزادگان تھے۔

سام کے پانچویں بیٹے ارم تھے۔ قوم عاد و ثمود انہیں کی نسل سے تھیں۔

سام کے چھٹے بیٹے یفر تھے۔ شام و روم ان کے صاحبزادگان تھے۔

حام بن نوح کے بارے میں بھی بعض مورخین نے لکھا ہے کہ نبی مرسل تھے۔ سارے سیاہ فام انہیں کی نسل سے ہیں۔ روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت نوح علیہ السلام سوئے ہوئے تھے اور بے خیالی میں ستر عورت کھل گیا تھا۔ حام وہاں سے گذرا تو ہنستا ہوا چلا گیا اور حضرت نوح کی ستر پوشی نہ کی۔ حق تعالیٰ نے اسی گستاخی کی وجہ سے پیغمبری کا سلسلہ اس کی نسل سے ختم کر دیا اور ساری نسل کو سرخ سیاہ رنگ کر دیا۔ یافث گذرا، وہ بھی ہنستا ہوا چلا گیا۔ حضرت سام کا گذر ہوا تو انہوں نے فوراً حضرت نوح کی ستر پوشی کی۔ اسی حسن ادب کے صلے میں رب تعالیٰ نے آپ کی نسل میں پیغمبری کا سلسلہ رواں رکھا۔

حام بن نوح کے چھ بیٹے تھے: ۱-بذرنگ، ۲-کوس، ۳-ہند، ۴-ہرمز، ۵-قبط، ۶-حبش۔

یافث بن نوح بھی بعض مورخین کے بقول نبی مرسل تھے۔ آپ کے آٹھ صاحبزادے تھے: ۱-جریر، ۲-ترک، ۳-سعلاب، ۴-روس، ۵-سیلیک، مغولان [ترکستانی] آپ کی نسل سے ہیں۔ یاجوج اور ماجوج بھی آپ کی نسل سے ہی شمار ہوتے ہیں۔ ۶-چین، ماچین، چین کے بیٹے ہیں۔ ۷-کاری۔ بلغاری، سرطاسی، مستکری اور قار آپ ہی کے نسل کی شاخیں ہیں۔ ۸-مازخ، توسار، فرنگی اور بعض رومی آپ کی نسل سے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ کے خاندان کی یہ جماعتیں عرصے تک بابل شہر میں رہیں۔ ایک رات سبھی جماعت کی زبانیں ایک دوسرے سے مختلف الگ الگ ہو گئیں۔ چنانچہ اب ان میں سے کوئی گروہ دوسرے کی زبان نہیں سمجھ پا رہا تھا، اس لئے مجبور ہو کر ایک دوسرے سے جدا ہو کر ایک ایک خاص مقام کی طرف روانہ ہو گئے جہاں ان کی نسلیں پروان چڑھیں اور وہ جگہ ان کے جد اعلیٰ کے نام سے منسوب ہو گئی۔[۸]

....

حواشی

[۱] آپ سیدنا آدم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے رسول تھے [قرطبی] آپ کے زمانہ کی صحیح تعیین تو مشکل ہے، لیکن بعض اندازوں کے مطابق آپ کا زمانہ ۳۸۰۰ ق م تا ۲۸۵۰ م ہے [ماجدی]، [ضیاء القرآن-۲-۳۲/۲]

[۲] حضرت نوح علیہ السلام کے والد کا نام لمک ہے۔ وہ متوشلخ، وہ اخنوخ علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ اخنوخ حضرت ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام ہے۔ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام چالیس یا پچاس سال کی عمر میں نبوت سے سرفراز فرمائے گے [خزائن العرفان بر کنز الایمان۔ ص ۳۵۴]

توراۃ کی کتاب پیدائش میں آپ کا نسب نامہ یہ درج ہے: نوح بن لمک بن متوسلخ بن حنوک بن یارد بن محلل بن ایل بن قینان بن انوس بن سیت بن آدم۔ اس طرح

بھی آپ حضرت آدم سے دسویں پشت میں ہیں۔ علامہ قرطبی اور دیگر مفسرین نے بھی حضرت نوح کو دسویں پشت ہی میں شمار کیا ہے اور آپ کے آباء کے ناموں میں برائے نام فرق ہے: نوح بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ وھو ادریس بن یرد بن مھلائیل بن انوش بن قینان بن شیث بن آدم علیہم السلام۔ وہب کہتے ہیں کہ یہ تمام کے تمام مومن تھے۔ [ضیاء القرآن-۵/۳۷۳]

[۳] حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام چالیس سال کے بعد مبعوث ہوئے اور نو سو پچاس سال اپنی قوم کو دعوت فرماتے رہے اور طوفان کے بعد ساٹھ برس دنیا میں رہے۔ تو آپ کی عمر ایک ہزار پچاس سال ہوئی۔ اس کے علاوہ عمر شریف کے متعلق اور بھی قول ہیں۔ [تفسیر خازن۔ خزائن العرفان بر کنز الایمان ص ۳۵۹]

[۴] حدیث شریف میں ہے کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بحکم الٰہی سال کے درخت بوئے۔ بیس سال میں یہ درخت تیار ہوئے۔ اس عرصہ میں مطلقاً کوئی بچہ پیدا نہ ہوا۔ اس سے پہلے جو بچے پیدا ہو چکے تھے، وہ بالغ ہو گئے اور انہوں نے بھی حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور حضرت نوح علیہ السلام کشتی بنانے میں مشغول ہو گئے۔ جب سرداران قوم آپ کے پاس سے گذرتے تو تمسخر سے کہتے: اے نوح کیا کرتے ہو؟ آپ فرماتے: ایسا مکان بناتا ہوں جو پانی پر چلے۔ یہ سن کر وہ ہنستے کیونکہ آپ کشتی جنگل میں بناتے تھے، جہاں دور دور تک پانی نہ تھا۔ یہ کشتی دو سال میں تیار ہوئی۔ اس کی لمبائی تین سو گز، چوڑائی پچاس گز، اونچائی تیس گز تھی۔ [اس میں اور بھی اقوال ہیں] اس کشتی میں تین درجے بنائے گئے تھے۔ نچلے طبقے میں وحوش اور درندے اور ہوام اور درمیانی طبقے میں چوپائے وغیرہ اور طبقۂ بالا میں خود حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کے ساتھی اور حضرت آدم علیہ السلام کا جسد مبارک جو عورتوں اور مردوں کے درمیان حائل تھا اور کھانے وغیرہ کا سامان تھا۔ پرندے بھی اوپر ہی کے طبقے میں تھے [تفسیر خازن، مدارک وغیرہ۔ خزائن العرفان بر کنز الایمان۔ ص ۳۶۱]

[۵] تنور کے بارے میں چند قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ وہ تنور پتھر کا تھا حضرت حوا

علیہا السلام کا جو آپ کو ترکہ میں پہنچا تھا اور وہ یا تو شام میں تھا یا ہندوستان میں [خزائن العرفان۔ص ۳۶۱]

تذکرۃ الانبیاء میں تحریر ہے:

یہ تنور کوفہ میں تھا۔ صحیح یہی ہے کہ عام تنور تھا جس میں آپ کی اہلیہ روٹی پکاتی تھیں، اسی سے طوفان کی ابتدا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حتی اذا جاء امرنا و فار التنور [ھود: ۴۰] یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آیا اور تنور ابلا۔

[۶] جو موصل یا شام کے حدود میں واقع ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں دسویں رجب کو بیٹھے اور دسویں محرم کو کشتی کوہ جودی پر ٹھہری تو آپ نے اس کے شکر کا روزہ رکھا اور اپنے تمام ساتھیوں کو بھی روزے کا حکم فرمایا [خزائن العرفان، ص ۳۶۲]

[۷] حضرت نوح علیہ السلام کے افراد خاندان میں سے آپ کی اہلیہ واعلہ جو ایمان نہ لائی تھی اور آپ کا بیٹا کنعان بقولے یام جو منافق تھا، اس طوفان میں ہلاک ہوئے۔ حضرت شیخ ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان منافق تھا اور آپ کے سامنے اپنے آپ کو مومن ظاہر کرتا تھا۔ اگر وہ اپنا کفر ظاہر کر دیتا تو آپ اللہ تعالیٰ سے اس کے نجات کی دعا نہ کرتے۔ [خزائن العرفان بر کنز الایمان، ص ۳۶۱-۳۶۳]

تفسیر کبیر میں حضرت امام باقر اور حضرت امام حسن بصری قدس سرہما کا قول یہ ہے کہ کنعان، حضرت نوح علیہ السلام کی زوجہ کا بیٹا کسی اور شوہر سے تھا، آپ کا اپنا بیٹا نہیں تھا۔ [تفسیر کبیر، ۷/۲۳۱]

[۸] حدیث پاک میں ہے سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد زمین کبھی سات بندگان خدا سے خالی نہ ہوئی جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اہل زمین سے عذاب دفع فرماتا ہے۔ [شرح الزرقانی علی المواہب، ۱/۱۷،۴۱/ فتاویٰ رضویہ، ۳۰/۲۶۹]

حضرت ہود علیہ السلام

بعض مورخین حضرت ہود علیہ السلام کا دوسرا نام عابر بتاتے ہیں اور بعض لوگ انہیں قوم عاد [۱] سے شمار کرتے ہیں۔ آپ کا نسب نامہ یہ ہے: ہود بن عبداللہ بن رباح بن حارث بن عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو قوم عاد کی جانب نبی بنا کر بھیجا۔ قوم عاد بہت دراز قد تخیم و شحیم اور باقوت تھے اور بت پرستی کیا کرتے تھے۔ [۲] حضرت ہود علیہ السلام نے قوم عاد کے درمیان پچاس سال دعوت توحید کا کار عظیم انجام دیا اور انہیں خدائے وحدہ لاشریک کی طرف بلایا اور فرمایا: اے میری قوم! اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرو لیکن قوم عاد منکر ہوئی اور حضرت ہود علیہ السلام سے نفرت کا اظہار کیا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے بددعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش کا سلسلہ موقوف فرما دیا۔ ان کی ساری کھیتیاں سوکھ گئیں اور وہ تباہ حال ہو گئے۔ مجبور ہو کر حضرت ہود علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ سے بارش کی دعا کے لئے سفارش کی۔ [۳] حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا: تم سب مسلمان ہو جاؤ اور حرم شریف میں جا کر اللہ کی رضا کے لئے قربانی کرو تا کہ رب تبارک وتعالیٰ رحم فرما کر تم پر بارش بھیجے۔ قوم نے عرض کی کہ ہم خود سرزمین حرم میں جا کر قربانی کریں گے تا کہ بارش کا نزول ہو۔ قوم عاد نے اپنے تین نمائندے منتخب کئے۔ ۱-عمر، ۲-فرید، ۳-قیل۔ عمر نے قربانی کے بعد سات گدھ مانگے، خدائے تعالیٰ نے اس کی دعا قبول

کی۔ فرید نے قربانی کر کے خدائے تعالیٰ سے گیہوں طلب کیا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس پر گیہوں کی بارش ہوئی۔ قیل نے قربانی کر کے بارش طلب کی تو خدائے تعالیٰ کے حکم سے تین قسم کے بادل نمودار ہوئے اور غیب سے آواز آئی کہ ان تینوں بادلوں میں سے جسے چاہو چن لو۔ قیل نے سرخ رنگ کا بادل پسند کیا۔ سرخ رنگ کا بادل قبیلۂ عاد کی طرف گیا۔ پہلے ان کے چوپائے اٹھائے، فضا میں لے گیا اور زمین پر دے مارا۔ اس صورت حال سے قوم عاد خوف زدہ ہو کر غار میں جا چھپی اور اس کے سوراخ بند کر لئے۔ بادل نے ان عادیوں کو غار کے سوراخ سے باہر نکالا اور فضا میں لے جا کر زمین پر دے مارا۔ یہاں تک کہ قوم عاد کے سبھی افراد ہلاک ہو گئے اور کھجور کی بے برگ شاخوں کی مانند پڑے رہ گئے۔ قرآن حکیم میں رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ، سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَى كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ، فَهَلْ تَرَى لَهُم مِّن بَاقِيَةٍ. [الحاقۃ: ۶-۸]

ترجمہ: اور رہے عاد، وہ ہلاک کئے گئے نہایت سخت گرجتی آندھی سے، وہ ان پر قوت سے لگا دی سات راتیں اور آٹھ دن لگاتار، تو ان لوگوں کو ان میں دیکھو بچھڑے ہوئے گویا وہ کھجور کی بے برگ شاخیں ہیں گرتی ہوئی۔ [کنز الایمان] [۴]

قیل جب حرم کی زمین سے باہر آیا تو بادل نے اسے بھی اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا اور ہلاک کر دیا۔ البتہ جو جماعت حضرت ہود علیہ السلام کی گرویدہ اور اطاعت گذار تھی، وہ زندہ سلامت رہی۔ [۵] قوم عاد کا مشہور ظالم بادشاہ شداد کے بیٹے شدید نے حضرت ہود علیہ السلام کی اطاعت کی اور آپ پر ایمان لے آیا۔ حضرت ہود علیہ السلام کی وفات یمن میں ہوئی اور حضر موت کے غار میں آپ کو دفن کیا گیا۔ آپ کا مزار مبارک خاصا مشہور ہے۔ [۶]

....

حواشی

[۱] قوم عاد عرب کی قدیم اقوام میں سے تھی، جن کی قوت و شوکت اور حکومت کے بڑے مبالغہ آمیز افسانے زبان زد عوام تھے۔ ان کا یہ نام ان کے ایک دادا کے نام پر پڑ گیا، جس کا شجرہ یہ بتایا جاتا ہے: عاد بن عوص بن ارم بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام۔ حضرت ہود علیہ السلام اسی قوم کی ایک معزز شاخ کے چشم و چراغ تھے۔ حضرت ہود بن عبداللہ بن رباح بن الجلود بن عاد اخ (قرطبی) ان کا مسکن احقاف کا علاقہ تھا جو یمن کا ایک حصہ ہے اور ان کا پایہ تخت حضر موت تھا۔ [تفسیر ضیاء القرآن۔۲/۳۵]

حضرت ہود علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام سے آٹھ سو سال بعد تشریف لائے اور چار سو چونسٹھ سال حیات رہے۔ [تذکرۃ الانبیاء، ص ۱۲۶]

طبقات ناصری میں ہے: ہود بن عبداللہ بن رباح بن حارث بن عاد بن عوض بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام...... حضرت ہود علیہ السلام قوم کی تباہی کے بعد مکہ مکرمہ میں آگئے۔ ان کی عمر چار سو چونسٹھ سال ہوئی [طبقات ناصری اردو، ص ۵۲-۵۳]

[۲] قوم عاد کے چھوٹے قد ساٹھ ذراع [نوے ۹۰ فٹ] اور بڑے قد ایک سو ذراع [ایک سو پچاس فٹ] تھے۔ ان کے تین بڑے بت تھے: صداء، ۲-صمود، ۳-ھباء، جن کی یہ پرستش کیا کرتے تھے۔ [تذکرۃ الانبیاء، ص ۱۲۶-۱۲۷]

[۳] جب قوم عاد نے حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت قبول نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کے سبب تین سال تک بارش موقوف کر دی اور نہایت شدید قحط نمودار ہوا اور ان کی عورتوں کو بانجھ کر دیا۔ جب یہ لوگ بہت پریشان ہوئے تو حضرت ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وعدہ فرمایا کہ اگر وہ اللہ پر ایمان لائیں اور اس کے رسول کی تصدیق کریں اور اس کے حضور توبہ واستغفار کریں تو اللہ تعالیٰ بارش بھیجے گا اور ان کی زمینوں کو سرسبز وشاداب کر کے تازہ زندگی عطا فرمائے گا اور قوت و اولاد دے گا جیسا کہ سورۂ ہود کی آیت ۵۲ میں ارشاد ہے:

اور اے میری قوم! اپنے رب سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ، وہ تم

پر زور کا پانی بھیجے گا اور تم میں جتنی قوت ہے، اس سے اور زیادہ دے گا اور جرم کرتے ہوئے روگردانی نہ کرو۔ [خزائن العرفان۔ ص ۳۶۳] بزرگوں نے فرمایا ہے کہ کثرت رزق اور حصول اولاد کے لئے استغفار کا بکثرت پڑھنا قرآنی عمل ہے۔

[۴] کہتے ہیں کہ یہ آندھی شوال کے اخیر میں بدھ سے لے کر دوسرے بدھ تک نہایت تیز سردی کے موسم میں چلتی رہی۔ [خزائن العرفان]

[۵] اس واقعے کو صاحب خزائن العرفان نے قدرے وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے، جس سے کئی گوشے روشن ہوتے ہیں۔ وہ رقم طراز ہیں:

''مختصر واقعہ یہ ہے کہ قوم عاد احقاف میں رہتی تھی جو عمان اور حضر موت کے درمیان علاقۂ یمن میں ایک ریگستان ہے۔ اس کا کل رقبہ تین لاکھ مربع میل بتایا جاتا ہے۔ اس میں بعض مقامات پر ریت اتنی باریک ہے کہ جو چیز وہاں پہنچے، اندر دھنستی چلی جاتی ہے۔ بڑے بڑے مہم جو سیاح بھی اس کو عبور کرنے کی جراءت نہیں کرتے۔ انہوں نے زمین کو فسق سے بھر دیا تھا اور دنیا کی قوموں کو اپنی جفا کاریوں سے اپنے زور قوت کے زعم میں پامال کر ڈالا تھا۔ یہ لوگ بت پرست تھے۔ ان کے ایک بت کا نام صداء اور ایک کا صمود، ایک کا ہباء تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ آپ نے انہیں توحید کا حکم دیا۔ شرک و بت پرستی اور ظلم و جفا کاری کی ممانعت کی۔ اس پر وہ لوگ منکر ہوئے۔ آپ کی تکذیب کرنے لگے اور کہنے لگے ہم سے زیادہ زور آور کون ہے۔ چند آدمی ان میں سے حضرت ہود علیہ السلام پر ایمان لائے۔ وہ تھوڑے تھے اور اپنا ایمان چھپائے رہتے تھے۔ ان مومنین میں سے ایک شخص کا نام مرثد بن سعد بن عضیر تھا۔ وہ اپنا ایمان مخفی رکھتے تھے۔ جب قوم نے سرکشی کی اور اپنے نبی حضرت ہود علیہ السلام کی تکذیب کی اور زمین میں فساد کیا اور ستم گاریوں میں زیادتی کی اور بڑی مضبوط عمارتیں بنائیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ انہیں گمان ہے کہ وہ دنیا میں ہمیشہ ہی رہیں گے۔ جب ان کی نوبت یہاں تک پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے بارش روک دی۔ تین سال بارش نہ ہوئی۔ اب وہ بہت مصیبت میں مبتلا ہوئے۔ اور اس زمانے میں دستور یہ تھا کہ جب کوئی بلا یا مصیبت نازل ہوتی تھی تو لوگ

بیت اللہ الحرام میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے اس کے دفع کے لئے دعا کرتے تھے، اسی لئے ان لوگوں نے ایک وفد بیت اللہ کو روانہ کیا۔ اس وفد میں قَیل بن عنز اور نعیم بن ہزال اور مرثد بن سعد تھے۔ یہ وہی صاحب ہیں جو حضرت ہود علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور اپنا ایمان مخفی رکھتے تھے۔ اس زمانے میں مکہ مکرمہ میں عمالیق کی سکونت تھی اور ان لوگوں کا سردار معاویہ بن بکر تھا۔ اس شخص کا ننہیال قوم عاد میں تھا۔ اسی رشتے سے یہ وفد مکہ مکرمہ کے مضافات میں معاویہ بن بکر کے یہاں مقیم ہوا۔ اس نے ان لوگوں کا بہت اکرام کیا، نہایت خاطر و مدارات کی۔ یہ لوگ وہاں شراب پیتے اور باندیوں کا ناچ دیکھتے تھے۔ اس طرح انہوں نے عیش و نشاط میں ایک مہینہ بسر کیا۔ معاویہ کو خیال آیا کہ یہ لوگ تو راحت میں پڑ گئے اور قوم کی مصیبت کو بھول گئے جو وہاں گرفتار بلا ہے مگر معاویہ بن بکر کو یہ خیال بھی تھا کہ اگر وہ ان لوگوں سے کچھ کہے تو شاید وہ خیال کریں کہ اب اس کو میزبانی گراں گذرنے لگی ہے۔ اس لئے اس نے گانے والی باندی کو ایسے اشعار دیئے جن میں قوم عاد کی حاجت کا تذکرہ تھا۔ جب باندی نے وہ نظم گائی تو ان لوگوں کو یاد آیا کہ ہم اس قوم کی مصیبت کی فریاد کرنے کے لئے مکہ مکرمہ بھیجے گئے ہیں۔ اب انہیں خیال ہوا کہ حرم شریف میں داخل ہو کر قوم کے لئے پانی برسنے کی دعا کریں۔ اس وقت مرثد بن سعد نے کہا کہ اللہ کی قسم تمہاری دعا سے پانی نہ برسے گا لیکن اگر تم اپنے نبی کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو تو بارش ہوگی اور اس وقت مرثد نے اپنا اسلام ظاہر کر دیا۔ ان لوگوں نے مرثد کو چھوڑ دیا اور خود مکہ مکرمہ جا کر دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے تین ابر بھیجے۔ ایک سفید، ایک سرخ، ایک سیاہ۔ اور آسمان سے ندا ہوئی کہ اے قَیل! اپنے اور اپنی قوم کے لئے ان میں سے ایک ابر اختیار کر۔ اس نے ابر سیاہ کو اختیار کیا اس خیال سے کہ اس سے بہت پانی برسے گا۔ چنانچہ وہ ابر قوم عاد کی طرف چلا اور وہ لوگ اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ مگر اس میں سے ایک ہوا چلی۔ وہ اس شدت کی تھی کہ اونٹوں اور آدمیوں کو اڑا اڑا کر کہیں سے کہیں لے جاتی تھی۔ یہ دیکھ کر وہ لوگ گھروں میں داخل ہوئے اور اپنے دروازے بند کر لئے مگر ہوا کی تیزی سے بچ نہ سکے۔ اس نے دروازے بھی اکھیڑ دیئے اور ان لوگوں کو ہلاک بھی کر دیا اور

قدرت الٰہی سے سیاہ پرندے نمودار ہوئے جنہوں نے ان کی لاشوں کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔ حضرت ہود مومنین کو لے کر قوم سے جدا ہو گئے تھے، اس لئے وہ سلامت رہے۔ قوم کے ہلاک ہونے کے بعد ایمانداروں کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ تشریف لائے اور آخر عمر شریف تک وہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے۔ [خزائن العرفان۔ ص ۲۵۷-۲۵۸/ضیاء القرآن، ۲/۴۹۰]

[۶] طبقات ناصری میں ہے: بعض کہتے ہیں کہ حضرت کی تربت حضر موت میں اور بعض کہتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ہے...... غلام رسول مہر اس کے حاشیے میں لکھتے ہیں:

صحیح یہی ہے کہ حضرت ہود کی قبر حضر موت میں ہے اور اس مقام کا نام بھی آجکل نبی ہود ہے۔ یہ مقام حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کے مراکز سے قریب تھا۔ [طبقات ناصری اردو، ص ۵۳، ۵۵]

حضرت صالح علیہ السلام

حضرت صالح علیہ السلام کالو بن عابر کے صاحبزادے تھے۔ [۱] اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوم ثمود [۲] کی جانب نبی بنا کر بھیجا تھا۔ قوم ثمود بت پرستی کرتی تھی۔ حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں بت پرستی سے روکنے کی بہت کوشش فرمائی لیکن وہ نہیں مانے۔ ایک مرتبہ وہ حضرت صالح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کے خدا کے پرستش کریں تو دعا فرمائیں کہ پہاڑ سے ایک اونٹنی برآمد ہو اور اسی وقت بچہ جنے۔ [رب تبارک وتعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کے دست مبارک پر یہ معجزہ ظاہر فرمایا اور فوراً پہاڑ سے اونٹنی نے نمودار ہو کر بچہ جنا] یہ معجزہ دیکھ کر وہ لوگ ایمان لے آئے۔ قوم ثمود کا ایک پانی کا چشمہ تھا جس سے سب سیراب ہوا کرتے تھے۔ اونٹنی ہر دن اس چشمے کا سارا پانی پی جاتی تھی۔ قوم ثمود اکٹھا ہو کر حضرت صالح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور معاملہ پیش کیا۔ معاملہ کا حل یہ ٹھہرا کہ ایک دن اس چشمے کا پانی قوم ثمود پیئے گی اور ایک دن اونٹنی اور اس کا بچہ پانی پیئے گا پھر حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تک یہ اونٹنی تمہارے درمیان رہے گی، تم لوگ عذاب الٰہی سے محفوظ رہو گے۔

قبیلۂ ثمود میں وعد نام کی ایک عورت تھی جس پر رباب نام کا ایک نوجوان عاشق تھا۔ وعد کے ورغلانے پر رباب نے اس اونٹنی کو مار ڈالا۔ اونٹنی کے بچے نے جب یہ ماجرا دیکھا تو ایک چیخ ماری اور پہاڑ میں روپوش ہو گیا۔ حضرت صالح علیہ

السلام تک جب یہ اطلاع پہنچی تو آپ نے فرمایا: تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوگا۔ اسی سبب سے قوم ثمود اپنی آبادیوں سے باہر چلی گئی۔ پہلے دن قوم ثمود کا چہرہ زرد ہوا، دوسرے دن سرخ ہوا اور تیسرے دن سیاہ ہو گیا۔ چوتھے دن آسمان سے ایک چنگھاڑ آئی اور سب کے سب ہلاک ہو گئے۔[۳] حضرت صالح علیہ السلام نے جب وفات پائی تو آپ کو حضر موت میں دفن کیا گیا۔

....

حواشی

[۱] بعض مورخین نے آپ کا سلسلہ نسب یہ بیان کیا ہے: صالح بن عبیل بن عابر بن شالخ بن قینان بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہم السلام [مرآۃ الانساب ص ۱۲۶]

طبقات ناصری میں ہے:

صالح بن عبداللہ بن حارث بن ثمود بن عوص بن ارم بن سام بن نوح [ص ۵۱]

اس کے حاشیے میں غلام رسول مہر لکھتے ہیں: گزیدہ میں ہے۔ صالح بن آسف بن عبید بن ناخ بن خادر بن ثمود بن حاثرین آدم بن سام بن نوح [طبقات ناصری اردو، ص ۵۴]

[۲] قوم ثمود کا مسکن جزیرۂ عرب کے شمال مغربی جانب شام و حجاز کے درمیانی علاقہ میں تھا جس کی حدود وادی القریٰ تک پھیلی ہوئی تھیں۔ ان کے پایۂ تخت کا نام الحجر تھا۔ اس قبیلہ کا نام ان کے ایک دادا کی وجہ سے ثمود رکھا گیا تھا جس کا سلسلۂ نسب یوں بیان کیا گیا ہے: ثمود بن عامر بن ارم بن سام بن نوح۔

لیکن امام رازی اور قرطبی نے ثمود بن عاد بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام لکھا ہے۔ یہ قوم عاد کی ایک شاخ تھی جو وہاں سے ترک وطن کر کے یہاں آ کر سکونت پذیر ہو گئی تھی۔ ان کا علاقہ بڑا زرخیز تھا۔ سرسبز کھیت، شاداب باغات اپنی بہار دکھایا کرتے تھے۔ ان کی آب پاشی کے لیے نہروں کا جال بچھا ہوا تھا۔ لیکن دولت کی فراوانی نے ان کے اخلاق کی بنیادوں کو متزلزل کر دیا۔ اخلاقی بے راہ روی سے عقائد میں بگاڑ پیدا ہونے لگا، یہاں تک کہ وہ شرک کی لعنت میں گرفتار ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لیے ان کے قومی اور وطنی بھائی حضرت صالح کو مبعوث فرمایا جو اپنی خاندانی برتری اور شخصی کردار کے

باعث بڑے محترم اور معزز تھے۔ آپ کا شجرۂ نسب علمائے تاریخ نے یہ تحریر کیا ہے:

صالح بن عبید بن اسف بن ماشخ بن عبید بن حاذر بن ثمود۔

آپ کے زمانۂ بعثت کا یقینی تعین تو بہت مشکل ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ آپ کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے پہلے تھا اور بعثت موسوی سے بہت عرصہ پہلے آپ کی قوم برباد ہو چکی تھی۔ [ضیاء القرآن-۲/۴۸]

حاشیۂ جلالین میں مذکور ہے:

حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت ہود علیہ السلام کے درمیان ایک سو سال کا فاصلہ ہے۔ یعنی صالح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام کے ایک سو سال بعد تشریف لائے۔ حضرت صالح علیہ السلام کی عمر مبارک دو سو اسی ۲۸۰ سال تھی۔ [تذکرۃ الانبیاء، ص ۱۷۴، بحوالہ حاشیۂ جلالین، ص ۳۱۴]

[۳] حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی آپ کا زبردست معجزہ تھی کہ نہ وہ کسی پیٹھ میں رہی، نہ کسی پیٹ میں، نہ کسی نر سے پیدا ہوئی، نہ مادہ سے حمل میں رہی، نہ اس کی خلقت تدریجاً کمال کو پہنچی بلکہ طریقہ عادیہ کے خلاف وہ پہاڑ کے ایک پتھر سے دفعتاً پیدا ہوئی۔ اس کی یہ پیدائش معجزہ ہے۔ پھر وہ ایک دن پانی پیتی ہے اور تمام قبیلہ ثمود ایک دن۔ یہ بھی معجزہ ہے کہ ایک اونٹنی ایک قبیلہ کے برابر پانی پی جائے۔ اس کے علاوہ اس کے پینے کے روز اس کا دودھ دوہا جاتا تھا اور وہ اتنا ہوتا تھا کہ تمام قبیلہ کو کافی ہو اور پانی کے قائم مقام ہو جائے، یہ بھی معجزہ ہے۔ اور تمام وحوش و حیوانات اس کی باری کے روز پانی پینے سے باز رہتے تھے، یہ بھی معجزہ ہے۔ اتنے معجزات حضرت صالح علیہ السلام کے صدق نبوت کی زبردست حجتیں ہیں۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے سرکشی کی اور اونٹنی کو مار ڈالا تو: فاخذتھم الرجفة فاصبحوا فی دارھم جٰثمین [الاعراف: ۷۸] تو انہیں زلزلے نے آ لیا تو صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے رہ گئے۔

منقول ہے کہ ان لوگوں نے بدھ کو اونٹنی کے قدم کاٹے تھے تو حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اس کے بعد تین دن زندہ رہو گے۔ پہلے روز تم سب کے چہرے زرد ہو جائیں گے، دوسرے روز سرخ، تیسرے روز سیاہ ہو جائیں گے۔ چوتھے روز عذاب عام آئے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اتوار کو دوپہر کے قریب آسمان سے ایک ہولناک آواز آئی جس سے ان لوگوں کے دل پھٹ گئے اور سب ہلاک ہو گئے۔ [خزائن العرفان، ص ۲۵۸]

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام، تارخ/آزر بن ناحور کے بیٹے تھے۔ آپ نے نمرود کا زمانہ پایا تھا اور اسی کافر کے زمانے میں آپ اپنے رب کی عبادت کرتے تھے۔ نمرود نے ایک خواب دیکھا کہ آگ کی ایک چنگاری اس پر گر پڑی جس نے اس کے تخت و تاج کو جلا ڈالا۔ خواب کی تعبیر بتانے والے نے نمرود کو بتایا کہ اس سال ایک بچہ پیدا ہوگا جو تیری سلطنت کے زوال کا باعث ہوگا۔ نمرود نے حکم دیا کہ اس سال جو بچہ بھی پیدا ہو، مار ڈالا جائے۔ تارخ/آزر کی اہلیہ حمل سے تھیں، جن سے ایک بچہ پیدا ہوا۔ اس کا نام ابراہیم رکھا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ نمرود کے خوف سے ان کو ایک پہاڑ پر لے گئیں اور ایک غار کے اندر رکھ دیا۔ ہر وقت جا کر ان کو دودھ پلا آتیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک ہرنی ہر دن جا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دودھ پلا آتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پندرہ سال تک اس غار میں رہے۔ جب آپ غار سے باہر آئے تو ایک روشن ستارے کو دیکھا، تعجب سے فرمایا: یہ میرا رب ہے؟ لیکن جب وہ ستارہ غروب ہو گیا تو چاند نکل آیا، آپ نے چاند کو دیکھ کر فرمایا: یہ میرا رب ہے؟ جب چاند ڈوب گیا تو سورج نکل آیا۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا: یہ میرا رب ہے؟ یہ تو ان سب سے بڑا لگتا ہے۔ لیکن جب آفتاب بھی ڈوب گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام برملا بول اٹھے:

انی وجھت وجھی للذی فطر السمٰوٰت والارض حنیفا وما انا من المشرکین [الانعام: ۷۹] میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان و زمین

بنائے ایک اسی کا ہو کر اور میں مشرکوں میں نہیں [کنز الایمان]

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام تارخ/آزر کے پاس گئے اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کو ہر روز سمجھاتے کہ آپ ان بتوں کو کیوں پوجتے ہیں، یہ نہ دیکھ سکتے ہیں، نہ سن سکتے ہیں، نہ آپ کو کوئی نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں۔[۱]

کہتے ہیں کہ ایک دن ان لوگوں کی عید تھی۔ سب لوگ آبادی سے باہر گئے ہوئے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کلہاڑا لیا اور سارے بت توڑ ڈالے اور کلہاڑا سب سے بڑے بت کی گردن میں لٹکا دیا۔ جب لوگ واپس آئے تو دیکھا کہ سارے بت ٹوٹے پڑے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ان بتوں کو کس نے توڑا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑے بت کی جانب اشارہ فرمایا۔ یہ خبر نمرود تک پہنچی، اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو طلب کیا اور پوچھا کہ بتوں کو کس نے توڑا؟ حضرت ابراہیم نے فرمایا: تم ایسے بتوں کو پوجتے ہو جو نہ دیکھتے ہیں، نہ سنتے ہیں۔ تم آسمان و زمین کے مالک خدائے بزرگ برتر کی عبادت کیا کرو۔ یہ سن کر نمرود سخت ناراض ہوا اور حضرت ابراہیم کو گرفتار کر لیا پھر حکم جاری کیا کہ ہر چہار سمت سے لوگ جمع ہو کر تین فرسنگ [۹ میل] حصہ زمین میں خندق کھود کر آگ جلائیں۔[۲] اس آگ کی لپٹ ایسی تھی کہ کوئی شخص نزدیک نہیں جا سکتا تھا۔ شیطان حاضر ہوا اور نمرودیوں کو منجنیق چلانے کا طریقہ سکھایا۔ بڑھئی کی جماعت نے حاضر ہو کر منجنیق تیار کی۔ اس کے بعد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اس میں رکھ کر آگ میں اچھال دیا۔ حضرت ابراہیم ابھی فضا میں ہی تھے کہ حضرت جبرئیل امین حاضر ہوئے اور عرض کی: آپ کو کوئی ضرورت ہو تو فرمائیں۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا: ضرورت تو ہے مگر تم سے نہیں۔ غیب سے حکم ربی آیا: یٰنار کونی بردا و سلاما علی ابراھیم۔ [سورہ الانبیاء: ۶۹] اے آگ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی ابراہیم پر، تو آگ سرد ہو گئی۔ اس آتشکدے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مبارک قدم جہاں جہاں

پڑے، وہاں لالہ و بنفشہ اُگ آئے۔[۳] حضرت ابراہیم جب اس آتش کدے سے باہر آئے تو آپ کے گرد ایک خلقت جمع ہوگئی۔ نمرود نے آپ کو حکم دیا کہ میری مملکت سے باہر چلے جائیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی اہلیہ سارہ اور اپنے بھتیجے حضرت لوط بن ہارون علیہما السلام کے ہمراہ مصر کو روانہ ہوگئے۔ بادشاہ مصر کو جب پتہ چلا تو اس نے حضرت سارہ کو طلب کیا[حضرت سارہ حسن و جمال میں بے مثل تھیں] حضرت ابراہیم نے بادشاہ کو [توریہ کے انداز میں] بتایا کہ سارہ میری بہن ہے۔ بادشاہ مصر نے بدنیتی سے حضرت سارہ پر ہاتھ رکھنا چاہا تو اس کے اعضا خشک ہوگئے۔ بادشاہ نے اپنی بدطینتی سے توبہ کی اور حضرت سارہ کو دوبارہ حضرت ابراہیم کے سپرد کردیا بلکہ ہاجرہ نام کی اپنی ایک کنیز بھی حضرت سارہ کی نذر کردی۔ حضرت سارہ نے وہ کنیز حضرت ابراہیم کے حوالے کردی۔ حضرت ابراہیم نے انہیں قبول کرتے ہوئے اپنی زوجیت میں لے لیا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام آپ ہی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر سے چل کر چاہ قبط کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں قیام فرمایا۔[۴] آپ کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام موتفکات کی جانب چلے گئے اور وہاں قیام فرمایا۔[۵] حضرت سارہ سے بھی ایک فرزند تولد ہوئے جن کا نام اسحٰق [علیہ السلام] رکھا گیا۔ اب حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ کے درمیان اختلافات رونما ہونے لگے۔ حضرت سارہ نے زیادتی سے کام لیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قسم دی کہ وہ حضرت ہاجرہ کا کوئی عضو تراشیں اور انہیں بے آب و گیاہ سرزمین میں چھوڑ آئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ کے کان چھیدنے کا حکم دیا اور حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو مکہ کی بے آب و گیاہ چٹیل سرزمین میں چھوڑ آئے۔[۶] حضرت ہاجرہ حضرت اسمٰعیل کو لے کر صفا اور مروہ کی پہاڑیوں پر دوڑتی رہیں لیکن کوئی آدم زاد نظر نہ آیا۔ شیرخوار حضرت اسمٰعیل نے اپنی مقدس ایڑیاں زمین پر ماریں تو پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ حضرت ہاجرہ لوٹ کر آئیں اور اس کے گرد مٹی کی دیوار کھڑی کردی جس سے کنویں کی شکل پیدا ہوگئی۔ بنو جرہم کا

ایک قبیلہ پھرتا ہوا ادھر آیا اور پانی کا چشمہ دیکھ کر یہیں آباد ہوگیا۔ حضرت اسمٰعیل نے اسی قبیلے کی ایک خاتون سے شادی فرمائی۔ حضرت اسمٰعیل کے پاس بکریاں خاصی تعداد میں ہوگئی تھیں۔

ایک دن حضرت ابراہیم نے حضرت سارہ سے اجازت لی کہ جا کر حضرت اسمٰعیل کو دیکھ آئیں۔ جب حضرت ابراہیم مکہ معظمہ تشریف لائے تو حضرت ہاجرہ وفات پاچکی تھیں۔ حضرت اسمٰعیل شکار کو گئے ہوئے تھے۔ حضرت اسمٰعیل کی اہلیہ [۷] نے حضرت ابراہیم کی طرف توجہ نہیں کی۔ حضرت ابراہیم نے ان سے فرمایا: جب تمہارے شوہر آجائیں تو ان سے کہنا کہ اپنے گھر کی دہلیز بدل لیں۔ اتنا کہہ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لے گئے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جب شکار سے واپس آئے تو اہلیہ نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ حضرت اسمٰعیل نے اس بیوی کو طلاق دیدی اور دوسری شادی فرمائی۔ اس کے بعد ایک عرصہ گذرا، حضرت ابراہیم علیہ السلام دوبارہ تشریف لائے۔ حضرت اسمٰعیل کی دوسری اہلیہ نے خوش اخلاقی سے آپ کو بٹھایا اور آپ کی خدمت بجالائی۔ حضرت ابراہیم نے ان سے فرمایا: جب تمہارا شوہر واپس آئے تو ان سے کہنا کہ اس دہلیز کا خیال رکھیں۔ پھر آپ تشریف لے گئے۔ اس کے بعد حضرت سارہ بھی وفات پاگئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام مستقل طور سے مکہ معظمہ تشریف لے آئے اور یہیں اقامت اختیار کرلی۔ اب حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کو رب تبارک وتعالیٰ کی جانب سے حکم ہوا کہ خانۂ کعبہ تعمیر فرمائیں۔ دونوں حضرات نے مل جل کر خانہ کعبہ کی تعمیر مکمل فرمائی۔[۸] پھر حکم ربی ہوا کہ اللہ کی راہ میں حضرت اسمٰعیل کو قربان کریں۔ حضرت ابراہیم، حضرت اسمٰعیل کو لے کر کوہ منیٰ کے درمیان تشریف لے گئے تاکہ آپ کا سر قلم کرکے حکم ربی بجالائیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل کے فدیے میں جنت سے ایک دنبہ بھیجا۔ مفسرین اور اہل تاریخ اس سلسلے میں اختلاف کرتے ہیں کہ ذبیح کون تھا۔ بعض حضرت اسمٰعیل کو ذبیح ٹھہراتے ہیں اور بعض حضرت اسحٰق کو۔[۹]

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک جب ایک سو بیس سال ہوئی تو رب تبارک وتعالیٰ نے آپ کو دوسرا فرزند عطا کیا۔ جب آپ کی عمر شریف ایک سو پچانوے سال ہوئی تو ایک دن آپ نے ایک آدمی دیکھا جو ایک قبر کھود رہا تھا اور ایک بوڑھا آدمی اس قبر پر بیٹھ کر کوئی چیز کھا رہا تھا۔ وہ لقمہ کبھی منہ میں رکھتا اور کبھی کان میں رکھتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اس شخص کو کیا ہوگیا ہے؟ لوگوں نے عرض کی: یہ شخص بڑھاپے کی وجہ سے خبط الحواس ہوگیا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اس شخص کی عمر کتنی ہے۔ لوگوں نے عرض کی: ایک سو پچانوے سال۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں دعا کی: الٰہی! مجھے اس سے زیادہ عمر نہ عطا کر۔ اسی وقت حضرت ملک الموت نے آپ کی روح قبض کرلی۔ آپ بیت المقدس میں مدفون ہیں۔

....

حواشی

[۱] جیسا کہ سورۂ مریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ۔ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا۔ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ الآیۃ:

ترجمہ: اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو، بے شک وہ صدیق تھا غیب کی خبریں بتاتا۔ جب اپنے باپ سے بولا: اے میرے باپ! بے شک میرے پاس وہ علم آیا جو تجھے نہ آیا، تو میرے پیچھے چلا آ، میں تجھے سیدھی راہ دکھاؤں۔ اے میرے باپ! شیطان کا بندہ نہ بن، بے شک شیطان، رحمٰن کا نافرمان ہے۔ اے میرے باپ میں ڈرتا ہوں کہ تجھے رحمٰن کا کوئی عذاب پہنچے تو تو شیطان کا رفیق ہوجائے[مریم:۴۱-۴۵]

[۲] نمرودیوں نے آپ کو قید کردیا اور قریہ کوثیٰ میں ایک عمارت بنائی اور ایک مہینہ تک بکوشش تمام قسم قسم کی لکڑیاں جمع کیں اور ایک عظیم آگ جلائی جس کی تپش سے ہوا میں پرواز کرنے والے پرندے جل جاتے تھے اور ایک منجنیق تیار کی اور آپ کو باندھ کر اس میں رکھ کر آگ میں پھینکا۔ اس وقت آپ کی زبان مبارک پر حسبی اللہ ونعم الوکیل جاری تھا۔ جبرئیل امین نے آپ سے عرض کیا: کیا کچھ کام ہے؟ آپ نے فرمایا: تم سے

نہیں۔ جبرئیل نے عرض کیا تو اپنے رب سے سوال کیجئے۔ فرمایا: سوال کرنے سے اس کا میرے حال کو جاننا میرے لئے کفایت کرتا ہے۔[خزائن العرفان، ص۵۲۵]

[۳] تذکرۃ الانبیا میں مرقوم ہے:

حضرت منہال بن عمرو روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں چالیس یا پچاس دن رہے۔ حضرت ابراہیم فرماتے ہیں کہ آگ میں رہنے کے دنوں میں جتنا میں خوش رہا اور میں نے خوش عیش زندگی گذاری، وہ پھر دوبارہ پوری زندگی میں میسر نہ آسکی[تذکرۃ الانبیا، ص۸۳]

[۴] طبقات ناصری کے مصنف لکھتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام وطن سے نکلے اور شام چلے گئے۔ سرزمین فلسطین میں پہنچے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ پر بیس صحیفے نازل کئے جن سے حضرت نوح علیہ السلام کی شریعت منسوخ ہوگئی۔ جو دس عمل [۱-کلی کرنا، ۲-مسواک کرنا، ۳-ناک میں پانی ڈالنا، ۴-لبوں کے بال ترشوانا، ۵-سر میں کنگھی کرنا، ۶-بغل کے بال مونڈنا، ۷-زیر ناف بال صاف کرنا، ۸-گردن کے بال ترشوانا، ۹-استنجا کرنا، ۱۰-ناخون ترشوانا] ہمارے دین میں سنت ہیں، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر فرض تھے۔ انہوں نے ستر سال کی عمر میں تیشے سے خود ختنہ کی۔ ایک روایت کے مطابق ختنہ اس وقت کی جب آپ کی عمر اسی سال کی تھی۔ مہمانوں کا اعزاز و اکرام ان پر فرض تھا۔ روزہ، نماز اور حج بھی فرض تھے۔ آپ حبرون کے ایک کھیت میں جو آپ کی ملکیت تھا، دفن ہوئے[طبقات ناصری اردو، ص۶۳]

اس کے حاشیے میں غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

حبرون، یروشلم سے تقریباً پچاس میل جنوب میں فلسطین کا مشہور مقام ہے، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مرکز تھا۔ یہیں انہوں نے ممرے کے بلوطوں میں ڈیرہ ڈالا تھا۔ یہیں ایک کھیت خرید کر آپ نے ایک غار میں حضرت سارہ کو دفن کیا تھا جسے تورات میں "مسکفیہ" کہا گیا۔ یہ کھیت عفرون حتی سے خریدا گیا تھا۔ یہیں بعد میں خود حضرت ابراہیم اور حضرت اسحٰق دفن ہوئے۔ حضرت موسیٰ مصر سے بنی اسرائیل کو لے کر نکلے تو حضرت

یعقوب اور حضرت یوسف علیہم السلام کے تابوت کو ساتھ لائے تھے۔ یہ تابوت بھی اس غار میں رکھے گئے۔ اسلامی عہد میں اس غار پر بہت بڑی مسجد بن گئی لیکن اس میں کوئی جا نہیں سکتا۔ آج کل حمرون نام کا الخلیل زیادہ مشہور ہے۔ شہر سے تین میل پر ایک بہت بڑا بلوط ہے۔ خیال ہے کہ یہی وہ بلوط ہے جس کے نیچے حضرت ابراہیم علیہ السلام ٹھہرے تھے اور یہیں ممرے کے بلوط تھے جن کا ذکر توراۃ میں آیا ہے۔ [ایضاً ص ۶۷-۶۸]

[۵] موتفکات سے مراد قوم عاد کی پانچ بستیاں ہیں جن کے نام یہ ہیں: ۱- سدوم، ۲- عمورا، ۳- اُدمہ، ۴- صبوییم، ۵- صوغر۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تو ان پر آگ اور گندھک کی بارش برسائی۔ زمین سے بدبودار بخارات نے اٹھ کر ان کو ڈھانپ لیا۔ پھر یہی بخارات پانی میں تحلیل ہو کر ایک چھوٹے سے سمندر کی شکل میں جمع ہو گئے۔ اسی کو آج بحر میت [Dead Sea] کہتے ہیں۔ اسی کی تہہ میں قوم عاد کی الٹی ہوئی بستیاں ہیں جن پر مسلسل سات رات اور آٹھ دن آندھی چلتی رہی۔ [ضیاء القرآن، ۵/۳۳۹]

حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں بستیوں کا رخ کیا۔ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی ہاران بن تارخ کے صاحبزادے ہیں۔ [تذکرۃ الانبیاء، ص ۱۰۴]

نزہۃ القاری میں ہے:

حضرت لوط علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے تھے، ان کے ساتھ ہجرت کر کے مصر گئے پھر انہیں کے ساتھ شام واپس آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فلسطین میں بود و باش اختیار فرمائی اور حضرت لوط نے اردن میں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو اہل سدوم کی جانب رسول بنا کر بھیجا۔ یہ بارہ بستیاں تھیں جن سب کو موتفکات کہا جاتا ہے۔ یہ شام اور حجاز کے درمیان تھیں۔ [نزہۃ القاری، ۶/۵۲۴]

[۶] نزہۃ القاری میں اس واقعے کی یہ تفصیل مذکور ہے:

حضرت سارہ نے حضرت ہاجرہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دیا۔ حضرت ہاجرہ حاملہ ہو گئیں۔ اس پر حضرت سارہ کو غیرت آئی تو انہوں نے قسم کھائی کہ ان کے تین عضو کو کاٹیں گی۔ اس سے گھبرا کر حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر چھوڑ کر باہر نکل گئیں اور

اپنے نطاق کے پچھلے حصے کو زمین تک لٹکا دیا تا کہ ان کے نشان قدم مٹتے جائیں۔ حضرت ابراہیم کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے حضرت سارہ سے سفارش کی اور فرمایا: ان کے دونوں کانوں میں سوراخ کر دے اور ان کا ختنہ کر دے۔ چنانچہ حضرت سارہ نے اس پر عمل کیا پھر بحکم الٰہی حضرت ابراہیم، حضرت ہاجرہ اور اسماعیل کو لے کر مکہ معظمہ آئے [نزہۃ القاری۔ ۶/۵۱۷]

[۷] ابن خلدون نے آپ کی اس اہلیہ کا نام عمارہ بنت سعد بن اسامہ بن اکیل ذکر کیا ہے جو خاندان عمالقہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ دوسری خوش اخلاق اہلیہ کا اسم گرامی سیدہ بنت مضاض بن عمرو جرہمی تھا جو اعلیٰ درجہ کی بلند اخلاق اور پاکباز خاتون تھیں۔ مؤرخین کے بیان کے مطابق حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ساری اولاد سیدہ بنت مضاض کے بطن اقدس سے ہی پیدا ہوئیں۔ [خاندان مصطفےٰ، ص ۶۱-۶۲]

بخاری شریف، کتاب الانبیا میں یہ واقعہ من وعن مذکور ہے۔ یہ حدیث سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ اس کی شرح میں حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

پہلی بیوی کا نام کیا تھا، اس میں شدید اختلاف ہے، اسی طرح یہ کس کی صاحبزادی تھیں اس میں بھی اختلاف ہے۔ سُہیلی نے کہا: ان کا نام جداء بنت سعد تھا۔ ابن اسحٰق سے روایت ہے کہ ان کا نام عمارہ بنت سعد بن اسامہ تھا۔ ابوجہم کی حدیث میں ہے کہ یہ صداء کی بیٹی تھیں۔ اس میں نام مذکور نہیں۔......

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حکم کے مطابق آپ نے پہلی زوجہ کو طلاق دے دی اور پھر بنی جرہم ہی کی دوسری لڑکی سے شادی کی جن کا نام سامہ بنت مہلہل یا عاتقہ بنت ہشام تھا۔ ان کے بارے میں اور بھی روایتیں ہیں۔ انہیں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بچے پیدا ہوئے۔ [نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری، مفتی محمد شریف الحق امجدی، ۶/۵۱۸]

[۸] بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی: اللهم ان ابراهيم حرّم مكة واني احرّم مابين

لابتيها۔ الٰہی بے شک ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مکہ معظمہ کو حرم کر دیا اور میں دونوں سنگستان مدینہ طیبہ کے درمیان جو کچھ ہے، اسے حرم بناتا ہوں [فتاویٰ رضویہ، ۳۰/۵۰۰]

[۹] جمہور کا مذہب یہ ہے کہ حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ ہیں۔ اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ واقعہ ذبح کے بعد حضرت اسحٰق کی ولادت کی بشارت دی گئی۔ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ [الصّٰفّٰت: ۱۱۲] اور ہم نے اسے خوش خبری دی اسحٰق کی غیب کی خبریں بتانے والا۔ حضرت اسحٰق، حضرت اسمٰعیل سے چودہ سال چھوٹے ہیں۔ [خزائن العرفان ص ۳۳] حضرت اسمٰعیل اس واقعہ کے وقت نوخیز تھے۔ دوسری تائید حدیث رسول سے ہوتی ہے کہ فرمایا: انا ابن الذبيحين۔ میں دو ذبیح کا بیٹا ہوں۔ ایک ذبیح تو حضرت عبداللہ حضور کے والد ماجد ہیں کہ آپ کے والد حضرت عبدالمطلب نے زمزم شریف کے کنویں کی تلاش کرتے ہوئے یہ منت مانی تھی کہ اگر میں نے وہ مقدس کنواں دریافت کر لیا تو ایک بیٹے کو راہ خدا میں قربان کروں۔ کنواں دریافت ہوا اور قرعہ حضرت عبداللہ کے نام نکلا پھر اشارۂ غیبی پر آپ کے بدلے سو اونٹ قربان کئے۔ اور دوسرے ذبیح حضرت اسمٰعیل ہیں کیونکہ حضور آپ ہی کی نسل میں آتے ہیں، حضرت اسحٰق کی نسل میں نہیں۔ ۱۲ ساحل

حضرت پیر کرم شاہ ازہری نے دو وجہیں اور بیان فرمائی ہیں۔ آپ رقم طراز ہیں: یہودی اس امر کی مدعی ہیں کہ یہ فرزند حضرت اسحاق تھے۔ چنانچہ کتاب پیدائش باب ۲۲ میں حضرت اسحاق علیہ السلام کی قربانی کا تذکرہ موجود ہے لیکن اس باب میں کئی جگہ کئی مرتبہ یہ تصریح بھی ہے کہ جس بیٹے کو قربانی کے لئے آپ لے گئے تھے، وہ آپ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ کیا یہودی یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ حضرت اسحاق اکلوتے بیٹے تھے۔ بلکہ کتاب پیدائش باب ۲۱ میں یہ صراحتاً مذکور ہے کہ حضرت اسحاق سے پہلے حضرت ہاجرہ کے بطن سے آپ کا ایک فرزند تولد ہوا تھا۔ [ملاحظہ ہو آیت توریت، ص ۸-۹]............

نیز جب اسحاق کی ولادت کا مژدہ سنایا جاتا ہے تو ساتھ ہی ان کے بیٹے حضرت یعقوب کی بشارت دی جاتی ہے۔ فبشرنها اسحق ومن وراء اسحاق يعقوب۔ [ھود: ۷۱] اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسحاق صاحب اولاد ہوں گے اور ان کے فرزند کا

نام یعقوب ہوگا۔ ذرا غور فرمائیے ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مژدہ ملتا ہے کہ اسحٰق اور اس کے بیٹے یعقوب ہوں گے اور دوسری طرف انہیں جوان ہونے سے پہلے قربان کرنے کا حکم ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام میں یہ تضاد متصور نہیں۔ بعض حضرات نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت اسحاق کو قربانی دینے کے لئے آپ اس وقت لے گئے جب حضرت یعقوب تولد ہو گئے۔ یہ جواب قطعاً قابل تسلیم نہیں، کیونکہ قرآن حکیم میں ہے: فلما بلغ معه السعي [الصآفات: ۱۰۲] [اور جب وہ فرزند اتنا بڑا ہو گیا کہ آپ کے ساتھ دوڑ دھوپ کر سکے، تو آپ [سیدنا ابراہیم] نے فرمایا: اے میرے پیارے فرزند! میں نے دیکھا ہے خواب میں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں]

اس کے علاوہ یہ امر بھی غور طلب ہے کہ وہ دنبہ جو آپ کے فدیہ کے طور پر ذبح کیا گیا، اس کے سینگ خانۂ کعبہ میں آویزاں تھے اور حضرت ابراہیم نے جس میدان میں اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی کوشش کی، وہ منیٰ کا میدان ہے اور یہ مکہ میں ہے۔ یہ تاریخی واقعہ عرب میں ساڑھے چار ہزار سال سے معروف و مشہور تھا اور تاریخ میں کوئی ایسی شہادت نہیں جس سے پتہ چلے کہ حضرت اسحاق مکہ میں تشریف لائے ہوں۔ مکہ میں آنے والے حضرت اسمٰعیل ہیں اور وہی ذبیح ہیں۔ دلائل اسی بات کی تائید کرتے ہیں۔ [ضیاء القرآن۔ ۴/۲۱۳-۲۱۴]

حضرت لوط علیہ السلام

حضرت لوط علیہ السلام موتفکات میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیغمبری عطا فرمائی تھی۔ موتفکات کے دائرے میں سات بڑے شہر آتے تھے۔ وہاں کے باشندے بت پرستی کرتے تھے اور شیطان نے انہیں لواطت سکھادی تھی۔ سب کے سب سرکشی اور بدکاری میں مبتلا تھے اور عورتوں کو چھوڑ رکھا تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں بہت سمجھایا لیکن یہ اپنی حرکت سے باز نہیں آئے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان خبثا کو مبتلائے عذاب کرنا چاہا تو حضرت جبرئیل امین کو دیگر چند فرشتوں کے ساتھ خوبصورت نوجوان کی شکل میں حضرت لوط علیہ السلام کے دولتکدے پر بھیجا۔ یہ فرشتے امردوں کی شکل میں جب حاضر ہوئے تو شیطان نے لوگوں میں افواہ پھیلائی کہ دیکھو لوط تم لوگوں کو تو منع کرتے ہیں اور خود خوبصورت لڑکوں کو اپنے گھر میں جمع کر رکھا ہے۔ اس افواہ کے پھیلتے ہی ایک خلقت حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کے سامنے جمع ہوگئی اور یہ لوگ ان فرشتوں کو مانگنے لگے جو خوبصورت لڑکوں کی شکل میں موجود تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا: اے میری قوم! یہ لوگ میرے مہمان ہیں، ان سے تعرض نہ کرو۔ میری بچیاں ہیں، میں ان سے تمہاری شادی کردوں گا، لیکن حضرت کی یہ پیشکش ان خبثا نے قبول نہ کی۔ جب رات ہوئی تو اللہ تعالیٰ کا حکم آیا کہ حضرت لوط اپنی قوم کے درمیان سے نکل کر باہر چلے جائیں۔ جب صبح ہوئی تو حضرت جبرئیل امین نے ان ساتوں شہروں کے دونوں کناروں کو اپنے پر میں سمیٹا اور فضا میں لے جا کر پلٹ دیا، اس کے بعد ان پر پتھروں کی بارش ہوئی اور حضرت لوط اور آپ کے چند رفقا کے سوا سب ہلاک ہوگئے۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام وحضرت اسحٰق علیہ السلام

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بنی جرہم کے درمیان قیام پذیر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بارہ فرزند عطا فرمائے۔ آپ ان لوگوں کے سردار ہوگئے۔ عربوں میں آپ سب سے پہلے پیغمبر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیغمبری سے سرفراز کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیئے گئے آسمانی صحیفے آپ کا دستور العمل تھے۔ حضرت اسمٰعیل کو شکار کا بہت شوق تھا۔ آپ نے چاہ زمزم کو باضابطہ تعمیر کیا اور اپنے صاحبزادے قیذار کو اپنا جانشین بنایا۔ جب آپ کی عمر مبارک ایک سو چونتیس سال ۱۳۴ کی ہوئی تو آپ وفات پاگئے اور صحن کعبہ میں اپنی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

حضرت اسحٰق علیہ السلام کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کے بعد پیغمبری عطا ہوئی۔ آپ اخیر عمر میں نابینا ہوگئے تھے۔ آپ نے لعیا بنت الامان [۱] کے ہمراہ شادی فرمائی اور کنعان کو اپنا وطن بنایا۔ آپ کی کنعانی اہلیہ کو ایک ساتھ جڑواں بچوں کا حمل ٹھہرا لیکن وقت ولادت ایک صاحبزادے تولد ہوئے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد دوسرے صاحبزادے پیدا ہوئے۔ پہلے صاحبزادے کا نام عیص اور دوسرے کا یعقوب علیہ السلام تھا۔ والد ماجد حضرت اسحٰق کو حضرت عیص زیادہ محبوب تھے، اور والدہ حضرت یعقوب کو زیادہ پیار کرتی تھیں۔ جب یہ دونوں صاحبزادے بڑے ہوگئے تو حضرت اسحٰق علیہ السلام نے عیص سے فرمایا کہ جاؤ اللہ کی راہ میں قربانی پیش کرو، میں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا کروں گا کہ تمہیں پیغمبری عطا ہو۔ حضرت عیص قربانی پیش کرنے کے بعد اس کی ٹوہ میں رہے۔ اس زمانے میں

دستور تھا کہ جسے کوئی حاجت درپیش ہوتی، وہ بکری کی قربانی راہ خدا میں پیش کرتا، آسمان سے ایک آگ آتی اور اس قربانی کو نگل جاتی اور وہ دعا مقبول اور حاجت پوری ہوجاتی۔ جب حضرت عیص قربانی کے لئے گئے تو والدہ ماجدہ نے حضرت یعقوب کو قربانی کا حکم دیا۔ حضرت یعقوب قربانی کرکے والد ماجد کے پاس لائے۔ حضرت اسحٰق نے خیال فرمایا کہ عیص ہیں۔ ان کے سر پر دست شفقت رکھتے ہوئے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں پیغمبری عطا فرمائے۔ اس قربانی کو آسمانی آگ نے نہیں کھایا اور حضرت یعقوب چلے گئے۔ پھر حضرت عیص قربانی لے کر حاضر خدمت ہوئے تب حضرت اسحٰق علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ پہلے حاضر ہونے والے حضرت یعقوب تھے۔ آپ نے حضرت عیص کے حق میں دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بے مثل قوت عطا فرمائے، طاقت میں تیرا کوئی ثانی نہ ہو۔ اس کے بعد آسمانی آگ نے قربانی قبول کرلی اور آکر اسے نگل گئی۔ حضرت یعقوب اپنے بڑے بھائی حضرت عیص کے خوف سے رات کو ہی گھر سے نکل گئے اور اپنے ماموں لولیان کے پاس ملک روم جا پہنچے۔ ان کے ماموں نے اپنی صاحبزادی اولیا کی شادی آپ کے ہمراہ کردی۔ حضرت یعقوب کے پاس اللہ تعالیٰ کی عطا سے بکریوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی تھی۔ حضرت اسحٰق علیہ السلام کی عمر مبارک جب ایک سو تیس سال ہوئی [۲] تو آپ کی وفات ہوگئی۔ آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

....

حواشی

[۱] مرآۃ الانساب میں آپ کی اہلیہ کا نام ربقہ بنت تبویل بن ناحور ذکر ہے۔ [مرآۃ الانساب ص ۷۵]

[۲] مرآۃ الانساب میں تحریر ہے:

۳۶۰۳ ہبوط میں بعمر ایک سو اسی سال آپ کا انتقال ہوا۔ حضرت یعقوب نے قدس خلیل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس دفن کیا [ص ۷۶]

حضرت یعقوب علیہ السلام وحضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام کے وصال کے بعد حاضر ہوئے اور والد ماجد کے جانشین ہوئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام سرزمین کنعان میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مال اور ریوڑ کی فراوانی عطا فرمائی تھی۔ آپ کے ماموں نے اپنی صاحبزادی لیا کی بہن راحیل بھی آپ کے عقد میں دیدی۔ حضرت یوسف علیہ السلام حضرت راحیل ہی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ بعد میں ایک اور صاحبزادے بنیامین حضرت راحیل سے پیدا ہوئے۔ اس کے بعد ہی راحیل کا انتقال ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد حضرت یعقوب کو پیغمبری عطا فرمائی اور ان کا نام اسرائیل تجویز فرمایا اور صحف ابراہیم میں عمر نام رکھا۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ گم شدگی اور بھائیوں کی دغابازی کا واقعہ پیش آیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام اتنا روئے کہ نابینا ہوگئے۔ قحط کے زمانے میں اپنے دیگر صاحبزادگان کو آپ نے مصر کی طرف روانہ فرمایا اور خود بھی مصر میں وفات پائی۔ حضرت یوسف کو ان کے بھائی کنعان لے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو بارہ فرزند عطا فرمائے [۱] لیکن آپ ان سب میں حضرت یوسف کو سب سے زیادہ چاہتے تھے۔ حضرت یوسف کی والدہ وفات پاچکی تھیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی ایک بہن تھیں۔ انہوں نے حضرت یوسف کو ان کے والد ماجد سے مانگ لیا اور خود ان کی پرورش کی۔ جب ایک مدت گذر گئی تو حضرت یعقوب نے اپنی بہن سے حضرت یوسف کو لینا چاہا لیکن ان کی

بہن کی خواہش نہیں تھی کہ حضرت یوسف ان کے پاس سے کہیں اور جائیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بہن کے پاس ایک قیمتی موتی تھا جو انہیں اپنے والد حضرت اسحٰق علیہ السلام سے وراثت میں ملا تھا۔ آپ نے وہ موتی حضرت یوسف علیہ السلام کے لباس کے اندر باندھ دیا اور انہیں حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس بھیج دیا۔ حضرت یوسف واپس آئے اور عرض کی کہ حضرت اسحٰق والا موتی گم ہو گیا۔ انہوں نے حضرت یوسف کو ٹٹول کر دیکھا۔ ان کی شریعت کا حکم یہ تھا کہ اگر کسی سے کوئی چیز گم ہو جاتی ہے تو وہ شخص صاحب مال کا غلام ہو جاتا ہے۔ حضرت یعقوب کی بہن نے اس تدبیر سے حضرت یوسف کو اپنے پاس رکھ لیا اور وہ ان کی وفات تک وہیں رہے۔ اپنی پھوپھی کی وفات کے بعد حضرت یوسف پھر حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے اور چاند اور سورج آپ کو سجدہ کر رہے ہیں۔[۲] یہ خواب انہوں نے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام سے ذکر کیا تو حضرت نے فرمایا: یہ خواب اپنے بھائیوں سے مت کہنا ورنہ وہ تجھے ہلاک کرنا چاہیں گے۔ لیکن اتفاق سے یہ خواب حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہہ دیا۔ برادران یوسف حسد کی آگ میں جل بھن گئے اور والد ماجد سے درخواست کی کہ ہم لوگ یوسف کو اپنے ساتھ جنگل کی سیر کو لے جانا چاہتے ہیں۔ ان کے بے حد اصرار پر حضرت یعقوب نے حضرت یوسف کو ان کے ساتھ جانے کی اجازت دیدی۔[۳] اور تاکید کردی کہ یوسف کا خیال رکھنا، کہیں اسے بھیڑیا نہ کھا جائے۔ حضرت یوسف کے بھائی انہیں لے کر جنگل کو چلے اور آپس میں ان کے قتل کے سلسلے میں مشورہ کیا۔ ان کے بڑے بھائی یہودا نے حضرت یوسف کو قتل کرنے سے منع کیا اور یہ تدبیر پیش کی کہ راستے میں شداد بن عاد کا کنواں پڑتا ہے، یوسف کے کپڑے اتار کر اسے کنویں میں ڈال دیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔[۴] اور ایک پہاڑی بکرے کو مار کر اس کے خون میں حضرت یوسف کا لباس تر کیا، پھر ایک بھیڑیا

پکڑا اور اس کے منھ کو خون آلودہ کر کے حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس لے گئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: میرے بچے کو تو نے کیوں کھایا۔ بھیڑیے نے بقسم کہا کہ میں نے نہیں کھایا ہے۔ میرا ایک بھائی غائب ہو گیا ہے، میں اسے ڈھونڈھ رہا ہوں۔ حضرت یعقوب نے حکم دیا کہ اس بھیڑیے کو چھوڑ دیا جائے۔[۵]

حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائی جب کنویں میں ڈال کر چلے گئے تو مصر کا ایک قافلہ اس مقام پر پہنچ کر ٹھہرا۔ بسری نام[۶] کے ایک غلام نے ڈول اسی کنویں میں ڈالا۔ حضرت یوسف علیہ السلام اسی ڈول کی رسی پکڑ کر کنویں سے باہر آگئے۔ وہ لوگ انہیں امیر کارواں کے پاس لے گئے۔ برادران یوسف بھی آگئے اور امیر قافلہ سے کہنے لگے کہ یہ میرا بھاگا ہوا غلام ہے پھر حضرت یوسف کو امیر کارواں کے ہاتھوں فروخت کر دیا[۷] اور شرط یہ لگائی کہ وہ اس غلام کو پابہ زنجیر رکھیں۔ انہوں نے حضرت یوسف کی گردن میں طوق ڈالا اور روانہ ہو گئے۔ جب حضرت یوسف قافلہ کے ہمراہ مصر کو چلے تو راستے میں آپ کی والدہ ماجدہ کی قبر اطہر ملی۔ آپ نے خود کو اونٹ سے گرا دیا۔ مالک کے دوسرے غلام آپ کو اٹھا لے گئے اور اونٹ پر بٹھا کر مصر کو روانہ ہوئے۔ حضرت یوسف کے حسن و جمال کا غلغلہ پورے مصر میں تھا۔ لوگ آپ کے روئے زیبا کی زیارت کو گھروں سے نکل آئے اور دل وجان سے نثار ہو گئے۔

عزیز مصر کی بیوی زلیخا نے آپ کو مشک کی سات تھیلیوں کے عوض خریدا۔[۸] شاندار لباس زیب تن کرائے اور آپ کے جمال جہاں آرا کو دیکھ کر سو جان سے عاشق ہو گئی۔ اس عشق کا چرچا پورے مصر میں پھیل گیا۔ زلیخا نے مصر کے مالداروں کی بیویوں کو دعوت دی اور ہر ایک کے ہاتھ میں ایک لیموں اور چھری رکھ دی۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو سجا بنا کر ان کے سامنے لے آئی۔ حضرت کے جمال کو دیکھتے ہی وہ ہوش کھو بیٹھیں اور لیموں کے بجائے اپنی انگلیاں تراش بیٹھیں۔

ایک مرتبہ پورا محل خالی تھا۔ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو لبھایا اور اپنی سمت آنے کی دعوت دی، حضرت نے یکسر انکار فرمایا اور اس کے سامنے سے

بھاگے۔ زلیخا آپ کے پیچھے بھاگیں اور حضرت کا دامن پکڑ کے اپنی سمت کھینچا، یہاں تک کہ اس کشاکش میں آپ کا دامن تار تار ہو گیا۔ بھاگتے ہوئے جب گھر کے دروازے تک پہنچے تو عزیز مصر دروازے پر موجود تھا۔ زلیخا فوراً بول پڑی کہ دیکھو یہ تمہارا کنعانی غلام تمہارے اہل کے ساتھ دست درازی کر رہا تھا۔[۹] پھر عزیز مصر کے حکم پر آپ کو قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ بادشاہ مصر اپنے دو اور غلاموں پر غضبناک ہوا۔ ایک بادشاہ کو شراب پیش کرتا تھا اور دوسرا باورچی تھا۔

ایک طویل مدت کے بعد رب تبارک وتعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو منصب نبوت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت جبرئیل امین نے آپ کو خواب کی تعبیر تعلیم فرمائی۔ ان دو معتوب غلاموں میں سے ایک نے خواب دیکھا کہ وہ انگور نچوڑ رہا ہے اور دوسرے باورچی نے خواب دیکھا کہ روٹی کا ایک طبق اس نے سر پر اٹھا رکھا ہے اور پرندے اس کو کھا رہے ہیں۔ ان دونوں نے اپنے خواب قید خانے میں حضرت یوسف علیہ السلام کو بتائے۔ حضرت نے ان کی تعبیر یہ بتائی کہ شراب پلانے والا غلام دوبارہ اپنے منصب پر بحال ہوگا اور باورچی کو سولی دی جائے گی اور پرندے اس کا گوشت کھائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بادشاہ نے دونوں کو قید خانے سے نکالا۔ حضرت یوسف نے شراب دار سے فرمایا: مجھے بھی یاد رکھنا۔ بادشاہ نے باورچی کو سولی دیدی اور شراب دار کو پھر وہی ملازمت عطا کردی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی یاد کو شراب دار کے دل سے سات سال تک بھلائے رکھا۔ یہاں تک کہ بادشاہ نے ایک شب خواب دیکھا اور اسے بھول گیا۔ دوسرے دن شراب دار نے حضرت یوسف علیہ السلام کی تعبیر خواب کا واقعہ بادشاہ کو سنایا۔ جب کہ تعبیر خواب بتانے والوں نے بادشاہ سے اس کے خواب کے بارے میں بتایا تھا کہ یہ خواب پریشاں ہے۔ اس کی کوئی واقعی تعبیر نہیں۔ شراب دار سے حضرت یوسف کا واقعہ سننے کے بعد بادشاہ نے ایک ہرکارہ بھیجا کہ حضرت یوسف کو قید خانے سے نکال لائے۔[۱۰] حضرت یوسف نے فرمایا کہ جب تک میں

اپنے اوپر لگائے گئے بے بنیاد الزامات سے براءت ظاہر نہ کردوں، قید خانے سے قدم باہر نہیں نکالوں گا۔ لوگوں نے مصر اور دوسری جگہ کی عورتوں کو زلیخا کے ساتھ بلایا۔ سب نے حضرت یوسف کی پاکدامنی اور بے گناہی کی گواہی دی۔ اب حضرت یوسف بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوئے اور بادشاہ نے آپ سے اپنا خواب بیان کیا کہ سات کمزور گائے اور سات موٹی تازی گائے دیکھیں۔ موٹی گائیں، کمزور گایوں کو کھا رہی تھیں۔ چاول کی سات خشک اور سات تازہ بالیاں دیکھیں جو جھڑ رہی تھیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی تعبیر یہ بیان فرمائی کہ سات سال مصر میں غلے کی بہت فراوانی اور ارزانی رہے گی اور سات سال قحط رہے گا۔

اخیر میں بادشاہ مصر نے معاملات سلطنت حضرت یوسف کے حوالے کئے۔ [۱۱] فراخی کے سات سالوں میں گیہوں کو خوشے کے ساتھ جمع کرتے رہے۔ جب سات سال گذر گئے تو قحط نمودار ہوا۔ مصر کے لوگوں نے سارے زر و مال حضرت یوسف علیہ السلام کے حوالے کئے اور اس کے بدلے میں غلہ حاصل کیا، دوسرے سال ساری جائداد حوالے کر کے غلہ حاصل کیا، تیسرے سال سارے مصر نے خط غلامی لکھ کر حضرت یوسف کے حوالے کر دیا۔ یہ قحط ساری دنیا میں تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی اپنے صاحبزادوں کو کچھ مال ومتاع دے کر مصر بھیجا۔ یہ لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اس مال کے بدلے غلہ عطا کریں۔ حضرت نے غلہ بھی عطا فرمایا اور ان کا مال بھی ان غلوں کے بوجھ کے درمیان چھپا کر واپس کر دیا۔ انہیں اعزاز واکرام کے ساتھ روانہ کیا اور فرمایا کہ جب دوبارہ آئیں تو اپنے چھوٹے بھائی بنیامین کو ساتھ لیتے آئیں۔ یہ لوگ کنعان کو روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر جب غلہ اتارا اور اس کے اندر اپنا مال بھی دیکھا تو بہت متعجب ہوئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت بنیامین کو ان بھائیوں کے ساتھ مصر بھیج دیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس بٹھایا اور دوسرے بھائیوں کو علیحدہ نشستیں دیں۔ واپسی کے وقت غلہ ناپنے کا برتن حضرت

بنیامین کے حصے والے غلے میں رکھوا دیا۔ روانگی کے وقت فرمایا کہ کسی نے ہمارا غلہ ناپنے کا برتن چرا لیا ہے۔ حضرت بنیامین کے حصے والے غلے کی تلاشی لی، وہ برتن مل گیا۔ اس کی سزا کے طور سے حضرت یوسف نے حضرت بنیامین کو اپنے پاس ہی رکھ لیا جیسا کہ ان کی شریعت کا حکم تھا۔ بھائیوں نے بہت چاہا کہ بنیامین کو واپس اپنے ساتھ لے جائیں، حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے فرزند سے فرمایا کہ انہیں اپنے زور بازو سے زیر کریں تا کہ ان کا جوش ٹھنڈا ہو۔ ناچار برادران یوسف لوٹ گئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا سارا قصہ اپنے بھائی بنیامین سے بیان فرمایا اور اپنے صاجزادے کو اپنا پیراہن دے کر حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا اور ایک خط بھی والد ماجد کے نام تحریر فرمایا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کے پیراہن کی خوشبو پائی تو آپ کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے فرزندوں کے ساتھ مصر تشریف لے گئے۔ حضرت یوسف نے بڑھ کر استقبال کیا اور ان سبھی حضرات کو اپنے ساتھ محل میں لے آئے۔

[۱۲] پھر اپنا سارا واقعہ والد ماجد حضرت یعقوب سے عرض کیا۔ والد ماجد اور سبھی بھائیوں نے آپ کو سجدۂ تعظیمی کیا اور تواضع اور گرویدگی کا اظہار کیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر مبارک جب ایک سو بیس سال ہوئی تو آپ اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ آپ کو ایک تابوت میں رکھ کر دریائے نیل میں دفن کر دیا گیا۔[۱۳]

....

حواشی

[۱] حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام کی پہلی اہلیہ لیا بنت لیان آپ کے ماموں کی بیٹی ہیں۔ ان سے آپ کے چھ فرزند ہوئے: ۱-روبیل، ۲-شمعون، ۳-لاوی، ۴-یہودا، ۵-زبولون، ۶-یشجر۔ اور چار بیٹے دوسری حرم سے ہوئے: ۷-دان، ۸-نفتالی، ۹-جاد، ۱۰-آشر، ان کی مائیں زلفہ اور بلہہ تھیں۔ لیا کے انتقال کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام

نے ان کی بہن راحیل سے نکاح فرمایا۔ ان سے دو فرزند ہوئے: ۱۱-یوسف، ۱۲-بنیامین۔ یہ حضرات یعقوب علیہ السلام کے بارہ صاجزادے ہیں۔ انہیں کو اسباط کہتے ہیں۔ [خزائن العرفان، ص ۳۷۷]

[۲] یوسف علیہ السلام نے جو تارے خواب میں دیکھے تھے، ان کے نام یہ ہیں:

۱-جربان، ۲- طارق ، ۳- ذیال، ۴-قابس، ۵-عمودان، ۶-فیلق، ۷-فرع، ۸-وثاب، ۹-ذوالکتفین، ۱۰-ضروج، ۱۱-مصبح۔ ایک روایت میں مصبح کی جگہ نطح ذکر ہے لیکن پہلی روایت پر کثیر اہل علم کا اتفاق ہے۔

سان نامی یہودی، حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: آپ مجھے ان ستاروں کے متعلق بتائیں جو یوسف علیہ السلام نے دیکھے تھے۔ آپ خاموش رہے، اتنے میں حضرت جبرئیل حاضر خدمت ہوئے اور ان ستاروں کے نام حضور کے گوش گذار کر دیے۔ آپ نے اس یہودی سے فرمایا: اگر میں تمہیں ان تاروں کے نام بتا دوں تو کیا تم ایمان لے آؤ گے؟ اس نے کہا: ہاں! آپ نے اسے نام بتا دیے۔ وہ کہنے لگا: قسم ہے اللہ تعالی کی، بے شک یہی ان کے نام ہیں۔ [تذکرۃ الانبیا، ص ۱۱۳]

[۳] وقت روانگی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قمیص جو حریر جنت کی تھی اور جس وقت کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو کپڑے اتار کر آگ میں ڈالا گیا تھا، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے وہ قمیص آپ کو پہنائی تھی۔ وہ قمیص مبارک حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت اسحق علیہ السلام کو اور ان سے ان کے فرزند حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہنچی تھی۔ وہ قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام نے تعویذ بنا کر حضرت یوسف علیہ السلام کے گلے میں ڈالدی۔ [خزائن العرفان، ص ۳۷۸]

[۴] یہ کنواں کنعان سے تین فرسنگ یعنی نو میل کے فاصلے پر حوالی بیت المقدس یا سر زمین اردن میں واقع تھا۔ اوپر سے اس کا منہ تنگ تھا اور اندر سے فراخ۔ حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کے ہاتھ پاؤں باندھ کر قمیص اتار کر کنویں میں چھوڑا۔ جب وہ اس کی نصف گہرائی تک پہنچے تو رسی چھوڑ دی تا کہ آپ پانی میں گر کر ہلاک ہو جائیں۔

حضرت جبرئیل امین بحکم الہی پہنچے اور انہوں نے آپ کو ایک پتھر پر بٹھا دیا جو کنویں میں تھا اور آپ کے ہاتھ کھول دیے اور روانگی کے وقت حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قمیص جو تعویذ بنا کر آپ کے گلے میں ڈال دیا تھا، وہ کھول کر آپ کو پہنا دیا۔ اس سے اندھیرے کنویں میں روشنی ہو گئی۔ [خزائن العرفان، ص ۳۷۹]

[۵] یہ دوسری روایت ہے۔ مشہور روایت یہ ہے کہ بکرے کے خون میں تر کر کے قمیص لائے اور اسے پھاڑنا بھول گئے۔ حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام وہ قمیص اپنے چہرۂ مبارک پر رکھ کر بہت روئے اور فرمایا: عجب طرح کا ہوشیار بھیڑیا تھا جو میرے بیٹے کو کھا تو گیا اور قمیص کو پھاڑا تک نہیں۔ [خزائن العرفان۔ ص ۳۷۹]

[۶] ایک روایت کے مطابق اس کا نام مالک بن ذعر خزاعی تھا جو مدین کا رہنے والا تھا۔ [ایضا]

[۷] حضرت قتادہ کی روایت کے مطابق حضرت یوسف کو ان کے بھائیوں نے صرف بیس درہم میں بیچ دیا تھا۔ [ایضا۔ ص ۳۸۰]

[۸] اس زمانے میں مصر کا بادشاہ ریان بن ولید بن نزدان عملیقی تھا اور اس نے اپنی عنان سلطنت قطفیر مصری کے ہاتھ میں دے رکھی تھی۔ تمام خزانے اس کے تصرف میں تھے۔ اس کو عزیز مصر کہتے تھے اور وہ بادشاہ کا وزیر اعظم تھا۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے بازار میں بیچنے کے لئے لائے گئے تو ہر شخص کے دل میں آپ کی طلب پیدا ہوئی اور خریداروں نے قیمت بڑھانا شروع کی، تا آنکہ آپ کے وزن کے برابر سونا، اتنی ہی چاندی، اتنا ہی مشک، اتنا ہی حریر قیمت مقرر ہوئی اور آپ کا وزن چار سو رطل تھا اور عمر شریف اس وقت تیرہ یا سترہ سال کی تھی۔ عزیز مصر نے اس قیمت پر آپ کو خرید لیا۔ [خزائن العرفان، ص ۳۸۰]

[۹] اس بہتان کا پردہ اللہ تعالی نے چاک کیا۔ ارشاد ربانی ہے: اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک نے گواہی دی کہ اگر ان کا کرتا آگے سے چرا ہے تو عورت سچی ہے اور انہوں نے غلط کہا اور اگر ان کا کرتا پیچھے سے چاک ہوا تو عورت جھوٹی ہے اور یہ سچے۔ پھر جب عزیز مصر نے اس کا کرتا پیچھے سے چرا دیکھا تو بولا: بے شک یہ تم عورتوں کی

چالبازی ہے۔ بے شک تمہارا مکر بڑا ہے۔ [سورۂ یوسف: ۲۶-۲۸]

اس کی تفسیر میں صاحب خزائن العرفان لکھتے ہیں:

[حضرت یوسف نے اپنی براءت میں فرمایا] یہ مجھ سے فعل قبیح کی طلب گار ہوئی۔ میں نے اس سے انکار کیا اور میں بھاگا۔ عزیز مصر نے کہا یہ بات کیسے باور کی جائے۔ حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ گھر میں ایک چار مہینے کا بچہ پالنے میں تھا جو زلیخا کے ماموں کا لڑکا ہے، اس سے دریافت کرنا چاہیے۔ عزیز نے کہا: چار مہینے کا بچہ کیا جانے اور کیسے بولے؟ حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالی اس کو گویائی دینے اور اس سے میری بے گناہی کی شہادت ادا کر دینے پر قادر ہے۔ عزیز نے اس بچے سے دریافت کیا۔ قدرت الہی سے وہ بچہ گویا ہوا اور اس نے حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کی تصدیق کی اور زلیخا کے قول کو باطل بتایا جیسا کہ اوپر ارشاد ربانی گذرا [خزائن العرفان۔ ص ۳۸۱]

[۱۰] اکثر مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام سات سال اور قید میں رہے اور پانچ برس پہلے رہ چکے تھے۔ اس مدت کے گذرنے کے بعد جب اللہ تعالی کو حضرت یوسف کا قید سے نکالنا منظور ہوا تو مصر کے شاہ اعظم ریان بن ولید نے ایک عجیب خواب دیکھا جس کا تذکرہ آگے آتا ہے۔

[۱۱] حضرت یوسف علیہ السلام کا علم و فضل، صداقت و امانت، عفت و حکمت دیکھ کر بادشاہ مصر نے آپ کا بڑا اکرام کیا۔ آپ نے بندگان خدا کی خدمت کی غرض سے بادشاہ سے خود کو امیر مصر بنانے کی درخواست کی۔ اس طلب امارت کے ایک سال بعد بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کو بلا کر آپ کی تاج پوشی کی اور تلوار اور مہر آپ کے سامنے پیش کی اور آپ کو طلائی تخت پر تخت نشین کیا جو جواہرات سے مرصع تھا اور آپ کو اپنا ملک سپرد کیا اور قطفیر عزیز مصر کو معزول کر کے آپ کو اس کی جگہ والی بنایا اور تمام خزانے آپ کے حوالے کیے اور سلطنت کے تمام امور آپ کے ہاتھ میں دیدیے اور خود تابعدار کی طرح رہنے لگا۔ آپ کی رائے میں کوئی دخل نہ دیتا اور آپ کا ہر حکم مانتا۔ اسی زمانے میں عزیز مصر کا انتقال ہو گیا۔ بادشاہ نے اس کے انتقال کے بعد زلیخا کا نکاح حضرت یوسف علیہ السلام

کے ساتھ کردیا۔ جب یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام زلیخا کے پاس پہنچے اور اس سے فرمایا: کیا یہ اس سے بہتر نہیں جو تو چاہتی تھی۔ زلیخا نے عرض کیا: اے صدیق! مجھے ملامت نہ کیجئے۔ میں خوبرو تھی، نوجوان تھی، بیش میں تھی اور عزیز مصر عورتوں سے سروکار ہی نہ رکھتا تھا اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ حسن وجمال عطا کیا ہے۔ میرا دل اختیار سے باہر ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معصوم کیا ہے، آپ محفوظ رہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کو باکرہ پایا اور اس سے آپ کے دو فرزند ہوئے: افرائیم اور میشا [خزائن العرفان، ص ۳۸۸]

[۱۲] حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد ماجد کو ان کے اہل واولاد کے ساتھ بلانے کے لئے اپنے بھائیوں کے ساتھ دو سو سواریاں اور کثیر سامان بھیجا تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے مصر کا ارادہ فرمایا اور اپنے اہل کو جمع کیا۔ کل مرد وزن بہتر یا تہتر فرد تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں یہ برکت فرمائی کہ ان کی نسل اتنی بڑھی کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل مصر سے نکلے تو چھ لاکھ سے زیادہ تھے، باوجودیکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ اس کے صرف چار سو سال بعد ہے۔ بہرکیف! جب حضرت یعقوب علیہ السلام مصر کے قریب پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر کے بادشاہ اعظم کو اپنے والد ماجد کی تشریف آوری کی اطلاع دی اور چار ہزار لشکری اور بہت سے مصری سواروں کو ہمراہ لے کر آپ اپنے والد صاحب کے استقبال کے لئے صدہا ریشمی پھریرے اڑاتے قطاریں باندھے ہوئے روانہ ہوئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے فرزند یہودا کے ہاتھ پر ٹیک لگائے تشریف لا رہے تھے۔ جب آپ کی نظر لشکر پر پڑی اور آپ نے دیکھا کہ صحرا زرق برق سواروں سے پُر ہو رہا ہے۔ فرمایا: اے یہودا! کیا یہ فرعون مصر ہے جس کا لشکر اس شوکت وشکوہ سے آرہا ہے۔ عرض کیا: نہیں۔ یہ حضور کے فرزند یوسف ہیں علیہم السلام۔ حضرت جبرئیل نے آپ کو متعجب دیکھ کر عرض کیا: ہوا کی طرف نظر فرمائیے۔ آپ کے سرور میں شرکت کے لئے ملائکہ حاضر ہوئے ہیں جو مدتوں آپ کے غم کے سبب روتے رہے ہیں۔ ملائکہ کی تسبیح نے اور گھوڑوں کی ہنہناہٹ نے اور طبل ونقارے کی آوازوں نے عجیب کیفیت پیدا کردی تھی۔ یہ محرم کی دسویں تاریخ تھی جب دونوں حضرات باپ بیٹے قریب ہوئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے سلام عرض کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ حضرت جبرئیل

علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ توقف کیجئے اور والد صاحب کو ابتدائے سلام کا موقع دیجئے۔ چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مُذْھِبَ الْاَحْزَان۔ اے غم واندوہ کے دور کرنے والے سلام۔ اور دونوں حضرات نے اتر کر معانقہ کیا اور مل کر خوب روئے پھر اس مزین فرودگاہ میں داخل ہوئے جو پہلے سے آپ کے استقبال کے لئے نفیس خیمے وغیرہ نصب کرکے آراستہ کی گئی تھی۔ یہ دخول حدود مصر میں تھا پھر خاص شہر میں داخل ہوئے اور والد ماجد کے ساتھ ایوان سلطنت کے مرصع تخت پر جلوہ افروز ہوئے، جہاں آپ کے والدین اور بھائیوں نے آپ کو سجدۂ تعظیمی کیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے صاحبزادے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ مصر میں چوبیس سال بہترین عیش وآرام میں خوش حالی کے ساتھ رہے۔ قریب وفات آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو وصیت کی کہ آپ کا جنازہ ملک شام میں لے جاکر ارض مقدسہ میں آپ کے والد حضرت اسحٰق علیہ السلام کی قبر شریف کے پاس دفن کیا جائے۔ اس وصیت کی تعمیل کی گئی اور بعد وفات سال کی لکڑی کے تابوت میں آپ کا جسدِ اطہر شام میں لایا گیا۔ اسی وقت آپ کے بھائی عیص کی وفات ہوئی اور آپ دونوں بھائیوں کی ولادت بھی ساتھ ہوئی تھی اور دفن بھی ایک ہی قبر میں کیے گئے اور دونوں حضرات کی عمر ایک سو پینتالیس کی تھی۔ [خزائن العرفان۔ ص ۳۹۵-۳۹۶]

[۱۳] حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والد ماجد کے بعد تیئس سال حیات رہے۔ اس کے بعد آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کے مقام دفن میں اہل مصر کے اندر سخت اختلاف واقع ہوا۔ ہر محلہ والے حصول برکت کے لئے اپنے ہی محلہ میں دفن کرنے پر مصر تھے۔ آخر یہ رائے قرار پائی کہ آپ کو دریائے نیل میں دفن کیا جائے تاکہ پانی آپ کی قبر سے چھوتا ہوا گذرے اور اس کی برکت سے تمام اہل مصر فیض یاب ہوں۔ چنانچہ آپ کو سنگ رخام یا سنگ مرمر کے صندوق میں دریائے نیل کے اندر دفن کیا گیا اور آپ وہیں رہے، یہاں تک کہ چار سو برس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کا تابوت شریف نکالا اور آپ کے آبائے کرام کے پاس ملک شام میں دفن کیا۔ [ایضا، ص ۳۹۶]

حضرت خضر علیہ السلام

حضرت خضر علیہ السلام پیغمبر تھے۔ حضرت ذوالقرنین اکبر کا زمانہ پایا تھا۔ ایک روایت کے مطابق ذوالقرنین سکندر [۱] کے زمانے میں آب حیات کی طلب میں روانہ ہوئے اور بحر ظلمات کے قریب پہنچ گئے۔ سبھی گھوڑوں پر سوار تھے اور انہیں بحر ظلمات میں دوڑاتے چلے جا رہے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام ان لوگوں سے ذرا دور ہٹ گئے۔ آپ نے آب حیات کا چشمہ دیکھ لیا۔ جب سورج طلوع ہوا تو آپ اس کے نزدیک گئے۔ دیکھا تو واقعی چشمۂ آب حیات تھا۔ حضرت خضر نے اس چشمے سے آب حیات پی لیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عمر جاوید عطا فرمادی اور بے شمار علم لدنی عطا کیا۔ [چنانچہ یہ واقعہ قرآن حکیم میں وارد ہے کہ] حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رہنمائی فرمائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور یوشع بن نون علیہ السلام دونوں سمندروں کے سنگم پر پہنچے تو حضرت خضر کو دیکھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت خضر علیہ السلام کے ہمراہ ہوگئے۔ ایک کشتی تک پہنچے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کشتی میں سوراخ کردینا چاہیے، چنانچہ آپ نے سوراخ کردیا۔ حضرت موسیٰ کہہ اٹھے کہ آپ نے بلاوجہ اس کشتی میں سوراخ کیوں کردیا۔ حضرت خضر نے فرمایا: میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کرسکتے۔ وہاں سے آگے بڑھے تو ایک بچہ جا رہا تھا۔ حضرت خضر نے اسے جان سے مار ڈالا۔ حضرت موسیٰ پھر تعجب میں پڑ گئے۔ جب وہاں سے آگے بڑھے تو دیکھا کہ ایک دیوار ٹیڑھی ہوگئی تھی۔ حضرت خضر نے وہ دیوار سیدھی کردی۔ اس کے بعد حضرت خضر نے ان واقعات کے درپردہ

حکمتوں سے حضرت موسیٰ کو آگاہ فرمایا کہ میں نے اس کشتی میں اس لئے سوراخ کردیا کہ آگے سمندر کی حدوں میں ایک ظالم بادشاہ ہے جو صحیح سالم کشتیوں کو لوگوں سے زبردستی چھین لیا کرتا ہے۔ یہ کشتی چند مسکینوں کی ہے۔ [۲] میں نے کشتی میں سوراخ کرکے اسے معیوب بنادیا تاکہ اسے کوئی چھین نہ سکے۔ اس مقتول بچے کے والدین نیک ہیں۔ مجھے خوف تھا کہ یہ بچہ بڑا ہوکر حق سے سرکشی اختیار کرے گا، [اور اس کی نحوست کا اثر کہیں والدین پر نہ پڑ جائے۔ اس لئے میں نے اسے قتل کردیا تاکہ رب تبارک وتعالیٰ اس بچے کے عوض اس کے والدین کو مومن اور صالح فرزند عطا فرمائے] اور جو دیوار میں نے سیدھی کی، وہ چند یتیم بچوں کی تھی، [جس کے نیچے ان کا موروثی خزانہ دفن تھا] میں نے اس لئے سیدھی کردی کہ کہیں یہ گر نہ جائے [اور اس کا خزانہ دوسرے لے جائیں] یہاں تک کہ یہ بڑے ہوجائیں۔ ان کا باپ ایک صالح انسان تھا۔

حضرت خضر علیہ السلام اب بھی حیات ہیں اور دریا میں مسکینوں، شکستہ کشتی والوں اور بھٹکے ہوئے لوگوں کی دستگیری فرماتے ہیں۔ [۳]

....

حواشی

[۱] ذوالقرنین کا نام اسکندر ہے۔ یہ حضرت خضر علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ انہوں نے اسکندریہ بنایا اور اس کا نام اپنے نام پر رکھا۔ حضرت خضر علیہ السلام ان کے وزیر اور صاحب لواء تھے۔ ذوالقرنین کی نبوت میں اختلاف ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ نہ نبی تھے، نہ فرشتے۔ اللہ سے محبت کرنے والے بندے تھے۔

[خزائن العرفان، ص ۴۸۵]

[۲] یہ دس مسکین بھائی تھے۔ ان میں پانچ تو اپاہج تھے جو کچھ نہیں کرسکتے تھے اور پانچ تندرست تھے جو دریا میں کام کرتے تھے [ایضاً ص ۴۸۳] دیوار والے یتیم بچوں کا نام اصرم اور صریم تھا۔ اور جو لڑکا قتل ہوا، اس کے بدلے اللہ تعالیٰ نے اس کے والدین کو خوش نصیب

بچی عطا فرمائی جو ایک نبی کے نکاح میں آئی جس سے نبی پیدا ہوئے۔

[۳] حضرت خضر علیہ السلام جمہور کے نزدیک نبی ہیں۔ بعض حضرات انہیں ولی کہتے ہیں۔ آپ کو خضر اس لیے کہتے ہیں کہ آپ جہاں بیٹھتے یا نماز پڑھتے ہیں، وہاں اگر گھاس خشک ہو تو سرسبز ہو جاتی ہے۔ آپ کا اسم گرامی بلیا بن ملکان اور کنیت ابوالعباس ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ بنی اسرائیل سے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ شاہزادے ہیں۔ دنیا ترک کر کے زہد اختیار فرمایا۔

اکثر علما اس پر ہیں اور مشائخ صوفیہ و اصحاب عرفان کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں۔ شیخ ابوعمرو بن صلاح نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا کہ حضرت خضر جمہور علما و صالحین کے نزدیک زندہ ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت خضر والیاس دونوں زندہ ہیں اور ہر سال زمانہ حج میں ملتے ہیں۔ یہ بھی منقول ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے چشمۂ حیات میں غسل فرمایا اور اس کا پانی پیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[تفسیر خازن، خزائن العرفان، ص ۳۸۱-۳۸۴]

حضرت ایوب علیہ السلام

حضرت ایوب علیہ السلام بن عیص بن اموخقن، حضرت اسحاق علیہ السلام کے خاندان سے ہیں۔ حضرت افرائیم بن یوسف علیہ السلام کی صاحبزادی رحیمہ سے آپ نے نکاح فرمایا۔[۱] رب تبارک وتعالیٰ نے آپ کو بے شمار دولت اور کثیر صالح اولاد عطا فرمائی تھی۔ ملک شام میں رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیغمبری عطا فرمائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں پر عمل کرتے۔ حضرت ایوب نے اپنی قوم کو راہ خدا کی جانب خوب بلایا، لیکن صرف تین افراد آپ پر ایمان لائے اور آپ کے گرویدہ ہوئے۔

ایک مرتبہ شیطان نے بارگاہ خداوندی میں عرض کی کہ اے اللہ! ایوب تیری بے پناہ نعمت میں ہیں، انہیں خوب خوب شکر ادا کرنا ہی چاہیے۔ اگر رنج و مصیبت میں تیرا شکر ادا کریں تو ایک بات ہو۔ حق تعالیٰ نے فرمایا: جا تو آزما کے دیکھ لے۔ میں نے تجھے اس کی جان اور مال پر تصرف کی اجازت دیدی۔ شیطان نے اپنے چیلوں کو جمع کیا۔ ان سب نے مل کر کھیتی اور غلہ میں آگ لگادی، ساری کھیتیاں اور غلے جل کر تباہ ہوگئے۔ حضرت ایوب کے سات صاحبزادے اور سات صاحبزادیاں تھیں، ان کے اوپر دیوار گرادی، سب ہلاک ہوگئے۔ شیطان نے پارہ اپنے منھ میں رکھ کر حضرت ایوب پر پھونک ماری۔ حضرت کے تمام اعضائے جسمانی جل گئے اور جسم مبارک میں کیڑے پڑ گئے۔ یہ ساری مصیبتیں حضرت ایوب علیہ السلام پر ٹوٹیں لیکن حضرت نے اف نہ کی۔ اسی حالت بے چارگی میں چھ مہینے تک اپنی قبیلے میں رہے۔

اس کے بعد لوگوں نے حضرت کو شہر سے نکال دیا اور شہر کے دروازے آپ کے لئے بند کردیے۔ حضرت کی اہلیہ رحیمہ شہر جاتیں اور رزق کے سامان محنت سے حاصل کر کے آپ کے پاس لاتیں۔ حضرت رحیمہ کے راستے میں شیطان تین بار آیا اور رحیمہ سے کہا: خدائے تعالیٰ ایوب سے ناراض ہے اور وہ اسی مصیبت میں مبتلا رہتے ہوئے وفات پاجائیں گے۔ اس لئے انہیں چھوڑ دے اور میرے پاس آجا، میں تجھ سے شادی کرلوں گا۔ حضرت رحیمہ نے اس کی بکواس پر دھیان نہ دیا اور ساری باتیں حضرت کے گوش گذار کردیں۔ یہ ماجرا سن کر حضرت ایوب نے قسم کھالی کہ جب میں اچھا ہوجاؤں گا تو تمہیں سو چھڑی ماروں گا۔[۲] کہتے ہیں کہ حضرت ایوب سات سال اس مصیبت میں گرفتار رہے۔ جو تین افراد حضرت پر ایمان لائے تھے، کہنے لگے کہ اگر آپ پیغمبر ہوتے تو یہ مصیبت نہ جھیلتے۔ جب اس کی اطلاع حضرت ایوب کو ہوئی تو بارگاہ رب العزت میں بہت عاجزی کے ساتھ دعا فرمائی۔ رب تبارک وتعالیٰ نے آپ کو فوراً شفا بخشی۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِن ضُرٍّ وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَذِكْرَىٰ لِلْعَابِدِينَ [الانبیاء: ۸۳-۸۴]

اور ایوب کو یاد کرو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف پہنچی اور تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ تو ہم نے اس کی دعا سن لی تو ہم نے دور کردی جو تکلیف اسے تھی اور ہم نے اسے اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور عطا کئے۔ اپنے پاس سے رحمت فرما کر اور بندگی والوں کے لئے نصیحت۔ [کنز الایمان]

اس کے بعد حضرت ایوب علیہ السلام کے مبارک قدموں تلے سے پانی کا چشمہ جاری ہوگیا۔ حضرت نے اس میں غسل فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکمل صحت عطا فرمادی۔[۳] آپ کے فرزند اور چوپائے جو ہلاک ہوگئے تھے دوبارہ زندہ ہوگئے، تباہ کھیتیاں پھر سے لہلہا اٹھیں۔[۴] یہودیوں کے کعب احبار جو حضرت ایوب

کے دست مبارک پر ایمان لے آئے تھے، فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب کے خرمن میں گیہوں کے بدلے سونے کی ٹڈیاں برسائیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی قسم پوری کرنے کے لئے جھاڑو کے سونکوں سے حضرت رحیمہ پر ایک ضرب لگائی۔ اس کے بعد آپ کی قوم آپ پر ایمان لے آئی۔

....

حواشی

[۱] حضرت ایوب علیہ السلام کے نسب، قوم اور زمانہ کے متعلق بہت کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ اگرچہ وثوق سے کوئی بات نہیں کہی جاسکتی لیکن بعض قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا زمانہ نویں صدی قبل مسیح یا اس سے پہلے کا ہے۔ آپ حضرت اسحٰق علیہ السلام کے دوسرے بیٹے عیسو/عیص کی نسل سے تھے۔ آپ بڑے دولت مند تھے۔ زرعی زمین کا اندازہ اس سے لگالیجئے کہ آپ کے پاس کھیتی باڑی کے لیے بیلوں کی پانچ سو جوڑیاں تھیں۔ ہزاروں کی تعداد میں بھیڑ بکریاں تھیں۔ سات بچے اور بچیاں تھیں۔ زوجہ محترمہ کا نام رحمت بتایا گیا ہے جو حضرت یوسف کے فرزند ایفرائین/ افرائیم کی لخت جگر تھیں۔ بڑی حسین و جمیل اور صحت مند تھیں۔
[ضیاء القرآن-۳/۱۸۰]

[۲] نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری میں اس کی وجہ یہ بیان ہوئی:

آپ کی اہلیہ رحمت نے ایک دن عرض کیا کہ اللہ سے دعا فرمایئے۔ فرمایا کہ آسائش کی مدت کتنی تھی۔ انھوں نے فرمایا: اسّی سال۔ فرمایا: مجھے اللہ سے حیا آتی ہے کہ میری آزمائش کی مدت آسائش کی مدت سے کم ہو۔ ایک بار ابلیس ان کی اہلیہ کی خدمت میں آیا اور ایک بکری کا بچہ دیا اور کہا یہ لے جا کر ایوب کو دیدو اور ان سے کہو کہ اسے میرے نام پر ذبح کریں تو انہیں شفا ہوجائے گی۔ ان کی اہلیہ نے جا کر ان سے عرض کیا تو اس پر جلال آگیا۔ فرمایا: تو مجھے ہلاک کرنا چاہتی ہے۔ اگر اللہ نے مجھے

اس مصیبت سے نجات دی تو تجھ کو سو کوڑے ماروں گا۔ تو مجھے حکم دیتی ہے کہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کروں اور انہیں بھی بھگا دیا اور تنہا رہ گئے۔ اس وقت یہ دعا فرمائی: رب انی مسنی الضر وانت ارحم الرحمین۔

اے رب مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سارے مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے [نزھۃ القاری ۵/۵۳۳]

[۳] حضرت ایوب علیہ السلام سے رب تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ آپ زمین میں پاؤں ماریئے۔ انہوں نے پاؤں مارا، ایک چشمہ ظاہر ہوا۔ حکم دیا گیا، اس سے غسل کیجئے۔ غسل کیا تو ظاہر بدن کی تمام بیماریاں دور ہو گئیں پھر آپ چالیس قدم چلے پھر دوبارہ زمین میں پاؤں مارنے کا حکم ہوا پھر آپ نے پاؤں مارا۔ اس سے بھی ایک چشمہ ظاہر ہوا جس کا پانی نہایت سرد تھا۔ آپ نے بحکم الٰہی پیا۔ اس سے باطن کی تمام بیماریاں دور ہو گئیں اور آپ کو اعلیٰ درجہ کی صحت حاصل ہوئی۔ اس کو سورہ ص میں فرمایا گیا: ارْكُضْ بِرِجْلِكَ هَٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ۔ [ص:۴۲] ہم نے فرمایا زمین پر اپنا پاؤں مار۔ یہ ہے ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کو۔

[۴] حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اکثر مفسرین نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمام اولاد کو زندہ فرمادیا اور آپ کو اتنی ہی اولاد اور عنایت کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اہلیہ محترمہ کو دوبارہ جوانی عنایت کی اور ان کے کثیر اولادیں ہوئیں۔ [خزائن العرفان، ص ۵۲۷-۵۲۸]

حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت شعیب علیہ السلام، صفون بن عنقابن مدین بن ابراہیم کے صاحبزادے تھے۔ [۱] اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدین والوں میں نبی بنا کر بھیجا۔ آپ کی بینائی جاتی رہی تھی۔ آپ کی قوم بھی سرکشی کرتی اور ناپ تول میں خیانت کرتی تھی۔ حضرت شعیب انہیں بہت سمجھاتے لیکن وہ ایک نہ سنتے۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے:

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ وَلَا تَنقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ [ھود:۸۴] اور مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب کو بھیجا۔ اس نے کہا: اے میری قوم اللہ کو پوجو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ناپ تول میں کمی نہ کرو۔ [کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن]

قوم کی بدنصیبی کا یہ عالم تھا کہ جو شخص بھی مدین آتا تو مدین [۲] والے راستوں پر بیٹھ جاتے اور اسے ورغلاتے کہ شعیب دیوانہ ہے اور کوشش یہ کرتے کہ کوئی شخص حضرت کے دین میں داخل نہ ہونے پائے۔ بالآخر مدین کے بڑے بوڑھے جمع ہوئے اور حضرت سے کہا: اے شعیب! ہم تجھے شہر سے باہر نکال دیں گے ورنہ تو ہمیں ہمارے دین میں واپس لوٹا دے۔ حضرت شعیب نے فرمایا: میں اپنے خدا پر بھروسہ رکھتا ہوں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو خطیب انبیاء کہتے ہیں۔ جب قوم کی سرکشی حد سے زیادہ بڑھ گئی تب اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب بھیجا۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ [الشعراء:۱۸۹] تو انہیں شامیانے والے

دن کے عذاب نے آلیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت گرمی مسلط کر دی۔ ساری مخلوق شہر سے باہر نکل گئی۔ بادل ان کے سروں پر آتا۔ گرمی کی وجہ سے ان کی زبانیں باہر نکل پڑتیں اور ان کے سروں پر آگ کی بارش ہوتی۔ حضرت جبرئیل نے ان پر تیز چیخ ماری جس کی دہشت سے یکبارگی سب کے سب مر گئے۔ [۳] جب یہ سب ہلاک ہو گئے تو حضرت شعیب اور آپ کے مومن رفقا شہر کے اندر داخل ہوئے۔ مومنین کی نسلیں خوب پھلیں پھولیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بکریوں کے ریوڑ خوب عطا فرمائے۔ حضرت شعیب علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک حیات رہے۔ ان حضرات کا قصہ خاصا مشہور ہے۔

....

حواشی

[۱] حضرت کے نسب کے بارے میں اختلاف ہے۔ طبقات ناصری اردو کے حاشیے میں ہے:

توراۃ میں شعیب علیہ السلام کا نسب یہ دیا ہے: شعیب بن صیفون بن عنقا بن ثابت بن مدین بن ابراہیم۔ مسعودی نے لکھا ہے: شعیب بن نویت بن رعویل بن مر بن عنقا بن مدین بن ابراہیم۔ ابن اسحاق نے لکھا: شعیب بن میکائیل جو مدین کی اولاد میں سے تھے [طبقات ناصری اردو، ص ۷۶]

[۲] مدین ایک شہر کا نام تھا جو بحر احمر کے کنارے کوہ طور کے جنوب مشرق کی طرف آباد تھا جہاں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم رہائش پذیر تھی۔ اصل میں مدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک صاحبزادے کا نام تھا جو آپ کی اہلیہ محترمہ قطورا کے بطن سے تھے اور یہ قوم ان کی نسل سے تھی۔ اسی وجہ سے انہوں نے اپنی بستی کا نام اپنے جد امجد کے نام پر رکھا تھا۔ یہ قوم تجارت پیشہ تھی اور ان کی بستیاں وہاں تھیں جہاں جزیرہ نمائے عرب کی دو

مشہور شاہراہیں [یعنی یمن سے شام اور عراق سے مصر جانے والی شاہراہیں] آ کر ملتی تھیں۔ اس لیے ان کی حیثیت ایک مشہور تجارتی منڈی کی تھی، جہاں آنے جانے والے تجارتی قافلے اپنا سامان بیچتے بھی تھے اور اپنی ضروریات کی چیزیں خریدتے بھی تھے۔ اس لیے اہل مدین معاشی لحاظ سے بڑے خوش حال تھے جن کی جانب اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا جو اپنے حسن استدلال اور فصیحانہ انداز کلام کی وجہ سے خطیب الانبیاء کہے جاتے تھے۔ [ضیاء القرآن-۲/۵۵]

[۳] حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر جہنم کا دروازہ کھولا اور ان پر دوزخ کی شدید گرمی بھیجی جس سے سانس بند ہو گئے۔ اب نہ انہیں سایہ کام دیتا تھا، نہ پانی۔ اس حالت میں وہ تہہ خانے میں داخل ہوئے تاکہ وہاں انہیں کچھ امن ملے لیکن وہاں باہر سے زیادہ گرمی تھی۔ وہاں سے نکل کر جنگل کی طرف بھاگے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیجا جس میں نہایت سرد اور خوشگوار ہوا تھی۔ اس کے سائے میں آئے اور ایک نے دوسرے کو پکار پکار کر جمع کر لیا۔ مرد عورتیں بچے سب مجتمع ہو گئے تو وہ بحکم الٰہی آگ بن کر بھڑک اٹھا اور وہ اس میں اس طرح جل گئے جیسے بھاڑ میں کوئی چیز بھن جاتی ہے۔

قتادہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو اصحاب ایکہ کی طرف بھی مبعوث فرمایا تھا اور اہل مدین کی طرف بھی۔ اصحاب ایکہ تو ابر سے ہلاک کئے گئے اور اہل مدین زلزلہ میں گرفتار ہوئے اور ایک ہولناک آواز سے ہلاک ہو گیا [خزائن العرفان، ص ۲۶۱]

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ کبھی دو امتیں ایک ہی عذاب میں مبتلا نہیں کی گئیں بجز حضرت شعیب وصالح علیہما السلام کی امتوں کے لیکن قوم صالح کو ان کے نیچے سے ہولناک آواز نے ہلاک کیا اور قوم شعیب کو اوپر سے [ایضاً، ص ۲۷۴]

حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت ہارون علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام، عمران کے صاحبزادے تھے۔[۱] فرعون نے ایک خواب دیکھا کہ بنی اسرائیل کے درمیان سے ایک آگ آئی اور اس نے فرعون کو جلادیا۔ فرعون[۲] نے حکم دیا کہ جو بچہ بھی اس سال پیدا ہو، اسے مار ڈالا جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ حمل سے ہوئیں۔[۳] جب حضرت موسیٰ کی ولادت ہوئی تو آپ کی والدہ نے آپ کو صندوق میں بند کرکے دریائے نیل کے حوالے کیا۔ پانی کی موجیں اس صندوق کو فرعون کے محل کے نیچے لے آئیں۔ فرعون اور اس کی اہلیہ آسیہ دریا کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے غلاموں کو حکم دیا کہ اس صندوق کو پکڑ کے باہر نکالو۔ جب حضرت موسیٰ کو اس صندوق سے باہر نکالا گیا تو فرعون نے آپ کو قتل کردینے کا حکم دیا۔ لیکن اس کی اہلیہ آسیہ نے حضرت موسیٰ کو چھڑا کر گود لے لیا اور حضرت کی پرورش کی۔ ایک دن فرعون حضرت موسیٰ کو گود لئے ہوئے تھا کہ حضرت موسیٰ نے اس کی داڑھی پکڑ لی۔ فرعون غضب ناک ہوگیا۔ اس کی اہلیہ نے کہا: یہ چھوٹا معصوم بچہ ہے۔ اس کے پاس شعور تو ہے نہیں، [اس لئے اس پر غضب ناک نہ ہوں] حضرت موسیٰ کی آزمائش کے لئے ایک طباق میں کھجور اور ایک طباق میں آگ رکھ کر حضرت موسیٰ کے پاس لے گئے۔ حضرت موسیٰ نے کھجور اٹھانی چاہی لیکن حضرت جبرئیل امین نے آپ کا ہاتھ آگ سے قریب کردیا۔ آپ نے تھوڑی سی آگ اٹھا کر اپنے منھ میں ڈال لی۔ یہ ماجرا دیکھ کر فرعون نے حضرت موسیٰ کو اپنی فرزندی میں لے لیا۔ حضرت موسیٰ جب بڑے ہوئے تو ایک یہودی کی ایک قبطی کے

ساتھ لڑائی ہوگئی۔ حضرت موسیٰ نے یہودی کی حمایت کرتے ہوئے قبطی کو ایک گھونسہ رسید کیا جس سے قبطی مرگیا۔ حضرت موسیٰ چلے گئے، کسی اور کو اس واقعے کی اطلاع نہ ہوئی، اسی طرح ایک دوسرا یہودی ایک مصری کے ساتھ لڑائی کر رہا تھا۔ حضرت موسیٰ وہاں پہنچ گئے اور اس یہودی کو سمجھایا۔ مصری نے کہا: آپ نے کل ایک شخص کو مار ڈالا، آج مجھے مار ڈالنا چاہتے ہیں؟ حضرت موسیٰ یہ سن کر کچھ خوف زدہ ہوگئے۔[کہ لگتا ہے بات پھیل گئی] پھر آپ مصر سے نکل کر مدین جا پہنچے۔ وہاں ایک کنویں پر گئے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادیاں بکریاں چرا رہی تھیں۔ حضرت موسیٰ نے کنویں سے پتھر ہٹا کر ان صاحبزادیوں کی بکریوں کو پلایا۔ دونوں صاحبزادیاں اپنے والد ماجد حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس گئیں اور حضرت موسیٰ کا واقعہ کہہ سنایا۔ حضرت شعیب نے ایک صاحبزادی کو بھیجا کہ موسیٰ کو بلا لائیں۔ وہ حضرت موسیٰ کو حضرت شعیب کے پاس لے گئیں۔ حضرت شعیب نے اپنی صاحبزادی حضرت موسیٰ سے منسوب کردی۔ حضرت موسیٰ عرصۂ دراز تک حضرت شعیب کی بکریوں کی رکھوالی کی ذمہ داری نبھاتے رہے۔ حضرت شعیب نے اپنی بیٹی حضرت موسیٰ سے بیاہ دی۔ آپ کے پاس بے شمار بکریاں ہوگئیں تب آپ نے حضرت شعیب سے مصر جانے کی اجازت طلب کی۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کا وہ عصا جو انہیں وراثتاً ملا تھا، حضرت موسیٰ کو عطا فرمایا۔ حضرت موسیٰ اپنی اہلیہ اور بکریوں کے ریوڑ کے ساتھ مصر واپس ہوئے۔ راستے میں ایک رات بھیڑیے نے حضرت موسیٰ کے ریوڑ پر حملہ کردیا اور آپ کی اہلیہ کو دردزہ شروع ہوگیا۔ آپ نے چقماق سے کپڑے کو بہتیرا رگڑا لیکن آگ نہ جلی۔ ناگاہ دور سے ایک آگ کی جھلک نظر آئی۔ آپ نے اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ میں آگ لانے کے لئے جارہا ہوں۔ آپ ان سب کو چھوڑ کر کوہ طور پر تشریف لے گئے۔ ایک درخت پر آگ ملاحظہ کی، غیب سے ندا آئی کہ میں تمہارا مقدس خدا ہوں۔ اپنی جوتیاں اتار دو۔ حضرت موسیٰ نے اپنی نعلین اتار لیں۔ آواز آئی: تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ آپ نے عرض کی: میرا عصا ہے۔

...ہے:

قرآن حکیم میں ...لكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسىٰ، قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّأُ عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي وَمَا ...لِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَىٰ [طٰہٰ: ۱۷-۱۸]

...رے داہنے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ! عرض کی: یہ میرا عصا ہے۔ اور ...ہوں اور اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور میرے اس میں اس پر تکیہ لگا... [کنز الایمان]

میں اور کام ہیں ...: عصا کو نیچے ڈال دے۔ حضرت نے ڈالدیا، فوراً اژدھا بن گیا۔ ندا آ... زدہ ہوگئے، آواز آئی: اسے اٹھالے، حضرت نے اسے ہاتھوں میں لے لیا، پھر ... حضرت موسیٰ ...ی عصا تھا۔

الله ت...لی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیغمبری عطا کی اور فرعون کی جانب ...لئے روانہ کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں دعوت و تبلیغ کے ...

عرض کی: ...بِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي، وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي، يَفْقَ...وا قَوْلِي، وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي، هَارُونَ أَخِي، اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي، وَأَشْرِ...فِي أَمْرِي [طٰہٰ: ۲۵-۳۲]

...رے رب! میرے لئے میرا سینہ کھول دے اور میرے لئے میرا کام آسان کر او... میری زبان کی گرہ کھول دے کہ وہ میری بات سمجھیں اور میرے لئے میرے گھر و...میں سے ایک وزیر کردے، وہ کون میرا بھائی ہارون۔ اس سے میری کمر مضبوط کر ...سے میرے کام میں شریک کر۔[کنز الایمان]

...آئی: اپنا داہنا ہاتھ بغل میں ڈالو، جب حضرت نے اپنا دست مبارک بغل سے نکالا ...چاند کی طرح چمک رہا تھا۔[۴] آپ آگے بڑھے، مصر پہنچے اور حضرت ہارو...ن ...ساتھ لے کر فرعون کے دربار میں گئے۔ اطلاع کرائی پھر دربار میں جاکر فرعون کو ہر طر...ح سمجھایا۔ اخیر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: آسمان و زمین کے

مالک خدائے تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر تیرے پاس بھیجا ہے۔ فرعون نے معجزہ طلب کیا، حضرت موسیٰ نے عصا ڈال دیا۔ فوراً اژدھا بن گیا۔ فرعون تخت سے اتر کر بھاگا۔[۵] پھر اپنے حواریوں سے کہا کہ یہ موسیٰ کا جادو تھا۔ فرعون نے بھی اپنے ملک کے سارے جادوگر بلائے اور جادوگری کے تماشے کا مقابلہ رکھا۔ عید کا دن تھا۔ سب لوگ میدان میں جمع ہوئے۔ حضرت موسیٰ نے عصا زمین پر ڈالا، فوراً اژدھا بن گیا اور جادوگروں کے سارے طلسماتی سحر کو نگل گیا۔ فرعون تو اپنی سرکشی اور کفر سے باز نہ آیا لیکن جادوگر حضرت موسیٰ پر ایمان لے آئے۔ فرعون نے ایمان لانے والے ان جادوگروں کو ہلاک کردیا۔ اس کے بعد بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کئی معجزات رونما ہوئے۔ سب سے پہلے غلہ میں بہت تنگی پیدا ہوگئی۔ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، حضرت نے دعا فرمائی، قحط دور ہوا اور حالات حسب سابق ہوگئے۔ پھر ان کے سارے پانی خون بن گئے۔ دوبارہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت نے دعا فرمائی، حالات معمول پر آگئے۔ اللہ رب العزت نے ان پر قحط، ٹڈی، مینڈک، جوں مسلط کردیں۔ یہ لوگ بار بار حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے دعا فرمائی اور یہ بلائیں ان سے دور ہوئیں۔[۶] لیکن یہ ایمان نہ لائے۔ تب اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ موسیٰ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکل جائیں۔ یہ حضرات شب عاشورہ کو مصر سے نکلے، حضرت یوسف علیہ السلام کا تابوت ان کے ساتھ تھا۔ یہ سب دریائے نیل کے پانی کو عبور کرگئے۔ فرعون کو خبر ہوئی تو اس نے اپنا لشکر ان کے تعاقب میں روانہ کیا۔ حضرت موسیٰ اور ان کے رفقا کو دریائے نیل عبور کئے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا، اور دریائے نیل کے راستے کا پانی ابھی باہم نہیں ملا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر فرعون اور اس کے لشکری بھی پانی میں کود پڑے، پھر پانی مل گیا اور سب کے سب فرعون اور فرعونی ڈوب گئے۔ دوسرے دن دریا نے فرعونیوں کے سارے اموال و اسباب کنارے پر ڈال دیئے۔[۷] اس کے بعد حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کو اپنا نائب بنایا اور خود

ستر بنی اسرائیلیوں کے ساتھ کوہ طور پر تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی ہم کلامی کا شرف عطا فرمایا اور زبرجدی تختیوں پر آپ کو توریت کا مقدس آسمانی صحیفہ عطا فرمایا۔ رب سے ہمکلامی اور مناجات کے لئے جب حضرت موسیٰ کوہ طور پر تشریف لے گئے تو ادھر بعض بنی اسرائیل نے سامری کے گئوسالہ کی پرستش شروع کردی۔ جب حضرت موسیٰ طور سے واپس لوٹے تو یہ منظر دیکھ کر جلال میں آگئے اور حضرت ہارون کی ریش مبارک پکڑ کر نیچے گرادیا اور سخت غضب ناک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ گئوسالہ کو جلادیا جائے اور جن لوگوں نے گئوسالہ کی پوجا کی ہے، وہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کریں۔[۸] اس کے بعد خدائے تعالیٰ نے ان لوگوں کو مبتلائے عذاب کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اوران کی قوم بیت المقدس کی سرزمین پر تشریف لے گئے۔ بلعم بن باعورا کی بددعا کی وجہ سے جباروں کا گروہ بیابان تیہہ میں بھٹکتا رہا۔ اس جگہ سے قریبی شہر میں حضرت موسیٰ تشریف لے گئے اور بنی اسرائیل کے بارہ افراد کو بھیجا تاکہ قوم کی خبر لائیں۔ اتفاق سے عوج بن عنق ان لوگوں تک پہنچ گئے اور سب کو گرفتار کرلیا اور اس جگہ سے شہر میں لے گئے، اس کے بعد انہیں چھوڑ کر حضرت موسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا بیان کیا۔ اور کہا ہم ان لوگوں کے پاس جنگ کرنے نہیں جائیں گے۔ حضرت موسیٰ تنہا تشریف لے گئے اوراس پہاڑ تک جا پہنچے جہاں عوج نے حضرت موسیٰ کے تینوں گروہ کو مارا تھا۔ حضرت موسیٰ نے عوج کے ٹخنے پر عصا مارا جس کی ضرب سے عوج گر کر مرگیا۔ حضرت موسیٰ، ہارون اور یوشع علیہم السلام اس بیابان تیہہ میں نہیں ٹھہرے۔ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل پر ہر دن من وسلویٰ اتارتا۔ ایک دن حضرت ہارون علیہ السلام ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچے۔ ایک تخت دیکھا، اسی تخت پر سوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض فرمالی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو حضرت ہارون کی رحلت کی اطلاع دی، تو بنی اسرائیل کہنے لگے کہ آپ نے حضرت ہارون کو مار ڈالا۔ حضرت موسیٰ نے رب تبارک وتعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سے حضرت ہارون کو حیات بخشی اور انہوں نے خود اپنی

رحلت کی روداد بیان فرمائی، پھر اسی تخت پر جا سوئے اور وفات پاگئے۔ حضرت ہارون کے بعد حضرت موسیٰ نے بھی اسی بیابان تیہہ میں وفات پائی۔[۹] حضرت موسیٰ نے اپنے بھانجے حضرت یوشع کو اپنا جانشین بنایا اور بنی اسرائیل کو آپ کے حوالے کیا۔

....

حواشی

[۱] حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نسب میں اختلاف ہے۔ مثلاً مسعودی لکھتے ہیں: موسیٰ بن عمران بن قاہث بن لاوئی بن یعقوب۔ صاحب مجمل لکھتے ہیں: موسیٰ بن عمران بن یصحر بن قاہب بن لاوئی بن یعقوب۔ طبری لکھتے ہیں: موسیٰ بن عمران بن یصہر بن قاہث بن لاوئی بن یعقوب [طبقات ناصری اردو، حاشیہ، ص ۷۷]

طبقات ناصری میں ہے:

حضرت موسیٰ کا نسب یہ ہے: موسیٰ بن عمران بن یصیر بن واہب بن لاوئی بن یعقوب۔ ہارون بن عمران حضرت موسیٰ کے حقیقی بھائی تھے۔ ان کی والدہ کا نام اناحیہ تھا اور وہ بھی لاوئی بن یعقوب کی اولاد میں سے تھی۔ تورات کی روایت کے مطابق ان کی والدہ کا نام یوخابد/ یوکبت تھا۔ حضرت موسیٰ کی ہمشیرہ کا نام مریم تھا اور مریم، کالوین بن یوقیا بن یہودا ابن یعقوب کے نکاح میں تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ کا نام صفورا تھا جو شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں [طبقات ناصری اردو، ص ۷۳]

[۲] قوم قبط وعمالیق سے جو مصر کے بادشاہ ہوا، اس کو فرعون کہتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے فرعون کا نام ولید بن مصعب بن ریان ہے۔ یہاں اسی کا ذکر ہے۔ اس کی عمر چار سو برس سے زیادہ ہوئی [جمل وغیرہ، تفسیر خزائن العرفان بر کنزالایمان، ص ۱۳]

[۳] حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا نام یوحانذ ہے جو لاوی بن یعقوب کی نسل سے ہیں۔ انہوں نے خاموشی کے ساتھ حضرت موسیٰ کو تین مہینہ دودھ پلایا۔ اس عرصے میں نہ آپ روتے تھے، نہ ان کی گود میں حرکت کرتے تھے، نہ آپ کی ہمشیرہ مریم کے سوا کسی کو

آپ کی ولادت کا علم تھا۔ جب فرعون کی طرف سے اندیشہ ہوا تو آپ کو ایک مخصوص صندوق میں رکھ کر رات کے وقت دریائے نیل میں بہادیا [خزائن العرفان ص ۶۱۶-۶۱۷]

[۴] اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو ان کی نبوت کی نو نشانیاں عطا فرمائیں [بنی اسرائیل: ۱۰۱] حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا وہ نو نشانیاں یہ ہیں: ۱۔ عصا، ۲۔ ید بیضا، ۳۔ وہ عقدہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان مبارک میں تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو حل فرمایا، ۴۔ دریا کا پھٹنا اور اس میں راستے بننا، ۵۔ طوفان، ۶۔ ٹڈی، ۷۔ گھن، ۸۔ مینڈک، ۹۔ خون [خزائن العرفان، ص ۳۶۸]

[۵] حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عصا ڈالا تو وہ ایک بڑا اژدھا بن گیا، زرد رنگ، منھ کھولے ہوئے، زمین سے ایک میل اونچا اپنی دم پر کھڑا ہوگیا اور ایک جبڑا اس نے زمین پر رکھا اور ایک قصر شاہی کی دیوار پر۔ پھر اس نے فرعون کی طرف رخ کیا تو فرعون اپنے تخت سے کود کر بھاگا اور ڈر سے اس کی ریح نکل گئی اور لوگوں کی طرف رخ کیا تو ایسی بھاگ پڑی کہ ہزاروں آدمی آپس میں کچل کر مرگئے۔ فرعون گھر میں جاکر چیخنے لگا: اے موسیٰ! تمہیں اس کی قسم جس نے تمہیں رسول بنایا، اس کو پکڑلو۔ میں تم پر ایمان لاتا ہوں اور تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دیتا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے اٹھالیا تو وہ مثل سابق عصا تھا۔ [خزائن العرفان، ص ۲۶۴]

[۶] اس کا تذکرہ اللہ رب العزت نے سورہ الاعراف کی آیت ۱۳۲-۱۳۶ میں فرمایا ہے۔ رب تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ترجمہ: اور بولے: تم کیسی بھی نشانی لے کر ہمارے پاس آؤ کہ ہم پر اس سے جادو کرو، ہم کسی طرح تم پر ایمان لانے والے نہیں۔ تو بھیجا ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈی [یا کلنی یا جوئیں] اور مینڈک اور خون، جدا جدا نشانیاں تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم قوم تھی۔ اور جب ان پر عذاب پڑتا، کہتے: اے موسیٰ! ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کرو، اس عہد کے سبب جو تمہارے پاس ہے۔ بے شک اگر تم ہم پر سے عذاب اٹھا دو گے تو ہم ضرور تم پر ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ کردیں گے۔ پھر

جب ہم ان سے عذاب اٹھالیتے ایک مدت کے لیے جس تک انہیں پہنچنا ہے، جبھی وہ پھر جاتے، تو ہم نے ان سے بدلہ لیا تو انہیں دریا میں ڈبودیا۔ اس لیے کہ ہماری آیتیں جھٹلاتے اور ان سے بے خبر تھے [کنزالایمان، ص ۲۶۷-۲۶۸]

اس کی تفسیر میں صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:

جب جادوگروں کے ایمان لانے کے بعد بھی فرعونی اپنے کفر وسرکشی پر جمے رہے تو اُن پر آیات الٰہیہ پیاپے وارد ہونے لگیں، کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی تھی کہ یارب! فرعون زمین میں بہت سرکش ہوگیا اور اس کی قوم نے عہد شکنی کی۔ انہیں ایسے عذاب میں گرفتار کر جوان کے لیے سزا ہو اور میری قوم اور بعد والوں کے لیے عبرت، تو اللہ تعالیٰ نے طوفان بھیجا۔ ابر آیا، اندھیرا ہوا، کثرت سے بارش ہونے لگی۔ قبطیوں کے گھروں میں پانی بھر گیا، یہاں تک کہ وہ اس میں کھڑے رہ گئے اور پانی ان کی گردنوں کی ہنسلیوں تک آگیا۔ اُن میں سے جو بیٹھا، ڈوب گیا۔ نہ ہل سکتے تھے، نہ کچھ کام کرسکتے تھے۔ سنیچر سے سنیچر تک سات روز تک اسی مصیبت میں مبتلا رہے اور باوجود اس کے کہ بنی اسرائیل کے گھر اُن کے گھروں سے متصل تھے، اُن کے گھروں میں پانی نہ آیا۔ جب یہ لوگ عاجز ہوئے تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا: ہمارے لیے دعا فرمایئے کہ یہ مصیبت دفع ہو تو ہم آپ پر ایمان لائیں اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ بھیج دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی۔ طوفان کی مصیبت رفع ہوئی، زمین میں وہ سرسبزی وشادابی آئی جو پہلے نہ دیکھی تھی۔ کھیتیاں خوب ہوئیں، درخت خوب پھلے تو فرعونی کہنے لگے۔ یہ پانی تو نعمت تھا، اور ایمان نہ لائے۔ ایک مہینہ تو عافیت سے گزرا پھر اللہ تعالیٰ نے ٹڈی بھیجی۔ وہ کھیتیاں اور پھل، درختوں کے پتے، مکانوں کے دروازے، چھتیں، تختے سامان حتیٰ کہ لوہے کی کیلیں تک کھاگئیں اور قبطیوں کے گھروں میں بھر گئیں اور بنی اسرائیل کے یہاں نہ گئیں۔ اب قبطیوں نے پریشان ہوکر پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کر درخواست کی، ایمان لانے کا وعدہ کیا، اس پر عہد وپیمان کیا۔ سات روز یعنی شنبہ سے شنبہ

تک ٹڈی کی مصیبت میں مبتلا رہے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے نجات پائی۔ کھیتیاں اور پھل جو کچھ باقی رہ گئے تھے، انہیں دیکھ کر کہنے لگے: یہ ہمیں کافی ہیں، ہم اپنا دین نہیں چھوڑتے ۔ چنانچہ ایمان نہ لائے، عہد وفا نہ کیا اور اپنے اعمال خبیثہ میں مبتلا ہو گئے ۔ایک مہینہ عافیت سے گذرا پھر اللہ تعالیٰ نے قمل بھیجے ۔اس میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ قمل گھن ہے، بعض کہتے ہیں جوں، بعض کہتے ہیں ایک اور چھوٹا سا کیڑا ہے۔ اس کیڑے نے جو کھیتیاں اور پھل باقی رہے تھے، وہ کھالئے ۔ کپڑوں میں گھس جاتا تھا اور جلد کو کاٹتا تھا، کھانے میں بھر جاتا تھا۔ اگر کوئی دس بوری گیہوں چکی پر لے جاتا تو تین سیر واپس لاتا، باقی سب کیڑے کھا جاتے، یہ کیڑے فرعونیوں کے بال بھنویں پلکیں چاٹ گئے ۔جس پر چیچک کی طرح بھر جاتے، سونا دشوار کر دیا تھا۔ اس مصیبت سے فرعونی چیخ پڑے اور انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا: ہم توبہ کرتے ہیں۔ آپ اس بلا کے دفع ہونے کی دعا فرمایئے۔ چنانچہ سات روز کے بعد یہ مصیبت بھی حضرت کی دعا سے رفع ہوئی لیکن فرعونیوں نے پھر عہد شکنی کی اور پہلے سے زیادہ خبیث تر عمل شروع کئے ۔ایک مہینہ امن میں گذرنے کے بعد پھر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بددعا کی تو اللہ تعالیٰ نے مینڈک بھیجے اور یہ حال ہوا کہ آدمی بیٹھتا تھا تو اس کی مجلس میں مینڈک بھر جاتے تھے۔ بات کرنے کے لیے منھ کھولتا تو مینڈک کود کر منھ میں پہنچتا، ہانڈیوں میں مینڈک، کھانوں میں مینڈک، چولہوں میں مینڈک بھر جاتے تھے، آگ بجھ جاتی تھی۔ لیٹتے تھے تو مینڈک اوپر سوار ہوتے تھے۔ اس مصیبت سے فرعونی رو پڑے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا: اب کی بار ہم پکی توبہ کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن سے عہد و پیمان لے کر دعا کی تو سات روز کے بعد یہ مصیبت بھی دفع ہوئی اور ایک مہینہ عافیت سے گذرا لیکن پھر انہوں نے عہد توڑ دیا اور اپنے کفر کی طرف لوٹے پھر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بددعا فرمائی تو تمام کنوؤں کا پانی نہروں اور چشموں کا پانی دریائے نیل کا پانی غرض ہر پانی اُن کے لیے تازہ خون بن گیا۔ انہوں نے فرعون سے اس کی شکایت کی تو کہنے لگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادو سے تمہاری نظر بندی

کر دی۔ انہوں نے کہا: کیسی نظر بندی؟ ہمارے برتنوں میں خون کے سوا پانی کا نام ونشان ہی نہیں، تو فرعون نے حکم دیا کہ قبطی بنی اسرائیل کے کے ساتھ ایک ہی برتن سے پانی لیں تو جب بنی اسرائیل نکالتے تو پانی نکلتا، قبطی نکالتے تو اسی برتن سے خون نکلتا۔ یہاں تک کہ فرعونی عورتیں پیاس سے عاجز ہو کر بنی اسرائیل کی عورتوں کے پاس آئیں اور ان سے پانی مانگا تو وہ پانی اُن کے برتن میں آتے ہی خون ہو گیا۔ تو فرعونی عورت کہنے لگی کہ تو پانی اپنے منھ میں لے کر میرے منھ میں کلی کر دے۔ جب تک وہ پانی اسرائیلی عورت کے منھ میں رہا، پانی تھا، جب فرعونی عورت کے منھ میں پہنچا، خون ہو گیا۔ فرعون خود پیاس سے مضطر ہوا تو اس نے تر درختوں کی رطوبت چوسی، وہ رطوبت منھ میں پہنچتے ہی خون ہو گئی۔ سات روز تک خون کے سوا کوئی چیز پینے کی میسر نہ آئی تو پھر حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے دعا کی درخواست کی اور ایمان لانے کا وعدہ کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا فرمائی۔ یہ مصیبت بھی رفع ہوئی مگر ایمان پھر بھی نہیں لائے۔...... ہر عذاب ایک ہفتہ قائم رہتا اور دوسرے عذاب سے ایک مہینہ کا فاصلہ ہوتا۔ جب وہ کسی عہد پر قائم نہ رہے اور ایمان نہ لائے اور کفر نہ چھوڑا تو وہ میعاد پوری ہونے کے بعد جو اُن کے لیے مقرر فرمائی گئی تھی، انہیں اللہ تعالیٰ نے غرق کر کے ہلاک کر دیا۔[کنز الایمان، ص ۲۶۷-۲۶۸]

[۷] یہ غرقابی محرم کی دسویں تاریخ کو ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن شکرانے کا روزہ رکھا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک بھی یہود اس دن کا روزہ رکھتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس دن کا روزہ رکھا اور فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فتح کی خوشی منانے اور اس کی شکر گذاری کرنے کے ہم یہود سے زیادہ حقدار ہیں [ص ۱۴]

فرعونیوں کی غرقابی، باطل پر حق کی فتح عظیم تھی اور اللہ تعالیٰ کی زبردست تائید رحمت ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس معجزے کے ذریعہ قبطیوں پر آپ کی حقانیت اور رسالت کی حجت قاہرہ قائم فرما دی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دوسرا عظیم معجزہ قارون کو اس کی ساری دولت کے ساتھ زمین میں زندہ دھنسا دینا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے بھی یہاں درج کر دوں تا کہ اللہ کے دشمنوں اور سرکشوں کا عبرتناک انجام

دیکھ کر دل نصیحت لیں۔ استاذ محترم شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ نزھۃ القاری شرح بخاری میں تحریر فرماتے ہیں:

قارون، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے رشتہ کیا تھا: اس بارے میں چند اقوال ہیں حضرت موسیٰ کا چچا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا یصہر کا بیٹا تھا، ان کی خالہ کا بیٹا تھا۔ یہ نہایت خوبصورت حسین و جمیل آدمی تھا۔ اسکو منور کہتے تھے اور بنی اسرائیل میں توریت کا سب سے بڑا قاری تھا لیکن یہ سامری کی طرح منافق بھی تھا۔ ناداری کے زمانہ میں نہایت متواضع اور بااخلاق تھا۔ دولت ہاتھ آتے ہی اس کا حال بدل گیا۔ اور کہا گیا ہے کہ فرعون نے اس کو بنی اسرائیل پر حاکم بنا دیا تھا۔ یہ وہی بدنصیب و بدبخت ہے جس نے ایک بدکردار عورت کو پیسہ دے کر اس پر آمادہ کیا تھا کہ اپنے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو متہم کرے۔ اس کو حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون سے اس بنا پر حسد ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی تھے، ان کے لیے نبوت تھی اور حضرت ہارون کے ذمہ قربانیاں کرانی تھیں۔ اسے کوئی منصب نہیں ملا۔ اس پر اس نے حضرت موسیٰ سے بغاوت کی۔ یہ اتنا مالدار تھا کہ اس کے خزانے کی کنجیاں اونٹوں کی ایک جماعت پر بھاری پڑتی تھیں۔

جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے قارون سے فرمایا کہ تجھ پر تیرے اموال کا ہزارواں حصہ زکوٰۃ فرض ہے تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے عرض کیا میں پوری زکوٰۃ دوں گا۔ لیکن جب گھر جا کر حساب لگایا تو یہ بھی بہت بڑی رقم ہوتی تھی، لہٰذا اس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد اس نے بنی اسرائیل کو جمع کر کے ان سے کہا کہ تم لوگ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ہر بات مانتے آئے۔ بولو کیا کہتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ آپ ہمارے بڑے ہیں۔ جو چاہیں حکم دیں۔ اس نے ان سے کہا فلانی آوارہ عورت کے پاس جاؤ اور اس کو اس پر آمادہ کرو کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر تہمت لگائے، اس کے عوض وہ جتنا مال چاہے لے لے۔ قارون نے اس عورت کو ہزار اشرفیوں کا اور دوسرے بہت سے وعدے کر کے اس پر آمادہ کر لیا۔ دوسرے دن قارون نے بنی اسرائیل کو جمع کیا پھر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس آیا کہ بنی اسرائیل آپ کا انتظار

کر رہے ہیں۔ آپ چل کر انھیں وعظ و نصیحت کیجئے ۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بنی اسرائیل کے مجمع میں تشریف لے گئے اور یہ وعظ فرمایا کہ اے بنی اسرائیل جو چوری کرے گا، اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے اور جو کسی پر زنا کی تہمت لگائے گا اس کی سزا اسی ۸۰ کوڑے ہیں اور اگر کوئی کسی کے ساتھ زنا کرے گا۔ اگر وہ شادی شدہ نہیں تو اسے سو کوڑے مارے جائیں گے اور اگر شادی شدہ ہے تو اس کو سنگسار کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ مر جائے۔

یہ سنتے ہی قارون کھڑا ہو گیا اور کہا حضور یہ حکم سب کے لیے ہے، خواہ حضور ہی کیوں نہ ہوں۔ فرمایا یہ حکم سب کے لیے ہے، اگر چہ خود میں کیوں نہ ہوں۔ اب قارون نے کہا کہ بنی اسرائیل کہتے ہیں کہ آپ نے فلاں بدچلن عورت کے ساتھ بدکاری کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ اسے بلاؤ۔ جب حاضر ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس سے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے بنی اسرائیل کے لیے دریا پھاڑ اور اس میں راستے بنائے اور توراۃ نازل فرمائی، سچ سچ بتا۔ رعب نبوت سے وہ عورت ڈر گئی اور اس نے صاف صاف یہ کہہ دیا کہ قارون جو کچھ کہنا چاہتا ہے، اللہ عزوجل کی قسم یہ غلط اور سراسر جھوٹ ہے اور اس نے آپ پر تہمت لگانے کے عوض بہت بھاری رقم دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اس سازش پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم روتے ہوئے سجدہ میں گر پڑے اور یہ عرض کرنے لگے: یارب! اگر میں تیرا رسول ہوں تو قارون پر غضب نازل فرما۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس وحی بھیجی: میں نے زمین کو آپ کے تابع فرمان کر دیا ہے آپ جو چاہیں اسے حکم دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بنی اسرائیل سے فرمایا: جو قارون کا ساتھی ہو، اس کے ساتھ اس کی جگہ رہے اور جو میرا ساتھی ہے، قارون سے جدا ہو کر میرے پاس آئے۔ اس ارشاد پر سوائے دو شخصوں کے سب قارون سے جدا ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے زمین کو حکم دیا کہ اس کو پکڑ ے، یہ فرماتے ہی وہ تینوں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے پھر آپ نے زمین سے فرمایا: پکڑ لے تو کمر تک دھنس گئے۔ آپ یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ وہ لوگ گردنوں تک دھنس گئے۔ وہ سب بہت منت وسماجت کرتے رہے، قارون نے رشتہ داری کا واسطہ دیا مگر حضرت موسیٰ کا جلال کم نہ

ہوا اور قارون اور اس کے ساتھی زمین میں دھنستے چلے گئے یہاں تک کہ وہ بالکل دھنس گئے اور زمین برابر ہوگئی۔ قتادہ نے کہا کہ قیامت تک وہ اسی طرح دھنستے چلے جائیں گے۔ اب اس پر بنی اسرائیل کے مسخروں نے یہ کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے قارون کو اس لیے زمین میں دھنسایا ہے کہ ان کے مکان اور اموال اپنے قبضہ میں کرلیں۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو جلال آیا تو آپ نے اس کے مکان مع خزانہ واموال زمین میں دھنسا دیا۔'' [نزہۃ القاری، ۶/۵۵۰-۵۵۲]

[۸] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ توبہ کی صورت یہ ہے کہ جنہوں نے بچھڑے کی پرستش نہیں کی ہے، وہ پرستش کرنے والوں کو قتل کریں اور مجرم برضا وتسلیم سکون کے ساتھ قتل ہو جائیں۔ وہ اس پر راضی ہو گئے۔ صبح سے شام تک ستر ہزار قتل ہو گئے۔ تب حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام بتضرع وزاری بارگاہ حق کی طرف ملتجی ہوئے۔ وحی آئی کہ جو قتل ہو چکے شہید ہوئے، باقی مغفور فرمائے گئے۔ ان میں کے قاتل ومقتول سب جنتی ہیں۔ [خزائن العرفان، ص۱۵]

[۹] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ملک الموت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا گیا۔ آپ نے اسے ایک تھپڑ رسید کیا جس سے ان کی ایک آنکھ ضائع ہوگئی۔ حضرت عزرائیل واپس اللہ رب العزت کے دربار میں حاضر ہوئے اور عرض کی: الٰہی! تو نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیجا جو موت نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیل کو آنکھ دوبارہ عطا کر دی اور فرمایا: میرے بندے کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ اپنا ہاتھ بیل کی پیٹھ پر رکھے۔ ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے اتنے سال عمر بڑھا دی جائے گی۔ حضرت موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب! پھر کیا ہوگا؟ رب تعالیٰ نے فرمایا: پھر موت آجائے گی۔ آپ نے عرض کی: پھر موت ابھی آجائے، ساتھ ہی عرض کی: الٰہی! مجھے بیت المقدس کی سرزمین پر پہنچا دینا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے صحابہ! اگر میں

چاہوں تو تمہیں سرخ ریت کے ٹیلوں کے پاس راستے کی ایک جانب آپ کی قبر اب بھی دکھا سکتا ہوں۔ [تذکرۃ الانبیاء ص۳۳۴، بحوالہ مسلم شریف]

طبقات ناصری میں ہے:

حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تین سال پیشتر وفات پائی۔ وہ عمر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک سال بڑے تھے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک سو بیس سال کے ہوئے تو ان کا بھی انتقال ہوگیا۔ انہوں نے یوشع بن نون کو بنی اسرائیل پر اپنا نائب وجانشین مقرر کر دیا تھا۔ [ص۴۷]

اس کے حاشیہ نگار غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات تورات کے مطابق کوہ ہور پر ہوئی تھی جسے بعد میں جبل ہارون کہنے لگے، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات اس وقت ہوئی جب بنی اسرائیل دریائے اردن کے مشرق میں اس مقام پر پہنچ گئے تھے جہاں سے ''ارض موعود'' یعنی کنعان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ آپ کا مقبرہ اس پہاڑ پر ہے جو دریائے اردن کو عبور کرتے ہی بائیں جانب بحیرۂ لوط کے کنارے واقع ہے اور اس مقام کو ''نبی موسیٰ'' کہتے ہیں۔ [طبقات ناصری اردو، ص۸۶]

حضرت یوشع علیہ السلام

حضرت یوشع علیہ السلام [۱] نے جب حضرت موسیٰ کی جانشینی کا منصب سنبھالا تو بنی اسرائیل کو ساتھ لیا اور جابرین کے شہر پر حملہ کیا۔ ایلیا شہر پر قبضہ کیا اور اپنے وطن کو لوٹ گئے۔ آپ کو یہ اطلاع ملی کہ پچاس بنی اسرائیل نے ہر جبار کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد حضرت یوشع نے شہر بلقا پر لشکر کشی کی۔ شہر کا حصار خاصا مضبوط دیکھا۔ اس شہر میں بلعم باعورا نام کے ایک مستجاب الدعوات بزرگ بھی تھے۔ [۲] حضرت یوشع اور بنی اسرائیل نے چھ مہینے تک شہر بلقا کا محاصرہ کئے رکھا۔ بلقا کے بادشاہ بالق نے بلعم باعورا کو خاصا مال دے کر فتحیابی کے لئے دعا کی درخواست کی۔ بلعم نے حضرت یوشع کے خلاف بادشاہ کی فتحیابی کے لئے دعا کی، اللہ تعالیٰ کو یہ بات ناپسند گذری اور اسمائے اعظم کو بلعم سے سلب فرمایا۔ دوسرے دن بنی اسرائیل بلقا شہر کے دروازے تک آئے تو اہل شہر نے خوبصورت عورتیں شہر سے باہر نکالیں جو بنی اسرائیل کے خیمے میں انہیں بدکاری پر آمادہ کرنے کے لئے داخل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر طاعون کی وبا مسلط کر دی۔ حضرت یوشع علیہ السلام کو اطلاع ہوئی تو آپ نے ان عورتوں کو لشکر سے نکال باہر کرایا۔ طاعون کی وبا بھی جاتی رہی۔ دوسرے دن جمعہ تھا۔ حضرت یوشع اور شہر بلقا کے باشندوں کے درمیان زبردست جنگ ہوئی۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہونے کو آیا۔ حضرت یوشع علیہ السلام نے دعا فرمائی کہ ابھی سورج غروب نہ ہو، آفتاب ٹھہر گیا۔ حضرت نے ایک زوردار حملہ کر کے اہل شہر پر فتح حاصل کر لی۔ [۳] اب تمام مصر، ایلیا اور بلقا بنی اسرائیل کے قبضے میں تھے۔

حواشی

[۱] طبقات ناصری میں ہے:

حضرت یوشع علیہ السلام کا نسب یہ ہے: یوشع بن نون بن افرائیم بن یوسف انہیں حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل پر جانشین بنایا۔ حسن کی روایت کے مطابق یوشع علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی ہی میں پیغمبری مل گئی تھی۔...... جب حضرت موسیٰ، حضرت خضر علیہ السلام کی طلب میں نکلے تھے تو حضرت یوشع ساتھ میں تھے۔ جب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون دشت تیہ میں اس دنیا سے رخصت ہوگئے تو حضرت یوشع بنی اسرائیل کو لے کر آگے بڑھے۔ شہر بلقا جباروں کے ہاتھ سے چھینا جو عمالقہ میں سے تھے اور تمام عمالقہ کو شکست دی، شام کے اکتیس بادشاہوں کو قتل کیا۔ چالیس سال پیغمبر رہے۔ [طبقات ناصری اردو، ص۷۹]

[۲] رب تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: [الاعراف: ۱۷۵-۱۷۶]

ترجمہ: اور اے محبوب! انہیں اس کا احوال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا، تو شیطان اس کے پیچھے لگا تو گمراہوں میں ہو گیا۔ اور ہم چاہتے تو آیتوں کے سبب اسے اٹھا لیتے مگر وہ تو زمین پکڑ گیا اور اپنی خواہش کا تابع ہوا، تو اس کا حال کتے کی طرح ہے، تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکالے اور چھوڑ دے تو زبان نکالے۔ یہ حال ہے ان کا جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں، تو تم نصیحت سناؤ کہ کہیں وہ دھیان دیں [کنز الایمان، ص۲۷۹]

حضرت صدر الافاضل اس کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

یعنی بلعم باعور جس کا واقعہ مفسرین نے اس طرح بیان کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جبارین سے جنگ کا قصد کیا اور سرزمین شام میں نزول فرمایا تو بلعم باعور کی قوم اس کے پاس آئی اور اس سے کہنے لگی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت تیز مزاج ہیں اور ان کے ساتھ کثیر لشکر ہے۔ وہ یہاں آئے ہیں، ہمیں ہمارے بلاد سے نکالیں گے اور قتل کریں گے اور بجائے ہمارے بنی اسرائیل کو اس سرزمین میں آباد کریں گے۔ تیرے پاس

اسم اعظم ہے اور تیری دعا قبول ہوتی ہے۔ تو نکل اور اللّٰہم بپائی سے دعا کر کہ اللہ تعالیٰ انہیں یہاں سے ہٹادے۔ بلعم باعور نے کہا: تمہارا برا ہو، حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی ہیں اور ان کے ساتھ فرشتے ہیں اور ایمان دار لوگ ہیں، کیسے اُن پر بددعا کروں؟ میں جانتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا مرتبہ ہے۔ اگر میں ایسا کروں تو میری دنیا و آخرت برباد ہو جائے گی مگر قوم اس سے اصرار کرتی رہی اور بہت الحاح وزاری کے ساتھ انہوں نے اپنا یہ سوال جاری رکھا تو بلعم باعور نے کہا کہ میں اپنے رب کی مرضی معلوم کرلوں اور اس کا یہی طریقہ تھا کہ جب کبھی کوئی دعا کرتا، پہلے مرضی الٰہی معلوم کر لیتا اور خواب میں اس کا جواب مل جاتا۔ چنانچہ اس مرتبہ بھی اس کو یہی جواب ملا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے ہمراہیوں کے خلاف دعا نہ کرنا۔ اُس نے قوم سے کہہ دیا کہ میں نے اپنے رب سے اجازت چاہی تھی مگر میرے رب نے ان پر دعا کرنے کی ممانعت فرمادی، تب قوم نے اس کو ہدیے اور نذرانے دیئے، جو اس نے قبول کئے اور قوم نے اپنا سوال جاری رکھا تو پھر دوسری مرتبہ بلعم باعور نے رب تبارک وتعالیٰ سے اجازت چاہی، اس کا کچھ جواب نہ ملا۔ اس نے قوم سے کہہ دیا کہ مجھے اس مرتبہ کچھ جواب ہی نہ ملا تو قوم کے لوگ کہنے لگے کہ اگر اللہ کو منظور نہ ہوتا تو وہ پہلے کی طرح دوبارہ بھی منع فرماتا اور قوم کا الحاح واصرار اور بھی زیادہ ہوا، حتیٰ کہ انہوں نے اس کو فتنہ میں ڈال دیا اور آخر کار وہ بددعا کرنے کے لیے پہاڑ پر چڑھا تو جو بددعا کرتا تھا، اللہ تعالیٰ اس کی زبان کو اس کی قوم کی طرف پھیر دیتا تھا اور اپنی قوم کے لیے جو دعائے خیر کرتا تھا، بجائے قوم کے بنی اسرائیل کا نام اُس کی زبان پر آتا تھا۔ قوم نے کہا: اے بلعم! یہ کیا کر رہا ہے۔ بنی اسرائیل کے لیے دعا کرتا ہے، ہمارے لیے بددعا؟ کہا: یہ میرے اختیار کی بات نہیں، میری زبان میرے قبضہ میں نہیں ہے، اور اس کی زبان باہر نکل پڑی تو اس نے اپنی قوم سے کہا: میری دنیا و آخرت دونوں برباد ہو گئیں۔ اس آیت میں اسی کا بیان ہے۔ [خزائن العرفان، ص۲۷۹]

[۳] بخاری شریف کتاب الجہاد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت درج ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نبیوں میں سے ایک نبی نے جہاد کا ارادہ فرمایا تو اپنی قوم سے کہا: میرے ساتھ ایسا کوئی شخص نہ چلے جس نے شادی کی ہو اور زفاف کرنا چاہتا ہو مگر ابھی کیا نہیں اور نہ وہ شخص چلے جس نے گھر بنائے ہوں اور ابھی چھت نہیں ڈالی ہے اور نہ وہ شخص چلے جس نے بکریاں یا اونٹنیاں خریدی ہیں اور وہ ان کی

پیدائش انتظار کر رہا ہے۔ اس کے بعد آپ جہاد کے لئے چلے، بستی کے قریب پہنچتے پہنچتے عصر کا وقت قریب ہو گیا تو انہوں نے سورج سے فرمایا: تو بھی محکوم ہے اور ہم بھی۔ اے اللہ! اسے ہم پر روک دے۔ سورج روک لیا گیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔ الحدیث۔

شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یہ نبی حضرت یوشع بن نون علیہ السلام تھے جو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملاقات کے لئے گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کا میدان تیہ میں انتقال ہو گیا تھا۔ پہلے حضرت ہارون کا ہوا پھر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔

ابن اسحٰق نے کہا: جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہو گیا اور چالیس سال میدان تیہ میں رہنے کی مدت پوری ہو گئی تو حضرت یوشع بن نون علیہ الصلوٰۃ والسلام منصب نبوت پر فائز ہوئے اور انہیں جبارین سے قتال کا حکم ہوا۔ آپ نے بنی اسرائیل کا بتایا۔ انہوں نے آپ کی تصدیق اور بیعت کی۔ حضرت یوشع بنی اسرائیل کو لے کر جبارین سے قتال کے لئے چلے۔ ان کے شہر کا سولہ مہینے تک محاصرہ کئے رہے۔ سترہویں مہینے قرنا کو پھونکنا شروع کیا جس سے دشت وجبل گونج اٹھے اور شہر پناہ ٹوٹ گئی۔ اب حضرت یوشع مجاہدین کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے اور جبارین کو قتل کرنا شروع فرمایا۔ سنیچر کے دن قتال ان کی شریعت میں جائز نہیں تھا، اس لئے سورج سے رکنے کے لئے فرمایا۔ فتح الباری میں بحوالہ حاکم یہ ہے کہ حضرت یوشع جمعہ کے دن عصر کے وقت پہنچے تھے، اس کے لئے وہ دعا فرمائی۔ یہ بستی اریحا یا بیت المقدس تھی [نزہۃ القاری۔ ۶/۳۳۴]

اس بستی کے بارے میں طبقات ناصری اردو کے حاشیہ میں ہے:

اس سے مراد یقیناً اریحا یا اریکو ہے جو دریائے اردن کے مغربی کنارے پر اس جگہ واقع ہے جہاں سے کنعان میں داخل ہونے کا راستہ تھا۔ وہی پہلا مقام ہے جو بنی اسرائیل نے یوشع علیہ السلام کی سرکردگی میں فتح کیا اور وہاں سے تسخیر کنعان کی ابتدا ہوئی۔ مسعودی نے بھی یہی لکھا ہے۔ [طبقات ناصری اردو۔ حاشیہ ص۸۶]

حضرت الیاس علیہ السلام

حضرت الیاس علیہ السلام بنی اسرائیل / یہودیوں کے پیغمبر تھے۔ [۱] اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصب رسالت سے سرفراز کر کے وہاب نامی ایک خاتون بادشاہ کی ہدایت کو بھیجا۔ وہاب ایک عورت تھی جس نے ایک بت بنا رکھا تھا۔ وہ کہا کرتی تھی کہ یہ بت میرا شوہر ہے، اسی لئے اس بت کا نام بعل رکھا تھا۔ قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے:

أتدعون بعلا وتذرون احسن الخالقین [الصّٰفّٰت: ۱۲۵] کیا بعل کو پوجتے ہو اور چھوڑ دیتے ہو سب سے اچھا پیدا کرنے والے اللہ کو۔ [۲] حضرت الیاس نے انہیں بہت سمجھایا لیکن وہ نہ مانے اور بت پرستی نہ چھوڑی۔

حضرت الیاس علیہ السلام نے بددعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے ان مردودوں سے بارش روک دی۔ سارے چوپائے مر گئے اور قحط پڑ گیا۔ اب سب حضرت الیاس کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عاجزی کا اظہار کیا۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے دعا فرمائی، اللہ تعالیٰ نے بارش کا نزول فرمایا اور فراخی اور خوش حالی کی نعمت عطا فرمائی۔ لیکن انہوں نے پھر بت پرستی شروع کر دی۔ تب آپ حضرت الیسع علیہ السلام کے گھر تشریف لے گئے، انہیں اپنا جانشین بنایا۔ ایک نورانی گھوڑا غیب سے نمودار ہوا، حضرت الیاس اس پر سوار ہوئے اور نامعلوم منزل کی طرف تشریف لے گئے۔ حضرت الیاس ابھی تک حیات ہیں اور جنگل میں بھٹکے ہوئے لوگوں کی مدد فرماتے ہیں۔ ہر سال ایک مرتبہ حضرت خضر اور الیاس علیٰ نبینا وعلیہم السلام خانہ کعبہ میں حاضر ہو کر ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ

والتحیۃ کے حق میں دعائے خیر فرماتے ہیں۔

حضرت الیاس علیہ السلام جب اپنی قوم سے جدا ہو کر کہیں تشریف لے گئے تو حضرت الیسع علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پیغمبری عطا فرمائی۔ آپ نے بھی قوم کو نصیحت فرمائی، وہاب رانی کو بت پرستی سے منع کیا تو وہ باز آ گئی اور اپنی قوم کے ساتھ ایمان لے آئی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بے شمار نعمتیں اور اموال عطا فرمائے۔ حضرت الیسع علیہ السلام وفات تک انہیں لوگوں کے درمیان رہے۔ حضرت کی وفات کے بعد اس جگہ کو بعلبک کہنے لگے جو ملک شام میں واقع ہے۔

....

حواشی

[۱] حضرت الیاس علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ آپ کا نسب مشہور قول کے مطابق یہ ہے: الیاس بن یاسین بن فنحاص بن العیزار بن ہارون۔ حضرت الیاس علیہ السلام حیات ہیں اور خشکی پر مقرر کئے گئے ہیں اور حضرت خضر علیہ السلام دریاؤں اور جزیروں پر مقرر ہیں۔ ہر سال حج کے موسم میں ان دونوں حضرات کی حرم شریف میں ملاقات ہوتی ہے۔ ایک سفر کے دوران حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے آپ حضرات کے لیے کھانا اُتارا جسے دونوں حضرات نے تناول فرمایا۔ اس کھانے میں روٹی مچھلی وغیرہ نازل کی گئی پھر عصر کی نماز ہمارے حضور اور حضرت الیاس علیہما السلام دونوں حضرات نے مل کر ادا فرمائی۔ [تذکرۃ الانبیاء، ص۱۸۷]

[۲] بعل ان کے بت کا نام تھا جو سونے کا تھا۔ اس کی لمبائی بیس گز تھی۔ چار منھ تھے۔ اس کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ جس مقام میں وہ تھا، اس جگہ کا نام بک تھا۔ اسی سے بعلبک مرکب ہوا۔ یہ بلاد شام میں ہے۔ [خزائن العرفان۔ ص۷۱۹]

اسے ہیلیو پولس [شہر آفتاب] بھی کہتے تھے۔ اس کے کھنڈر اب بھی بیروت و دمشق کی شاہراہ سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہیں۔ [طبقات ناصری اردو، ص۸۸]

حضرت شموئیل علیہ السلام

حضرت شموئیل علیہ السلام[۱] بھی بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے۔[۲] جالوت نام کا ایک بادشاہ تھا جس نے بنی اسرائیل پر حملہ کردیا اور ان کے سارے مال لوٹ لئے۔ بنی اسرائیل اکٹھا ہوکر حضرت شموئیل علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض گذار ہوئے کہ آپ ہمارے حق میں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسا بادشاہ عطا فرمادے جو راہ خدا میں کافروں سے جہاد کرے۔ حضرت جبرئیل امین حاضر ہوئے اور رہنمائی فرمائی کہ طالوت کو اپنی قوم کا بادشاہ بنادیں۔ طالوت[۳] کے پاس ایک دراز گوش خچر تھا اور وہ لوگوں کو پانی پلایا کرتا تھا۔ حضرت شموئیل نے اسے بلایا۔ بنی اسرائیل کہنے لگے کہ اس سے بہتر بادشاہ تلاش کریں۔ اس سے کام نہیں بنے گا۔[۴] حضرت شموئیل نے فرمایا: اگر میں طالوت کو بھیجوں کہ وہ تابوت سکینہ لے آئے جس میں توریت مقدس کی تختیوں کے ٹکڑے ہیں اور جالوت اسے لوٹ کرلے گیا تھا[۵] تو اسے بادشاہ کی حیثیت سے قبول کرلینا۔ بنی اسرائیل نے کہا: ٹھیک ہے۔ حضرت شموئیل نے طالوت کو روانہ فرمایا۔ وہ جالوت کے لشکر کے درمیان سے وہ صندوق نکال لائے۔ حضرت نے سلطنت طالوت کے حوالے کی اور ایک ایسی زرہ بھی عنایت فرمائی کہ وہ زرہ جس بدن پر ٹھیک آجائے، جالوت جیسے جابر بادشاہ کا قتل اسی کے ہاتھوں ہوگا۔ وہ زرہ بنی اسرائیل میں سے کسی فرد کے بدن پر فٹ نہ ہوئی۔ الیشا کے چھوٹے صاحبزادے تھے جن کا نام داؤد علیہ السلام تھا۔ آپ گلہ بانی فرماتے۔ حضرت شموئیل نے انہیں بلایا۔ راستے میں ایک پتھر نے آواز دی کہ داؤد! مجھے ساتھ لے لو۔ جالوت کی موت میرے ذریعہ ہوگی۔ حضرت داؤد نے وہ پتھر

اٹھالیا۔ جب آپ حضرت شموئیل کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زرہ زیب تن کی تو بالکل فٹ آگئی۔ آپ جالوت سے جنگ کے لئے روانہ ہوئے اور وہ پتھر فلاخن میں رکھ کر پھینکا۔ وہ پتھر تین حصوں میں تقسیم ہوگیا۔ ایک ٹکڑا جالوت پر پڑا، وہ ہلاک ہوگیا۔ اس کے لشکر نے راہ فرار اختیار کی۔ بہت سارے قتل ہوئے اور ان کے اموال طالوتی لشکر کے قبضے میں آگئے۔ طالوت نے داؤد علیہ السلام سے وعدہ کر رکھا تھا کہ جب جالوت کا لشکر شکست کھا جائے گا تو وہ خزانہ اور آدھی بادشاہی داؤد علیہ السلام کو دے گا اور اپنی بیٹی کی شادی بھی حضرت کے ساتھ کردے گا۔ اس نے اپنی بیٹی کی شادی تو حضرت داؤد کے ساتھ کردی لیکن خزانہ اور بادشاہی میں سے کچھ نہ دیا بلکہ حضرت داؤد کو قتل کرنے کے درپے ہوگیا۔ طالوت کی بیٹی یعنی حضرت کی اہلیہ نے یہ بات حضرت کو بتادی۔ حضرت داؤد نے ایک چنگ توڑا اور اپنی جگہ پر رکھ دیا اور شب خوابی کا لباس اس کے اوپر ڈال دیا۔ طالوت نے تلوار نکالی، لپک کر آیا اور اس چنگ پر دے مارا۔ صورت حال کھلی تو سمجھ گیا کہ داؤد کو اصل صورت حال کا پتہ چل گیا ہے۔ دوسری رات حضرت داؤد طالوت کے سرہانے گئے اور تین تیر اس کے دروازے پر نصب کیا اور اس کے سرہانے ایک رقعہ رکھ آئے جس میں لکھا تھا کہ تونے مجھے قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن قتل نہ کرسکا اور میں تجھے ابھی قتل کرنے کی قدرت رکھتا ہوں لیکن میں نے قتل نہیں کیا۔ دوسرے دن علمائے بنی اسرائیل طالوت کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اپنا وعدہ پورا کرو اور بادشاہی اور مال داؤد کے حوالے کردو۔ طالوت نے یہ بات سنی اور کئی ایک کو قتل کردیا۔ پھر اس نے خواب دیکھا کہ طالوت کو فرشتے دوزخ کی طرف لے جارہے ہیں۔ طالوت بیدار ہوکر اپنے کئے پر نادم ہوا اور بہت عاجزی کے ساتھ توبہ کی۔ اس نے یہ خواب حضرت داؤد کو سنایا تو حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے اس وقت معاف فرمائے گا جب تم جباروں اور سرکشوں کے ساتھ جنگ کروگے۔ طالوت نے سلطنت اور مال حضرت داؤد کے حوالے کیا اور جباروں سے جنگ کے لئے نکل پڑے اور اسی جنگ میں شہید ہوگئے۔

....

حواشی

[۱] حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد جب بنی اسرائیل کی حالت خراب ہوئی اور انہوں نے عہد الٰہی کو فراموش کیا، بت پرستی میں مبتلا ہوئے، سرکشی اور بدافعالی انتہا کو پہنچی تو ان پر قوم جالوت مسلط ہوئی جس کو عمالقہ کہتے ہیں۔ کیونکہ جالوت عملیق بن عاد کی اولاد سے ایک نہایت جابر بادشاہ تھا۔ اس کی قوم کے لوگ مصر و فلسطین کے درمیان بحر روم کے ساحل پر رہتے تھے۔ انہوں نے بنی اسرائیل کے شہر چھین لئے، آدمی گرفتار کئے، طرح طرح کی سختیاں کیں۔ اس زمانے میں قوم بنی اسرائیل میں کوئی نبی موجود نہیں تھے۔ خاندان نبوت سے صرف ایک بی بی باقی رہی تھیں جو حاملہ تھیں۔ ان کے فرزند تولد ہوئے، ان کا نام اشمویل رکھا۔ جب وہ بڑے ہوئے تو انہیں علم توریت حاصل کرنے کے لئے بیت المقدس میں ایک کبیر السن عالم کے سپرد کیا۔ وہ آپ کے ساتھ بہت شفقت کرتے اور آپ کو فرزند کہتے۔ جب آپ سن بلوغ کو پہنچے تو ایک رات آپ اس نیک دل عالم کے قریب آرام فرمارہے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اسی عالم کی آواز میں یا اشمویل کہہ کر پکارا۔ آپ عالم کے پاس گئے اور فرمایا کہ آپ نے مجھے پکارا ہے۔ عالم صاحب نے اس خیال سے کہ انکار کرنے سے کہیں آپ ڈر نہ جائیں، یہ کہہ دیا کہ فرزند تم سو جاؤ۔ پھر دوبارہ حضرت جبرئیل نے اسی طرح پکارا اور حضرت اشمویل علیہ السلام عالم صاحب کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا کہ اے فرزند! اب اگر میں پھر تمہیں پکاروں تو تم جواب نہ دینا۔ تیسری مرتبہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام ظاہر ہوگئے اور انہوں نے بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت کا منصب عطا فرمایا۔ آپ اپنی قوم کی طرف جائیے اور اپنے رب کے احکام پہنچایئے۔ جب آپ قوم کی طرف تشریف لائے، انہوں نے تکذیب کی اور کہا کہ آپ اتنی جلدی نبی بن گئے۔ اچھا اگر آپ نبی ہیں تو ہمارے لئے ایک بادشاہ قائم کیجئے۔ [تفسیر خازن وغیرہ۔ خزائن العرفان، ص ۶۴]

[۲] حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشع علیہ السلام تشریف لائے جو اللہ

تعالیٰ کے احکام ان میں قائم کرتے رہے اور توریت کے مطابق عمل کرنے کی تبلیغ فرماتے رہے۔ ان کے بعد حضرت کالب، ان کے بعد حضرت حزقیل، ان کے بعد حضرت الیاس، ان کے بعد حضرت الیسع علیہم السلام منصب نبوت کے ساتھ جلوہ آرائے کائنات ہوتے۔ پھر حضرت اشمویل علیہ السلام تشریف لائے۔ آپ کی والدہ آپ کی ولادت سے پہلے کسی بچے کی ولادت کے لیے عبرانی زبان میں دعا کرتی رہتی تھیں: اشمویل! اے اللہ سن لے۔ اس دعا کے بعد آپ تولد ہوئے، اس لیے آپ کو اشمویل کہا جانے لگا۔ آپ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ [تذکرۃ الانبیاء، ص ۲۳۱]

[۳] طالوت، بنیامین حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ آپ کا نام طول قامت کی وجہ سے طالوت ہے۔ حضرت اشمویل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عصا ملا تھا اور بتایا گیا تھا کہ جو شخص تمہاری قوم کا بادشاہ ہوگا۔ اس کا قد اس عصا کے برابر ہوگا۔ آپ نے اس عصا سے طالوت کا قد ناپ کر فرمایا کہ میں تم کو بحکم الٰہی بنی اسرائیل کا بادشاہ مقرر کرتا ہوں اور بنی اسرائیل سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے [خازن و جمل، خزائن ص ۶۴]

[۴] بنی اسرائیل کے سرداروں نے حضرت اشمویل علیہ السلام سے کہا کہ نبوت تو لاوی بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں چلی آتی ہے اور سلطنت یہود بن یعقوب کی اولاد میں اور طالوت ان دونوں خاندانوں میں سے نہیں ہیں تو بادشاہ کیسے ہوسکتے ہیں۔ [خزائن العرفان، ص ۶۵]

[۵] یہ تابوت شمشاد کی لکڑی کا بنا ہوا ایک صندوق تھا جس پر سونے کا پانی چڑھا ہوا تھا۔ اس کا طول تین ہاتھ کا اور عرض دو ہاتھ کا تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل فرمایا تھا۔ اس میں تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے عکوس تھے، ان کے مساکن اور مکانات کی تصویریں تھیں اور آخر میں حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اور حضور کے کاشانۂ اقدس کی تصویر ایک سرخ یاقوت میں تھی کہ حضور بحالت نماز قیام میں ہیں اور آپ کے گرد آپ کے اصحاب ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان تصویروں کو

دیکھا۔ یہ صندوق وراثتاً منتقل ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا۔ آپ اس میں توریت بھی رکھتے تھے اور اپنا مخصوص سامان بھی۔ چنانچہ اس تابوت میں الواح توریت کے ٹکڑے بھی تھے اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصا، کپڑے، نعلین شریفین اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور ان کا عصا اور تھوڑا سامن جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جنگ کے موقعوں پر اس صندوق کو آگے رکھتے تھے۔ اس سے بنی اسرائیل کے دلوں کو تسکین رہتی تھی۔ آپ کے بعد یہ تابوت بنی اسرائیل میں متوارث ہوتا چلا آیا۔ جب انہیں کوئی مشکل درپیش ہوتی، وہ اس تابوت کو سامنے رکھ کر دعائیں کرتے اور کامیاب ہوتے۔ دشمنوں کے مقابلے میں اس کی برکت سے فتح پاتے۔ جب بنی اسرائیل کی حالت خراب ہوئی اور ان کی بدعملی بہت بڑھ گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان پر عمالقہ کو مسلط کیا تو وہ ان سے تابوت چھین کر لے گئے اور اس کو نجس اور گندے مقامات میں رکھا، اس کی بے حرمتی کی اور ان گستاخیوں کی وجہ سے وہ طرح طرح کے امراض و مصائب میں مبتلا ہوئے۔ ان کی پانچ بستیاں ہلاک ہوئیں اور انہیں یقین ہوا کہ تابوت کی اہانت ان کی بربادی کا سبب ہے تو انہوں نے تابوت ایک بیل گاڑی پر رکھ کر بیلوں کو چھوڑ دیا اور فرشتے اس کو بنی اسرائیل کے سامنے طالوت کے پاس لائے اور اس تابوت کا آنا بنی اسرائیل کے لئے طالوت کی بادشاہی کی نشانی قرار دیا گیا تھا۔ بنی اسرائیل یہ دیکھ کر اس کی بادشاہی کے معترف ہوئے اور فوراً جہاد کے لئے آمادہ ہوگئے۔ کیونکہ تابوت پاکر انہیں اپنی فتح کا یقین ہوگیا۔ طالوت نے بنی اسرائیل میں سے ستر ۷۰ ہزار جوان منتخب کئے جن میں حضرت داؤد علیہ السلام بھی تھے۔[تفسیر جلالین و جمل و خازن و مدارک وغیرہ۔ خزائن العرفان ص ۶۵]

حضرت داؤد علیہ السلام

حضرت داؤد علیہ السلام[۱] جب بادشاہ بن گئے[۲] تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیغمبری عطا فرمائی اور آسمانی کتاب زبور آپ پر نازل کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو زرہ بنانے کا فن سکھایا[۳] آپ جب بلند آواز سے خدائے تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل کرتے تو پہاڑوں سے تسبیح و تہلیل کی صدا آتی اور آپ کی خوش الحانی سے پہاڑوں پر بے خودی طاری ہوجاتی[۴] ایک دن شیطان ایک پرندے کی صورت میں حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔ حضرت نے اسے پکڑنا چاہا تو وہ پرندہ بام پر جا کر بیٹھ گیا۔ حضرت بھی بالا خانے پر تشریف لے گئے۔ اتفاق سے آپ کی نگاہ ایک عورت پر پڑی جس کے بال کھلے ہوئے تھے۔ آپ نے ایک نگاہ ڈالی اور بالا خانے سے اتر آئے۔ آپ نے دریافت کیا کہ یہ کس کی خاتون ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ اوریا نامی ایک مرد مجاہد کی خاتون ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کے شوہر کو جنگ میں بھیج دیا جہاں وہ شہید ہوگیا۔ حضرت نے اس کی بیوہ سے نکاح فرمالیا[۵] اور یہ معاہدہ کرلیا کہ جو بچہ اس بیوہ کے بطن سے پیدا ہوگا، وہ حضرت کا جانشین ہوگا۔ اس خاتون کے بطن سے حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام پیدا ہوئے۔ کہتے ہیں کہ حضرت داؤد کے صاحبزادگان حسد کرنے لگے۔ حضرت جبرئیل امین حاضر ہوئے۔ وہ ایک صحیفہ لے کر آئے تھے جس پر آپ نے بیس سوال لکھے۔ حضرت جبرئیل کے یہ سوالات دوسرے صاحبزادگان حل نہ کرسکے۔ لیکن حضرت سلیمان نے خوب جواب دیے۔

وہ سوالات یہ ہیں:

۱- حضرت جبرئیل: مکہ معظمہ سے آدمی کو کس چیز کا سبق ملتا ہے؟
حضرت سلیمان: یقین کا۔
۲- حضرت جبرئیل: سب سے زیادہ کون سی چیز پائی جاتی ہے؟
حضرت سلیمان: پتھر۔
۳- حضرت جبرئیل: سب سے زیادہ تلخ کون سی چیز ہے؟
حضرت سلیمان: درویشی۔
۴- حضرت جبرئیل: سب سے زیادہ شیریں کون سی چیز ہے؟
حضرت سلیمان: مالداری۔
۵- حضرت جبرئیل: سب سے گندی چیز کون سی ہے؟
حضرت سلیمان: کافری۔
۶- حضرت جبرئیل: سب سے بدترین چیز کون سی ہے؟
حضرت سلیمان: بداخلاقی۔
۷- حضرت جبرئیل: سب سے زیادہ نزدیک کون سی چیز ہے؟
حضرت سلیمان: آخرت۔
۸- حضرت جبرئیل: سب سے زیادہ دور کون سی چیز ہے؟
حضرت سلیمان: یہ دنیا۔
۹- حضرت جبرئیل: سب سے زیادہ اندوہ گین کون سی چیز ہے؟
حضرت سلیمان: جسم و جان۔
۱۰- حضرت جبرئیل: سب سے زیادہ شادمان کون سی چیز ہے؟
حضرت سلیمان: روح اپنے رب کے حضور۔
۱۱- حضرت جبرئیل: بلندترین کون سی چیز ہے؟
حضرت سلیمان: حق بات۔

۱۲- حضرت جبرئیل: سب سے زیادہ کشادہ کون سی چیز ہے؟
حضرت سلیمان: انصاف کرنا۔
۱۳- حضرت جبرئیل: دریا سے بھی زیادہ مالدار کون سی چیز ہے؟
حضرت سلیمان: مومن کا دل
۱۴- حضرت جبرئیل: پتھر سے بھی زیادہ سخت کون سی چیز ہے؟
حضرت سلیمان: کافر کا دل۔
۱۵- حضرت جبرئیل: آگ سے زیادہ گرم کون سی چیز ہے؟
حضرت سلیمان: لالچ۔
۱۶- حضرت جبرئیل: سردترین چیز کون سی ہے؟
حضرت سلیمان: ناامیدی۔
۱۷- حضرت جبرئیل: کوہ قاف سے بھی زیادہ گراں کون سی چیز ہے۔؟
حضرت سلیمان: بُت۔
۱۸- حضرت جبرئیل: مردے زیادہ ہیں یا زندہ انسان؟
حضرت سلیمان: مردے۔
۱۹- حضرت جبرئیل: مرد زیادہ ہیں یا عورت؟
حضرت سلیمان: عورت۔
۲۰- حضرت جبرئیل: ویرانی زیادہ ہے یا آبادی؟
حضرت سلیمان: ویرانی۔

اس کامیاب جواب کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے آپ کو اپنا نائب اور جانشین بنا دیا[۶] اور یہ وصیت فرمادی کہ حضرت سلیمان مسجد اقصیٰ کی عمارت مکمل کردیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر مبارک نوے برس ہوئی۔[۷]

....

حواشی

[۱] حضرت داؤد علیہ السلام کے نسب نامے میں اختلاف ہے۔ طبقات ناصری میں ہے: داؤد بن انسا بن عوید بن بعر بن سلیمان بن فحوق بن عمی ماداں بن ارم بن خضر بن برص بن یہودا [ص ۸۱]

تاریخ طبری میں ہے: داؤد بن ایشی بن عوبد بن باعز بن سلمون بن نحشون بن عمی ناذب بن رام بن حصرون بن فارص بن یہودا بن یعقوب۔

عہد نامۂ قدیم میں ہے: داؤد بن یسی بن عوبید بن بوعز بن سلمون بن نحشون بن عمیناداب بن رام، بن حصرون بن فاص الخ [طبقات ناصری، اردو حاشیہ، ص ۸۸]

حضرت داؤد کے والد کے چار بیٹے تھے، ایک روایت کے مطابق سات، ایک اور روایت کے مطابق تیرہ تھے۔ قصص نابی میں بتایا گیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام سب سے چھوٹے تھے۔ آپ کا قد چھوٹا، آنکھیں نیلی اور نصف سر بالوں سے صاف تھا۔ باپ نے انہیں بکریاں چرانے کے لیے مقرر کر رکھا تھا۔ [طبقات ناصری اردو، ص ۸۱]

[۲] اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بے مثل حکومت عطا فرمائی۔ ارشاد ربانی ہے: وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ [ص : ۲۰] اور ہم اس کی سلطنت کو مضبوط کیا اور اسے حکمت اور قول فیصل دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ چھتیس ہزار آدمی رات کو آپ کی حفاظت کرنے والے ہوتے۔ جب صبح ہوتی تو آپ ان کو فرماتے کہ تم لوٹ جاؤ، تم سے اللہ کا نبی راضی ہے۔ [تذکرۃ الانبیاء، ص ۱۹۹]

[۳] قرآن حکیم میں ارشاد ہے: وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُودَ مِنَّا فَضْلًا يَا جِبَالُ أَوِّبِي مَعَهُ وَالطَّيْرَ وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ [سبا: ۱۰] اور بے شک ہم نے داؤد کو اپنا بڑا فضل دیا۔ اے پہاڑو! اس کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرو اور اے پرندو! اور ہم نے اس کے لئے لوہا نرم کیا [کنز الایمان] اللہ تعالیٰ نے لوہا آپ کے لئے موم کی مانند نرم کر دیا تھا۔ اس کا سبب یہ

بیان کیا گیا ہے کہ جب آپ بنی اسرائیل کے بادشاہ ہوئے تو آپ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ لوگوں کے حالات کی جستجو کے لئے اس طرح نکلتے کہ لوگ آپ کو نہ پہچانیں اور جب کوئی ملتا اور آپ کو نہ پہچانتا تو اس سے آپ دریافت کرتے کہ داؤد کیسا شخص ہے؟ سب لوگ تعریف کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بصورت انسان بھیجا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس سے بھی حسب عادت یہی سوال کیا تو فرشتہ نے کہا کہ داؤد ہیں تو بہت ہی اچھے آدمی، کاش ان میں ایک خصلت نہ ہوتی۔ اس پر آپ متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ بندۂ خدا کون سی خصلت؟ اس نے کہا کہ وہ اپنا اور اپنے اہل وعیال کا خرچ بیت المال سے لیتے ہیں۔ یہ سن کر آپ کے خیال میں آیا کہ اگر آپ بیت المال سے وظیفہ نہ لیتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔ اس لئے آپ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ ان کے لئے کوئی ایسا سبب کر دے جس سے آپ اپنے اہل وعیال کا گذارہ کریں اور بیت المال [خزانہ شاہی] سے آپ کو بے نیازی ہو جائے۔ آپ کی یہ دعا مستجاب ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے لوہے کو نرم کیا اور آپ کو صنعت زرہ سازی کا علم دیا۔ سب سے پہلے زرہ بنانے والے آپ ہی ہیں۔ آپ روزانہ ایک زرہ بناتے تھے۔ وہ چار ہزار میں بکتی تھی۔ اس میں سے اپنے اور اپنے اہل وعیال پر بھی خرچ فرماتے اور فقراء و مساکین پر بھی صدقہ کرتے [خزائن العرفان، ص ۶۸۴]

[۴] قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے: وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُودَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ وَكُنَّا فَاعِلِينَ۔ وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُم مِّن بَأْسِكُمْ فَهَلْ أَنتُمْ شَاكِرُونَ۔ [الانبیاء: ۷۹-۸۰] اور داؤد کے ساتھ پہاڑ اور پرندے مسخر فرما دیئے کہ تسبیح کرتے اور یہ ہمارے کام تھے اور ہم نے اسے تمہارا ایک پہناوا بنانا سکھایا کہ تمہیں تمہاری آنچ سے بچائے تو کیا تم شکر کرو گے [کنز الایمان]

دوسری جگہ ارشاد ہے: وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُودَ ذَا الْأَيْدِ، إِنَّهُ أَوَّابٌ۔ إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ۔ وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً، كُلٌّ لَّهُ أَوَّابٌ [ص ۱۷-۱۹] اور ہمارے بندے داؤد نعمتوں والے کو یاد کرو۔ بے شک وہ بڑا رجوع کرنے والا ہے۔ بے شک ہم نے اس کے ساتھ پہاڑ مسخر فرما دیئے کہ تسبیح کرتے شام کو اور سورج

چمکتے اور پرندے جمع کئے ہوئے سب اس کے فرماں بردار تھے۔ یعنی پتھر اور پرندے آپ کے ساتھ آپ کی موافقت میں تسبیح کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے جنگ کا حفاظتی لباس زرہ بنانا آپ کو تعلیم فرمایا۔ سب سے پہلے زرہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بنائی۔ [خزائن العرفان۔ ص ۵۲۷]

[۵] یہ واقعہ جمہور تفاسیر میں اس طرح مذکور ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی ننانوے بیویاں تھیں۔ اس کے بعد آپ نے ایک اور عورت کو پیام دیدیا جس کو ایک مسلمان پہلے سے پیام دے چکا تھا لیکن آپ کا پیام پہنچنے کے بعد عورت کے اعزہ و اقارب دوسرے کی طرف التفات کرنے والے کب تھے، آپ کے لئے راضی ہو گئے اور آپ سے نکاح ہو گیا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس مسلمان کے ساتھ نکاح ہو چکا تھا۔ آپ نے اس مسلمان سے اپنی رغبت کا اظہار کیا اور چاہا کہ وہ اپنی عورت کو طلاق دیدے۔ وہ آپ کے لحاظ سے منع نہ کر سکا اور اس نے طلاق دیدی، آپ کا نکاح ہو گیا اور اس زمانہ میں ایسا معمول تھا کہ اگر کسی شخص کو کسی کی عورت کی طرف رغبت ہوتی تو اس سے استدعا کر کے طلاق دلوا لیتا اور بعد عدت نکاح کر لیتا۔ یہ بات نہ تو شرعاً ناجائز ہے، نہ اس زمانے کے رسم و عادت کے خلاف لیکن شان انبیاء بہت ارفع و اعلیٰ ہوتی ہے، اس لئے یہ آپ کے منصب عالی کے لائق نہ تھا تو مرضی الٰہی یہ ہوئی کہ آپ کو اس پر آگاہ کیا جائے اور اس کا سبب یہ پیدا کیا کہ ملائکہ مدعی اور مدعا علیہ کی شکل میں آپ کے سامنے پیش ہوئے [خزائن العرفان، ص ۷۴۱]

اس واقعے کو رب تبارک و تعالیٰ نے سورہ ص میں ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"اور کیا تمہیں اس دعوے والوں کی بھی خبر آئی جب وہ دیوار کود کر داؤد کی مسجد میں آئے۔ جب وہ داؤد پر داخل ہوئے تو وہ ان سے گھبرا گیا۔ انہوں نے عرض کی: ڈریئے نہیں، ہم دو فریق ہیں کہ ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے تو ہم میں سچا فیصلہ فرما دیجئے اور خلاف حق نہ کیجئے اور ہمیں سیدھی راہ بتائیے۔ بے شک یہ میرا بھائی ہے۔ اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی۔ اب یہ کہتا ہے وہ بھی مجھے حوالے کر دے اور بات میں مجھ پر زور ڈالتا ہے۔ داؤد نے فرمایا: بے شک یہ تجھ پر زیادتی کرتا ہے کہ تیری دنبی

اپنی دنبیوں میں ملانے کو مانگتا ہے اور بے شک اکثر ساجھے والے ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور وہ بہت تھوڑے ہیں۔ اب داؤد سمجھا کہ ہم نے یہ اس کی جانچ کی تھی تو اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑا اور رجوع لایا تو ہم نے اسے یہ معاف فرمادیا اور بے شک اس کے لئے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانہ ہے [ص: ۲۱-۲۵]

علمائے محققین کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی جانب اس واقعے کا انتساب بے بنیاد اور اسرائیلی افسانہ ہے۔ یہودیوں نے محرف توریت میں یہ اتہامات حضرت کی جانب منسوب کئے پھر اسے پھیلایا جس سے متاثر ہو کر بعض مفسرین نے یہ توجیہ اختیار کی جو پیش ہوئی۔ حضرت امام رازی نے تفسیر کبیر میں اس واقعے کو سراسر لغو اور باطل قرار دیا ہے اور اس کے بطلان کی متعدد دلیلیں پیش کی ہیں۔ اخیر میں خود اس کا پس منظر بیان فرماتے ہیں رقم طراز ہیں:

"بنی اسرائیل میں ایک گروہ حضرت داؤد علیہ السلام کا مخالف ہو گیا تھا اور انہوں نے آپ کو قتل کرنے کی تدبیریں سوچنا شروع کر دی تھیں۔ آپ ہر تیسرے دن خلوت نشین ہو کر اللہ تعالیٰ کے ذکر اور عبادت میں مشغول ہو جایا کرتے تھے۔ انہوں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور دیوار پھاند کر اندر آ گئے تاکہ تنہائی میں آپ کا کام تمام کر دیں اور پہرے داروں کو بھی اس کا پتہ نہ چلے۔ جب وہ آپ کے حجرے میں پہنچے تو وہاں بہت سے آدمی موجود تھے، جن کی وجہ سے اپنے منصوبے کو عملی جامہ نہ پہنا سکے اور اپنے آنے کی ایک جھوٹی اور من گڑھت وجہ بیان کر دی کہ ہم آپ سے ایک مقدمہ کا فیصلہ کرانے کے لیے آئے، دروازہ بند پایا، پہرہ داروں نے اندر آنے کی اجازت نہ دی، اس لیے مجبوراً ہم دیوار پھاند کر اندر آ گئے۔ آپ ان کی بدنیتی پر آگاہ ہو گئے۔ پہلے تو آپ کو بڑا غصہ آیا اور ان سے انتقام لینے کا ارادہ فرمایا لیکن بعد میں عفو و درگذر سے کام لیتے ہوئے انہیں معاف کر دیا اور استغفار اس لیے مانگی کہ ان کے دل میں اپنی ذات کے متعلق انتقام لینے کا خیال ہی کیوں پیدا ہوا۔

علامہ رازی اخیر میں فرماتے ہیں کہ ہماری یہ توجیہ سب سے بہتر ہے اور اس ضمن میں ہماری یہی تحقیق ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کے اسرار ورموز کو بہتر جانتا ہے۔

علامہ ابوحیان اندلسی نے اپنی تفسیر البحرالحیط میں قدرے مختلف توجیہ پیش فرمائی ہے۔ وہ رقم طراز ہیں:

ہماری تحقیق یہ ہے کہ دیوار پھاند کر محراب میں آنے والے انسان تھے۔ وہ ایسے راستے سے داخل ہوئے تھے جو داخل ہونے کا راستہ نہ تھا اور ایسے وقت آئے تھے جو آپ کی عدالت کا وقت نہ تھا۔ آپ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ مجھے قتل نہ کردیں [کیونکہ ایک گروہ آپ کا مخالف تھا] لیکن جب واضح ہو گیا کہ یہ دونوں تو کسی مقدمہ کا فیصلہ کرانے کے لیے آئے تھے جس طرح اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے تو حضرت داؤد کو پتہ چل گیا کہ یہ سارا واقعہ یعنی ان ان لوگوں کا بے وقت آدھمکنا اور غیر معروف راہ سے آنا اور آپ کا ان کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ یہ قتل کے ارادے سے آئے ہیں اور اس وجہ سے آپ کا گھبرا جانا، یہ سب آزمائش ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے آزمانا چاہا ہے اور ان کے بارے میں سوء ظن کرنا آپ کی شان نبوت سے فروتر ہے، اس لیے آپ مغفرت طلب کرنے لگے۔ اخیر میں تحریر فرماتے ہیں:

ہمارا پختہ یقین ہے کہ انبیاء علیہم السلام گناہ اور خطا سے معصوم ہوتے ہیں۔ ان سے ایسے امور قطعاً سرزد نہیں ہو سکتے۔ اگر ایسا ہوتا، شرعی احکام پر اعتماد باقی نہ رہتا اور انبیائے کرام کے فرمودات سے اعتبار اٹھ جاتا۔ قصہ گو لوگوں نے منصب نبوت کے منافی جو کہانیاں گڑھ لی ہیں، ہم ان کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا کرتے ہیں [ضیاء القرآن]

[۲] حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکمت ودانائی کا وافر حصہ عطا فرمایا۔ چنانچہ سورۃ الانبیاء میں ارشاد ربانی ہے: اور یاد کرو داؤد اور سلیمان کو جب وہ فیصلہ کررہے تھے ایک کھیتی کے جھگڑے کا، جب رات کے وقت چھوٹ گئیں اس میں ایک قوم کی بکریاں اور ہم ان کے فیصلہ کا مشاہدہ کررہے تھے۔ ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا اور ان سب کو ہم نے بخشا تھا حکم اور علم [الانبیاء: ۷۸-۷۹]

مفسرین کرام اس واقعے کی تفصیل کا خلاصہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص کی بکریاں رات کے وقت کسی کھیت میں گھس گئیں اور اسے اجاڑ کر رکھ دیا۔ کھیت والا دادرسی کے لیے حضرت داؤد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بکریوں کے مالک کو بھی بلایا گیا۔ دونوں کے بیان سن کر آپ نے فیصلہ کیا کہ بکریاں کھیت والے کو دے دی جائیں تاکہ اس کے نقصان کی تلافی ہو سکے۔ کیونکہ کھیت کا جو نقصان ہوا تھا، بکریوں کی قیمت اندازاً اس کے لگ بھگ تھی۔ حضرت سلیمان نے جو ابھی کمسن تھے، جب یہ فیصلہ سنا تو کہا کہ فیصلہ کی اس سے بہتر ایک صورت ہو سکتی ہے کہ بکریاں عارضی طور پر کھیت والے کو دے دی جائیں۔ وہ ان کا دودھ پیئے اور دوسرے فوائد حاصل کرے اور بکریوں والے کو حکم دیا جائے کہ وہ اس اجڑے ہوئے کھیت کی نگرانی اور حفاظت کرے۔ جب کھیت اپنی اصلی حالت پر آجائے تو کھیت والے کو اس کا کھیت دے دیا جائے اور بکریوں کا مالک اپنی بکریاں لے لے۔ یہ فیصلہ سن کر حضرت داؤد کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ چنانچہ اسی کے مطابق عمل کیا گیا۔ اس معاملے میں یہ دونوں حکم اجتہادی تھے اور اس شریعت کے مطابق تھے۔ ہماری شریعت میں حکم یہ ہے کہ اگر چرانے والا ساتھ نہ ہو تو جانور جو نقصانات کرے، اس کا ضمان لازم نہیں۔ حضرت مجاہد کا قول ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جو فیصلہ کیا تھا، اس مسئلہ کا حکم تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو تجویز پیش فرمائی، وہ صلح کی صورت تھی۔
[خزائن العرفان، ص ۵۲۷/ ضیاء القرآن-۳/ ۱۷۷-۱۷۸]

[۴] تذکرۃ الانبیاء میں تحریر ہے:

حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک سو سال عمر پائی۔ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پانچ سو نانوے سال بعد تشریف لائے [اور بھی اقوال ہیں]

آپ کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسٹھ سال عمر پائی۔ یہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک ہزار سات سو سال پہلے تشریف لائے [التحبیر للسیوطی، حاشیہ جلالین، ص ۲۷۵]

حضرت داؤد علیہ السلام اپنے سارے معاملات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ آپ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار فرماتے۔ نصف شب تک نوافل میں قیام فرماتے، تہائی حصہ نیند لیتے پھر باقی شب بیدار ہو کر یاد الٰہی میں بسر فرماتے۔
[تذکرۃ الانبیاء ص ۱۹۵]

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی اور جنات، انسان، وحشی جانور، پرندے سب کو آپ کے تابع فرمان کردیا[۱] اور موتی کی خاص انگوٹھی عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے جیسی حکومت آپ کو عطا فرمائی کسی کو نہ دی۔ ارشاد قرآنی ہے:

رَبِّ اغۡفِرۡلِیۡ وَهَبۡ لِیۡ مُلۡکًا لَّا یَنۡۢبَغِیۡ لِاَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِیۡ [ص: ۳۵]

اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو [کنزالایمان] اس سے یہ مقصود تھا کہ ایسا ملک آپ کے لیے معجزہ ہو [خزائن العرفان]

پرندوں کی زبان آپ کو سکھائی اور شیاطین کو دنیا کی تاریکیوں سے دور رکھا۔ آپ نے بلند وبالا محلات بنائے۔[۲] آپ کی بساط درباری کی وسعت سو فرسنگ تھی۔ تخت سلیمانی اور زریں کرسیاں اس کے درمیان رکھی ہوئی تھیں، صبح وشام ہوا انہیں اٹھا کر لے جاتی۔ پرندے حضرت کے سر کے اوپر آکر بیٹھتے۔

ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام تخت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ سورج کی کرن آپ پر پڑی۔ آپ نے دیکھا تو ایک پرندے کی جگہ خالی تھی۔ ہدہد نظر نہ آیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: میں ہدہد کو سزا دوں گا یا ذبح کروں گا، یا پھر کوئی اسے میرے پاس لے آئے۔ ہدہد حاضر ہوا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے کہنے لگا: میں شہر سبا میں تھا۔[۳] وہاں ایک خوبصورت عورت حکمراں ہے۔

اس کی قوم آفتاب کی پرستش کرتی ہے، اس ملکہ کے پاس ایک بہت بڑا تخت ہے......

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: میرا خط اس کے پاس لیجاؤ۔ ہدہد خط لے کر روانہ ہوا اور شہر سبا پہنچ کر اسے ملکہ بلقیس کی گود میں رکھ دیا۔ جب ملکہ بلقیس نے خط پڑھا تو سونے چاندی کی اینٹیں، یاقوت ناسفتہ، سو غلام اور سو کنیزیں حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں بھیجیں۔ کنیزوں کو مردانہ لباس پہنا دیا تھا اور حضرت کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ کنیز اور غلام کو الگ الگ کرلیں اور یاقوت میں سوراخ کردیں۔ بلقیس کے قاصد سے پہلے ہدہد حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور سارا قصہ کہہ سنایا۔ حضرت سلیمان نے غلاموں اور کنیزوں کو شناخت کرکے علیحدہ علیحدہ کردیا اور یاقوت میں سوراخ کردیا اور ملکہ بلقیس کا سارا تحفہ قاصد کے ساتھ واپس کردیا اور خود بلقیس کو حاضر ہونے کی دعوت دی۔ آصف برخیا چشم زدن میں بلقیس کا تخت لے کر آگئے۔ یہ ماجرا دیکھ کر بلقیس مسلمان ہو گئی اور حضرت سلیمان نے اس سے نکاح فرمالیا[۴]

اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر مکمل فرمائی اور اسے جواہرات سے آراستہ کیا۔ جب حضرت کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے عصا پر ٹیک لگا کر جان، جان آفریں کے حوالے کردی۔ جزیرۂ دقیانوس میں آپ کو دفن کیا گیا۔[۵]

....

حواشی

[۱] جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے: وَوَرِثَ سُلَیۡمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمۡنَا مَنۡطِقَ الطَّیۡرِ وَاُوۡتِیۡنَا مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡفَضۡلُ الۡمُبِیۡنُ ۔ وَحُشِرَ لِسُلَیۡمٰنَ جُنُوۡدُهٗ مِنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ وَالطَّیۡرِ فَهُمۡ یُوۡزَعُوۡنَ [النمل: ۱۶-۱۷] اور سلیمان داؤد کا جانشین ہوا اور کہا اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی اور ہر چیز میں سے ہم کو

حضرت عزیر علیہ السلام

حضرت عزیر علیہ السلام بھی بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے۔ جب بخت نصر نے آکر بیت المقدس میں تباہی مچائی اور اسے ویران کر دیا تو حضرت عزیر علیہ السلام وہاں سے گذرے۔ آپ نے اسے پھر سے آباد کرنا چاہا، چنانچہ بنی اسرائیل کو پھر سے بلا کر بیت المقدس لائے۔ حضرت عزیر علیہ السلام کے دل میں یہ خیال گذرا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ویرانے کو دوبارہ آباد فرمائے گا۔ چنانچہ جب حضرت عزیر پر نیند طاری ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اسی حالت میں آپ کی روح قبض کر لی۔ سو سال تک اسی بے جان حالت میں رہے، یہاں تک کہ وہ پورا علاقہ آباد ہو گیا اور حضرت دانیال علیہ السلام پیغمبر کی حیثیت سے ان کے درمیان تشریف لے آئے۔ اب اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر کو زندگی عطا فرمائی۔ آپ کو خیال گذرا کہ یہ وہی دن ہے جس میں آپ سوئے تھے۔ جب پورے ملک کو آباد اور بارونق دیکھا تو متعجب ہوئے، پھر غور فرمایا تو سمجھ میں آیا کہ آپ پر موت طاری ہو گئی تھی۔ اس کے بعد اسی حالت میں ایک زمانہ گذرا۔ آپ بیت المقدس تشریف لائے اور ان لوگوں کے سامنے توحید و رسالت کی دعوت پیش فرمائی لیکن وہ لوگ ایمان نہیں لائے۔ حضرت عزیر علیہ السلام کو تورات شریف زبانی یاد تھی۔ آپ نے ان لوگوں پر تورات تلاوت فرمائی پھر بھی ان لوگوں کو آپ کی نبوت کا یقین نہیں آیا۔ آپ نے تورات کے ایک دوسرے نسخے کی نشاندہی فرمائی جسے حضرت شعیاء علیہ السلام [۱] نے تحریر فرمایا تھا اور بیت المقدس کی مسجد کے ستون تلے دفن تھا۔ بنی اسرائیل یہ تو جانتے تھے کہ مسجد کے ایک ستون کے نیچے

تورات دفن ہے لیکن وہ ستون نہیں پہچانتے تھے۔ حضرت عزیر کی نشاندہی سے اسے باہر نکالا، دوسرے نسخوں سے اس کا مقابلہ کیا، ذرہ برابر کہیں فرق نہ تھا۔ [۲]

اب بنی اسرائیل نے حضرت عزیر کی پیغمبری کا اعتراف کر لیا۔ بعض نے آپ کو خدا کا بیٹا کہا اور کافر ہو گئے۔ [۳] بہمن اسفندیار نے اپنی قوم کے ساتھ بیت المقدس پر یلغار کی تھی۔ بخت نصر نے اسے دوبارہ بیت المقدس کی جانب روانہ کیا۔ اس نے خوب قتل و غارت گری مچائی۔ اس کے زمانے میں بنی اسرائیل پیغمبر زادے بہت کس مپرسی کے عالم میں تھے۔ بہمن کے مرنے کے بعد حضرت دانیال علیہ السلام بیت المقدس تشریف لائے اور اس کی تعمیر نو فرمائی، بنی اسرائیل کو بلا کر آباد کیا۔ پھر ملک خوزستان کو تشریف لے گئے اور وہیں وفات پائی۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوزستان کی فتح کے وقت حضرت دانیال کی قبر اطہر دریافت کی۔ آپ کی از سر نو تجہیز و تکفین کر کے نماز جنازہ پڑھی اور مزار پاک تعمیر فرمایا۔

....

حواشی

[۱] حضرت اشعیاء، موص کے صاحبزادے تھے۔ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم بیس سال دین حق پر قائم رہی، یہاں تک کہ ان کا بادشاہ جو کہ اشعیا علیہ السلام کا دوست تھا، رحمت حق سے جاملا۔ قوم نے حضرت اشعیا کے خلاف ہنگامہ برپا کر دیا اور وہ مارا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک زبردست دشمن مسلط کر دیا، جس نے پوری قوم کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ [طبقات ناصری اردو، ص ۹۰]

[۲] اس کی تفصیل سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۵۹ میں موجود ہے۔ تفاسیر معتبرہ میں ہے کہ سو برس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ فرمایا۔ سب سے پہلے زندگی آنکھوں میں آئی۔ پھر

آپ کے سامنے آپ کا پورا وجود باحیات ہوا۔ پھر آپ کے گدھے کو جو سڑ گل گیا تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے زندہ فرمایا، تب آپ کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا عین الیقین حاصل ہوا۔ پھر آپ اپنے گورخر پر سوار ہو کر اپنے محلے میں تشریف لائے۔ سر اقدس اور ریش مبارک کے بال سفید تھے۔ عمر وہی چالیس سال کی تھی۔ کوئی آپ کو پہچانتا نہ تھا۔ اندازے سے اپنے مکان پر پہنچے۔ ایک ضعیف بڑھیا ملی جس کے پاؤں رہ گئے تھے، وہ نابینا ہو گئی تھی۔ وہ آپ کے گھر کی باندی تھی اور اس نے آپ کو دیکھا تھا۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ یہ عزیر کا مکان ہے؟ اس نے کہا ہاں! اور عزیر کہاں؟ انہیں مفقود ہوئے سو برس گذر گئے۔ یہ کہہ کر خوب روئی۔ آپ نے فرمایا: میں عزیر ہوں۔ اس نے کہا؛ سبحان اللہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے سو برس مردہ رکھا پھر زندہ کیا۔ اس نے کہا: حضرت عزیر مستجاب الدعوات تھے، جو دعا کرتے، قبول ہوتی۔ آپ دعا کیجئے کہ میں بینا ہو جاؤں تاکہ میں اپنی آنکھوں سے آپ کو دیکھوں۔ آپ نے دعا فرمائی، وہ بینا ہو گئی۔ آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اٹھ خدا کے حکم سے، یہ فرماتے ہی اس کے مارے ہوئے پاؤں درست ہو گئے۔ اس نے آپ کو دیکھ کر پہچانا اور کہا: میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ بے شک حضرت عزیر ہیں۔ وہ آپ کو بنی اسرائیل کے محلے میں لے گئی۔ وہاں ایک مجلس میں آپ کے فرزند تھے، جن کی عمر ایک سو اٹھارہ سال ہو چکی تھی اور آپ کے پوتے بھی تھے جو بوڑھے ہو چکے تھے۔ بوڑھیا نے مجلس میں پکارا کہ یہ حضرت عزیر تشریف لے آئے۔ اہل مجلس نے اس کو جھٹلایا۔ اس نے کہا: مجھے دیکھ۔ آپ کی دعا سے میری یہ حالت ہو گئی۔ لوگ اٹھے اور آپ کے پاس آئے۔ آپ کے فرزند نے کہا کہ میرے والد صاحب کے شانوں کے درمیان سیاہ بالوں کا ایک ہلال تھا۔ جسم مبارک کھول کر دکھایا گیا تو وہ موجود تھا۔ اس زمانے میں تورات کا کوئی نسخہ نہ رہا تھا، کوئی اس کا جاننے والا موجود نہ تھا۔ آپ نے تمام تورات حفظ پڑھ دی۔ ایک شخص نے کہا کہ مجھے اپنے والد سے معلوم ہوا کہ بخت نصر کی ستم انگیزیوں کے بعد گرفتاری کے زمانے میں میرے دادا نے تورات ایک جگہ دفن کر دی تھی۔ اس کا پتہ مجھے

معلوم ہے۔ اس پتہ پر جستجو کر کے تورات کا وہ مدفون نسخہ نکالا گیا اور حضرت عزیر علیہ السلام نے اپنی یاد سے جو تورات لکھائی تھی، اس سے مقابلہ کیا گیا تو ایک حرف کا فرق نہ تھا [تفسیر جمل، خزائن العرفان، ص ۷۰]

[۳] ارشاد ربانی ہے: وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُنِ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ۔ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ، قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ [التوبہ: ۳۰] اور یہودی بولے عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصرانی بولے مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ باتیں وہ اپنے منہ سے بکتے ہیں۔ اگلے کافروں کی سی بات بناتے ہیں۔ اللہ انہیں مارے۔ کہاں اوندھے جاتے ہیں [کنز الایمان]

حضرت یونس علیہ السلام

حضرت یونس بن متی علیہ السلام اپنی والدہ کی جانب منسوب ہیں ورنہ آپ کے والد ماجد لاوئی بن یعقوب علیہ السلام ہیں۔[۱] اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت سے سرفراز کیا اور شہر نینوئی کی جانب دعوت اسلام کے لئے بھیجا۔ شہر کے باشندوں نے آپ کی تکذیب کی۔ حضرت یونس علیہ السلام نے ان کے لئے بددعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے آگ سے بھرا بادل بھیجا۔ جب اس بادل سے آگ برسنے کا وقت آیا تو حضرت یونس علیہ السلام ان کے درمیان سے نکل کر باہر تشریف لے گئے۔ خدا کا عذاب دیکھ کر شہر نینوئی کے باشندے حضرت یونس کو ڈھونڈھنے لگے تاکہ آپ کے دست مبارک پر ایمان لائیں۔ جب یہ حضرت کو نہ پاسکے تو کہنے لگے کہ اگر حضرت یونس غائب ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں یہاں حاضر کرے تاکہ ہم ایمان لائیں۔ اپنے شرکیہ مذہب سے انہوں نے منھ موڑا اور توبہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور ان سے عذاب دور کردیا[۲] اس غیر حاضری کے سبب اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس پر عتاب فرمایا یہاں تک کہ ایک مرتبہ دریائی سفر میں حضرت کی کشتی بھنور میں پڑگئی، لوگوں نے دریا میں کسی کو ڈالنے کے لئے قرعہ اندازی کی، اتفاق سے تینوں مرتبہ حضرت یونس کا نام نکلا۔ اس افتاد کو دیکھ کر حضرت یونس سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہوگیا ہے۔ آپ نے خود کو دریا میں ڈال دیا، ایک مچھلی آپ کو نگل گئی۔ چالیس دن تک آپ مچھلی کے پیٹ میں تین تاریکیوں کے اندر رہے۔ رات کی تاریکی، پانی کی تاریکی اور مچھلی کے پیٹ کی تاریکی۔[۳]
مچھلی کے پیٹ میں ہی آپ نے توبہ واستغفار کیا اور بارگاہ خداوندی میں

عرض کی: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ[الانبیاء:۸۷]
کوئی معبود نہیں سوا تیرے، پاکی ہے تجھ کو۔ بے شک مجھ سے بے جا ہوا [کنزالایمان]

اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول فرمائی اور مچھلی کے پیٹ سے آپ کو باہر نکالا۔ کمزوری اور ضعیف کی وجہ سے مزید چالیس دن آپ دریا کے کنارے ٹھہرے رہے۔ ہرنی آتی اور آپ کو اپنا دودھ پلاجاتی اور درخت آپ کو سجدہ کرتا، جس کے سائے میں آپ کو راحت ملتی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کے جسم میں طاقت آگئی۔[۴] جو بندۂ مومن کسی مصیبت میں اس دعا کو پڑھ کر رب تبارک تعالیٰ سے دعا کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو اس مصیبت سے نجات عطا فرمائے گا۔ ارشاد ربانی ہے:

فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ۔
[الانبیاء:۸۷-۸۸]

تو اندھیریوں میں پکارا کوئی معبود نہیں سوا تیرے۔ پاکی ہے تجھ کو۔ بے شک مجھ سے بے جا ہوا، تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات بخشی اور ایسی ہی نجات دیں گے مسلمانوں کو[کنزالایمان] [۵]

حضرت یونس اپنی قوم کے درمیان تشریف لائے، قوم نے آپ کی پذیرائی کی۔ آپ ایک مدت تک ان کے درمیان رہے۔ وفات کے بعد کوفہ کی حدود میں دفن ہوئے۔

....

حواشی

[۱] طبقات ناصری کے مصنف لکھتے ہیں:
یونس علیہ السلام بن مالک متی اشیاء کی اولاد تھے۔ تورات کی روایت کے مطابق وہ یہودا کے فرزندوں میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں سلیمان علیہ السلام کے بعد اہل

نینوئی کی طرف بھیجا[طبقات ناصری اردو، ص۸۴]

[۲] ارشاد ربانی ہے:
تو ہوئی ہوتی نہ کوئی بستی کہ ایمان لاتی تو اس کا ایمان کام آتا، ہاں یونس کی قوم۔ جب ایمان لائے ہم نے ان سے رسوائی کا عذاب دنیا کی زندگی میں ہٹادیا اور ایک وقت تک انہیں برتنے دیا۔[یونس:۹۸] [کنزالایمان]

قوم یونس کا واقعہ یہ ہے کہ نینوئی علاقہ موصل میں یہ لوگ رہتے تھے اور کفر وشرک میں مبتلا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اُن کی طرف بھیجا۔ آپ نے بت پرستی چھوڑنے اور ایمان لانے کا ان کو حکم دیا، ان لوگوں نے انکار کیا۔ حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب کی۔ آپ نے انہیں بحکم الٰہی نزول عذاب کی خبر دی۔ ان لوگوں نے آپس میں کہا کہ حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی کوئی بات غلط نہیں کہی ہے۔ دیکھو اگر وہ رات کو یہاں رہتے، جب تو کوئی اندیشہ نہیں اور اگر انہوں نے رات یہاں نہ گذاری تو سمجھ لینا چاہیئے کہ عذاب آئے گا۔ شب میں حضرت یونس علیہ السلام وہاں سے تشریف لے گئے۔ صبح کو آثار عذاب نمودار ہوگئے۔ آسمان پر سیاہ ہیبت ناک ابر آیا اور دھواں کثیر جمع ہوا۔ تمام شہر پر چھا گیا۔ یہ دیکھ کر انہیں یقین ہوا کہ عذاب آنے والا ہے تو انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام کی جستجو کی اور آپ کو نہ پایا۔ اب انہیں اور زیادہ اندیشہ ہوا تو وہ اپنی عورتوں بچوں اور جانوروں کے ساتھ جنگل کو نکل گئے۔ موٹے کپڑے پہنے اور توبہ وسلام کا اظہار کیا۔ شوہر سے بی بی اور ماں سے بچے جدا ہوگئے اور سب نے بارگاہ الٰہی میں گریہ وزاری شروع کی اور کہا کہ جو یونس علیہ السلام لائے، اس پر ہم ایمان لائے اور توبہ صادقہ کی، جو مظالم ان سے ہوئے تھے، ان کو دفع کیا۔ پرائے مال واپس کئے حتیٰ کہ اگر ایک پتھر دوسرے کا کسی کی بنیاد میں لگ گیا تھا تو بنیاد اکھاڑ کر پتھر نکال دیا اور واپس کردیا اور اللہ تعالیٰ سے اخلاص کے ساتھ مغفرت کی دعائیں کیں۔ پروردگار عالم نے ان پر رحم کیا۔ دعا قبول فرمائی، عذاب اٹھادیا گیا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب نزول عذاب کے بعد فرعون کا ایمان اور اس کی

توبہ قبول نہ ہوئی تو قوم یونس کی توبہ قبول فرمانے اور عذاب اٹھادینے میں کیا حکمت ہے۔؟ علما نے اس کے کئی جواب دیے ہیں۔ ایک تو یہ کرم خاص تھا قوم حضرت یونس کے ساتھ۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ فرعون عذاب میں مبتلا ہونے کے بعد ایمان لایا۔ جب امید زندگانی ہی باقی نہ رہی اور قوم یونس علیہ السلام سے جب عذاب قریب ہوا تو وہ اس میں مبتلا ہونے سے پہلے ایمان لے آئے اور اللہ قلوب کا جاننے والا ہے۔ اخلاص مندوں کے صدق واخلاص کا اس کو علم ہے۔
[خزائن العرفان تفسیر کنزالایمان، ص۳۵۱]

یہ نینوئی ہی تھا جو ایک زمانے میں قوت وشوکت کا بہت بڑا مرکز تھا۔ اہل نینوئی نے ایک مدت گذر جانے کے بعد پھر گمراہی اختیار کرلی اور نینوئی تباہ ہوگیا۔ چنانچہ ایک طرف سے اہل بابل نے نینوئی پر حملہ کردیا، دوسری طرف دریا کی طغیانی نے شہر کی دیواریں جگہ جگہ سے توڑ ڈالیں۔ یہ تباہی ایسی تھی کہ ۲۰۰ق م میں نینوئی کا نشان تک باقی نہیں رہا تھا۔ مصنف نے ٹھیک فرمایا کہ نینوئی وہیں آباد تھا، جہاں بعد میں موصل آباد ہوا۔ نینوئی کے تمام کھنڈر موصل [عراق] کے آس پاس ہی سے برآمد کئے گئے ہیں۔ [طبقات ناصری اردو، حاشیہ، ص۸۹]

[۳] سورۂ صافات میں یہ واقعہ رب تبارک وتعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:
"اور بے شک یونس پیغمبروں سے ہے، جب کہ بھری کشتی کی طرف نکل گیا تو قرعہ ڈالا تو دھکیلے ہوؤں میں ہوا پھر اسے مچھلی نے نگل لیا۔ اور وہ اپنے آپ کو ملامت کرتا تھا تو اگر وہ تسبیح کرنے والا نہ ہوتا، ضرور اس کے پیٹ میں رہتا جس دن تک لوگ اٹھائے جائیں گے پھر ہم نے اسے میدان پر ڈال دیا اور وہ بیمار تھا اور ہم نے اس پر کدو کا پیڑ اگایا اور ہم نے اسے لاکھ آدمیوں کی طرف بھیجا بلکہ زیادہ تو وہ ایمان لے آئے تو ہم نے انہیں ایک وقت تک برتنے دیا[الصّٰفّٰت:۱۳۹-۱۴۸]

خزائن العرفان میں ہے: حضرت ابن عباس اور وہب کا قول ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم سے عذاب کا وعدہ کیا تھا۔ اس میں تاخیر ہوئی تو آپ ان سے

چھپ کر نکل گئے اور آپ نے دریائی سفر کا قصد فرمایا۔ کشتی پر سوار ہوئے۔ دریا کے درمیان میں کشتی ٹھہر گئی اور اس کے ٹھہرنے کا کوئی سبب ظاہر موجود نہ تھا۔ ملاحوں نے کہا: اس کشتی میں اپنے مولا سے بھاگا ہوا کوئی غلام ہے۔ قرعہ ڈالنے سے ظاہر ہو جائے گا۔ قرعہ ڈالا گیا تو آپ ہی کے نام نکلا تو آپ نے فرمایا: میں ہی وہ غلام ہوں اور آپ پانی میں ڈال دیئے گئے کیونکہ دستور یہی تھا کہ جب تک بھاگا ہوا غلام دریا میں غرق نہ کر دیا جائے، اس وقت تک کشتی چلتی نہ تھی۔ تسبیح و استغفار کے بعد آپ کو ابتلا سے نجات ملی [خزائن العرفان ص: ۴۷۰]

[۴] مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے آپ ایسے ضعیف، نحیف اور نازک ہو گئے تھے جیسا بچہ پیدائش کے وقت ہوتا ہے۔ جسم کی کھال نرم ہو گئی اور بدن پر کوئی بال باقی نہ رہا تھا۔ سایہ کرنے اور مکھیوں سے حفاظت کی خاطر رب تبارک و تعالیٰ نے کدو کا درخت آپ کے پاس اگا دیا تھا۔ کدو کی بیل ہوتی ہے جو زمین پر پھیلتی ہے مگر یہ آپ کا معجزہ تھا کہ یہ کدو کا درخت قد والے درختوں کی طرح شاخ رکھتا تھا اور اس کے بڑے بڑے پتوں کے سائے میں آپ آرام کرتے تھے۔ بحکم الٰہی روزانہ ایک بکری آتی اور اپنا تھن حضرت کے دہان مبارک میں دے کر آپ کو صبح و شام دودھ پلا جاتی، یہاں تک کہ جسم مبارک کی جلد شریف یعنی کھال مضبوط ہوئی اور اپنے موقع سے بال جمے اور جسم میں توانائی آئی۔

[خزائن العرفان۔ص ۴۷۰]

[۵] حضرت امام احمد، ترمذی اور دیگر محدثین سے منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ذوالنون / یونس علیہ السلام کی وہ دعا جو مچھلی کے شکم میں انہوں نے کی تھی، جو مسلمان جس مشکل میں ان الفاظ سے دعا کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے گا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

مجھ کو میرے والد مرشد نے اجازت عطا فرمائی ہے کہ انسان حاجات مشکلہ کے برآنے کے واسطے چار رکعتیں پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ وَنَجَّیْنٰہُ

مِنَ الْغَمِّ وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ۔ [الانبیاء: ۸۷-۸۸] کو سو بار پڑھے۔ دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد رب انی مسنی الضر وانت ارحم الرحمین [الانبیاء: ۸۳] سو بار پڑھے۔ تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد [مومن: ۴۴] سو بار۔ چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قالوا حسبنا اللہ و نعم الوکیل [آل عمران: ۱۷۳] سو بار پڑھے۔ پھر سلام پھیر کر سو بار یہ کہے: رب انی مغلوب فانتصر۔ [القمر: ۱۰] حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ چاروں آیتیں اسم اعظم ہیں کہ ان کے وسیلے سے جو سوال کیا جائے اور جو دعا کی جائے، قبول ہوتی ہے۔ [ضیاء القرآن۔ ۳/۱۸۴]

چند غیر معروف انبیائے کرام علیہم السلام

عاموش علیہ السلام، آپ کا یہی نام مشہور ہے۔ بعض مورخین آپ کو بھی انبیائے بنی اسرائیل میں شمار کرتے ہیں۔ حضرت یونس علیہ السلام کے ہم عصر تھے۔ بنی اسرائیل کے درمیان دین موسوی کی دعوت عام کی......

صادق، صدوق اور سلوم علیہم السلام۔ ان تینوں حضرات کو بھی اللہ تعالیٰ نے پیغمبری عطا فرمائی اور انطاکیہ والوں کی جانب دعوت دین کے لئے بھیجا۔ انطاکیہ والوں نے ان حضرات کو جھٹلایا۔ حبیب نام کا ایک بڑھئی ان حضرات پر ایمان لایا۔ انطاکیہ والوں نے اس بندۂ مومن کو اتنا پریشان کیا کہ وہ مر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو بھیجا کہ سخت آواز نکالیں۔ چنانچہ اس آواز کی ہیبت سے انطاکیہ کے سارے بالغ مرد و عورت مر گئے۔ جو بچے رہ گئے تھے، وہ ان حضرات پر ایمان لے آئے۔ ان تینوں حضرات کا واقعہ، حکایت اصحاب قریہ کے عنوان مشہور ہے۔ [۱] بعض مورخین کہتے ہیں کہ اصحاب قریہ زمانۂ فترت یعنی حضرت عیسیٰ اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم کے درمیانی زمانے میں تھے۔ ان کی تعداد چار تھی لیکن ان کے اسمائے گرامی معلوم نہ ہو سکے، یہ روایت ضعیف ہے۔ کیونکہ اس زمانے کو فترت اس لئے کہتے ہیں کہ اس زمانے میں کوئی نبی یا رسول تشریف نہیں لائے۔

قاموس منسی، حسوم، لفونسی، خوموق صفار، گوشی اوریا، ان پانچ حضرات کو بعض مورخین انبیائے کرام میں شمار کرتے ہیں۔ یہ حضرات بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے اور دین موسوی کی دعوت پیش فرمائی۔ ان کا زمانہ حضرت ذوالکفل علیہ السلام کے عہد

سے قریب تھا۔

حضرت ذوالکفل علیہ السلام [۲] ایک روایت کے مطابق بسر بن ایوب بن فخر بن مرہون صفی کے صاحبزادے تھے جو قیدار بن اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ اور دوسری روایت کے مطابق بنی اسرائیل یعنی حضرت اسحاق کی نسل سے تھے۔

[۳] آپ رسول تھے جنہیں ملک شام کے شہر کنعان کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا۔ آپ چونکہ ایمان لانے والوں کے لئے حق تعالیٰ کی بارگاہ سے مغفرت کے کفیل ہو جاتے تھے۔ اس لئے آپ کا لقب ذوالکفل تھا۔ کوفہ کے حدود میں مدفون ہیں۔ بنی اسرائیل جب حج کے لئے جاتے تو آپ کے مزار مبارک کی زیارت کر کے جاتے......سلطان نے آپ کے مزار مبارک کی تولیت بنی اسرائیل سے لے کر مسلمانوں کو دیدی اور وہاں مسجد اور منارہ تعمیر کئے۔

نوائل جنگای بعض مورخین کے مطابق نبی مرسل ہیں اور حضرت ذوالکفل علیہ السلام کے ہم عصر۔ دین موسوی کی تبلیغ فرماتے۔ برصمائیل اخی کو بعض مورخین نے نبی مرسل کہا ہے۔ یہ حضرت ذوالکفل علیہ السلام کے بعد تشریف لائے اور دین موسوی کا پیغام عام کیا۔ [۴]

....

حواشی

[۱] سورۂ یٰسین میں رب تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ترجمہ:- اور ان سے مثال بیان کرو اس شہر والوں کی جب ان کے پاس فرستادے آئے، جب ہم نے ان کی طرف دو بھیجے پر انہوں نے ان کو جھٹلایا تو ہم نے تیسرے سے زور دیا۔ اب ان سب نے کہا کہ بے شک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ بولے تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی، اور رحمٰن نے کچھ نہیں اتارا، تم نرے جھوٹے ہو۔ وہ بولے ہمارا رب جانتا ہے کہ بے شک ضرور ہم تمہاری طرف

بھیجے گئے ہیں اور ہمارے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا۔ بولے ہم تمہیں منحوس سمجھتے ہیں۔ بے شک تم اگر باز نہ آئے تو ضرور ہم تمہیں سنگسار کریں گے اور بے شک ہمارے ہاتھوں دکھ کی مار پڑے گی۔ انہوں نے فرمایا: تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہے۔ کیا اس پر بدکتے ہو کہ تم سمجھائے گئے بلکہ تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو۔ اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک مرد [حبیب نجار] دوڑتا آیا۔ بولا: اے میری قوم! بھیجے ہوؤں کی پیروی کرو، ایسوں کی پیروی کرو جو تم سے کچھ اجر نہیں مانگتے اور وہ راہ پر ہیں۔ اور مجھے کیا ہے کہ اس کی بندگی نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور اسی کی طرف تمہیں پلٹنا ہے۔ کیا اللہ کے سوا اور خدا ٹھہراؤں؟ کہ اگر رحمٰن میرا کچھ برا چاہے تو ان کی سفارش میرے کچھ کام نہ آئے اور نہ وہ مجھے بچاسکیں، بے شک جب تو میں کھلی گمراہی میں ہوں۔ یقیناً میں تمہارے رب پر ایمان لایا تو میری سنو۔ اس سے فرمایا گیا کہ جنت میں داخل ہو۔ کہا کسی طرح میری قوم جانتی جیسی میرے رب نے میری مغفرت کی اور مجھے عزت والوں میں کیا اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہ اتارا اور نہ ہمیں وہاں کوئی لشکر اتارنا تھا۔ وہ تو بس ایک ہی چیخ تھی۔ جبھی وہ بجھ کر رہ گئے [یٰسین ۱۳-۲۹] [کنز الایمان]

اس کی تفسیر میں صدر الافاضل تحریر فرماتے ہیں:

اس شہر سے مراد انطاکیہ ہے۔ یہ ایک بڑا شہر ہے۔ اس میں چشمے ہیں، کئی پہاڑ ہیں، ایک سنگین شہر پناہ ہے، بارہ میل کے دور میں بستا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعے کا مختصر بیان یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دو حواریوں صادق و صدوق کو انطاکیہ بھیجا تا کہ وہاں کے لوگوں کو، جو بت پرست تھے، دین حق کی دعوت دیں۔ جب یہ دونوں شہر کے قریب پہنچے تو انہوں نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا کہ بکریاں چرا رہا ہے۔ اس کا نام حبیب نجار تھا۔ اس نے ان کا حال دریافت کیا۔ ان دونوں نے کہا کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھیجے ہوئے ہیں۔ تمہیں دین حق کی دعوت دینے آئے ہیں کہ بت پرستی چھوڑ کر خدا پرستی اختیار کرو۔ حبیب نجار نے

نشانی دریافت کی۔ انہوں نے کہا: نشانی یہ ہے کہ ہم بیماروں کو اچھا کرتے ہیں، اندھوں کو بینا کرتے ہیں، برص والے کا مرض دور کر دیتے ہیں۔ حبیب نجار کا ایک بیٹا دو سال سے بیمار تھا۔ انہوں نے اس پر ہاتھ پھیرا، وہ تندرست ہو گیا۔ حبیب ایمان لے آئے اور اس واقعے کی خبر مشہور ہو گئی تا آنکہ ایک خلق کثیر نے ان کے ہاتھوں اپنے امراض سے شفا پائی۔ یہ خبر پہنچنے پر بادشاہ نے انہیں بلا کر کہا: کیا ہمارے معبودوں کے سوا اور کوئی معبود بھی ہے۔ ان دونوں نے کہا: ہاں! وہی جس نے تجھے اور تیرے معبودوں کو پیدا کیا۔ پھر لوگ ان کے درپے ہوئے اور انہیں مارا اور یہ دونوں قید کر لئے گئے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شمعون کو بھیجا۔ وہ اجنبی بن کر شہر میں داخل ہوئے اور بادشاہ کے مصاحبین و مقربین سے رسم و راہ پیدا کر کے بادشاہ تک پہنچے اور اس پر اپنا اثر پیدا کر لیا۔ جب دیکھا کہ بادشاہ ان سے خوب مانوس ہو گیا ہے تو ایک روز بادشاہ سے ذکر کیا کہ دو آدمی جو قید کئے گئے ہیں، کیا ان کی بات سنی گئی تھی، وہ کیا کہتے تھے؟ بادشاہ کی رائے ہو تو انہیں بلایا جائے، دیکھیں ان کے پاس کیا ہے؟ چنانچہ وہ دونوں بلائے گئے۔ شمعون نے ان سے دریافت کیا: تمہیں کس نے بھیجا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس اللہ نے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور ہر جان دار کو روزی دی اور جس کا کوئی شریک نہیں۔ شمعون نے کہا کہ اس کی مختصر صفت بیان کرو۔ انہوں نے کہا: وہ جو چاہتا ہے، کرتا ہے۔ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ شمعون نے کہا: تمہاری نشانی کیا ہے؟ انہوں نے کہا: جو بادشاہ چاہے، تو بادشاہ نے ایک اندھے لڑکے کو بلایا۔ انہوں نے دعا کی، وہ فوراً بینا ہو گیا۔ شمعون نے بادشاہ سے کہا کہ اب مناسب یہ ہے کہ تو اپنے معبودوں سے کہہ کہ وہ بھی ایسا ہی کر کے دکھائیں تا کہ تیری اور ان کی عزت ظاہر ہو۔ بادشاہ نے شمعون سے کہا کہ تم سے کچھ چھپانے کی بات نہیں ہے۔ ہمارا معبود نہ دیکھے، نہ سنے، نہ کچھ بگاڑ سکے، نہ بنا سکے پھر بادشاہ نے ان دونوں حواریوں سے کہا کہ اگر تمہارے معبود کو مردے کو زندہ کر دینے کی قدرت ہو تو ہم اس پر ایمان لے آئیں؟ انہوں نے کہا کہ ہمارا معبود ہر شئے پر قادر ہے۔ بادشاہ نے ایک دیہاتی کے لڑکے منگایا جسے مرے ہوئے سات دن ہو گئے تھے اور

جسم خراب ہو چکا تھا۔ بدبو پھیل رہی تھی۔ ان کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے اس کو زندہ کیا اور وہ اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ میں مشرک مرا تھا، مجھ کو جہنم کی سات وادیوں میں داخل کیا گیا۔ میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ جس دین پر تم ہو، بہت نقصان دہ ہے۔ ایمان لاؤ اور کہنے لگا کہ آسمان کے دروازے کھلے اور ایک حسین جوان مجھے نظر آیا جو ان تینوں شخصوں کی سفارش کرتا ہے۔ بادشاہ نے کہا: کون تین۔ اس نے کہا: ایک شمعون اور دو یہ۔ بادشاہ کو تعجب ہوا۔ جب شمعون نے دیکھا کہ اس کی بات بادشاہ میں اثر کر گئی تو اس نے بادشاہ کو نصیحت کی، وہ ایمان لایا اور اس کی قوم کے کچھ لوگ ایمان لائے۔ اور کچھ ایمان نہ لائے اور عذاب الٰہی سے ہلاک کئے گئے۔ [خزائن العرفان، ص ۷۰۳-۷۰۴]

[۲] سورۂ صٓ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: واذکر اسمٰعیل والیسع وذاالکفل وکل من الاخیار [صٓ:۴۸]

صدر الافاضل اس کی تفسیر میں رقم طراز ہیں: یعنی ان کے فضائل اور ان کے صبر کو یاد کرو تا کہ ان کی پاک خصلتوں سے لوگ نیکیوں کا ذوق و شوق حاصل کریں۔ اور ذوالکفل کی نبوت میں اختلاف ہے۔

[۳] صاحب تفسیر روح المعانی تحریر فرماتے ہیں:

آپ کا نام بشر یا شرف ہے۔ آپ حضرت ایوب علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ یہی قول راجح ہے۔ آپ تا حیات ملک شام میں رہے اور دعوت حق دیتے رہے۔ پچھتر سال کی عمر میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ اپنے صاحبزادے عبدان کو وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد نیکی کے راستے پر ثابت قدم رہنا، لوگوں کو بھی ایمان اور نیکی کی دعوت دیتے رہنا۔ آپ یتیموں، محتاجوں، غریبوں اور بیوہ عورتوں کے ساتھ رحم و مروت کا خصوصی معاملہ فرماتے، ان کی ضروریات کی کفالت فرماتے، اس لیے آپ کو ذوالکفل کہا جاتا تھا۔
[تذکرۃ الانبیاء، ص ۱۸۶ بحوالہ روح المعانی]

[۴] حضرت مصنف نے حضرت حزقیل علیہ السلام کا تذکرہ نہیں فرمایا۔ مناسب

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حزقیل کا مختصر تذکرہ طبقات ناصری اور تذکرۃ الانبیاء سے اقتباس کر کے پیش کر دیا جائے، تا کہ ایک حد تک یہ گوشہ مکمل ہو جائے۔

حضرت حزقیل علیہ السلام بھی بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے۔ طبقات ناصری اردو میں آپ کا نسب نامہ یہ درج ہے:

حزقیل بن خالد بن نوایم بن عربا بن مواصا بن وراس بن احراما بن یوساقط بن ساسان بن راحیم بن سلیمان بن داؤد علیہ السلام۔

حضرت حزقیل علیہ السلام کی کنیت ابن العجوز تھی۔ کیونکہ آپ کی پیدائش کے وقت آپ کی والدہ کی عمر زیادہ تھی [تذکرہ الانبیاء ص ۲۴۰] بعض بیانات کے مطابق حضرت حزقیل کے والد کا نام نورا اور والدہ کا نام نحتہ تھا [طبقات ناصری اردو ص ۷۹] عہد نامۂ قدیم میں آپ کے والد کا نام بوزی بتایا گیا ہے [ایضاً ص ۸۶]

حضرت حزقیل اس قوم کی اصلاح کے لیے بھیجے گئے تھے جس کے افراد کی تعداد تیس ہزار سے زائد تھی۔ وہ دشمن سے جانیں بچا کر فرار ہوئے۔ رب تبارک تعالیٰ نے سزاءً ان کی روحیں قبض کر لیں۔ پھر حضرت حزقیل نے دعا فرمائی تو رب تبارک وتعالیٰ نے انہیں دوبارہ زندگی عطا فرمائی۔ اسی واقعہ کی رب تبارک وتعالیٰ نے سورہ بقرہ میں نشاندہی فرمائی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

الم تر الیٰ الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم ان اللہ لذو فضل علیٰ الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون
[البقرۃ:۲۴۳]

اے محبوب! کیا تم نے نہ دیکھا تھا انہیں جو اپنے گھروں سے نکلے اور وہ ہزاروں تھے، موت کے ڈر سے تو اللہ نے ان سے فرمایا: مر جاؤ پھر انہیں زندہ فرما دیا۔ بے شک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے مگر اکثر لوگ ناشکرے ہیں [کنز الایمان]

اس کی تفسیر میں حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"بنی اسرائیل کی ایک جماعت تھی جس کے بلاد میں طاعون ہوا تو وہ موت کے ڈر سے اپنی بستیاں چھوڑ بھاگے اور جنگل میں جا پڑے۔ بحکم الٰہی سب وہیں مر گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت حزقیل علیہ السلام کی دعا سے انہیں اللہ تعالیٰ نے زندہ فرمایا اور وہ مدتوں زندہ رہے۔[خزائن العرفان۔ص ۶۳]

تذکرۃ الانبیاء کے مولف نے اس ذیل کی روایات کو قدرے تفصیل سے بیان کیا ہے جسے من وعن پیش کرتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ نے اپنی قوم کو جہاد کرنے کے لیے کہا تو گھروں سے باہر نکل کر وہ کہنے لگے: ہم تو اس زمین میں نہیں جائیں گے جہاں تم ہمیں لے جانا چاہتے ہو کیونکہ وہاں 'وبا' پھیلی ہوئی ہے۔ جب وبا (طاعون) وہاں سے زائل ہو جائے گی تو پھر ہم جائیں گے اللہ تعالیٰ نے ان تمام پر جو ہزاروں کی تعداد میں تھے، اپنے علاقہ میں ہی شہر سے باہر موت کو مسلط کر دیا۔ وہ آٹھ دن تک اسی حال میں رہے، یہاں تک کے ان کے جسم پھول گئے۔ دوسرے علاقہ کے بنی اسرائیل کو جب ان کی موت کا علم ہوا تو وہ ان کو دفن کرنے کے لیے آئے، لیکن ان کی بدبو کی وجہ سے وہ انہیں دفن کرنے سے عاجز آ گئے، اس لیے انہوں نے ان کے ارد گرد ایک دیوار بنا دی۔

ایک اور روایت میں اس طرح ذکر ہے کہ حضرت حزقیل علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت جہاد دی لیکن انہوں نے بزدلی کا مظاہرہ کیا اور جہاد میں شرکت کو ناپسند سمجھا تو اللہ نے ان پر موت کو مسلط کر دیا۔ جب ان میں سے کثرت سے موتیں واقع ہونے لگیں تو انہوں نے اپنے شہروں سے موت کے ڈر کی وجہ سے بھاگنا شروع کر دیا۔ ہزاروں کی تعداد میں وہ شہروں سے باہر نکلے ہی تھے کہ حضرت حزقیل علیہ السلام نے دعا کی:

اللّٰھمّ اله یعقوب واله موسیٰ تریٰ معصیة عبادك فارهم ایة انفسهم تدلهم علیٰ نفاذ قدرتك وانهم لایخرجون عن قبضتك فارسل الله علیهم الموت۔

"اے اللہ تعالیٰ! اے یعقوب علیہ السلام کے خدا! تو اپنے بندوں کی نافرمانی دیکھ رہا ہے، تو انہیں اپنی کوئی نشانی دکھا جس سے انہیں تیری قدرت کا پتہ چل جائے کہ وہ تیرے قبضۂ قدرت سے نہیں نکل سکتے، تو آپ کی اس دعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم پر موت مسلط کر دی، وہ ہزاروں کی تعداد میں شہر سے نکلے ہی تھے کہ مر گئے۔

حضرت حزقیل علیہ السلام نے جب ہزاروں کی تعداد میں اپنی قوم کے افراد کو مرا ہوا دیکھا تو آپ کو پریشانی لاحق ہوئی۔ خیال ہوا کہ یہ دوبارہ زندہ ہو جائیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ اے حزقیل! تم ہڈیوں کو کہو: اے ہڈیو! تمہیں اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ تم جمع ہو جاؤ، آپ کے کہنے پر وہ تمام ہڈیاں ایک دوسرے سے مل گئیں اور جسموں کے ڈھانچے مکمل ہو گئے لیکن ابھی تک ان میں گوشت اور خون نہیں تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ اب تم یہ کہو: اے جسمو! اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم اپنے گوشت کا لباس پہن لو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان پر گوشت چڑھا دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی، اب تم کہو: اے جسمو! اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اب اٹھ کھڑے ہو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو پھر سے زندہ کر دیا۔ جب وہ زندہ ہو کر اٹھے تو کہہ رہے تھے، سبحانك اللهم ربنا وبحمدك لااله الا انت۔

زندہ ہونے کے بعد بھی ان پر اثرات موت باقی رہے۔ یہاں تک کہ جس طرح موت کے وقت ان کا رنگ زرد ہوا تھا، اسی طرح زرد ہی رہا اور ان کے مرنے کی وجہ سے جو ان کے جسموں میں بدبو پیدا ہوئی تھی، وہ ان کے پیدا ہونے کے بعد بھی باقی رہی بلکہ آج ان کی اولاد میں بھی بو پائی جاتی ہے۔[تذکرۃ الانبیاء۔ص ۲۳۹، ۲۴۰]

حضرت زکریا علیہ السلام و حضرت یحییٰ علیہ السلام

حضرت زکریا علیہ السلام، برخیا بن الیسار کے صاحبزادے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے خاندان سے ہیں۔ مسجد بیت المقدس کی مجاوری کرتے۔ حضرت مریم کے والد عمران، حضرت زکریا کے چچازاد بھائی تھے۔ یہ بھی بیت المقدس کی مسجد کی مجاوری کرتے۔ ان کی بیگمات آپس میں بہنیں تھیں۔ حضرت عمران[1] کے صاحبزادگان بہت تھے۔ حضرت زکریا کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ حضرت عمران کی اہلیہ نے شکرانۂ پدری میں یہ منت مان لی کہ اب جو بیٹا پیدا ہوگا، اسے مسجد بیت المقدس کی مجاوری کے لئے وقف کر دوں گی۔ اتفاق سے اس بار حضرت مریم تولد ہوئیں۔ چونکہ لڑکی کو مسجد کا مجاور نہیں بنایا جا سکتا، اس لئے حضرت عمران متفکر ہو گئے کہ منت کیسے پوری ہو۔ حضرت زکریا پر وحی نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو مسجد کی مجاوری کی خصوصی اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت زکریا نے بیٹے کی طرح حضرت مریم کی پرورش اور نگہداشت کی[2] جب بارہ سال بیت گئے تو حضرت زکریا نے رب تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں فرزند کے لئے دعا کی۔ آپ کی دعا مقبول ہوئی اور بذریعہ وحی آپ کو ایک فرزند کی بشارت دی گئی۔ آپ نے عرض کی: میری اہلیہ بوڑھی ہے، حکم ہوا! ہاں اسی اہلیہ سے بیٹا پیدا ہوگا اور اس کی نشانی یہ ہوگی کہ حضرت زکریا کی زبان تین دن تک بند رہے گی۔[3] نو مہینے کے بعد حضرت یحییٰ پیدا ہوئے۔

حضرت مریم جب تیرہ سال کی ہوئیں تو مہینے کی چھبیسویں تاریخ کو حیض کے غسل سے فراغت حاصل کی۔ حضرت جبرئیل امین یوسف نجار کی صورت میں ان کے

سامنے حاضر ہوئے جو حضرت مریم کا وکیل تھا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی بشارت دی۔ ایک روایت کے مطابق نو مہینے بعد اور ایک روایت کے مطابق نو ساعت کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ بنی اسرائیل نے حضرت مریم کو ملامت کرنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گویائی عطا کی۔ آپ نے مشیت ایزدی کے مطابق اللہ جل شانہ کے معبود ہونے اور خود اس کا بندہ ہونے کی گواہی دی۔ اپنی والدہ حضرت مریم کی پاکدامنی کی شہادت دی، اپنی پیغمبری کا اعلان فرمایا اور حضور خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد کی بشارت دی۔ بنی اسرائیل نے حضرت زکریا علیہ السلام کی شان میں زبان درازی شروع کر دی اور انہیں حضرت مریم کے ساتھ متہم کیا۔[4]

بیت المقدس کے بادشاہ نے آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ حضرت زکریا فوراً دمشق کی جانب روانہ ہو گئے۔ قوم آپ کے تعاقب میں نکلی۔ حضرت زکریا پریشان ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک درخت کو حکم فرمایا کہ وہ حضرت زکریا کو اپنے اندر سما لے۔ قوم بھی اس جگہ پہنچ گئی لیکن حضرت زکریا کا کوئی سراغ نہ پا سکی۔ شیطان لعین نے انہیں بتایا کہ حضرت زکریا فلاں درخت کے اندر ہیں۔ بنی اسرائیل نے اس درخت کو پارہ پارہ کر دیا۔ حضرت زکریا وہیں شہید ہو گئے۔

حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ پیغمبری عطا فرمائی۔[5] آپ نے قوم کو دین موسوی کی دعوت دی، یہاں تک کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے دین کی دعوت کا آغاز کیا تو حضرت یحییٰ آپ کی رسالت پر ایمان لے آئے۔ اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر تشریف لے گئے تو حضرت یحییٰ علیہ السلام نے دین عیسوی کی تبلیغ واشاعت فرمائی۔[6] بیت المقدس کا بادشاہ آپ سے بہت مانوس تھا۔ یہاں تک کہ بادشاہ نے اپنی بھتیجی سے شادی کرنا چاہی لیکن حضرت نے منع فرمایا اور اس کی اجازت نہیں دی۔ بادشاہ نے اس لڑکی کے معاملے کی وجہ سے حضرت یحییٰ کو شہید کر دیا اور اس لڑکی سے شادی کر لی۔ حضرت یحییٰ کا خون دن رات بہتا رہا۔

پھر یہ بات لوگوں کے درمیان پھیل گئی۔ علمانے کہا جب تک آپ کے قاتلین کا خون نہ بہے گا، یہ خون نہیں رکے گا۔ یہ بات کونین گودرافغانی تک پہنچ گئی۔ اس نے فوراً لشکر لے کر بیت المقدس پر حملہ کر دیا اور بنی اسرائیل کے ستر ہزار افراد مار ڈالے۔ پھر بھی خون بہنا نہیں تھما۔ جب حضرت کے قاتلین بادشاہ اور اس کی بیوی کو قتل کیا گیا تب جا کر حضرت کے خون کا بہاؤ رکا، اور گودرافغانی لوٹ گیا۔[۷]

....

حواشی

[۱] عمران دو ہیں۔ ایک عمران بن یصہر بن فاہث بن لاوی بن یعقوب۔ یہ تو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے والد ہیں۔ دوسرے عمران بن ماثان ہیں۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ مریم کے والد ہیں۔ دونوں عمرانوں کے درمیان ایک ہزار آٹھ سو برس کا فرق ہے۔ یہاں دوسرے عمران مراد ہیں۔ ان کی بی بی صاحبہ کا نام حنہ بنت فاقوذا ہے۔ یہ حضرت مریم کی والدہ ہیں[خزائن العرفان، ص۸۶]

[۲] حضرات مفسرین نے اس کا واقعہ یہ بیان کیا ہے کہ حضرت زکریا اور عمران دونوں ہم زلف تھے۔ فاقوذا کی دختر ایشاع جو حضرت یحییٰ کی والدہ ہیں، وہ حضرت زکریا کی اہلیہ تھیں اور ان کی بہن حنہ جو فاقوذا کی دوسری دختر اور حضرت مریم کی والدہ ہیں، وہ عمران کی اہلیہ تھیں۔[اس طور سے حضرت مریم اور حضرت یحییٰ خالہ زاد بھائی بہن ہیں۔ جمہور اسی کے قائل ہیں لیکن حضرت امام رازی صاحب تفسیر کبیر اور محی السنۃ امام بغوی کا قول ہے کہ حضرت زکریا کی زوجہ، حضرت مریم کی بہن تھیں۔[تذکرۃ الانبیاء، ص۳۳۸]

ایک زمانے تک حنہ کے اولاد نہیں ہوئی، یہاں تک کہ بڑھاپا آ گیا اور مایوسی ہو گئی۔ یہ صالحین کا خاندان تھا اور یہ سب لوگ اللہ کے مقبول بندے تھے۔ ایک روز حنہ نے ایک درخت کے سائے میں ایک چڑیا دیکھی جو اپنے بچے کو بھرا رہی تھی۔ یہ دیکھ کر آپ کے

دل میں اولاد کا شوق پیدا ہوا اور بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ یارب اگر تو مجھے بچہ دے تو اس کو میں بیت المقدس کا خادم بناؤں اور اس خدمت کے لئے اسے حاضر کر دوں۔ جب وہ حاملہ ہوئیں اور انہوں نے یہ نذر مان لی تو ان کے شوہر نے فرمایا کہ یہ تم نے کیا کیا۔ اگر لڑکی ہو گئی تو وہ اس قابل کہاں ہے۔ اس زمانے میں لڑکوں کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے دیا جاتا تھا اور لڑکیاں عوارض نسائی اور زنانہ کمزوریوں اور مردوں کے ساتھ نہ رہ سکنے کی وجہ سے اس قابل نہیں سمجھی جاتی تھیں۔ اس لئے ان حضرات کو شدید فکر لاحق ہوئی اور حنہ کے وضع حمل سے قبل عمران کا انتقال ہو گیا۔

حنہ نے ولادت کے بعد حضرت مریم کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر بیت المقدس میں احبار کے سامنے رکھ دیا۔ یہ احبار حضرت ہارون کی اولاد میں تھے اور بیت المقدس میں ان کا منصب ایسا تھا جیسا کہ کعبہ شریف میں حَجَبہ [پاسبانوں] کا۔ چونکہ حضرت مریم ان کے امام اور ان کے صاحب قربان کی دختر تھیں اور ان کا خاندان بنی اسرائیل میں بہت اعلیٰ اور اہل علم کا خاندان تھا، اس لئے ان سب نے جن کی تعداد ستائیس تھی، حضرت مریم کو لینے اور ان کی کفالت کرنے کی رغبت ظاہر کی۔ حضرت زکریا نے فرمایا: میں ان کا سب سے زیادہ حقدار ہوں۔ کیونکہ میرے گھر میں ان کی خالہ ہیں۔ معاملہ اس پر ختم ہوا کہ قرعہ ڈالا جائے۔ قرعہ حضرت زکریا کے نام پر ہی نکلا۔ حضرت مریم ایک دن میں اتنا بڑھتی تھیں جتنا اور بچے ایک سال میں۔ حضرت مریم نے کسی عورت کا دودھ نہ پیا بلکہ آپ کے لئے جنت سے بے موسم کے میوے آتے۔ آپ نے بھی پالنے میں رہتے ہوئے گفتگو کرنا شروع کر دیا تھا۔ بے موسم کے پھل دیکھ کر ہی حضرت زکریا کو بے عمر اولاد کی طلب کا حوصلہ پیدا ہوا۔ بارگاہ ایزدی میں دعا کی تو حضرت یحییٰ عطا ہوئے۔ جب کہ عمر مبارک ایک سو بیس سال ہو چکی تھی۔[خزائن العرفان۔ ص۸۶۔۸۷]

[۳] سورۂ مریم کی ابتدائی آیات میں اس کا تذکرہ ہے۔ بڑھاپے میں صاحب اولاد ہونے کی نشانی یہ بتائی گئی کہ آپ تین دن کلام نہ کر سکیں گے۔ ایسا ہی ہوا۔ لیکن جب ذکر الٰہی کرنا چاہتے تو زبان اقدس کھل جاتی۔[خزائن ص۴۸۹]

[۴] عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بغیر باپ کے کلمۂ کُن سے پیدا فرمایا اور ان پر سب سے پہلے ایمان لانے اور ان کی تصدیق کرنے والے حضرت یحییٰ کی والدہ نے کہا: اے مریم: مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میرے پیٹ کا بچہ تمہارے پیٹ کے بچے کو سجدہ کرتا ہے[خزائن العرفان۔ ص۸۸]

[۵] حضرت یحییٰ علیہ السلام کو نو سال کی عمر میں یا تین سال کی عمر میں نبوت عطا ہوئی۔ حضرت یحییٰ سے پہلے اس نام کا کوئی شخص نہیں ہوا ہے۔[نزھۃ القاری۔۶/۵۶۵]

[۶] حضرت یحییٰ نے صحراؤں اور دشوار گذار پہاڑوں میں جا جا کر لوگوں کو پیغام حق سنایا اور انہیں گناہوں سے تائب ہونے کی ترغیب دی، بے شمار لوگ آپ کی تبلیغ کی برکت سے راہ حق پر آ گئے۔ فسق و فجور کی زندگی کو ترک کر کے انہوں نے زہد و تقویٰ کو اپنا شعار بنایا، قوم کے ہر طبقہ کو آپ نے ان کی کوتاہیوں اور خامیوں پر متنبہ کیا، علمائے بنی اسرائیل جو دنیا کی محبت میں اس قدر وارفتہ ہو گئے تھے کہ احکام الٰہی کی تحریف میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے تھے، انہیں بڑی سختی سے جھنجھوڑا اور بڑے درشت لہجہ میں انہیں فرمایا:

اے سانپ کے بچو! تم کو کس نے جتا دیا ہے کہ آنے والے غضب سے بھاگو، پس توبہ کے موافق پھل لاؤ اور اپنے دلوں میں یہ کہنے کا خیال نہ کرو کہ ابراہام ہمارا باپ ہے کیوں کہ میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا ان پتھروں سے ابراہام کے لئے اولاد پیدا کر سکتا ہے۔ اور اب درختوں کی جڑ پر کلہاڑا رکھا ہوا ہے، پس جو درخت اچھا پھل نہیں لاتا وہ کاٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے۔[متی باب۳: آیت۷تا۱۰]

آپ کی دعوت کا حلقہ عوام تک محدود نہیں تھا بلکہ شاہی دربار بھی آپ کے نعرۂ حق سے لرزہ براندام تھا۔ بادشاہ وقت ہیرودیس نے اپنے بھائی فلپ کی منکوحہ بیوی ہیرودیاس کو اپنے گھر میں ڈال رکھا تھا۔ آپ نے اس کو برملا جا کر کہا: اپنے بھائی کی بیوی کو رکھنا تجھ کو روا (جائز) نہیں۔ انجیل مرقس کی چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

پس ہیرودیاس اس سے دشمنی رکھتی تھی اور چاہتی تھی کہ اسے قتل کرائے مگر نہ ہو سکا، کیونکہ ہیرودیاس یوحنا کو راست باز اور مقدس آدمی جان کر اس سے ڈرتا اور اسے

بچائے رکھتا تھا اور اس کی باتیں سن کر بہت حیران ہو جاتا تھا مگر سنتا خوشی سے تھا۔ اور ایک موقع کے دن جب ہیرودیس نے اپنی سالگرہ میں امیروں اور فوجی سرداروں اور رئیسوں کی ضیافت کی اور اسی ہیرودیاس کی بیٹی اندر آئی اور ناچ کر ہیرودیس اور اس کے مہمانوں کو خوش کیا۔ تو بادشاہ نے اس لڑکی سے کہا جو چاہے مجھ سے مانگ، میں تجھے دوں گا اور اس سے قسم کھائی جو تو مجھ سے مانگے گی اپنی آدھی سلطنت تک تجھے دوں گا اور اس نے باہر جا کر اپنی ماں سے کہا کہ میں کیا مانگوں۔ اس نے کہا یوحنا بپتسمہ دینے والے کا سر۔ وہ فی الفور بادشاہ کے پاس جلدی سے اندر آئی اور اس سے عرض کی، میں چاہتی ہوں کہ تو یوحنا بپتسمہ دینے والے کا سر ایک تھال میں ابھی مجھے منگوا دے۔ بادشاہ بہت غمگین ہوا اور پنی قسموں اور مہمانوں کے سبب سے انکار نہ کرنا چاہا۔ پس بادشاہ نے فی الفور ایک سپاہی کو حکم دے کر بھیجا کہ اس کا سر لائے۔ اس نے جا کر قید خانہ میں اس کا سر کاٹا اور ایک تھال میں لا کر لڑکی کو دیا اور لڑکی نے اپنی ماں کو دیا[مرقس باب ۶ آیت ۱۹ تا ۲۸]

اس طرح یحییٰ علیہ السلام نے اپنا سر کٹا کر اپنے رب کے اس فرمان "یٰیحییٰ خذ الکتاب بقوۃ" کی تعمیل کا حق ادا کیا۔[ضیاء القرآن ۳/۷۰]

جب حضرت یحییٰ کو شہید کر دیا گیا تو حضرت زکریا علیہ السلام نے بادشاہ کے ظلم و ستم سے بچنے کے لئے شہر سے باہر جانے کا رخ کیا۔ بادشاہ نے اسی فاحشہ عورت کے کہنے پر آپ کو پکڑنے کے لئے بھی اپنے سپاہیوں کو بھیجا۔ آپ نے اپنی جان بچانے کے لئے خود کو ایک درخت کے تنے میں چھپا لیا جو اندر سے خالی تھا تو ان لوگوں نے درخت کو اوپر سے نیچے آرہ سے کاٹ دیا[تذکرۃ الانبیاء، ص۳۵۰]

[۷] طبقات ناصری میں مولانا ابو عمرو منہاج الدین عثمان معروف بہ منہاج سراج [م ۶۵۹ھ] رقم طراز ہیں:

اس زمانے کے بادشاہ کی ایک بیٹی تھی جو بڑی حسین و جمیل تھی۔ بادشاہ کی بیوی بوڑھی ہو چکی تھی اور وہ چاہتی تھی کہ اپنی جگہ بیٹی کی شادی بادشاہ سے کر دے۔ حضرت یحییٰ اس سے روکتے تھے۔ اس بیوی نے بیٹی کو بناؤ سنگھار سے آراستہ کیا۔ بادشاہ کو شراب پلا کر مست

کردیا اور بیٹی کو اس کے پاس بھیج دیا۔ اسے تاکید کردی کہ جب تک حضرت یحیٰ کا سر تیرے پاس نہ آجائے، اس وقت تک بادشاہ کی کوئی بات نہ ماننا۔ چنانچہ حضرت یحیٰ علیہ السلام کا سر قلم کرایا گیا۔ اس خون میں جوش پیدا ہوا، یہاں تک کہ بخت نصر نے ستر ہزار یہودیوں کا خون بہایا تو حضرت یحیٰ علیہ السلام کے خون کا جوش رکا [طبقات ناصری اردو، ص ۹۲]

اس کے حاشیہ نگار غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

فلسطین کے بادشاہ ہیرودیس اعظم کی وفات پر اس کی سلطنت بیٹوں میں تقسیم ہوگئی تھی۔ ان میں سے ایک بیٹا ہیرودیس اور دوسرا ہیرودیس فلپس تھا۔ ہیرودیس نے جو گلیل [جلیل] کا بادشاہ تھا، اپنے بھائی کی بیوی ہیرودیاس نے اپنے حرم میں داخل کرلی تھی۔ حضرت یحیٰ علیہ السلام نے اس کے خلاف احتجاج کیا اور شادی ناجائز قرار دے دی۔ ہیرودیاس کو اس پر سخت غصہ آیا۔ پہلے حضرت یحیٰ قید کیے گئے پھر ہیرودیاس نے اپنی بیٹی سلوم کو جو فلپس سے تھی، بنا سنوار کر رقص کے لیے ہیرودیس کے پاس بھیج دیا۔ وہ اتنا خوش ہوا کہ کہا: جو چاہتی ہے مانگ لے۔ سلوم نے ماں کے اشارے پر حضرت یحیٰ کا سر مانگا اور ہیرودیس نے سر کٹوا دیا۔ مصنف نے واقعہ ایسے انداز میں لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے صحیح معلومات حاصل نہیں تھیں۔"

اخیر میں بخت نصر کے اس قتل عام کی تردید کرتے ہوئے حاشیہ نگار لکھتے ہیں:

یہ کیوں کر ممکن تھا۔ بخت نصر کا آخری حملہ ۵۹۸ ق م میں ہوا اور یحیٰ علیہ السلام کی شہادت ۲۴؍جون ۲۸ء کا واقعہ بتائی جاتی ہے۔ چھ سو سال سے اوپر کا واقعہ بعد کے واقعے کا نتیجہ کیوں کر بن سکتا ہے [طبقات ناصری اردو، حاشیہ، ص ۹۸]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام حدیث کے مطابق پانچویں اولوالعزم پیغمبر ہیں۔ حضرت کا نسب نامہ یہ ہے:

عیسیٰ بن مریم بنت عمران بن یامان بن اسعار بن الیهود بن اخنس بن صادق بن عارد بن الیاقم بن رزماویل بن اسیل بن استربن بحاهوبن آخر ملول بن سطیئن بن الباقم بن لوهاثوبن منسابن صرفیابن احیار بن لومان بن عمر مابن امضابن بهواس بن اخرماسوبن بوران بن بهوشافاط بن آسابن ابسار بن اخریم بن سلیمٰن بن داؤد بن عوفیل بن اشنائی بن یوعر بن سلمان بن بخسون بن عمسارات بن ارم بن حضرون بن برص بن یهودابن یعقوب بن اسحق بن ابراهیم بن آزر/تارخ بن ناحور بن ساروغ بن ارغوبن قالع/فالغ بن عامر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح بن لمك بن متوشلخ بن ادریس بن یردبن مهلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیهم السلام۔[۱]

آپ ۲۵؍دسمبر بروز بدھ ۳۳ ق م میں اسکندری قبیلے میں بیت المقدس سے آگے گوشۂ ناصرۃ الخلیل میں پیدا ہوئے، اسی وجہ سے آپ کو نصرانی کہتے ہیں۔ آپ مادرزاد پیغمبر تھے۔[۲] حضرت سے پہلے کسی کو بلوغ بلکہ چالیس سال کی عمر سے پہلے پیغمبری عطا نہیں ہوئی۔ جب آپ کی عمر مبارک تیس سال ہوئی تو آپ نے مخلوق کو راہ خدا کی دعوت دینی شروع کی۔ لوگوں نے آپ سے معجزہ طلب کیا تو آپ نے مٹی سے

ایک چمگادڑ بنائی اور اس میں پھونک ماری، اسی وقت وہ پرندہ اڑ گیا۔ سفید داغ کے مریض اور اندھے، جن کے علاج سے اطبا عاجز ہوگئے تھے، چشم زدن میں صحت یاب کردیا۔ لوگوں کی درخواست پر حضرت سام بن نوح کو زندہ فرمایا جنہوں نے آپ کے پیغمبر ہونے کی گواہی دی۔[۳] ان عظیم معجزات کے باوجود لوگوں نے آپ کو جھٹلایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دو سال بیت المقدس میں دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیا۔ جب کوئی بھی ایمان نہ لایا تو آپ مصر روانہ ہوگئے۔ راستے میں شہر گاذران پہنچے۔ وہاں بارہ افراد آپ پر ایمان لائے۔ یہی آپ کے حواریین شمار ہوتے ہیں۔[۴]

....

حواشی

[۱] حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم، جو عمران کی بیٹی تھیں اور عمران، ماثان بن اشم بن ماسون بن یعاقیم بن ولید بن داؤد علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ حضرت مریم کی والدہ کا نام حنہ بنت فاقور تھا۔ [طبقات ناصری، اردو، ص ۹۳]

طبقات ناصری کی یہ روایت مصنف کی روایت نسب سے بہت مختلف ہے۔ البتہ دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ آپ حضرت داؤد علیہ السلام کے خاندان سے ہیں۔ ہوسکتا ہے طبقات ناصری کے مصنف نے اختصار سے کام لیا ہو، ویسے بھی طبقات ناصری رطب و یابس سے محفوظ نہیں۔ ۱۲ ساحل

[۲] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیغمبری گہوارے میں عطا ہوئی اور آپ پر انجیل کا نزول بعثت کے بعد ہوا۔

کتب آسمانی میں چار بڑی کتابیں ہیں۔ ۱۔ توریت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی، ۲۔ انجیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئی۔ ۳۔ زبور داؤد علیہ السلام پر اتری، ۴۔ قرآن حکیم جو ہمارے آقا و مولا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ ان کے علاوہ پچاس صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر، تیس صحیفے حضرت ادریس علیہ السلام پر،

دس صحیفے حضرت آدم علیہ السلام پر اور دس صحیفے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوئے۔ [عامہ کتب تفاسیر و عقائد]

توریت، انجیل اور قرآن کے نزول کے درمیان کتنے فاصلے تھے، اس کے بارے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری تحریر فرماتے ہیں:

انجیل بین یدی القرآن ہے اور ان دونوں کے بیچ چھ سو سال سے زائد کا فاصلہ ہے۔ اور توریت انجیل کے مابین یدیہ ہے۔ ان دونوں کے درمیان تفسیر جمل کی روایت کے مطابق انیس سو پچتر سال کا فاصلہ ہے اور یونہی تورات، قرآن کے بھی بین یدیہ ہے، تو تورات اور قرآن شریف کا فاصلہ لگ بھگ تین ہزار سال ہوا۔ [فتاوی رضویہ، ۲۸/۱۹۳]

[۳] حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چار افراد کو زندہ کیا۔ ایک آپ کا مخلص نیازمند عازر جو تین دن کی مسافت پر تھا۔ آپ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو تین دن بعد پہنچے۔ وہ مر چکا تھا۔ آپ اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور اس کے جی اٹھنے کی دعا کی۔ وہ زندہ ہوگیا۔ مدت تک زندہ رہ کر صاحب اولاد ہوا۔ دوسرا ایک بوڑھیا کا لڑکا جس کا جنازہ آپ کے سامنے سے جارہا تھا۔ تیسری ایک عاشر کی لڑکی اور چوتھے حضرت سام بن نوح جن کی رحلت کو ہزاروں برس ہو چکے تھے۔ لوگوں نے خواہش کی کہ آپ ان کو زندہ کریں۔ آپ ان کی نشاندہی سے قبر پر پہنچے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو سام نے سنا کوئی کہنے والا کہتا ہے: اَجِبْ رُوْحَ اللّٰہِ۔ یہ سنتے ہی وہ مرعوب اور خوف زدہ اٹھ کھڑے ہوئے اور انہیں گمان ہوا کہ قیامت قائم ہوگئی۔ اس ہول سے ان کا آدھا سر سفید ہوگیا پھر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے اور انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ دوبارہ انہیں سکرات موت کی تکلیف نہ ہو۔ بغیر اس کے واپس کیا جائے۔ چنانچہ اسی وقت ان کا انتقال ہوگیا۔ [خزائن العرفان، ص ۹۰]

[۴] قرآن حکیم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین کا تذکرہ متعدد سورتوں میں وارد ہوا ہے۔ دیکھئے سورۂ آل عمران: ۵۲ - المائدۃ: ۱۱۱، ۱۱۲ - الصف: ۱۴۔

حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخلصین کو کہتے ہیں۔ یہ بارہ حضرات تھے جو

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اول ایمان لائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہودیوں نے یہ پڑھ اور سن رکھا تھا کہ آپ ان کے دین کو منسوخ کریں گے۔ جب آپ کا ظہور ہوا تو یہودی آپ کے دشمن ہو گئے اور آپ کی ایذا اور قتل کے درپے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا مکر انہیں پر لوٹ دیا اور جو قتل کرنے آیا تھا اسے حضرت عیسیٰ کی شکل دیدی پھر وہ شبہہ میں مارا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا [آل عمران:۵۵] یاد کرو جب اللہ نے فرمایا: اے عیسیٰ میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا اور تجھے کافروں سے پاک کردوں گا [کنزالایمان]

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا [النساء:۱۵۷-۱۵۸] اور ہے یہ کہ انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی بلکہ ان کے لئے اس کی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا اور وہ جو اس کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں، ضرور اس کی طرف سے شبہہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ انہیں اس کی کچھ بھی خبر نہیں مگر یہی گمان کی پیروی اور بے شک انہوں نے اس کو قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے [کنزالایمان]

حدیث شریف میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عیسیٰ میری امت پر خلیفہ ہو کر نازل ہوں گے۔ صلیب توڑیں گے، خنازیر کو قتل کریں گے، چالیس سال رہیں گے۔ نکاح فرمائیں گے، اولاد ہوگی پھر آپ کا وصال ہوگا۔ وہ امت کیسے ہلاک ہو جس کے اول، میں ہوں اور آخری عیسیٰ اور وسط میں میرے اہل بیت میں سے مہدی۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے منارۂ شرقی پر نازل ہوں گے۔ یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ حجرۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مدفون ہوں گے۔ [خزائن العرفان۔ ص۹۱]

خاتم النبیین

محمد رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ کائنات میں سب سے افضل اور قبیلۂ قریش کے اشراف و رؤساء میں سے اعلیٰ اور نجیب الطرفین ہیں۔ والد ماجد کی جانب سے حضور ﷺ کا نسب نامہ یہ ہے:

محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب بن هاشم بن عبدالمناف بن قصی بن کلاب بن مره بن کعب بن لوی بن غالب بن فهر بن مالك بن نضر بن کنانة بن خزیمة بن مدرکة بن الیاس بن مضر بن نزار بن معدبن عدنان۔ یہاں تک حضور کے نسب نامے میں سیرت، تاریخ اور انساب کے سارے ماہرین کا اتفاق ہے۔ حضرت عدنان سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تک اور حضرت اسمٰعیل سے حضرت آدم علیہم السلام تک بہت اختلاف ہے۔ لیکن سارے اصحاب سیرت و تاریخ اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت اسمٰعیل، حضرت ابراہیم، حضرت نوح،

حضرت شیث علیہم السلام حضور ﷺ کے اجداد کرام میں آتے ہیں۔ والدہ ماجدہ کی جانب سے حضور کا نسب نامہ یہ ہے:

محمد بن آمنة بنت وهب بن عبدمناف بن زهره بن کلاب الخ۔

صلی الله تعالیٰ علیه واله واصحابه وسلم۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی بے شمار ہیں۔ [۱] ان میں سے ننانوے نام خاصے مشہور ہیں۔ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ کا نام نامی توریت میں احمد، ضحوک اور قتال ہے اور انجیل میں حامد اور ایک روایت کے مطابق فارقلیطا ہے۔ اور آسمان میں آپ کا اسم گرامی احمد اور محمود ہے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے سلسلے میں سبھی علما اور اصحاب سیرت کا اتفاق ہے کہ صبح صادق نمودار ہونے کے بعد اور طلوع آفتاب سے پہلے ہوئی۔ دوشنبہ کا دن تھا۔ لیکن سال، مہینہ اور تاریخ کے تعین میں اختلاف ہے۔ عام سیرت نگار اور مورخین کا موقف یہ ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واقعہ فیل کے پچپیس دن یا چالیس دن بعد رونق آرائے بزم کائنات ہوئے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضور کی ولادت مبارکہ اور واقعہ فیل دونوں ایک دن واقع ہوئے۔ ایک ضعیف روایت یہ ہے کہ حضور کی ولادت مبارکہ واقعۂ فیل کے تیس سال بعد ہوئی اور طبقہ کا گمان یہ ہے کہ واقعۂ فیل کے چالیس سال بعد ولادت مبارکہ ہوئی۔ قول اول صحیح ہے۔

مہینے کے سلسلے میں جمہور علما کا قول یہ ہے کہ سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ ربیع الاول کے مہینے میں ہوئی۔ ایک طبقے کا یہ خیال ہے کہ رمضان المبارک میں ہوئی۔ مشہور قول یہ ہے کہ ۱۲؍ربیع الاول کو ہوئی۔ ۲؍ربیع الاول اور ۸؍ربیع الاول کی روایات بھی آئی ہیں۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ ماہ ربیع الاول کا پہلا دوشنبہ جس تاریخ کو پڑا تھا، اسی تاریخ کو ولادت مبارکہ ہوئی۔ کہتے ہیں کہ حضور نوشیرواں کے عہد میں پیدا ہوئے جب کہ نوشیرواں کو حکومت کرتے ہوئے بیالیس سال گذر چکے تھے۔ صاحب جامع الاصول کے بیان کے مطابق حضور

کی ولادت مبارکہ کے وقت اسکندر رومی کی وفات کو آٹھ سو بہتر ۸۷۲؍سال گذر چکے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے لے کر حضور کی ولادت مبارکہ تک چھ سو سال کا عرصہ بیت چکا تھا۔ [۲]

نزول وحی کی ابتدا: اکثر محدثین کرام اور اصحاب سیرت کے قول کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نزول وحی کا سلسلہ ۳؍یا ۸؍ربیع الاول دوشنبہ کو شروع ہوا۔ حضور کی عمر مبارک اس وقت اکتالیس سال تھی۔ لیکن بیشتر ائمہ سیرت و تاریخ کے نزدیک وحی کے نزول کی ابتدا رمضان المبارک میں ہوئی۔ بعض متاخر محدثین فرماتے ہیں کہ حضور پر خواب میں نزول وحی کا سلسلہ رمضان میں شروع ہوا اور عالم بیداری میں ربیع الاول شریف میں شروع ہوا۔

معجزات: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بے شمار معجزات صادر ہوئے جیسے قرآن حکیم کا نزول، چاند کا شق ہونا، اہل یمامہ کے نوزائیدہ بچے کا گفتگو کرنا، ہرنی کا آپ سے ہمکلام ہونا، سوسمار کا آپ کی نبوت کی گواہی دینا، سنگریزوں کا حضور کے دست مبارک میں تسبیح پڑھنا، حضور کی بارگاہ میں کھجور کے درخت اور شاخ کا چل کر حاضر ہونا، سرکار کی طلب پر پتھر کا پانی کے اوپر رواں ہونا، آپ کے دست مبارک سے مس ہوئی چیزوں پر آگ کا اثر نہ کرنا، آپ کی مقدس انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا، اونٹ کی کوہان سے کھجور کا درخت اگنا اور فوراً پھل دینا، زہر آلود بھنی ہوئی بکری کا کلام کرنا وغیرہ۔ کہتے ہیں کہ آپ کے معجزات کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہے۔ محققین کا ایک گروہ کہتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تین ہزار معجزات ظہور میں آئے۔ آپ کے سوا کسی پیغمبر سے اس کثرت کے ساتھ معجزات صادر نہ ہوئے۔

معجزۂ معراج اکثر علما کے نزدیک نبوت کے بارہویں سال ماہ ربیع الاول میں رونما ہوا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ نبوت کے گیارہویں سال شوال المکرم میں حضور کو معراج عطا ہوئی۔ ایک قول یہ ہے ۲۷؍رجب کو معراج مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا ہوئی۔

یہی قول مشہور ہے۔ ایک روایت ہے کہ ۲۸؍ربیع الآخر کو ہوئی۔ بعض کے نزدیک ۱۷؍رمضان المبارک بعثت کے بارہویں سال ہوئی۔ ایک طبقہ اس کا قائل ہے کہ بعثت کے پانچویں سال ہوئی۔ کہتے ہیں کہ جس رات معراج ہوئی وہ دوشنبہ کی شب تھی۔[۳]

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ ۲۷؍صفر کی شب یا ربیع الاول کی چاند رات میں ہجرت فرمائی۔ بعثت کا تیرہواں یا چودھواں سال تھا۔ اکثر مورخین سیرت اس بات کے قائل ہیں کہ حضور دوشنبہ کو مکہ معظمہ سے باہر تشریف لے گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ جمعرات تھی۔ اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ حضور کا غار ثور سے نکل کر مدینہ منورہ کی جانب رخ کرنا دوشنبہ کو ہوا تھا۔ واللہ اعلم۔ البتہ اس پر سارے اصحاب سیرت کا اتفاق ہے کہ جس دن حضور مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تھے، وہ دوشنبہ کا دن تھا اور ربیع الاول کا مہینہ۔ تاریخ میں اختلاف ہے۔ بعض یکم ربیع الاول کہتے ہیں، بعض ۲؍ربیع الاول اور بعض ۱۲؍ربیع الاول اور بعض ۱۳؍ربیع الاول کہتے ہیں۔[۴]

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحلت کے بارے میں جمہور ارباب سیرت کا قول یہ ہے کہ چاشت کا وقت تھا، پیر کا دن، ربیع الاول کی بارہ تاریخ اور ہجرت کا گیارہواں سال جب حضور نے اس جہان فانی کو الوداع کہا۔ بعض لوگوں کے نزدیک ربیع الاول کی دوسری تاریخ تھی، بدھ کی رات اور آدھی رات یا سحر کا وقت تھا۔ ایک قول کے مطابق صفر کی ۲۸؍تاریخ تھی۔ شیعوں کے نزدیک یہی تاریخ معتبر ہے۔ بعض کے نزدیک منگل کا دن تھا۔ رحلت کا واقعہ مدینہ منورہ کے اندر حجرۂ عائشہ میں پیش آیا۔ جس حجرۂ عائشہ میں آپ کی رحلت ہوئی، وہیں تدفین عمل میں آئی۔ اس دن حضور کی عمر شریف ترسٹھ سال اور ایک روایت کے مطابق پینسٹھ سال تھی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضور کی عمر ساٹھ سال یا باسٹھ سال چھ مہینے تھی۔ بعض علما نے سارے اقوال کی توجیہ پیش کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ پہلے قول کی بنیاد یہ ہے کہ ان لوگوں نے سال ولادت ووفات کو شمار نہیں کیا ہے۔[اس لئے کہتے ہیں کہ حضور کی عمر

شریف ۶۳؍سال ہے] دوسرے قول کی بنیاد یہ ہے کہ انہوں نے سال ولادت ووفات کو بھی شمار کیا ہے[اسی لئے ان کے نزدیک عمر مبارک ۶۵؍سال ہے] جو لوگ عمر شریف ساٹھ سال کہتے ہیں انہوں نے دہائیوں کے علاوہ سال شمار نہیں کیے۔ چوتھے قول کی بنیاد وہ حدیث ہے کہ پیغمبر کی عمر اپنے سے پیش رو پیغمبر کی نصف ہوتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو پینسٹھ سال تھی[اس لئے حضور کی عمر شریف ۶۲؍سال چھ مہینے ہوگی] لیکن یہ حدیث ضعف سے خالی نہیں ہے۔[۵]

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج تیرہ تھیں۔ پہلا عقد حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہمراہ ہوا۔ آپ کاشانۂ رسول میں چوبیس سال رہیں۔ آپ کی عمر مبارک ۶۵؍سال تھی۔ جب تک آپ حیات رہیں، حضور نے کسی اور سے عقد نہ فرمایا۔ دوسری اہلیہ حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ، تیسری حضرت سودہ بنت زمعہ، چوتھی حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ حضرت عائشہ سے آپ نے مکہ معظمہ میں عقد فرمایا۔ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تب رخصتی ہوئی۔ پانچویں اہلیہ حضرت حفصہ بنت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ چھٹی حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان، ساتویں حضرت زینب بنت خزیمہ۔ آٹھویں حضرت میمونہ بنت حارث، نویں حضرت زینب بنت جحش۔ دسویں حضرت صفیہ بنت حی بن اخطب۔ یہ جنگ خیبر میں قید ہوئیں، انہیں حضرت علی، حضور کی خدمت میں لے کر آئے۔ گیارہویں اہلیہ ام شریک ہیں جنہوں نے خود سے اپنے آپ کو حضور کی نذر کردیا۔ بارہویں جویریہ بنت حارث یعنی ماریہ قبطیہ۔ آپ کنیز تھیں۔ حضور نے آپ کو خرید کر آزاد فرمایا اور پھر اپنے عقد میں لے آئے۔ تیرہویں اہلیہ امامہ بنت نعمان ہیں اور ایک روایت کے مطابق ان کا اسم گرامی اسماء بنت نعمان ہے۔ سرکار نے آپ کو خلوت میں آنے سے پہلے ہی نکاح کے بندھن سے آزاد فرمادیا۔ حضرت خدیجہ اور زینب بنت خزیمہ کا وصال حضور کی حیات مبارکہ میں ہی ہوگیا۔ جب حضور کا وصال ہوا تو اور بھی ازواج مطہرات حیات تھیں۔[۶]

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پانچ شاہزادے:- ۱- حضرت قاسم، ۲- حضرت عبداللہ، ۳- حضرت طاہر، ۴- حضرت طیب، ۵- حضرت ابراہیم۔ اور پانچ شاہزادیاں:- ۱- حضرت فاطمہ، ۲- حضرت زینب، ۳- حضرت امامہ، ۴- حضرت رقیہ، ۵- حضرت ام کلثوم تھیں۔ حضور کی ساری اولادیں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بطن مبارک سے تھیں۔ صرف حضرت ابراہیم، حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن اقدس سے تھے۔ ایک روایت یہ ہے کہ حضرت ماریہ قبطیہ کو قیصر روم نے بطور تحفہ حضور کی خدمت میں بھیجا تھا۔ حضور کی نسل صرف فاطمہ زہراء خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رواں ہوئی جو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی اہلیہ تھیں۔[۷]

....

حواشی

[۱] حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عموماً ننانوے نام ذکر کیے جاتے ہیں۔ دلائل الخیرات شریف میں دو سو ایک اسمائے مبارکہ ملتے ہیں۔ جواہر البحار میں علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی قدس سرہٗ نے آٹھ سو سے زائد اسمائے گرامی بیان کئے ہیں۔ مرآۃ شرح مشکوٰۃ میں حضور کے ایک ہزار مقدس اسما ذکر ہوئے اور عاشق ماہ رسالت امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ نے چودہ سو اسمائے مقدسہ بیان فرمائے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"اللہ عزوجل کے ناموں کا شمار نہیں کہ اس کی شانیں غیر محدود ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسمائے پاک بھی بکثرت ہیں کہ اسماء، مسمّٰی سے ناشی ہیں۔ آٹھ سو سے زائد مواہب وشرح مواہب[۳/۱۱۴-۱۵۱] میں ہیں اور فقیر نے تقریباً چودہ سو پائے، اور حصر ناممکن۔" [فتاویٰ رضویہ جدید، ۲۸/۳۶۴]

[۲] رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارک کے سلسلے میں سال، مہینہ، دن اور تاریخ ہر ایک کے بارے میں متعدد روایات ہیں۔ لیکن معتمد، مقبول اور جمہور

کا موقف یہی ہے کہ حضور کی ولادت واقعۂ فیل کے سال ہوئی۔ خود حدیث پاک میں ہے: وُلِدتُ عَامَ الفِیلِ۔ میں واقعۂ فیل کے سال پیدا ہوا۔ مہینہ ربیع الاول کا تھا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ فرماتے ہیں:

"کیا مہینہ تھا؟ رجب، صفر، ربیع الآخر، محرم، رمضان سب کچھ کہا گیا اور صحیح ومشہور وقول جمہور ربیع الاول ہے۔" [نطق الہلال بارخ ولاد الحبیب والوصال مشمولہ فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲/۲۵] ولادت مبارکہ کے دن کے بارے میں قریب قریب اتفاق ہے کہ پیر کا دن تھا۔ خود ارشاد رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے: ذلک یوم ولدت فیہ میں اسی دن پیدا ہوا۔ رواہ مسلم عن ابی قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

تاریخ ولادت کے بارے میں متعدد روایات ہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"سائل نے یہاں تاریخ سے سوال نہ کیا؟ اس میں اقوال بہت مختلف ہیں۔ دو، آٹھ، دس، بارہ، سترہ، اٹھارہ، بائیس، سات قول ہیں مگر اشہر واکثر وماخوذ ومعتبر بارہویں ہے۔ مکہ معظمہ میں ہمیشہ اسی تاریخ میں مکان مولد اقدس کی زیارت کرتے ہیں کمافی المواھب والمدارج" [فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲/۲۶]

بارہ تاریخ کی تائید میں سیدنا جابر بن عبداللہ، سیدنا عبداللہ بن عباس صحابیان رسول اور سید التابعین حضرت سعید بن میسب اور امام المغازی حضرت محمد بن اسحاق کی روایات پیش نظر ہیں۔ حضرت امام ابن ابی شیبہ اپنے مُصَنَّف میں فرماتے ہیں:

عن عثمان عن سعید بن میناء عن جابر وابن عباس انہما قالا: ولد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عام الفیل یوم الاثنین الثانی عشر من شہر ربیع الاول وفیہ بعث وفیہ عرج بہ الی السماء وفیہ ہاجر وفیہ مات[الدر المنظم]

حضرت جابر اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واقعۂ فیل کے سال، پیر کے دن ۱۲؍ربیع الاول شریف کو دنیا میں تشریف لائے اور اسی دن آپ کو نبوت کی ذمہ داری عطا کی گئی، آپ معراج میں آسمانوں پر تشریف

لے گئے، ہجرت فرمائی اور وصال حق سے سرشار ہوئے۔

تاریخ ولادت مبارکہ کے ذیل میں ۸/۱۰/۱۱ اور ۱۲ کی جانب اصحاب تحقیق نے توجہ کی ہے لیکن بارہ کو ہی اختیار کرنے کی ایک معقول وجہ مشہور مصری فاضل علامہ زاہد الکوثری نے بیان فرمائی ہے۔ آپ رقم طراز ہیں:

[ترجمہ] اسلامی ملکوں میں یہی رواج ہے کہ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جشن ربیع الاول شریف کی بارہویں شب میں مناتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بھی محققین کے نزدیک تاریخ ولادت مبارکہ بارہ سے آگے نہیں بڑھی۔ اسی لئے آپ کی ولادت مبارکہ کا جشن اسی رات میں مناتے ہیں جس کے بعد سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے سلسلے میں کوئی قابل لحاظ اختلاف باقی نہیں رہ جاتا۔

[مقالات الکوثری۔ ص ۴۱۴]

تفصیل کے لئے دیکھئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ کا رسالہ "نطق الہلال بارخ ولاد الحبیب والوصال"، شیخ الدلائل حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث الہ آبادی مہاجر مدنی قدس سرہ کا رسالہ "الدر المنظم فی مولد النبی الاعظم" اور احقر کا تفصیلی مقالہ: تاریخ ولادت نبوی ﷺ۔ ۱۲ ساحل

[۳] صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ خزائن العرفان فی تفسیر القرآن سورۂ بنی اسرائیل کی ابتدائی آیات کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

معراج شریف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک جلیل معجزہ اور اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اور اس سے حضور کا وہ کمال قرب ظاہر ہوتا ہے جو مخلوق الٰہی میں آپ کے سوا کسی کو میسر نہیں۔ نبوت کے بارہویں سال سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معراج سے نوازے گئے۔ مہینہ میں اختلاف ہے مگر اشہر یہ ہے کہ ستائیسویں رجب کو معراج ہوئی۔ مکہ مکرمہ سے حضور پرنور کا بیت المقدس تک شب کے چھوٹے حصے میں تشریف لے جانا نص قرآنی سے ثابت ہے۔ اس کا منکر کافر ہے اور آسمانوں کی سیر اور منازل قرب میں پہنچنا احادیث صحیحہ معتمدہ مشہورہ سے ثابت ہے جو حد تواتر کے قریب پہنچ گئی ہیں۔ اس کا منکر گمراہ ہے۔ معراج شریف بحالت بیداری جسم و روح دونوں کے ساتھ واقع ہوئی۔ یہی جمہور اہل

اسلام کا عقیدہ ہے اور اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کثیر جماعتیں اور حضور کے اجلّہ اصحاب اسی کے معتقد ہیں۔ نصوص آیات و احادیث سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے۔ [خزائن العرفان برحاشیہ کنز الایمان، ص ۳۵۱]

معجزۂ معراج کے بارے میں کثیر اور مختلف روایات ہیں۔ قبل بعثت ہوئی یا بعد بعثت، ہجرت سے کتنے مہینہ یا سال پہلے ہوئی۔ مہینہ کون سا تھا۔ ربیع الاول، ربیع الآخر، رجب، شوال، رمضان سبھی منقول ہیں۔ تاریخ کون سی تھی، ۱۷ ریا ۲۷ ربیع الاول، ۲۷ ربیع الآخر، ۲۷ رجب یا ۲۷ رمضان۔ سبھی روایات ہیں۔ دن کون سا تھا، دوشنبہ یا جمعہ۔ لیکن ان سب روایات کے درمیان راجح اور مختار یہ ہے کہ معراج نبوی بعثت کے بعد ہجرت سے پہلے بارہویں سال نبوت میں ۲۷ رجب کو دوشنبہ کی رات میں بیداری کی حالت میں جسم اور روح کے ساتھ ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد حرام سے بیت المقدس تک اور بیت المقدس سے ساتوں آسمانوں سے گذرتے ہوئے ملاء اعلیٰ تک پھر رب تبارک وتعالیٰ نے جہاں تک چاہا وہاں تک تشریف لے گئے، دیدار الٰہی سے سرفراز ہوئے۔ نماز کا مقدس تحفہ لے کر اپنی امت کے درمیان ازراہ کرم نوازی واپس تشریف لائے۔

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لیے تھے
تبارک اللہ شان تیری، تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں وہ جوش لن ترانی، کہیں تقاضے وصال کے تھے

[رضا بریلوی]

وہ خدا کے نور کو دیکھ کر بھی زمین والوں میں آگئے
سر عرش جانا کمال تھا کہ وہاں سے آنا کمال ہے

[اشرف مارہروی]

[۴] حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ مدارج النبوۃ میں رقم طراز ہیں:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے صفر کی ستائیسویں شب کو بہ نیت ہجرت نکلے تھے۔ تین دن غار میں رہے۔ پہلی ربیع الاول کو غار سے نکلے اور دوشنبہ بارہ ربیع

الاول کو قبا پہنچے [مدارج النبوۃ۔ ۲/۸۹] شیخ محقق کے اس بیان کے مطابق ۲۷ صفر پیر کی شب میں حضور ہجرت کے لیے روانہ ہوئے۔ پیر، منگل، بدھ تین دن غار میں قیام پذیر رہے۔ صفر کا مہینہ انتیس کا تھا، اس لیے یکم ربیع الاول جمعرات کو غار سے نکل کر مدینہ طیبہ کو روانہ ہوئے اور ۱۲ ربیع الاول پیر کے دن مضافات مدینہ کے موضع قبا میں جلوہ افروز ہوئے اور مسجد قبا کی بنیاد رکھی۔ ۱۲ ساحل

[۵] ولادت مبارکہ کی طرح حضور کی رحلت کی تاریخ کے بارے میں بھی مختلف روایات ہیں۔ پیر کا دن ہونا متفق علیہ ہے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:

قول مشہور و معتمد جمہور دوازدہم ربیع الاول شریف ہے۔ ابن سعد نے طبقات میں بطریق عمر بن خطاب و علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات شریف روز دوشنبہ بارہویں تاریخ ربیع الاول شریف کو ہوئی .... اور تحقیق یہ ہے کہ حقیقتاً بحسب رویت مکہ معظمہ ربیع الاول شریف کی تیرہویں تھی۔ مدینہ طیبہ میں رویت نہ ہوئی، لہٰذا اُن کے حساب سے بارہویں ٹھہری، وہی رُواۃ نے اپنے حساب کے بنا پر روایت کی اور مشہور و مقبول جمہور ہوئی۔ یہ حاصل تحقیق امام ماوردی و امام عماد الدین بن کثیر و امام بدر الدین بن جماعہ وغیرہم اکابر محدثین و محققین ہے۔ اس کے سوا دو قول: ایک یکم ربیع الاول شریف ...... دوسرا دوم ربیع الاول شریف کہ دو رافضیان کذاب ابومخنف و کلبی کا قول ہے۔ یہ دونوں اقوال محض باطل و نامعتبر بلکہ سراسر محال و نامتصور ہیں۔ [فتاویٰ رضویہ۔ قدیم۔ ۱۲/۲۷۔۲۸۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: نطق الہلال بارخ ولاد الحبیب والوصال]

حضرت پیر کرم شاہ ازہری علیہ الرحمہ ضیاء النبی میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات سوموار کے دن ہوئی اور تدفین بدھ کی رات ہوئی۔ متقدمین اور متاخرین علمائے امت نے اسی قول کی تائید کی ہے۔ ان میں سے حضرت امام جعفر صادق، ابن اسحاق، موسیٰ بن عقبہ اور سلیمان بن طرخان تیمی کے اسمائے گرامی زیادہ مشہور و معروف ہیں۔

عمر شریف کے بارے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک وصال کے وقت تریسٹھ سال تھی۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نے بعثت کے بعد تیرہ سال مکہ مکرمہ میں اور دس سال مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا اور تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اگرچہ عمر شریف کے بارے میں اور اقوال بھی ہیں لیکن صحابۂ کرام کی کثیر تعداد نے حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہوئے عمر شریف تریسٹھ سال بتائی ہے۔ یہی زیادہ صحیح، اوثق اور اکثر راویوں کی روایت ہے۔ [ضیاء النبی۔ ۴/۸۱۹۔ اور۔ ۸۴۲]

[۶] حضرت خدیجہ الکبریٰ۔ حضرت سودہ، حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت زینب بنت خزیمہ، حضرت ام سلمیٰ، حضرت زینب بنت جحش، حضرت جویریہ، حضرت ام حبیبہ، حضرت صفیہ، حضرت میمونہ، یہ گیارہ امہات المومنین ہیں جن کے نکاح وغیرہ میں کسی طرح کا اختلاف نہیں۔ ان میں حضرت خدیجہ، الکبریٰ اور حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں وفات پائی۔ ان کے علاوہ امہات المومنین حضور کے وصال کے بعد بھی حیات رہیں۔ باقی خواتین وہ ہیں جن میں بعض سے نکاح ہوا مگر زفاف کی نوبت نہ آئی اور طلاق واقع ہوئی اور بعض نے حضور سے نکاح کی درخواست کی لیکن نکاح نہ ہو پایا۔ حضرت ماریہ، حضرت ریحانہ، حضرت جمیلہ اور حضرت زینب آپ کی کنیز تھیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہن [مسالک السالکین، ۱/۳۳۔۳۷]

[۷] حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاف کرام کی تعداد میں اختلاف ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ تین شاہزادے حضرت قاسم، حضرت عبداللہ، حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور چار شاہزادیاں حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہن تھیں [مسالک السالکین۔ ۱/۳۷]

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کی کنیت ابوالحسن اور ابوتراب تھی اور لقب مرتضیٰ اور اسد اللہ تھا۔ اسم گرامی علی تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے:

حضرت علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔ حضرت کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہیں۔

حضرت علی مرتضیٰ کی ولادت مبارکہ مکہ معظمہ میں کاشانۂ اقدس میں واقعۂ فیل کے تیس سال بعد ۱۳؍رجب بروز جمعہ ہوئی۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ آپ کی ولادت مبارکہ خانۂ کعبہ میں ہوئی۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ کے اعلان نبوت کے وقت آپ کی عمر مبارک گیارہ یا تیرہ سال تھی۔ بچوں میں سب سے پہلے آپ ایمان لائے۔ ۳۵ یا ۳۶ ہجری میں خلیفۂ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد مسند خلافت کو رونق بخشی۔ آپ کی مدت خلافت پانچ سال تین مہینہ یا چار سال نو مہینے تھی۔ ایک روایت یہ ہے کہ چار سال آٹھ مہینے نو دن تھی۔ حضرت کی شہادت پیر کی شب ۲۱؍رمضان المبارک ۴۰ھ میں ہوئی۔ ایک روایت کے مطابق ۱۷؍رمضان المبارک بروز جمعہ ۴۰ھ میں ہوئی۔ بعض ۲۳؍رمضان کہتے ہیں۔ آپ کی عمر شریف ۶۳ یا ۶۵ سال تھی۔ آپ کی انگوٹھی پر "امیر الملک للہ" کندہ تھا۔ کہتے ہیں کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت علی مرتضیٰ کی خاطر دو بار آفتاب کو مغرب سے لوٹایا۔ ایک مرتبہ حضور کی حیات مبارکہ میں، دوسری مرتبہ حضور کے وصال کے بعد۔ حضرت کی قبر اطہر نجف اشرف میں ہے۔

شواہد النبوۃ میں مذکور ہے کہ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادگان حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو وصیت کر رکھی تھی کہ جب میری وفات ہو جائے تو مجھے چارپائی پر رکھ کر شہر سے باہر لے جائیں اور مغرب کی سمت اس جگہ پہنچا دیں جسے اب نجف اشرف کہتے ہیں۔ وہاں ایک سفید پتھر ملے گا، وہیں مجھے دفن کر دیں۔ حضرت میر سید علی ہمدانی فرماتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ کی قبر اطہر بلخ میں اس جگہ موجود ہے جسے آستانۂ امیر کہتے ہیں۔ آپ نے اس سلسلے میں باضابطہ دلیلیں بھی پیش کی ہیں کہ حضرت کی قبر اطہر بلخ میں ہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں ارشاد فرمایا: تمہیں مجھ سے وہی نسبت حاصل ہے جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ علیہم السلام کے ساتھ حاصل تھی۔ ہاں! میرے بعد کوئی نبی نہیں [مشکوٰۃ ص، ۵۶۳][یعنی تم میرے دست و بازو ہو جیسے حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے بعد نبوت سے سرفراز تھے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ حضرت ہارون، حضرت موسیٰ کے بعد نبوت سے سرفراز ہوئے اور میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔]

سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غدیر خم کے دن ارشاد فرمایا: میں جس کا مولیٰ ہوں، علی بھی اس کے مولیٰ ہیں۔ اے اللہ! جو علی سے محبت رکھے، اس سے تو محبت فرما اور جو اس سے دشمنی رکھے، اسے تو مبغوض رکھ [صواعق محرقہ، ترمذی شریف، ۱۲۳/۲]

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارہ ائمہ کے سارے سلسلے آپ پر منتہی ہوتے ہیں۔

امیر المومنین مولیٰ المسلمین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بتیس اولادیں تھیں۔ بیس صاحبزادے اور بارہ صاحبزادیاں۔ حضرت امام حسن، امام حسین، امام محسن، حضرت محمد، حضرت عباس، اکبر، ابوبکر، عمر اوسط، محمد اوسط، محمد اصغر، عثمان اکبر، عون، یحییٰ، عمر اصغر، صالح، عبداللہ، عباس اصغر، عثمان اصغر، جعفر اکبر، جعفر اصغر

صاحبزادگان میں شمار ہوتے ہیں اور زینب کبریٰ، زینب صغریٰ، رقیہ، ام الحسن، نفیسہ، رقیہ صغریٰ، ام ہانی، ام الکرام، جمانہ، ام سلمہ، میمونہ، خدیجہ صاحبزادیاں ہیں۔ [۱]

حضرت فاطمہ زہراء بنت خدیجۃ الکبریٰ سے حضرت امام حسن، امام حسین، امام محسن، زینب کبریٰ، زینب صغریٰ تولد ہوئیں۔ خولہ بنت جعفر حنفیہ سے حضرت محمد پیدا ہوئے۔ عمر اور رقیہ، صہبا/ام حبیبہ بنت ربیعہ ثعلبیہ کے بطن سے جڑواں پیدا ہوئے۔ حضرت عباس، جعفر، عثمان اور عبداللہ، ام بنین بنت حرام کلابیہ سے تولد ہوئے۔ یہ چاروں حضرت امام عالی مقام حسین شہید کربلا کے ساتھ میدان کربلا میں شہید ہوئے۔ محمد اصغر اور عباس اصغر، لیلیٰ بنت مسعود دارمی کے بطن سے تھے۔
حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کی نسل پانچ صاحبزادگان سے جاری ہے: ۱-ابومحمد امام حسن مجتبیٰ، ۲-ابو عبداللہ امام حسین شہید کربلا، ۳-ابوالقاسم محمد شجاع بن حنفیہ، ۴-ابوالمقیم عمر، ۵-ابوالفضل عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

....

حواشی

[۱] مسالک السالکین میں ہے:

آپ کی بی بیوں کی تعداد تو ۹ ہے اور علاوہ ان کے چند سراری تھیں۔ اور صاحبزادے پندرہ تھے: حسن حسین، محسن، محمد اکبر، محمد اوسط، محمد اصغر، عباس، عثمان، جعفر، عبداللہ، عبداللہ ثانی، ابوبکر، عمر، یحییٰ، عون۔ اور صاحبزادیاں سترہ تھیں: ام کلثوم، کبریٰ، زینب، رقیہ کبریٰ، رقیہ صغریٰ، ام الحسن، رملہ کبریٰ، رملہ صغریٰ، ام ہانی، ام کلثوم صغریٰ، میمونہ، فاطمہ، خدیجہ، ام الخیر، ام سلمہ، ام جعفر، جمانہ، نفیسہ...... آپ کے صاحبزادوں سے صرف پانچ کی نسل باقی رہی: حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت عباس، حضرت محمد بن حنفیہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور صاحبزادیوں سے صرف ایک صاحبزادی زینب بنت فاطمہ کی نسل موجود ہے جن کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہوا تھا۔ [۱۸۲/۱]

امیر المومنین امام ابومحمد حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام ابومحمد حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب تقی اور سید ہے، اسم گرامی حسن بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہے۔ یہ بارہ ائمہ سادات میں سے دوسرے امام ہیں۔ آپ کی ولادت مبارکہ رمضان المبارک ۳ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ کا اسم گرامی جنت کے ریشمی ٹکڑے پر لکھ کر حضرت جبرئیل امین بطور تحفہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ بیان کرتے ہیں کہ آپ سر سے لے کر سینہ تک حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بے حد مشابہ تھے۔

آپ کی عمر شریف ۴۸ سال تھی اور مدت خلافت دس یا چھ مہینے۔ حضرت کا وصال مبارک ۱۱؍ربیع الاول ۵۰ھ میں ہوا۔ [۱] مشہور یہی ہے کہ آپ کو جعدہ بنت اشعث نامی عورت نے زہر دیا تھا۔ آپ کا مزار مبارک جنت البقیع میں ہے۔ حضرت امام حسن مجتبیٰ کی سولہ اولاد تھی۔ نو۹ شاہزادے اور سات شاہزادیاں۔ صاحبزادگان یہ ہیں:

۱-حسن مثنیٰ، ۲-زید، ۳-عمر، ۴-قاسم، ۵-عبداللہ، ۶-عبدالرحمن، ۷-حسین الاثرم، ۸-طلحہ، ۹-ابوبکر۔ حضرت کی نسل چار صاحبزادگان سے باقی رہی: حسن مثنیٰ، زید، عمر اور حسین الاثرم۔ [۲]

حسن مثنیٰ کے پانچ صاحبزادے تھے: ۱-ابراہیم، ۲-حسن مثلث، ۳-داؤد، ۴-جعفر، ۵-عبداللہ المحض۔ ابراہیم المعمر کی اولادیں بہت کثیر تھیں۔ یمن کے بادشاہ حضرت کے فرزندوں میں سے رہے ہیں۔ چنانچہ ایک سو تیس سال تک آپ کی اولادیں یمن میں حکمراں رہیں اور ان کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری رہا۔ حسن طلیح بن

اسمٰعیل دیباج آپ ہی کی نسل سے ہیں۔ حسن مثلث بن حسن مثنیٰ کی اولاد بھی کثیر تھی۔ اب تک آپ کی نسل مصر اور شام کے اطراف میں موجود ہے۔ داؤد بن حسن مثنیٰ کے فرزند عراق میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔ جعفر بن حسن مثنیٰ بھی کثیر الاولاد ہیں۔ نقبائے بصرہ آپ ہی کی نسل سے ہیں۔

حضرت عبداللہ المحض کے چھ صاحبزادے ہیں: ۱-موسیٰ الجون، ۲-سلیمان، ۳-محمد، ۴-ابراہیم، ۵-یحییٰ، ۶-ادریس۔ ادریس بن عبداللہ المحض ہارون رشید کے عہد میں جزائر مغرب میں حکمراں تھے۔ آپ کی اولادیں جابلقا اور اندلس کے بادشاہ گذرے ہیں۔ انہیں میں ادریس بن عسکری، یحییٰ بن ناصر الدین رابطیہ کے امیر الامراء اور علی بن جمود بن میمون بن احمد بن عبداللہ بن عمر بن ادریس بن عبداللہ المحض جابلقا کے بادشاہ تھے۔ ملک معود بن ابراہیم بن محمد بن ابوالقاسم بن ادریس اس بصرہ کے بادشاہ تھے جو جزائر مغرب میں واقع ہے۔ ہشام بن عبدالملک نے آپ کو دس ہزار دینار خلعت شاہانہ کے ساتھ عطا کئے تھے۔ یحییٰ بن عبداللہ المحض دیلم کے حاکم تھے۔ ہارون رشید کی قید میں وفات پائی۔ ابھی بھی آپ کی نسل مدینہ اور مغرب میں موجود ہے۔ حضرت ابراہیم بن عبداللہ المحض جنہیں محمد نفس زکیہ بھی کہتے ہیں، وہ بھی اپنے وقت کے زیدی امام تھے۔ مدینہ منورہ میں شہید ہوئے۔ اب بھی آپ کی نسل عراق اور خراسان میں موجود ہے۔ حضرت سلیمان بن عبداللہ المحض کے ایک صاحبزادے ابراہیم دیار بریز/پیریز کے بادشاہ تھے۔ آپ کی نسل کے افراد وہیں مقیم ہیں۔ حضرت موسیٰ الجون بن عبداللہ المحض کے دو صاحبزادے تھے: ۱-عبداللہ ثانی، ۲-حضرت ابراہیم۔ حضرت ابراہیم کے ایک صاحبزادے تھے حضرت ابو یوسف جو اپنے وقت میں بصرہ اور عراق کے مضافات میں امیر اور قائد تھے۔ آپ کے صاحبزادگان وہیں موجود ہیں۔ عبداللہ بن یوسف موسیٰ کے ایک صاحبزادے موسیٰ ثانی تھے۔ موسیٰ ثانی کے تین صاحبزادے تھے: حسین، عبداللہ اور داؤد۔ حسین کے ایک صاحبزادے سید شاہ محمد تھے۔ سید محمد کے ایک صاحبزادے سید یحییٰ زاہد تھے۔ سید

زاہد کے ایک صاحبزادے سید عبداللہ تھے جن کے صاحبزادے سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوست تھے۔ آپ کو جنگی اس لئے کہتے ہیں کہ آپ ہمیشہ اپنے نفس کے ساتھ جنگ کیا کرتے تھے۔ آپ کے ایک صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں۔ آپ کے صاحبزادے ہیں: سیدنا غوث الثقلین شاہ محی الدین سید عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سرکار غوث پاک کی کنیت ابو محمد ہے اور لقب بادشاہ مشائخ طریقت، امام ائمہ شریعت اور محبوب ربانی ہے۔

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ: سرکار غوث اعظم کی کنیت ابو محمد ہے اور اس پیر ہر زماں، سرور عارفاں، یگانۂ زاہداں، فخر بندگان قطب ربانی، غوث صمدانی کا اسم شریف سید عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ حضرت کی نسبت سے ہی کہا جاتا ہے کہ حضرت سید عبداللہ المحض کی والدہ ماجدہ، سیدنا امام عالی مقام حسین شہید کربلا کے خاندان سے ہیں[۳]

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت مبارکہ یکم رمضان المبارک ۴۷۰ھ یا ۴۷۱ھ کو جیلان میں ہوئی۔ آپ نحیف الجثہ، بلند قد تھے، سینہ مبارکہ چوڑا تھا، پیشانی کشادہ تھی۔ رنگ گندمی، ابرو ملے ہوئے اور آواز بلند تھی۔ علما کے طرز کا لباس زیب تن فرماتے، جو خاصا قیمتی ہوتا۔ بسا اوقات اس کی قیمت فی گز ایک دینار ہوتی۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی فاطمہ ثانی [لقب ام الخیر تھا] اور آپ کی ہمشیرہ کا بی بی نصیبہ تھا۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال مبارک، سنیچر کی شب بعد نماز عشا ۸/ یا ۹ ربیع الاول ۵۶۱ھ کو ہوا۔ بعض لوگ ۱۱/ یا ۱۳/ یا ۱۷/ ربیع الثانی کو تاریخ وصال بتاتے ہیں۔ صحیح روایت یہ ہے کہ آپ کا وصال ۹/ ربیع الثانی کو ہوا۔ سرکار کی عمر شریف نوے ۹۰ سال آٹھ مہینے نو دن تھی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ ۸۹/ سال سات مہینے نو دن تھی۔

حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دس شاہزادے تھے:

۱- سید سیف الدین عبدالوہاب۔
۲- سید شرف الدین عیسیٰ، آپ کا لقب عبدالرحمٰن ہے۔
۳- سید شمس الدین عبدالعزیز۔ آپ کی کنیت ابوبکر ہے۔
۴- سید سراج الدین عبدالجبار۔ آپ کا لقب عبدالرحمٰن ہے۔
۵- سید تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق، حضرت سید عبدالرزاق کے پانچ صاحبزادے تھے: سید ابو صالح نصر، سید ابوالقاسم عبدالرحیم، سید ابو محمد اسمٰعیل، سید ابوالمحاسن، سید فضل اللہ۔
۶- سید جمال اللہ۔ آپ کی کنیت ابو اسحٰق ابراہیم ہے۔
۷- سید ابوالفضل محمد۔
۸- سید عبدالرحمٰن۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے: سید ابو محمد عبدالرحمٰن، سید ابو محمد عبدالقادر۔
۹- سید ابوبکر یحییٰ۔
۱۰- سید ابو نصر موسیٰ۔ ان بھی شہزادگان سرکار غوث اعظم کی نسلیں بہت کثرت سے پھیلیں جو عرب و عجم میں جا بجا موجود ہیں۔

حسین بن محمد موسیٰ کے دو صاحبزادے تھے: محمد اور ادریس۔ یہ دونوں حجاز کے حکمراں تھے۔ ان کی نسلیں بھی وہیں ہیں۔ سید محمد موسیٰ کو مضافات میں امیر بنایا گیا اور آپ کے صاحبزادگان مکہ اور حجاز کے حاکم ہوئے۔ سید محمد قاسم حرمین طیبین کے امیر اور حاکم تھے۔ یہ اس قدر دلیر تھے کہ بڑے بڑے ظالم اور بداطوار لوگوں کے سر قلم کر دیتے تھے۔ یہ سید قاسم بھی سید محمد موسیٰ کے خاندان سے تھے۔ ان کی نسلیں حرمین طیبین کے مضافات میں آباد ہیں۔

عبداللہ بن محمد موسیٰ ثانی کے بعد ان کے فرزندان مکہ معظمہ کے امیر ہوئے۔ ابو یمنی کی اولاد ابھی مکہ کے امراء ہیں، یہ بھی آپ کے خاندان سے ہیں۔ ابو یمنی کا نسب نامہ یہ ہے:

ابو یمنی محمد بن ابی سعید بن حسن بن علی بن قتادہ بن ادریس بن قطاعہ بن عبد الکریم بن عیسیٰ بن حسین بن سلیمان بن عبداللہ بن محمد بن موسیٰ ثانی بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب قدست اسرارہم۔

ابو یمنی محمد کے دو صاحبزادے تھے: قاسم اور اسمٰعیل۔ سید قاسم کے دو بیٹے تھے محمد اور زاہد۔ سید محمد کی نسل مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، اصفہان، عراق اور عرب میں ہے۔ علاء الدولۃ ہمدانی آپ ہی کی نسل سے ہیں۔ عبدالرحمٰن سنجری جن کی نسل استرآباد اور رے میں موجود ہے۔ آپ ہی کی نسل سے ہیں۔ بنو فضائل بھی سید محمد کی نسل سے ہیں جو مشہد امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں آباد ہیں۔

اسمٰعیل بن حسین بن زید کے ایک صاحبزادے سید محمد تھے۔ ان کے دو صاحبزادے تھے: احمد اور زید۔ زید کے دو صاحبزادے تھے: حسن اور محمد۔ محمد طبرستان کے حاکم تھے۔ انہیں ''الداعی الیٰ رحمۃ اللہ'' کہا کرتے تھے۔ سید محمد طبری کے ایک صاحبزادے تھے: زید جو اُن کے بعد طبرستان کے امیر اور حاکم ہوئے۔ ابو عبداللہ محمد آپ ہی کے صاحبزادے ہیں جن کی نسل ماوراء النہر میں ہے۔

حضرت میر قطب الدین جن کی قبر اطہر کڑا میں ہے، ان کا سلسلۂ نسب بھی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک منتہی ہوتا ہے۔ حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسلیں بہت کثرت سے پھیلیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ ان سب شاخوں کا شرح و بسط کے ساتھ تذکرہ طوالت کا باعث ہوگا۔

....

حواشی

[۱] صاحب مسالک السالکین کے بیان کے مطابق آپ ۳/ شعبان المعظم بروز جمعہ یا ۱۵/ رمضان المبارک بروز منگل ۳ھ کو تولد ہوئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کا اسم گرامی حسن تجویز فرمایا۔ پانچ مہینہ تین دن یا چھ مہینے زینت آرائے مسند

خلافت رہے پھر حضرت امیر معاویہ کو خلافت سونپ دی۔ سینتالیس برس کی عمر میں زہر کے اثر سے بروز جمعرات صفر ۵۰ھ میں رحلت فرمائی۔ جنت البقیع میں آرام فرما ہیں۔ [۱/۱۸۳]

[۲] مسالک السالکین میں ہے: تعداد وغیرہ میں اولاد کرام کی بہت اختلاف ہے۔ حسب قول ابن الاخضر صاحب معالم العترت کے، آپ کے بارہ صاحبزادے تھے: حضرت زید، حسن مثنیٰ، عمرو، عبداللہ، قاسم، ابوبکر، حسین، عبدالرحمٰن، عبداللہ ثانی، محمد، طلحہ، محمد ثانی۔ اور حسب قول صاحب مفتاح النجاۃ کے تین صاحبزادیاں تھیں: بی بی فاطمہ ان کی کنیت ام الحسن وام عبداللہ تھی۔ بی بی رقیہ ان کی کنیت ام الحسین وام سلمہ تھی۔ بی بی تماضر ان کی کنیت ام الخیر تھی۔ زید و فاطمہ کی ماں ام بشر بنت ابی مسعود بن عقبہ اور حسن مثنیٰ کی ماں خولہ بنت منظور الفراریہ اور حسین وطلحہ کی ماں ام اسحٰق بنت طلحہ بن عبداللہ التیمیہ اور عمرو و قاسم و عبداللہ کی ماں ام ولد اور دیگر صاحبزادہ اور صاحبزادیوں کی ماں دوسری بی بیاں تھیں۔ [۱/۱۹۲]

"خاندان مصطفےٰ" میں حضرت کی ازواج مکرمات کی یہ تفصیل درج ہے:

"حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئی شادیاں فرمائیں، جن میں بعض ازواج مطہرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱- حضرت فاطمہ بنت ابو مسعود عقبہ بن عامر بن ثعلبہ خزرجیہ انصاریہ۔ ان کے شکم اطہر سے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔

۲- حضرت خولہ بنت منظور بن ریان بن عمر بن جابر بن عقیل۔ ان کے بطن اطہر سے حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔

۳- حضرت سلمیٰ بنت امرؤ القیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

۴- حضرت ام اسحاق بنت طلحہ بن عبید اللہ۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد ان کے ساتھ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح فرمایا۔

۵- حضرت جعیدہ بنت ہبیرہ مخزومیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

۶- حضرت عائشہ بنت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

۷- حضرت ام کلثوم بنت فضل بن عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ان

کے بطن اقدس سے حضرت ابوبکر، عبداللہ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم پیدا ہوئے۔

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ صاحب زادے تھے:
۱- حضرت زید، ۲- حسن مثنیٰ، ۳- طلحہ، ۴- اسماعیل، ۵- عبد اللہ، ۶- حمزہ، ۷- یعقوب، ۸- عبدالرحمٰن، ۹- ابوبکر، ۱۰- حسین، ۱۱- قاسم، ۱۲- عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم

پانچ صاحبزادیاں: ۱- فاطمہ، ۲- ام سلمہ، ۳- ام عبداللہ، ۴- ام الحسین، ۵- ام الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل حسن مثنیٰ، زید، حسین الاثرم اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جاری ہوئی۔ مگر حضرت حسین الاثرم اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا سلسلۂ نسل ختم ہو گیا اور اب دنیا میں حضرت زید اور حضرت حسن مثنیٰ کی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد باقی ہے۔ [خاندان مصطفےٰ، ص ۲۰۴-۲۰۵]

[۳] یہ عبارت کچھ مبہم ہے۔ شاید اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے آٹھویں پشت کے دادا حضرت سید عبداللہ المحض سے نسب میں حد درجہ مشابہ ہیں۔ کیونکہ ان کے والد ماجد بھی حسنی اور والدہ مکرمہ حسینی تھیں اور حضور غوث پاک کے والد ماجد بھی حسنی اور والدہ ماجدہ حسینی ہیں۔ اس طور سے حضور غوث پاک کو دوہری دوہری حسنی حسینی پاکیزہ نسبتیں حاصل ہیں۔ ۱۲ ساحل

سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا امام عالی مقام ابو عبداللہ حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ اور لقب شہید اور سید ہے۔ اسم گرامی حسین بن علی بن ابی طالب ہے۔ آپ سادات ائمہ میں تیسرے امام ہیں۔ حضرت کی ولادت مبارکہ ۴ر شعبان ۴ھ بروز منگل مدینہ منورہ میں ہوئی۔ [۱]

حضرت کی مدت حمل چھ مہینہ تھی۔ چھ مہینہ کے حمل کا کوئی بچہ زندہ نہ بچا۔ صرف حضرت امام عالی مقام اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام حیات رہے۔ حضرت امام حسن کی ولادت اور امام حسین کے حمل میں آنے کے درمیان پچاس دن کا فاصلہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کا اسم گرامی حسین تجویز فرمایا۔ حضرت امام عالی مقام ایسے حسین وجمیل تھے کہ جب تاریکی میں بھی تشریف فرما ہوتے تو آپ کی مقدس پیشانی سے نور کی کرن پھوٹتی اور آپ کے چہرۂ زیبا کی طلعت سے لوگ راستہ پالیا کرتے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ حضرات حسنین کریمین سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تشریف رکھتے تھے۔ سرکار نے حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: حسین کا خیال رکھنا۔ حضرت فاطمہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ بڑے صاحبزادے کو فرماتے ہیں یا چھوٹے صاحب زادے کو؟ حضور نے فرمایا: جبرئیل کہتے ہیں کہ حسن حسین کا خیال رکھیں۔ حضرت امام حسین کی عمر مبارک ستاون سال پانچ مہینے تھی۔ حضرت امام عالی مقام کی شہادت دس

محرم الحرام بروز شنبہ عاشورہ کے دن ظہر کے وقت ۶۱ھ میں میدان کربلا میں ہوئی۔ ایک معتبر روایت یہ ہے کہ شہادت مبارکہ جمعہ کے دن جمعہ کے وقت ہوئی [یہی روایت جمہور کے نزدیک معتبر ہے]

کہتے ہیں کہ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دن بیت المقدس کے اندر جو پتھر بھی اٹھایا جاتا، اس کے نیچے سے تازہ خون ٹپکتا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ اس دن آسمان سے خون کی بارش ہوئی تھی۔ حضرت کا مزار مبارک کربلائے معلیٰ میں ہے۔

حضرت امام عالی مقام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چار شہزادے تھے: ۱- علی اکبر، ۲- علی اصغر، ۳- جعفر، ۴- عبداللہ اور دو شاہزادیاں تھیں: سکینہ اور فاطمہ۔ سیدنا علی اکبر امام زین العابدین، حضرت شہر بانو بنت کسریٰ کے بطن مبارک سے تھے۔ حضرت علی اصغر کی والدہ لیلیٰ بنت ابی مرہ تھیں۔ حضرت جعفر کی والدہ ماجدہ بنو قضاعہ کی ام جعفر تھیں۔ حضرت عبداللہ اور سکینہ کی والدہ ماجدہ رباب بنت امرء القیس بن عدی تھیں اور حضرت فاطمہ کی والدہ ماجدہ ام اسحٰق بنت طلحہ تھیں۔ حضرت علی اصغر اور عبداللہ میدان کربلا میں شہید ہوئے۔ اس بات پر سب کا اتفاق ہے حضرت امام زین العابدین علی اکبر کی والدہ ماجدہ شہر بانو تھیں اور حضرت امام عالی مقام کی نسل امام زین العابدین سے رواں ہوئی۔ [۲]

حضرت امام زین العابدین کی کنیت ابو محمد ابوالحسن اور ابوبکر ہے۔ لقب سجاد اور زین العابدین۔ اسم گرامی علی بن حسین بن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہے۔ یہ حضرات ائمہ اہل بیت میں چوتھے امام ہیں۔ حضرت امام زین العابدین کی ولادت مبارکہ مدینہ منورہ میں ہوئی۔ سال ولادت کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض ۳۳ھ کہتے ہیں، بعض ۳۸ھ اور بعض ۳۶ھ۔ حضرت کی والدہ ماجدہ شہر بانو بنت یزد

جر ہیں جو نوشیرواں کی نسل سے تھا۔ایک روایت کے مطابق آپ کا نام غزالہ تھا۔

حضرت امام زین العابدین کی عمر اکسٹھ یا باسٹھ سال تھی۔بعض کے نزدیک ۵۸ یا ۵٦ سال تھی۔حضرت کا وصال مبارک ۱۸ر محرالحرام ۹۴ھ یا ۹۵ھ میں ہوا۔[۳] کہتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب وضو فرماتے تو آپ کا رنگ زرد ہو جاتا اور پورے جسم اطہر پر لرزہ طاری ہو جاتا۔جب لوگوں نے آپ سے اس کیفیت کا سبب دریافت کیا تو فرمایا: مجھ پر یہ کیفیت اس لئے طاری ہوتی ہے کہ میں اپنے خالق ومعبود کے حضور کھڑا ہونے جارہا ہوتا ہوں۔ حضرت کا مزار مبارک، حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کے پاس مدینہ منورہ میں ہے۔

حضرت امام زین العابدین کے دس شاہزادے اور چھ شاہزادیاں تھیں:

۱-ابو جعفر محمد باقر، ۲-ابوالحسن زید شہید۔حضرت زید شہید کی اولاد بہت ہیں۔سید ابو الفرج واسطی آپ ہی کے خاندان سے ہیں۔دیگر سادات زیدیہ بھی بہت ہیں۔ حضرت امام زین العابدین کے باقی صاحبزادگان یہ ہیں: ۳-سید عمر اشرف، ۴-سید عبدالرحمٰن، ۵-سید سلیمان، ٦-سید عبداللہ، ۷-سید علی، ۸-سید اصغر، ۹-سید حسن، ۱۰-سید حسین اصغر۔حضرت امام زین العابدین کی چھ صاحبزادیاں یہ ہیں: ۱-خدیجہ، ۲-محیبہ، ۳-لبیدہ/دل پسند، ۴-امّ حبیب، ۵-عبیدہ، ٦-خدیجہ صغریٰ[۴]

حضرت امام زین العابدین کے چھ شاہزادے حیات رہے: ۱۔محمد باقر ۲۔عبداللہ۔۳۔عمر اشرف۔۴۔زید شہید۔۵۔حسن اصغر۔٦۔علی۔سید علی کی نسل عراق عرب، عراق عجم اور ملک شام میں موجود ہے۔سید حسن اصغر کی نسل مدینہ طیبہ میں ہے۔امرائے مدینہ آپ ہی کی نسل سے ہیں۔سید عبداللہ کی نسل رے اور شیراز میں ہے۔سید ابوالحسن زید علی شہید جن سے گروہ زیدیاں منسوب ہے، آپ کے چار صاحبزادے حیات رہے۔۱-سید حسین، ۲-سید محمد، ۳-سید یحییٰ، ۴-سید عیسیٰ۔ سید ابوالفرج واسطی، سید یحییٰ کی نسل سے ہیں۔حضرت سید یحییٰ کی نسل سے سادات

کرام کی خاصی تعداد پیدا ہوئی۔دوسرے حضرات صاحبزادگان زیدی سے بھی کثیر سادات کرام موجود ہیں۔سید حسین کی اولاد بھی بے شمار ہیں کہاں تک بیان کروں۔ سید محمد کی اولاد بھی بے حد وبے شمار ہے۔حضرت زید شہید کی اولاد اتنی کثیر ہیں کہ اس کا احاطہ دشوار ہے۔عرب وعجم میں کون سی جگہ ہے جہاں حضرت کی اولاد موجود نہیں۔ اگر سب کا شرح وبسط کے ساتھ تذکرہ کروں تو خاصی طوالت ہو جائے گی۔

❁

سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو جعفر اور لقب باقر، اسم گرامی محمد بن علی بن حسین بن علی مرتضیٰ بن ابی طالب ہے۔یہ حضرات ائمہ سادات میں سے پانچویں امام ہیں۔حضرت امام باقر، حضرت امام حسین کی شہادت سے تین سال پہلے ۳ صفر ۵۷ھ بروز جمعہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔حضرت کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت امیر المومنین حسن بن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین ہیں۔حضور نے آپ کو اپنا غائبانہ سلام بھیجا تھا۔چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ”ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔آپ نے مجھے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے جابر! امید ہے کہ تم اس وقت تک حیات رہو جب تمہاری ملاقات میرے ایک فرزند سے ہو جسے لوگ محمد بن علی بن حسین کہتے ہوں گے۔اللہ تعالیٰ اسے نور حکمت عطا فرمائے گا، اسے میرا سلام کہنا“۔

حضرت امام محمد کی باقر کی عمر شریف ستاون سال تھی۔ایک روایت ترسٹھ سال کی بھی ہے۔واقدی کہتے ہیں کہ آپ کی عمر شریف تہتر سال تھی اور تاریخ بخاری میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت امام باقر کی عمر شریف اٹھاون سال تھی۔حضرت کا سال وصال ۱۱۸ھ اور بقول مدائنی ۱۱۷ھ ہے۔حضرت کا مزار مبارک جنت البقیع میں حضرت امام زین العابدین کے مزار اقدس کے پاس ہے۔

حضرت امام محمد باقر کے پانچ صاحبزادے ہیں: ۱۔امام جعفر صادق۔ حضرت کو صادق کہنے کی ایک وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت کی ولادت صبح صادق کے وقت ہوئی تھی۔۲۔علی۔۳۔عبداللہ۔آپ کا لقب دورق تھا۔شاہ نعمت اللہ ولی تورانی آپ ہی کے خاندان سے ہیں۔۴۔ابراہیم۔۵۔احمد[۵]

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد عرب میں کثرت سے پھیلی ہوئی ہیں۔جن کا تذکرہ طوالت کا باعث ہوگا۔

❁

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ یا ابو اسمٰعیل ہے، لقب صادق اور اسم گرامی جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنھم ہے۔یہ ائمہ سادات میں چھٹے امام ہیں۔حضرت کی والدہ ماجدہ ام فروہ بنت قاسم بن محمد ابو بکر صدیق ہیں۔حضرت امام جعفر صادق کی ولادت ۱۷ر ربیع الاول ۸۰ھ یا ۸۳ھ بروز دوشنبہ مدینہ منورہ میں ہوئی۔حضرت کی عمر مبارک ارسٹھ سال اور ایک روایت کے مطابق پینسٹھ سال تھی۔حضرت کا وصال مبارک ۱۵ر رجب ۱۴۸ھ دوشنبہ کے دن مدینہ منورہ میں ہوا۔آپ کا مزار بھی جنت البقیع میں ہے۔اسی ایک گنبد کے اندر آپ کے ہمراہ امام محمد باقر، امام زین العابدین، امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنھم آرام فرما ہیں۔ [افسوس! اس قبہ مبارکہ کو نجدیوں نے اپنے تسلط کے بعد مسمار کر دیا۔۱۲ ساحل]

کشف المحجوب میں منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق ایک دن اپنے نیاز مندوں کے درمیان تشریف رکھتے تھے۔آپ ارشاد فرمارہے تھے کہ بھائیو! آؤ تا کہ اس بات کی بیعت لوں اور عہد کروں کہ ہم میں سے جس کو کل قیامت میں نجات حاصل ہو جائے، وہ ہم سب کی شفاعت کرے۔لوگوں نے عرض کیا: اے شاہزادۂ رسول: آپ کو ہماری شفاعت کی کیا ضرورت، جب کہ آپ کے جد کریم تو سارے انسانوں کی شفیع ہیں۔حضرت نے فرمایا: مجھے اپنے ان اعمال کی بدولت شرم محسوس

ہوتی ہے کہ میں قیامت کے دن اپنے جد کریم کا سامنا کروں۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سات صاحبزادگان تھے:

۱-ابراہیم، ۲-موسیٰ کاظم، ۳-اسمٰعیل اعرج، حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی اور سید امیر ماہ بہرائچی کا سلسلۂ نسب حضرت میر سید اسمٰعیل قدس سرہ تک منتہی ہوتا ہے، ۴-محمد دیباج، ۵-عباس، ٦-علی، ۷-عبداللہ، اور تین صاحبزادیاں تھیں: ۱-ام فروہ، ۲-اسماء، ۳-فاطمہ[٦] مصر کے چودہ امرائے فاطمی حضرت اسمٰعیل عرج کی نسل سے ہیں۔بنو انصار اور بنو نوشتہ کے امراء جو دمشق میں معروف ومشہور ہیں، سید دیباج کی نسل سے ہیں۔حضرت امام کے ایک صاحبزادے نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں امیری کی۔ ان کا لقب مامون تھا۔آپ کی نسل عراق، خرسان اور ماوراء النہر میں ہے۔یہ سید عباس کی نسل سے ہیں۔سید علی اور سید عبداللہ کی نسل روم میں ہے۔چنانچہ موجودہ بادشاہ روم خود انہیں کے خاندان سے ہے۔حضرت امام جعفر صادق کے ان ساتوں شہزادگان کی نسل بے شمار حد تک پھیلیں۔اگر سب کی تفصیل کروں تو ایک دفتر درکار ہے۔

❁

حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ائمہ اہل بیت میں ساتویں امام ہیں۔ حضرت کی کنیت ابوالحسن اور ابو ابراہیم اور لقب کاظم ہے۔اسم گرامی موسیٰ بن جعفر صادق بن محمد باقر بن امام علی زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین۔

حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت مبارکہ ۷ر صفر ۱۲۸ھ بروز اتوار مقام ابوا میں ہوئی جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہے۔حضرت کی والدہ ام ولد تھیں جو قوم بربر سے تعلق رکھتی تھیں۔انہیں حضرت امام محمد باقر نے حضرت امام جعفر صادق کو عطا فرمایا تھا۔آپ کے بطن مبارک سے ہی اس کائنات ارضی کے جبرئیل امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق تولد ہوئے۔حضرت کی عمر شریف چون سال یا پچپن سال تھی۔حضرت کا وصال بروز جمعہ ٦ / یا ۷ر رجب اور ایک روایت کے مطابق

۱۸۳ھ کے نصف سال یعنی جمادی الآخرۃ کے اخیر میں ہارون رشید کی قید میں ہوا۔ حضرت کا مزار اقدس بغداد مقدس کے مشہور مقبرۂ قریش میں ہے۔[۷]

حضرت امام موسیٰ کاظم قدس سرہ کے پچیس صاحبزادگان تھے: ۱-علی موسیٰ رضا ۲، ابراہیم، ۳-عقیل۔ سیدنا خواجہ معین الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز کا نسب حضرت سید عقیل سے جاملتا ہے، ۴-ہارون۔ حضرت میراں سید حسین خنگ سوار کا نسب، حضرت سید ہارون تک منتہی ہوتا ہے۔ ۵-حسن، ۶- حسین، ۷- عبداللہ، ۸-اسمٰعیل، ۹-محمد- ۱۰-احمد، ۱۱-جعفر، ۱۲-زید، ۱۳-یحییٰ، ۱۴-اسحٰق، ۱۵-عباس، ۱۶-حمزہ، سید محمد محروق کا سلسلۂ نسب سید حمزہ تک منتہی ہوتا ہے جن کا مزار مبارک نیشاپور میں ہے، ۱۷-عبدالرحمٰن، ۱۸-قاسم، ۱۹-جعفر اصغر، ۲۰-زید اکبر، ۲۱-محسن، ۲۲-مشہود شاہد، ۲۳-ابوالخیر، ۲۴-طاہر، ۲۵-مطہر، انیس صاحبزادیاں تھیں: ۱-فاطمہ الکبریٰ، ۲-فاطمہ الصغریٰ، ۳-رقیہ، ۴-حلیمہ، ۵-ام عبیدہ، ۶-رقیہ صغریٰ، ۷-ام جعفر، ۸-لبابہ، ۹-زینب، ۱۰-خدیجہ، ۱۱-رقیہ، ۱۲-رضیہ، ۱۳، بریہ-۱۴ عائشہ، ۱۵-ام سلمہ، ۱۶-میمونہ، ۱۷-ام کلثوم، ۱۸......۱۹......[۸]

مصر، شام، مدینہ منورہ، بغداد مقدس، موصل، عراق، عجم، شیراز، اہواز، خراسان جیسے اکثر ممالک میں حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسلیں پھیلی ہوئی ہیں۔ آپ کے شہزادوں میں سید زید بصرہ کے حاکم ہوئے اور عباسیوں کے گھر جلوادیے، اسی لئے آپ کو زید النار کہتے ہیں۔ سید ابراہیم چوں کہ بے حد بہادر اور جنگجو تھے۔ اس لئے آپ کو ابراہیم الحرب کہتے ہیں۔ حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسلیں مشرق و مغرب میں ہر سمت کثرت کے ساتھ پھیلی ہوئی ہیں۔ ان سب کا شرح و بسط کے ساتھ تذکرہ باعث طوالت ہوگا۔

۞

حضرت امام علی موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابوالحسن ہے جسے حضرت

کے والد ماجد امام موسیٰ کاظم نے عطا فرمایا۔ لقب رضا ہے اور اسم گرامی علی بن موسیٰ بن جعفر صادق بن محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین۔ یہ ائمہ سادات میں آٹھویں امام ہیں۔

حضرت امام علی موسیٰ رضا کی ولادت مبارکہ جمعرات کے دن بتاریخ گیارہ ربیع الآخر ۱۵۳ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ ان کے جد کریم حضرت امام جعفر صادق کے وصال مبارک کے پانچ سال بعد ہوئی۔ بعض کہتے ہیں ۸/شوال، بعض ۷/شوال اور بعض ۶/شوال ۱۵۳ھ اور بعض ۱۵۶ھ مانتے ہیں۔ حضرت کی والدہ ماجدہ ام ولد تھیں جن کا اسم گرامی بکتم یا تحمینہ، یا شامہ تھا۔[۹] آپ حضرت امام موسیٰ کاظم قدس سرہ کی والدہ ماجدہ بی بی حمیدہ کی کنیز تھیں۔

ایک شب حمیدہ نے حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ حضور نے فرمایا: تحمینہ کو اپنے بیٹے علی موسیٰ کے حوالے کرو۔ بہت جلد اس سے ایک فرزند ہوگا جو روئے زمین کی بہترین مخلوق ہوگا۔ حضرت امام علی رضا خود اپنی والدہ ماجدہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”جب رضا میرے بطن میں آئے تو میں نے کبھی حمل کی گرانی محسوس نہیں کی اور خواب میں اپنے شکم سے تسبیح کی آوازیں سنا کرتی“۔ جس وقت حضرت کی ولادت مبارکہ ہوئی، آپ اپنا دست مبارک زمین پر رکھے ہوئے تھے، چہرۂ اقدس آسمان کی طرف تھا اور لب ہائے مبارک کو جنبش ہو رہی تھی، اور آپ اپنے رب کے ساتھ مناجات میں مصروف تھے۔ حضرت کی عمر مبارک انچاس ۴۹ سال اور ایک روایت کے مطابق پچاس ۵۰ سال تھی۔ حضرت امام علی موسیٰ رضا قدس سرہ کا وصال مبارک بروز جمعہ ۲۱/ یا ۲۹/ رمضان المبارک ۲۰۸ھ میں طوس کے قصبہ سناباد میں ہوا جو نوقان کا ایک گاؤں ہے۔[۱۰]

کہتے ہیں مامون رشید نے آپ کو طلب فرمایا۔ مامون کے سامنے خشک میوہ کے طبق رکھے ہوئے تھے۔ اس کے ہاتھ میں انگور کا خوشہ تھا جسے وہ تناول کر رہا تھا۔

اس نے حضرت امام علی رضا قدس سرہ کو دیکھا تو اچھل کر کھڑا ہوگیا، حضرت سے معانقہ کرکے انہیں خصوصی نشست گاہ پیش کی، انگور کا خوشہ خدمت بابرکت میں حاضر کیا اور عرض کی: اے شاہزادۂ رسول! کیا آپ نے اس سے بہتر انگور کا خوشہ دیکھا ہے؟ حضرت نے فرمایا: اس سے بہتر انگور جنت میں ملیں گے، مامون نے عرض کی: حضرت اس انگور میں سے کچھ تناول فرمائیں۔ حضرت نے فرمایا: مجھے اس سے معذور سمجھو۔ مامون نے اصرار کیا اور کہا کہ تردد کی کیا بات ہے۔ آپ شاید مجھے مشکوک سمجھ رہے ہیں۔ پھر اس نے حضرت کے دست مبارک سے انگور کا خوشہ لے کر چند دانے خود کھائے اور باقی پھر حضرت کو دیدئے۔ حضرت نے بھی اس سے دو تین کھائے اور باقی وہیں چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ مامون نے کہا: حضرت کہاں چلے؟ آپ نے فرمایا: جہاں تو بھیجنا چاہتا ہے۔ حضرت نے کوئی چیز سر پر اوڑھی اور یہ کہتے ہوئے دربار سے باہر آگئے کہ کہیں سرائے نہ بند ہو جائے۔ آکر فوراً بستر پر دراز ہوگئے۔ اسی وقت حضرت کے صاحبزادے امام محمد تقی قدس سرہ بطور کرامت مسافت طے کرتے ہوئے چشم زدن میں مدینہ طیبہ سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے انہیں کھینچ کر سینے سے لگایا اور آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اپنے بستر پر بٹھایا۔ حضرت امام تقی نے بھی اپنا سر والد ماجد کے چہرے پر ڈال دیا۔ حضرت نے انہیں اسرار خاندانی تعلیم فرمائے اور اسی وقت جان، جان آفریں سے سپرد کردی۔ حضرت امام علی رضا کی قبر اطہر قبۂ ہارون رشید میں ہے جو سرائے حمید بن قحطبہ طائی کے اندر واقع ہے۔ وہ جگہ آج کل مشہد کے نام سے مشہور، بہت آباد اور بارونق ہے۔

حضرت امام علی رضا قدس سرہ کے پانچ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں، جس کی تفصیل یہ ہے: امام محمد جواد تقی ۲۔ابوالحسن ۳۔جعفر ۴۔ابراہیم ۵۔حسین، صاحبزادگان ہیں اور صاحبزادی کا اسم گرامی عائشہ ہے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس سرہ کا نسب سید ابو محمد الحسن تک منتہی ہوتا ہے۔ اور سید کمال ترمذی کا نسب سید جعفر سے جاملتا ہے۔ ایک روایت یہ

ہے کہ سید کمال ترمذی حضرت زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل سے ہیں۔ سید محمود زید کا نسب سید ابراہیم تک منتہی ہوتا ہے۔ اور سید صفی اور شاہ نعمت اللہ کا سلسلۂ نسب حضرت سید حسین سے ملتا ہے۔ یہ دونوں ایران کے بادشاہ گذرے ہیں۔ حضرت امام علی موسیٰ رضا قدس سرہ کی اولادیں بہت ہیں، سب کا تذکرہ طوالت کا باعث ہوگا۔

۞

حضرت امام محمد جواد تقی قدس سرہ کی کنیت ابوجعفر ہے۔ آپ کو جعفر ثانی بھی کہتے ہیں، لقب تقی اور جواد ہے۔ اسم گرامی محمد ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: محمد تقی بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین۔ آپ نویں امام ہیں۔ آپ کی ولادت مبارکہ جمعہ کے دن ۱۰/ رجب ۱۹۵ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ حضرت امام کی والدہ ماجدہ خیزران یا ریحانہ ام ولد تھیں۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ ام المومنین ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خاندان سے تھیں۔ حضرت امام تقی کی عمر شریف ۲۵ پچیس سال ہوئی، حضرت کی وفات ۶/ ذوالحجہ ۲۰۸ھ میں منگل کے دن ہوئی[۱۱] وہ زمانہ معتصم باللہ کی خلافت کا تھا۔ حضرت امام تقی کی قبر اطہر بغداد مقدس میں جد کریم حضرت امام موسیٰ کاظم قدس سرہ کے قبہ میں ہے۔

کہتے ہیں کہ حضرت امام تقی گیارہ سال کے تھے۔ بغداد کے چند ہم عمر بچوں کے ساتھ بغداد کی گلیوں میں کھیل رہے تھے۔ خلیفۂ وقت مامون رشید شکار کے لئے شہر سے باہر گیا ہوا تھا۔ اچانک اس کا گذر اس جگہ سے ہوا جہاں حضرت والا موجود تھے۔ خلیفہ کی سواری دیکھتے ہی سارے بچے بھاگ گئے، صرف حضرت امام تقی جواد اپنی جگہ کھڑے رہے۔ مامون رشید قریب پہونچا، اللہ تعالیٰ نے حضرت کو بے پناہ مقبولیت سے نوازا تھا۔ اس نے حضرت کو کھڑے دیکھا تو پوچھا: صاحبزادے سارے بچے بھاگ گئے، آپ ہی کیوں کھڑے رہ گئے؟ آپ نے فوراً جواب دیا: محترم! راستہ تنگ

نہیں ہے کہ میں یہاں سے ہٹ کر اسے اور کشادہ کروں۔ اور میں نے کوئی جرم بھی نہیں کیا ہے کہ آپ کی سزا کے خوف سے بھاگ جاؤں۔ آپ سے حسن ظن یہی ہے کہ آپ کسی کو بغیر جرم کے سزا نہیں دیں گے۔ مامون کو آپ کا طرز گفتگو اور جمال صورت بہت پسند آیا۔ مامون نے نام دریافت کیا، آپ نے فرمایا: موسیٰ رضا۔ مامون رشید نے اپنی صاحبزادی ام الفضل آپ کے نکاح میں دیدی۔

حضرت سید محمد تقی قدس سرہ کے دو صاحبزادے تھے۔ ا۔ سید علی ہادی نقی۔ ۲۔ سید موسیٰ۔ ان حضرات کی بیشتر نسلیں سبزاوار، مشہد مقدس، قم اور نیشاپور میں ہیں۔

حضرت سید ہادی نقی قدس سرہ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ حضرت کو ابوالحسن ثالث کہتے ہیں۔ لقب ہادی، عسکری اور نقی مشہور ہیں۔ اسم گرامی علی ہے۔ سلسلۂ نسب یہ ہے: علی نقی بن محمد جواد تقی بن علی رضا بن موسیٰ رضا کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن امام سجاد زین العابدین بن امام حسین بن امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین۔ آپ ائمہ سادات میں دسویں امام ہیں۔

حضرت سید علی نقی کی ولادت مبارکہ ۱۳؍ رجب یا عرفہ کے دن ۲۰۴ھ یا ۲۱۳ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ حضرت کی والدہ ماجدہ ام ولد تھیں جن کا نام ثمانہ تھا۔ ایک روایت یہ ہے کہ حضرت کی والدہ ماجدہ مامون رشید کی صاحبزادی ام الفضل تھیں۔ حضرت کی عمر شریف اکتالیس یا چالیس سال ہوئی۔ حضرت کی وفات مضافات بغداد میں مشہور قصبہ سرمن رائے میں ہوئی جسے سامرہ کے نام سے زیادہ شہرت حاصل ہے۔ یہ سانحہ ارتحال سنیچر کے دن جمادی الاولیٰ کی آخری تاریخ یا ۱۳؍ جمادی الاخریٰ ۲۵۴ھ عباسی خلیفہ مستنصر باللہ کے زمانۂ خلافت میں واقع ہوا۔ حضرت کا مزار مبارک آپ کی اپنی سرائے میں ہے جو سرمن رائے میں واقع ہے [۱۲]

لوگوں نے حضرت کی یہ کرامت بیان کی ہے کہ ایک دن خلیفہ متوکل کے گھر میں بہت سے پرندے آ گئے۔ جو بھی اس جگہ جاتا، پرندوں کی آواز کے شور سے نہ اپنی

بات کہہ پاتا اور نہ کوئی اس کی آواز سن پاتا۔ لیکن جب حضرت سید علی ہادی نقی اس گھر میں تشریف لاتے تبھی پرندے خاموش ہو جاتے اور جب باہر تشریف لے آتے تو ان کی آوازوں کا شور دوبارہ بلند ہوتا۔

حضرت امام محمد علی ہادی نقی کے چار صاحبزادے: حسن عسکری، حسین، محمد جعفر اور ایک صاحبزادی عائشہ تھیں۔ آپ کے صاحبزادے جعفر کو لوگ جعفر کذاب کہتے، کیوں کہ وہ خود سے دعویٰ امامت کر بیٹھے تھے۔ حضرت جعفر کی ایک سو بیس/ ایک سو آٹھ صاحبزادے اور تیس صاحبزادیاں تھیں۔ [۱۳] حضرت علی ہادی قدس سرہ کے چاروں صاحبزادوں کی اولادیں کثیر در کثیر ہیں۔ سب کا ذکر طوالت کا باعث ہوگا۔

حضرت سید حسن عسکری قدس سرہ کی کنیت ابو محمد ہے اور لقب زکی، خالص اور سراج ہیں۔ عسکری سے مشہور ہیں۔ اسم گرامی حسن ہے۔ سلسلۂ نسب یہ ہے: حسن بن علی نقی بن محمد تقی بن علی رضا بن موسیٰ رضا بن جعفر صادق بن امام باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین۔ یہ ائمہ سادات میں سے گیارہوں امام ہیں۔

حضرت کی ولادت مبارکہ ۲۳۱ھ یا ۲۳۰ھ میں مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ حضرت کی والدہ ماجدہ سوسن ام ولد تھیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ آپ کی والدہ کا یہ نام آپ کے والد ماجد نے نوجوانی میں تجویز فرمایا تھا۔ حضرت کی عمر شریف انتیس یا اٹھائیس سال تھی۔ آپ کا وصال شریف جمعہ کے دن ۶ یا ۸؍ ربیع الاول ۲۶۰ھ مقام سرمن رائے میں ہوا۔ حضرت کا مزار مبارک والد ماجد کے مزار مبارک، سے متصل ہے۔ [۱۴]

سرمن رائے میں ایک شخص نے بیان کیا کہ میں قید میں تھا۔ قید خانے کی تنگی اور قید کی کلفت سے میں سخت الجھن میں تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اس مصیبت کے بارے میں حضرت امام حسن عسکری کو لکھوں لیکن مارے شرم کے نہ لکھ سکا۔ حضرت نے

از خود مجھے تحریر فرمایا: ظہر کی نماز ان شاء اللہ اپنے گھر میں پڑھو گے۔ اور واقعی ایسا ہوا کہ ظہر کی نماز کے وقت مجھے قید خانے سے آزاد کیا گیا اور نماز ظہر میں نے اپنے گھر میں ادا کی۔ اچانک میں نے ایک قاصد کو آتے ہوئے دیکھا جو میرے پاس سو اشرفی کا تحفہ لے کر آیا تھا۔ اس کے ساتھ ایک خط بھی تھا جس میں لکھا تھا کہ جس وقت تمہیں کوئی ضرورت ہو مجھ سے مانگ لیا کرو۔ جو مانگو گے ملے گا۔

حضرت امام مہدی کی کنیت ابوالقاسم ہے اور اسم گرامی محمد۔ سلسلۂ نسب یہ ہے: محمد مہدی بن حسن عسکری بن علی نقی بن محمد تقی بن علی رضا بن موسیٰ رضا بن جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام علی زین العابدین بن امام حسین بن امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین۔ یہ ائمہ سادات اہل سنت میں بارہویں امام ہیں۔

حضرت کی ولادت مبارکہ کے بارے میں اختلاف ہے کہ کہاں ہوگی۔ بعض سرمن رائے میں کہتے ہیں، بعض مکہ معظمہ میں اور بعض مدینہ منورہ میں۔ حضرت کی والدہ ماجدہ کا نام آمنہ اور والد ماجد کا نام عبداللہ ہوگا۔ جب پیدا ہوں گے تو دو زانو ہو کر شہادت کی انگلی آسمان کی جانب اٹھائے ہوئے چھینک رہے ہوں گے اور فرما رہے ہوں گے: الحمد للہ رب العٰلمین۔

امامیہ شیعہ حضرت امام مہدی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ روپوش ہو گئے ہیں۔ اہل سنت حضرت کی وفات کے قائل نہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت امام مہدی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانۂ نزول کے قریب پیدا ہوں گے۔ شیعوں کا عقیدہ ذکر ہو چکا۔ واللہ اعلم بالصواب [۱۵]

جان لو کہ بارہ ائمہ سادات کی فضیلتیں، کرامات اور خوارق عادات اتنے کثیر ہیں کہ تحریر میں نہیں آ سکتے۔ ان میں سے ہر ایک کے حالات عظیم اور مقامات عالی ہیں جو ان کی سوانحی کتابوں میں درج ہیں۔ شریعت طریقت کے بیشتر بڑے

مشائخ کا سلسلہ ان ائمہ میں سے کسی نہ کسی تک پہونچتا ہے۔ اختصار کے پیش ان کا اجمالی جائزہ پیش ہو چکا۔ ان ائمہ سادات کو عظیم ترین شخصیات اور فرزندان رسول اور جانشینان نبی سمجھنا چاہئے اور حضرات اہل بیت کی محبت کو سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی اور اپنی نجات کا سامان تصور کرنا چاہئے۔ اہل بیت کی کرامات وفضائل اور کمالات کا اعلیٰ معیار ان بزرگ ائمہ سادات کو خیال کرنا چاہئے، کیوں کہ ان کی بے پناہ فضیلتیں اور کمالات شہرۂ آفاق ہیں۔ درحقیقت اہل بیت کے فضائل وکمالات بے شمار ہیں، چاہے وہ ائمہ سادات ہوں یا بعد کے سادات کرام۔ ان کے مثل مخلوق خدا میں کوئی نہیں۔ اب ہم صحیح النسب سادات کرام کے خاندان کا اجمالی جائزہ پیش کرتے ہیں، تاکہ کوئی شخص خود کو ان حضرات سے منسوب کرے یا سادات کو کسی اور خاندان سے منسوب کرے تو اس کی تحقیق کی جا سکے ان شاء اللہ تعالیٰ

....

حواشی

[۱] مسالک السالکین میں ہے:

آپ مدینہ طیبہ میں تاریخ ۳ یا ۵؍ شعبان المعظم ۴ھ روز سہ شنبہ یا پنجشنبہ کو پیدا ہوئے۔ آپ اپنے برادر معظم حضرت امام حسن علیہ السلام سے صرف دس مہینہ بیس روز چھوٹے تھے.......... آپ نے نہایت مظلومی وبے چارگی وغایت تشنگی وگرسنگی کی حالت میں تاریخ عشرہ محرم الحرام ۶۱ھ روز جمعہ کو چھپن برس پانچ مہینے پانچ دن کی عمر میں بہ میدان ماریا جس کو نینوا بھی کہتے ہیں اور جواب موسوم بہ کربلائے معلی ہے، شربت شہادت نوش فرمایا [۱/۱۹۴]

[۲] سیدنا امام عالی مقام حسین مرتضیٰ شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ازواج مکرمات کی قدرے تفصیل خاندان مصطفےٰ کے مولف نے پیش کی۔ وہ رقم طراز ہیں:

ا۔ حضرت لیلیٰ [بعض کے نزدیک آمنہ] بنت ابی مرہ عروہ بن مسعود ثقفی۔ یہ سردار ثقیف کی صاحبزادی ہیں اور حضرت ابوسفیان کی نواسی۔ حضرت سیدنا علی اکبر شبیہ

رسول انہی کی اولاد سے ہیں۔

۲- حضرت شہر بانو: یہ حضرت سیدنا فاروق اعظم کے زمانۂ خلافت میں ایران سے قید ہوکر آئیں۔ چونکہ یہ شہنشاہ ایران یزدگر بن خسرو پرویز بن نوشیرواں کی بیٹی تھیں، اس لیے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے مشورے سے ان کی شادی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کردی تھی۔ ان کے صاحبزادے کا نام علی اوسط یعنی حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ حضرت علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو اُن کا بیٹا کہا جاتا ہے، درست نہیں۔

۳- حضرت ام اسحاق: یہ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ [جو مشہور صحابی رسول اور عشرہ مبشرہ سے ہیں] کی صاحبزادی ہیں۔ ان کی اولاد حضرت سیدہ فاطمہ کبریٰ اور حضرت سیدہ فاطمہ صغریٰ تھیں۔ حضرت ام اسحاق کا پہلا نکاح حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا تھا جبکہ نکاح ثانی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔

۴- حضرت رباب بنت امراء القیس بن عدی: یہ قبیلہ بنوکلب سے تھیں۔ ان کی صاحبزادی کا اسم گرامی حضرت سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا۔ بعض نے حضرت عبداللہ معروف بہ علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُن کا صاحبزادہ تحریر کیا ہے۔ لیکن بعض نے ان کو خاتون بنو قضاعہ یعنی ام جعفر کا بیٹا لکھا۔

۵- حضرت حفصہ بنت عبدالرحمٰن: یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوتی اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سگی بھتیجی ہیں۔ ان سے حضرت محمد بن حسین پیدا ہوئے۔

۶- حضرت ام جعفر: یہ قبیلۂ بنوقضاعہ سے تھیں۔ ان سے حضرت پیدا ہوئے۔ بعض نے حضرت علی اصغر کو بھی ان کا ہی بیٹا تحریر کیا ہے۔

۷- بنت ابومسعود انصاری: بعض کے نزدیک ان سے حضرت صغریٰ فاطمہ پیدا ہوئیں لیکن مشہور یہ ہے کہ حضرت صغریٰ فاطمہ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی ام اسحاق تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس طور سے حضرت امام حسین عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پانچ شہزادے:

۱-حضرت علی اکبر، ۲-حضرت علی اوسط امام زین العابدین، ۳-حضرت عبداللہ علی اصغری، ۴-حضرت محمد، ۵-حضرت جعفر اور تین شہزادیاں، ۱-حضرت فاطمۃ الکبریٰ، ۲-حضرت فاطمہ الصغریٰ، ۳-اور حضرت سکینہ تھیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

ان شہزادوں میں آپ کی نسل پاک حضرت سیدنا امام زین العابدین علی اوسط رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چلی [خاندان مصطفےٰ، ص ۶۷۰-۶۷۱] اسپیان کے مطابق حضرت علی اکبر، حضرت شہر بانو کی اولاد سے نہیں اور حضرت امام زین العابدین علی اوسط ہیں، علی اکبر نہیں۔ منبع الانساب کے لکھنوی نسخے میں بھی یہ روایت درج ہے۔ مصنف لکھتے ہیں: و بریں قول علی اکبر از شہر بانو نبودہ [منبع الانساب قلمی، ص ۱۰]

[۳] مسالک السالکین میں آپ کی تاریخ ولادت ۵ شعبان المعظم ۳۸ھ بروز جمعرات درج ہے اور تاریخ وصال ۱۸ محرم الحرام ۹۴ھ یا ۹۵ھ مذکور ہے [۲۰۷]

[۴] مسالک السالکین میں ہے: آپ کے گیارہ صاحبزادے تھے: حضرت محمد باقر۔ عبداللہ، حسن، حسین اکبر، حسین اصغر، عبداللہ، عمر، زید، علی، سلیمان، قاسم اور چار صاحبزادیاں تھیں: بی بی خدیجہ، فاطمہ، علیہ، کلثوم۔ پہلے چھ صاحبزادے یعنی حضرت محمد باقر، عبداللہ، حسن، حسین اکبر، حسین اصغر اور عبیداللہ کی والدہ ماجدہ بی بی فاطمہ بنت حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر، زید، علی اور خدیجہ کی ماں کردیہ اور باقی اولاد کی ماں مختلف تھیں، آپ کے کل صاحبزادے علم و فضل اور جود و سخا میں کامل اور ممتاز تھے۔ نسل آپ کی حضرت محمد باقر، زید، عبداللہ، حسین اصغر، عمر اور علی سے باقی ہے اور ان سے نسل کثیر پیدا ہوئی ہے [مسالک السالکین ۱/۲۱۲]

[۵] مسالک السالکین میں ہے: تعداد میں اولاد کرام کے اختلاف ہے۔ حسب قول ابن الجوزی کے آپ کے چار صاحبزادے تھے: حضرت جعفر، عبداللہ، ابراہیم، علی، اور دو صاحبزادیاں تھیں ام سلمہ و زینب [۲۱۷]

ریاض الانساب ص ۳۷ کے حوالے سے مصنف خاندان مصطفےٰ لکھتے ہیں:

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آٹھ صاحبزادے تھے: حضرت امام

جعفر صادق، ۲-حضرت عبداللہ، ۳-حضرت قاسم، ۴-حضرت حش، ۵-حضرت ابراہیم، ۶-حضرت ابوتراب، ۷-حضرت زید، ۸-حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین [خاندان مصطفےٰ، ص ۶۸۸]

[۶] صاحب مسالک السالکین کے بیان کے مطابق آپ کے چھ صاحبزادے تھے: حضرت اسمٰعیل، عبداللہ، اسحاق، محمد، علی، موسیٰ۔ اور ایک صاحبزادی ام فروہ تھیں جن کو ابن الاخضر نے فاطمہ لکھا ہے۔ [۱/۲۲۳]

[۷] مسالک السالکین میں ہے: آپ مقام ابوا میں جو درمیان مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے واقع ہے تاریخ ۷ رصفر المظفر ۱۲۸ھ روز یکشنبہ کو بعہد خلافت مروان الحمار بن محمد بن مروان بن الحکم آخری خلیفہ بنی امیہ کے پیدا ہوئے۔ والدہ ماجدہ آپ کی ام ولد بی بی حمیدہ بربریہ تھیں۔ آپ نے تاریخ ۲۵ رجب ۱۸۳ھ روز جمعہ کو بعہد خلافت ہارون الرشید خلیفہ عباسیہ کے وفات پائی۔ مزارِ پُر انوار متصل شہر بغداد بمقام کاظمین ہے۔ [۱/۲۲۵]

[۸] مرزا عبدالستار بیگ شہسرامی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آپ کی اولاد میں کثرت بخشی تھی۔ ابن الاخضر کہتے ہیں کہ آپ کے بیس ۲۰ صاحبزادے تھے۔ حضرت علی رضا، زید، عقیل، ہارون، حسن، حسین، عبیداللہ، عبداللہ، عبدالرحمٰن، اسمٰعیل، اسحاق، یحییٰ، احمد، ابوبکر، محمد، جعفر اکبر، جعفر اصغر، حمزہ، عباس، قاسم۔ اور اٹھارہ صاحبزادیاں تھیں: بی بی خدیجہ، علیہ، اسماء الکبریٰ، اسماء الصغریٰ، فاطمۃ الکبریٰ، فاطمۃ الصغریٰ، زینب کبریٰ، زینب صغریٰ، ام کلثوم کبریٰ، ام کلثوم صغریٰ، ام فروہ، ام عبداللہ، ام القاسم، آمنہ، حکیمہ، محمودہ، امامہ، میمونہ۔ آپ کے سب صاحبزادے فضل و کمال میں کامل و ممتاز تھے۔ [مسالک السالکین ۱/۲۲۸]

[۹] ''خاندانِ مصطفےٰ'' میں تحریر ہے:

آپ کی والدہ ماجدہ، آپ کی دادی محترمہ حضرت حمیدہ بربری کی کنیز تھیں۔ ان کو کئی ناموں سے پکارا جاتا تھا۔ مثلاً نجمہ، اروی، شمانہ، ام البنین وغیرہ۔ جلاء العیون میں خیزران، حقر اور شقراء، نام بھی لکھے ہیں [خاندانِ مصطفےٰ، ص ۷۰۵]

[۱۰] مسالک السالکین میں کئی روایات یہاں مذکور عبارات سے مختلف درج ہیں۔

ولادت و وصال کے سلسلے میں مرزا عبدالستار بیگ شہسرامی لکھتے ہیں:

آپ مدینہ منورہ میں تاریخ ۱۱ ربیع الآخر یا ۱۱ ذیقعدہ ۱۴۷ھ یا ۱۵۳ھ روز پنجشنبہ کو بعہد خلافت ابوجعفر منصور عباسی کے پیدا ہوئے...... آپ نے تاریخ ۱۹ صفر ۲۰۳ھ روز جمعہ کو بعہد خلافت مامون رشید کے وفات پائی۔ مزار گوہر بار مشہد مقدس میں ہے [۱/۲۲۹]

مدفن کے سلسلے میں خود صاحب منبع الانساب نے دو باتیں ذکر کیں۔ پہلے تو طوس کو مدفن بتایا پھر بغداد میں مشہد میں آپ دفن ہونا ذکر کیا۔ دوسری روایت صحیح معلوم ہوتی ہے۔ اکابر اسی پر اعتماد کرتے ہیں اور مسالک السالکین میں بھی یہی ذکر ہے۔ نماز جنازہ کس نے پڑھائی، آپ کے وصال کا سبب زہر خورانی تھا یا کچھ اور؟ اس بارے میں بھی اختلاف ہے۔ صاحب مسالک السالکین کے بیان کے مطابق حضرت نے اپنے خادم ہرثمہ بن اعین جو مامون رشید کے بھی خادم تھے، کو اپنے وصال، مدفن نماز جنازہ کی امامت سب کے بارے میں پیشگی مطلع کردیا تھا۔ آپ کے وصال کے بعد کیا ہوا، یہ صاحب مسالک السالکین سے سنئے:

''ہرثمہ خلیفہ کے پاس گئے اور جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا، خلیفہ سے سارا حال کہہ دیا۔ خلیفہ نے سن کر بہت رنج و افسوس کیا۔ جب جنازہ تیار ہوا، ایک مرد ناقہ سوار عربی نژاد نے آکر نماز جنازہ پڑھائی اور چلا گیا، جس کا باوجو تلاش کے پھر پتہ نہ ملا۔ خلیفہ نے ہارون رشید کی قبر کے پیچھے قبر کھودنے کا حکم دیا مگر وہ زمین پتھر سے زیادہ سخت نکلی۔ کوئی اس کو کھود نہیں سکا۔ پھر جہاں آپ نے بتایا تھا۔ کھودا گیا، وہاں ایک بنی ہوئی تہہ بہ تہہ قبر برآمد ہوئی۔ جب سفید پانی نکلنا موقوف ہوا تو آپ کو دفن کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، شواہد النبوۃ وغیرہ میں روایت آپ کی وفات اور غسل و تجہیز و تکفین وغیرہ کے دوسرے طرح پر آئی ہے، بخوف طول نہیں لکھا۔ اس میں حضرت امام محمد تقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مدینہ طیبہ سے تشریف لانا اور آپ کو غسل و کفن دینا وغیرہ لکھا ہے۔

آپ کی وجہ وفات کی نسبت بعض کا قول ہے خلیفہ مامون رشید نے آپ کو زہر دیا تھا مگر یہ قول سراپا غلط ہے۔ اکثر علمائے اہل سنت نے اس کی تکذیب کی ہے۔ بلکہ علامہ

ابوالحسن علی بن عیسیٰ الاربلی کہ اعاظم علمائے شیعہ سے ہیں کتاب ''کشف الغمۃ فی مناقب الائمہ'' میں لکھتے ہیں کہ مجھے معتمد ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ مامون نے زہر دیا تھا''۔[مسالک السالکین ۱/۲۳۴]

[۱۱] مسالک السالکین میں ۸ ذیقعدہ ۲۲۰ھ درج ہے۔

[۱۲] صاحب مسالک السالکین نے آپ کی تاریخ ولادت ۱۳؍رجب ۲۱۴ھ بروز جمعہ لکھی ہے اور تاریخ وصال ۲۵؍ جمادی الآخرۃ ۲۵۴ھ یا ۲۵۵ھ پیر کے دن بتائی ہے۔ یوں ہی آپ کے اخلاف میں تین صاجزادے حسن، حسین، اور جعفر اور ایک صاجزادی عائشہ کا ذکر کیا ہے۔[۱/۲۳۹-۲۴۱]

[۱۳] ''خاندانِ مصطفےٰ'' کے مولف لکھتے ہیں:

ابوعبداللہ جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابوکرین بھی ہے۔ کُر ساٹھ قفیز کو کہتے ہیں۔ چونکہ آپ ایک سوبیس بچوں کے باپ تھے، اس لیے ان کو اس کنیت کے ساتھ پکارا گیا۔ ان کی وفات ۲۷۱ھ میں ہوئی۔ ان کی نسل ان کے چھ فرزندوں سے چلی، جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں: ۱-اسماعیل حریف، ۲- یحییٰ صوفی، ۳-ہارون، ۴-علی مختار، ۵-ادریس، ۶-طاہر، ان میں سے اسماعیل اور یحییٰ کی اولاد مصر میں پائی جاتی ہے۔ [خاندان مصطفےٰ، ص۱۷۹]

[۱۴] مسالک السالکین میں ہے: آپ مدینہ منورہ میں تاریخ ۸ ربیع الثانی ۲۳۱ھ روز دوشنبہ کو بعہد خلافت واثق باللہ خلیفۂ عباسی کے پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ ام ولد تھیں۔ نام مبارک ان کا سوسن تھا۔ آپ نے تاریخ ۸؍ربیع الاول ۲۶۰ھ روز جمعہ یا ۲۲ محرم ۲۶۱ھ روز یکشنبہ کو بعہد خلافت معتمد علی اللہ عباسی کے وفات پائی[۱/۲۳۱]

[۱۵] اس کی تائید میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث پیش کی جاتی ہے:عن عبداللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لولم یبق من الدنیاالایوم لطول اللہ تعالیٰ ذالک الیوم حتی یبعث فیہ رجلا منی او من اھل بیتی یواطی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی،یملاء الارض قسطا و عد

لاً کماملئت ظلما وجورا۔رواہ احمد وابو داؤد وابونعیم والترمذی۔قال ھذاحدیث حسن صحیح[ ]

حضرت امام احمد، ابوداؤد، ابونعیم اور ترمذی حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب دنیا کا صرف ایک دن بچ رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس دن کو خوب دراز فرمائے گا، یہاں تک کہ میرے خاندان سے ایک فرد پیدا فرمائے گا جس کا اور جس کے باپ کا نام میرے اور میرے والد کے نام کے مطابق ہوگا۔ وہ روئے زمین کو عدل وانصاف سے خوب بھر دے گا جیسے وہ ظلم وجبر سے بھری ہوئی تھی۔

حضرت داؤد کی روایت میں آپ کا مقام ولادت مدینہ منورہ مذکور ہے۔ یہ روایت مولائے کائنات سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔

☆

منبع الانساب کا جو نسخہ ندوۃ العلما لکھنؤ سے حاصل ہوا، اس کی عبارت قدرے مختلف ہے۔ اس نسخے کے مطابق ترجمہ یہ ہے:

حضرت امام محمد مہدی کی ولادت مبارک ۲۳؍رمضان المبارک ۲۵۸ھ میں موضع سرمن رائے میں ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ ام ولد تھیں جن کا اسم گرامی صیقل یا نرگس تھا۔ روایت بیان کی جاتی ہے کہ جب آپ کی ولادت مبارکہ ہوئی تو آپ نے دوزانو ہوکر انگشت شہادت آسمان کی جانب اٹھائی اور چھینکتے ہوئے فرمایا: الحمدللہ رب العٰلمین۔

۲۶۵ھ یا ۲۶۶ھ میں حضرت کا وصال ننھی سی عمر میں ہوگیا۔ شیعہ اثناعشریہ اسے حضرت کی روپوشی کی تاریخ شمار کرتے ہیں اور اہل سنت اسے حضرت کی تاریخ وصال جانتے ہیں۔ شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت امام محمد مہدی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد پھر تولد ہوں گے۔ اہل حق کا مذہب پہلے بیان ہو چکا، واللہ تعالیٰ اعلم[منبع الانساب، قلمی، ص۱۷]

چوتھی فصل

نسب نامہ سادات کے بیان میں

یہ فصل ان سادات کے نسب کے بیان پر مشتمل ہے جو ان بارہ ائمہ سادات کی نسل سے پوری روئے زمین عرب وعجم پر پھیلے ہوئے ہیں۔ بہت سارے بزرگوں اور بڑے مشائخ نے ان ائمہ سادات اور ان کی نسلوں کے حالات رقم کرنے کا آغاز فرمایا۔

سید جعفر بن امام علی نقی کے ایک سو بیس صاجزادے تھے۔ لیکن آپ کی نسل انیس صاجزادوں سے جاری ہے۔ ان کا نام علی اکبر ہے، کنیت علی اصغر اور لقب جعفر ہے۔ ان کی ولادت ۲۲۰ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ کی عمر شریف ایک سو دس تھی۔ وصال مبارک گیارہ محرم الحرام ۳۳۰ھ بروز جمعہ ہوا۔

اسی طرح ان کے ایک صاجزادے سید اسمٰعیل تھے۔ نام سید زید تھا۔ کنیت ابونصر اور لقب اسمٰعیل بن جعفر بن الھادی تھا۔ ان کی ولادت ۲۶۰ھ یا ۲۸۰ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ ان کی والدہ حضرت امام حسن مجتبیٰ کے خاندان سے سیدہ تھیں۔ حضرت کی عمر مبارک سو سال تھی۔ آپ کی وفات جمعرات کے دن ۳۶۰ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک یمن میں ہے۔ ان کے دو صاجزادے تھے۔ ا۔ سید نصر اللہ۔ ۲۔ سید ابوالبقا سید ابوالبقا کی نسل مصر میں ہے۔ دوسرے بھائی سید نصر اللہ کا نام سید عقیل تھا۔ کنیت حسین اور لقب ناصر۔ ان کی ولادت ۳۱۰ھ میں ہوئی۔ عمر شریف نوے سال تھی۔ آپ کا وصال ۴۰۰ھ میں ہوا۔ مزار مبارک مشہد مقدس میں سیدنا معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چلہ گاہ سے متصل ہے۔ حضرت امام علی رضا کے مزار سے تین کوس کا فاصلہ ہے۔

حضرت سید عقیل کے دو صاجزادے تھے: ا سید اشرف، ۲۔ سید اکرم، سید اکرم کے دو صاجزادے تھے: ا۔ سید احمد، ۲۔ سید محمد، ان دونوں کی نسلیں یمن میں ہیں۔ سید اشرف کی کنیت ابواشرف احمد ہے اور لقب سید ہارون، ان کی ولادت ۳۴۰ھ میں ہوئی، عمر مبارک نوے سال تھی۔ آپ کی وفات ۴۳۰ھ میں ہوئی قبر مبارک بغداد

میں ہے۔ سید اشرف کے تین صاجزادے تھے: ا۔ سید محمد شریف، ۲۔ سید عبداللطیف، ۳۔ سید محمد شجاع۔ سید محمد شجاع کے چار صاجزادے تھے: سید انور، سید منور، سید عبدالحکیم، سید عبدالرحیم۔ سید عبداللطیف کے تین صاجزادے تھے: ا۔ سید ہارون، ۲۔ سید ایوب، ۳۔ سید یعقوب۔ ان تینوں کی نسلیں ملک شام اور مغرب میں ہیں۔

سید محمد شریف کی کنیت ابو اکرم ہے، اور لقب سید حمزہ۔ ان کی ولادت ۳۶۰ھ میں ہے۔ عمر شریف پچاس سال تھی۔ آپ کی وفات ۴۱۰ھ میں ہوئی۔ قبر اطہر بغداد مقدس میں ہے۔ آپ کے تین صاجزادے تھے: ا۔ سید اکرم، ۲۔ سید مکرم، ۳۔ سید معظم، سید معظم کے تین صاجزادے تھے۔: سید ہاشم، سید قاسم، سید سلیمان۔ سید مکرم کے ۹ر صاجزادے تھے: سید احمد، سید محمود، سید حامد، سید نوح، سید الیاس، سید سلیمان، سید ہارون، سید حسن، اور سید محسن۔ [ا] ان کی نسلیں یا چین ماچین میں ہیں۔

سید اکرم کا لقب جعفر ہے اور کنیت ابوالفضل۔ آپ کی ولادت ۳۸۰ھ میں ہوئی۔ عمر مبارک ساٹھ سال تھی۔ وفات ۴۴۰ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک بغداد مقدس میں ہے۔ آپ کے ایک صاجزادے سید افضل تھے جن کی کنیت ابوالقاسم اور لقب سید زید۔ سید افضل علم وفضل وکمال کی بے شمار عظمتیں رکھتے تھے۔ آپ قاری سبعہ تھے، ایسے دلکش انداز میں قرآن حکیم کی تلاوت فرماتے کہ لوگ سن کر مدہوش اور بے خود ہو جاتے۔ چنانچہ خلیفۂ بغداد نے آپ کو خطبہ خوانی کی ذمہ داری سپرد کر رکھی تھی۔ آپ نے بہت عذر پیش کیا لیکن خلیفہ نے قبول نہ کیا اور کہنے لگا کہ شہزادۂ رسول! آپ کے سوا کسی کی زبان سے خطبہ نہیں بھاتا۔ حالانکہ بغداد مقدس مشاہیر علما اور بڑے بڑے خطیبوں سے بھرا پڑا تھا۔ سید افضل کے دو صاجزادے تھے: ا۔ سید منور، ۲۔ سید مفتخر، سید مفتخر کے چار صاجزادے تھے: سید فخر الاسلام، سید ضیاء الدین، سید موسیٰ، سید عیسیٰ، ان کی اولادیں دیار بکر اور موصل میں ہیں۔

سید منور کی کنیت ابوابراہیم اور لقب سید ابوالقاسم ہے۔ حضرت کی ولادت ۴۰۰ھ میں ہے۔ عمر شریف اسی سال تھی، وصال مبارک ۴۸۰ھ میں ہے۔ قبر اطہر

بغداد مقدس میں ہے۔ آپ کے ایک صاجزادے سید انور تھے جو دیار قدس کے حاکم تھے۔ سید انور کی کنیت علی اکبر اور لقب سید ابراہیم ہے۔ آپ کی ولادت ۴۲۰ھ میں ہے۔ عمر مبارک اسی ۸۰ سال تھی۔ وصال ۵۰۰ھ میں ہے۔ [۲] مزار مبارک مدینہ منورہ میں ہے۔ سید انور کے تین صاجزادے تھے: ا۔ سید امجد، ۲۔ سید مجید، ۳۔ سید محمود۔ سید محمود کی نسل گجرات میں ہے۔ چنانچہ سید اسمٰعیل احمد آبادی سید محمود کی نسل سے ہیں۔ سید مجید کی ایک صاجزادی سیدہ عائشہ تھیں۔

سید امجد کی کنیت ابو احمد اور لقب سید محمد شجاع تھا۔ آپ کی ولادت مبارکہ ۴۴۰ھ میں ہے۔ عمر شریف چالیس سال تھی۔ وفات ۴۸۰ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک مدینہ منورہ میں ہے۔ آپ کے ایک صاجزادے سید احمد تھے۔ عائشہ بنت سید مجید بن سید انور، سید احمد کی اہلیہ تھیں۔ سید احمد زبردست عالم دین تھے۔ انہوں نے تیس سال تک مدینہ منورہ میں درس حدیث دیا ہے۔ اسم گرامی سید احمد تھا، کنیت ابوالحامد اور لقب سید محمد شجاع الملک۔ ۴۶۰ھ میں ولادت مبارکہ ہے۔ عمر شریف اسی سال تھی۔ [۳] ۵۴۰ھ میں وصال ہوا۔ مزار مبارک مکہ معظمہ میں ہے آپ کے ایک صاجزادے سید محامد تھے۔

....

حواشی

[۱] منبع الانساب کے لکھنوی نسخے میں سید مکرم کے اخلاف کی یہ ترتیب ہے: سید حامد، سید محمود، سید احمد، سید نوح، سید الیاس، سید سلیمان، سید ہارون، سید حسن، سید محسن [منبع الانساب، ص ۱۹]

[۲] لکھنوی نسخے میں عمر مبارک نوے سال اور سن وصال ۵۱۰ھ تحریر ہے [ص ۱۹-۲۰]

[۳] الہ آبادی اور لکھنوی دونوں نسخوں میں ولادت ۴۶۰ اور وفات ۵۴۰ھ اور عمر مبارک ۱۰۰ر سال تحریر ہے۔ اس معمے کو میں سلجھا نہیں سکا۔ یا تو سال وفات کی تحریر میں سہو ہوا یا پھر عمر مبارک اسی سال تھی۔

خانوادۂ شعبان ملت قدس سرہٗ

سید محامد کی کنیت ابو محمد تھی اور لقب سید اکرم۔ آپ کی ولادت ۵۰۰ھ میں ہوئی۔ عمر مبارک ساٹھ سال تھی۔ ۵۶۰ھ میں انتقال ہوا۔ قبر اطہر مکہ معظمہ میں ہے۔ آپ طائف کی لشکرگاہ کے حاکم تھے۔ آپ کے ایک صاجزادے محمد مکی تھے۔ آپ کی عرفیت سید محمد شجاع الملک تھی۔ اسم گرامی سید جعفر ثانی اور علم میر سید محمد مکی۔ آپ کی ولادت بیت اللہ خانہ کعبہ کے صحن میں ہوئی۔ آپ کی والدہ زیارت بیت اللہ کے لئے گئی ہوئی تھیں۔ وہیں دردزہ شروع ہو گیا کہ گھر تک پہونچنے کی طاقت نہ رہی۔ بالآخر آپ بیت اللہ شریف ہی میں تولد ہو گئے۔ حضرت کی ولادت ۵۴۰ھ میں ہوئی۔ عمر شریف ایک سو چار سال تھی۔ تیس سال کی عمر میں بزور شمشیر یمن کی حکومت حاصل کی اور سارے ظالم عباسیوں کو قتل کر دیا۔ تقریباً دس سال یمن پر حکمراں رہے۔ چنانچہ آپ کے دو صاجزادے میر سید شمس اور میر سید ماہ یمن میں ہی پیدا ہوئے۔ آخرکار آپ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ حضور نے آپ کو دو روٹی اور ایک کٹورا پانی عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا: میں تمہیں ہندوستان پر لشکرکشی کی ذمہ داری سونپتا ہوں۔ میر سید محمد مکی نے صبح اٹھ کر فوراً یمن میں اپنا ایک نائب متعین کیا اور مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ اور بارگاہ رسول میں حاضری کی سعادت حاصل کی۔ پھر بارگاہ رسالت سے حکم ہوا کہ جلد جاؤ، ہندوستان کی زمین شدت سے تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ اس کے بعد آپ مکہ معظمہ حاضر ہوئے اور یہاں دو مہینہ قیام فرمایا۔ پھر سرکار کا حکم ہوا کہ جلد جاؤ سرزمین ہندوستان تمہارا شدت سے انتظار

کررہی ہے۔اس کے بعد آپ تقریباً تیس ہزار سواروں کے ساتھ کافروں سے جنگ کرتے ہوئے ہندوستان کی سمت روانہ ہوئے۔میر سید محمد مکی اس علاقے کے کافروں سے جنگ کرتے ہوئے اس صحرا تک جاپہنچے جہاں اب شہر بھکر [پاکستان] آباد ہے۔یہ صحرا اس کافر راجہ کی شکارگاہ تھا جسے حضرت نے قتل کردیا تھا۔آپ نے اس صحرا میں پہونچ کر ایک گائے ذبح کی اور ایک شہر آباد کرنے کی بنیاد ڈالی،جس کا نام بقر تجویز فرمایا۔سندھ میں قاف کو کاف کی طرح ادا کرتے ہیں اس لئے سندھی اس بکر کہنے لگے جو بعد میں بھکر کے نام سے مشہور ہوگیا۔حضرت میر سید محمد مکی کی وفات ۶۴۴ھ میں ہوئی۔قبر اطہر بھکر اور سکھر کے درمیان واقع ہے۔سکھر اور بھکر کے درمیان سات دریا جمع ہیں۔اس جگہ جیحوں دریا واقع ہے۔

حضرت میر سید محمد مکی نے کئی شادیاں فرمائیں۔سیدنا شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کی صاحبزادی کے بطن سے چار صاحبزادے تولد ہوئے۔ان کے علاوہ دو صاحبزادے سید شمس اور سید ماہ جو یمن میں پیدا ہوئے تھے۔یہ قاضی صاحب کی صاحبزادی کے بطن سے تھے۔دو صاحبزادے سید صدر الدین اور سید بدرالدین جو بھکر میں پیدا ہوئے تھے،یہ بھی قاضی صاحب[۱] کی صاحبزادی سے تولد ہوئے۔

❁

سید بدرالدین قدس سرہ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اپنی صاحبزادی حضرت میر سید جلال الدین سرخ قدس سرہ کے عقد میں دیدی۔حضرت میر کو سید جلال بخاری کہتے ہیں،صحیح النسب سادات اور حضرت سید بدرالدین کے یک جدی ہیں،کیونکہ حضرت سید جلال بخاری بھی حضرت سید علی اصغر کی اولاد سے ہیں۔آپ کو حضرت مخدوم شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہ سے سلسلۂ سہروردیہ میں بیعت وخلافت حاصل تھی۔لیکن اس عقد سے سید بدرالدین کے بھائی میر سید صدر الدین، میر شمس اور میر ماہ ان سے سخت ناراض ہوگئے۔یہاں تک کہ ان بھائیوں نے سید

بدرالدین کو بھکر سے شہر بدر کردیا کہ کیوں تم نے ایک فقیر کو بیٹی دیدی۔جاؤ تم بھی فقیر بن کر اس کے ساتھ گھومتے پھرو۔آخرکار میر سید بدرالدین نے قصبہ اوچہ میں اقامت اختیار فرمائی۔حضرت میر سید محمد مکی کی اولادیں بہت کثیر ہیں جو بھکری سادات کے نام سے مشہور ہیں۔حضرت میر سید محمد مکی بھکری کے صاحبزادگان کے مزارات طیبات قلعۂ بھکر میں ہیں۔

❁

میر سید صدر الدین بن سید محمد مکی کا ایک نام سید امام الدین بھی ہے۔کنیت سید علاء الدین اور عرفیت سید صدر الدین ہے۔حضرت کی ولادت بھی بھکر میں ہوئی۔رجب کی دس تاریخ تھی اور سال ۶۰۰ھ۔عمر مبارک ساٹھ سال نو مہینے ہوئی۔وصال مبارک ۲۱ رمحرام الحرام ۶۶۹ھ میں ہوا۔مزار اقدس بھکر کے قلعے میں ہے۔

حضرت سید صدر الدین کے چار صاحبزادے تھے:۱۔سید تاج الدین، ۲۔سید بدرالدین بدر عالم۔۳سید علاء الدین۔۴۔سید نصر اللہ۔

❁

سید بدرالدین بدر عالم کا نام علی اکبر،کنیت عبداللہ اور لقب بدرالدین تھا۔آپ کی ولادت جمعرات کے دن ۲۵رشعبان المعظم ۶۳۰ھ میں ہوئی۔عمر مبارک پچاس سال تھی۔ وفات ۶۸۰ھ میں ہوئی۔قبر اطہر بھکر میں ہے۔آپ کے چار صاحبزادے تھے:۱-سید دولت احمد،۲-سید محی الدین،۳-سید رکن الدین،۴-سید علی مرتضیٰ معروف بہ علی شعبان۔آپ کی کنیت ابوالباقر،اسم گرامی سید علی مرتضیٰ اور لقب علی شعبان ہے۔حضرت شعبان کو علی اس لئے کہتے ہیں کہ ٹھیک شب برات کے دن تولد ہوئے۔حضرت شعبان ملت کی ولادت مبارکہ ۶۶۰ھ میں قصبہ لنہدی [یو ہلدی] میں ہوئی جو سکھر اور بھکر سے متصل ہے۔عمر مبارک سو سال ہوئی۔وصال شریف ۱۳ر یا ۳رذوالحجہ بروز جمعرات ۷۶۰ھ میں ہوا۔مزار مبارک قصبہ جھونسی [الہٰ آباد]

میں ہے۔گنگا اور جمنا دونوں دریا حضرت کے مزار کے پاس مل جاتے ہیں۔

❁

حضرت شاہ شعبان ملت کے جھونسی کو اپنی اقامت گاہ بنانے کی تقریب یوں ہوئی کہ حضرت کی عمر جب تیس سال کی ہوئی تو دل میں عشق الٰہی کا دریا جوش زن ہوا۔حالت یہ ہوئی کہ جہاں عارفین اسرار الٰہی کا چرچا سنتے،وہاں پہونچ جاتے اور ان کی صحبت کے فیض سے شرف یاب ہوتے۔اخیر میں آپ ملتان حاضر ہوئے اور حضرت شمس الدین تبریزی[۲] کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت کی درخواست کی۔حضرت شمس نے آپ کے ساتھ بڑے فضل وکرم کا معاملہ فرمایا پھر کہنے لگے کہ تمہارا حصہ دوسری جگہ ہے۔ہمارے یہاں جذب کی تربیت ہوتی ہے اور تمہارے مقدر میں ولایت سلوک ہے۔حضرت شعبان ملت نے عرض کیا کہ میرا حصۂ طریقت جہاں ہو، اس کی نشاندہی فرمائیں۔حضرت شمس نے فرمایا:حضرت مخدوم بہاء الدین زکریا کی خدمت میں چلے جاؤ۔حضرت شعبان ملت جب حضرت مخدوم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو حضرت مخدوم نے آپ کو اپنے نبیرہ حضرت شاہ رکن الدین ابوالفتح کے سپرد کیا۔آپ حضرت سید شمس اور حضرت مخدوم بہاء الدین زکریا قدس سرہما کی ہدایت کے مطابق حضرت مخدوم شاہ رکن الدین بن حضرت شاہ صدر الدین بن مخدوم بہاء الدین زکریا قدست اسرارہم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔جس وقت حضرت مخدوم شاہ رکن الدین ابوالفتح نے آپ کو دیکھا تو بے حد مسرور ہوئے اور فرمایا:الحمدللہ !ایک شیر نر ہمارے جال میں آیا ہے۔اس کے بعد حضرت شاہ شعبان ملت حضرت ابوالفتح کی خدمت میں عرصہ تک مصروف رہے۔دو سال کے بعد حضرت مخدوم ابوالفتح سے عرض کی:ہمیں کچھ ارشاد فرمائیں۔حضرت مخدوم ابوالفتح نے فرمایا:سلسلۂ سہروردیہ کی تربیت کا آغاز اس بات سے ہوتا ہے کہ چالیس روزے طے[۳] کے رکھو،پھر چالیس دن صفت دوام رکھو یعنی سات دن تک طے کی مانند روزہ رکھو۔اس کے

بعد ایک چلہ کھینچو۔ان مراحل سے گذر کر آؤ تو کچھ باتیں بتاؤں گا۔حضرت مخدوم ابوالفتح کی ہدایت کے مطابق حضرت شعبان ملت نے روزوں کے مجاہدے کئے،اس کے بعد حضرت مخدوم نے آپ کو چہل اسماء کا شغل عطا کیا۔حضرت چہل اسماء کے وظیفے میں مشغول ہوئے تو اسی دوران حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔آپ نے حضرت خضر سے بھی فوائد باطنی حاصل کئے۔یہ ریاضتیں کرنے کے کچھ دنوں بعد آپ نے حضرت مخدوم رکن الدین ابوالفتح سے اپنی بیعت میں لینے کی درخواست کی۔حضرت مخدوم نے فرمایا:تمہارا حصۂ بیعت ہمارے دوست شیخ منہاج الدین حسن کے پاس ہے جو بہار میں رہتے ہیں۔وہاں جا کر اپنا حصہ حاصل کرو۔حضرت شاہ شعبان ملت،حضرت مخدوم کی ہدایت پر بہار کو روانہ ہوئے۔جس وقت آپ بہار پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت مخدوم شاہ منہاج الدین شہر سے باہر کھڑے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ سید! آؤ میں تمہارا انتظار کررہا تھا۔حضرت شعبان ملت نے،حضرت منہاج الدین حاجی الحرمین کی خدمت میں رہ کر سعادتیں حاصل کیں۔بارہ سال تک حضرت حاجی الحرمین کی خدمت میں مصروف رہے۔بارہ سال کے بعد حضرت مخدوم منہاج الدین نے حضرت سید شعبان ملت کو بیعت سے شرف یاب کیا اور فرمایا:شیخ پورہ جا کر قیام کرو۔حضرت شعبان ملت مرشد برحق کے حکم پر شیخ پورہ حاضر ہوئے اور دو سال تک قیام فرمایا۔اس کے بعد حضرت مخدوم منہاج الدین نے شعبان ملت کو اپنے پاس بلالیا اور فرمایا:کل رات میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔آپ فرمارہے تھے کہ شعبان کو یہاں سے کافروں کے گڈھ پیاگ بھیجو تاکہ وہ وہاں جا کر رسم اسلام جاری کرے۔حضرت شعبان ملت مرشد گرامی کے حکم پر پیاگ کو روانہ ہوگئے۔پچاس خدا رسیدہ درویش رفقا بھی حضرت منہاج الدین کی خانقاہ سے آپ کے ساتھ ہوگئے۔فقرائے محمدی کی یہ جماعت جب جھونسی پہنچی تو اس وقت اس جگہ کا نام ہربونگ پور تھا۔جھونسی سے دکھن جانب بہت گھنا جنگل تھا۔ان حضرات نے اسی جنگل میں پہونچ کر گنگا کے کنارے قیام فرمایا۔ان فقرائے اسلام نے نماز کے لئے اذان

دی۔ ہر بونگ پور کے کافر راجہ نے کہا کہ یہ ملیچھ کہاں سے آگئے جو ہمارے علاقے میں آکر اذان دے رہے ہیں۔ اس نے اپنے آدمیوں کو بھیجا کہ جا کر کہدو: تم لوگ مسلمان ہو، یہ علاقہ ہندوؤں کا ہے، اس لئے یہاں سے چلے جاؤ۔ کیونکہ یہاں تمہارا ٹھہرنا اچھا نہیں ہے۔ بہت حیل وحجت کے بعد حضرت شعبان ملت نے فرمایا: میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے پیر کے حکم سے یہاں آکر ٹھہرا ہوں۔ تمہارے بلانے سے نہیں آیا کہ تمہارے کہنے سے چلا جاؤں۔ ہمیں اس جگہ رسم اسلام جاری کرنی ہے، جانا نہیں ہے۔ پس اس مردود راجہ نے اپنے نوکروں کو بھیجا تا کہ حضرت مخدوم شعبان ملت اوران کے رفیقوں کا سر کاٹ کر دریا میں ڈال دیں۔ کافر راجہ کے یہ نوکر حضرت شعبان ملت کو ڈھونڈنے نکلے۔ جب نزدیک پہنچے، تلوار نکالی اور چاہا کہ قتل کردیں۔ حضرت مخدوم نے انگشت شہادت سے اشارہ کرتے ہوئے پر جلال نگاہ گرم سے انہیں دیکھتے ہوئے فرمایا: اقتلوا یا مریخ۔ اے ساکنان مریخ ان کافروں کو قتل کردو۔ پس سارے کافروں کا سر یکبارگی تن سے جدا ہو گیا۔ یہ خبر مردود راجہ تک پہنچی، فوراً وہ خود سوار ہو کر آ گیا۔ ایک توپ چھوڑی جس سے حضرت شعبان ملت کے سات مرید درویش شہید ہو گئے۔ اب حضرت شعبان ملت اٹھ کھڑے ہوئے اور یا مریخ کا نعرہ نگاہ گرم کے ساتھ لگایا، راجہ ہر بونگ اور اس کی فوج کے سر قلم ہو گئے۔ پھر قلعہ کی طرف نگاہ گرم سے دیکھتے ہوئے تیسری بار یا مریخ کا نعرہ لگایا، سارے قلعہ کو جڑ سے الٹ دیا۔ اس کی عمارتیں تہہ وبالا کردیں۔ وہ کافر راجہ اپنی فوج کے ساتھ واصل جہنم ہوا۔ حضرت نے رسم اسلام جاری کی۔ باقی سارے ہندو اس چشم دید زلزلہ کی دہشت اور اسلام کی قوت ایمانی دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔ مخدوم سید شعبان ملت نے وہاں طرح اقامت ڈالی۔ چند سال وہاں رہ کر گنگا پار کی حویلی پیاگ میں موضع چرئی کے اندر سکونت اختیار کی اور چند فقرائے اسلام کو جھونسی میں رہنے دیا۔

مخدوم شاہ منہاج الدین حاجی الحرمین نے مکہ کی حاضری کا ارادہ فرمایا، جس وقت جھونسی پہونچے، حضرت کے رفقا سے دریافت فرمایا کہ ہمارا دوست سید

شعبان ملت کہاں ہے؟ لوگوں نے عرض کی: موضع چرئی کی حویلی پیاگ میں چلے میں مصروف ہیں۔ حضرت مخدوم شاہ منہاج الدین حاجی الحرمین وہاں سے روانہ ہو گئے۔ مذکورہ دیہات چرئی کا حضرت کو علم نہ تھا کہ کہاں ہے؟ آخر کار سید سراواں سے متصل ایک باغ تھا، وہیں بیٹھ گئے۔ حضرت سید شعبان ملت نے کشف سے معلوم کرلیا کہ حضرت مخدوم ہماری جستجو میں کہاں تک تشریف لا چکے ہیں۔ ایک شخص حضرت شعبان ملت کو تھوڑا سا دودھ نذر کر گیا تھا۔ حضرت کے حجرے میں تھوڑا چاول بھی پڑا ہوا تھا۔ چاول کو دودھ میں ڈال کر کیتلی سر پر رکھ کر روانہ ہو گئے۔ جب باغ کے نزدیک پہنچے تو حضرت مخدوم حاجی حرمین نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت شعبان ملت اس عظمت وکمال کے باوجود بہت ہی عاجزی اور تواضع کے ساتھ دوڑتے ہوئے چلے آرہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تعال یا سیدی مرحبا۔ آئیے یا سیدی مرحبا تشریف لائیے۔ اسی دوران سید شعبان ملت کے دل میں جو نورانی حجاب پڑا ہوا تھا، وہ اٹھ گیا۔ مخدوم حاجی الحرمین نے دودھ اور چاول کی بنی کھیر خوشی خوشی تناول فرمائی۔ جو بچ رہی، اسے حضرت شعبان ملت کو عطا فرمایا کہ کھالیں تا کہ تیرے فرزند اور مریدین قیامت تک اس کے فیوض وبرکات سے مالا مال ہوتے رہیں۔ حضرت مخدوم حاجی الحرمین نے جو روحانی نعمتیں رہ گئی تھیں، حضرت شعبان ملت کو اسی جگہ عطا فرمادیں اور فرمایا کہ عزیزم! میں نے تیرا کام مکمل کردیا۔ پھر آپ شعبان ملت کے ساتھ موضع چرئی تشریف لائے۔ چند دن قیام فرمایا پھر رخصت ہو کر مکہ معظمہ کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ آپ نے وقت رخصت شعبان ملت سے فرمایا: میں مکہ معظمہ جا رہا ہوں، وہیں وفات پاؤں گا۔ تم بہار چلے جاؤ۔ ہمارے پیر نجم الدین ابراہیم نے اپنے مرشد شیخ رکن الدین ابو الفتح کا عطا فرمودہ جو خرقہ مجھے عنایت کیا تھا، وہ میں تمہیں دیتا ہوں۔ تم بہار جا کر وہ خرقہ زیب تن کرلو اور کچھ دن وہاں ٹھہر کر میرے صاحبزادے شیخ صدر الدین کو روحانی تربیت دو، اس کے بعد جھونسی واپس آکر اقامت اختیار کرو۔ چنانچہ حضرت سید شعبان ملت نے چند درویش اس دیہات چرئی میں چھوڑے

اور چند رفقا کو جھونسی میں ٹھہرایا اور اپنے پیر کے حکم کے مطابق خود بہار کو روانہ ہو گئے۔ جب بہار شریف پہنچے تو لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ حضرت حاجی الحرمین کے صاحبزادے شیخ صدر الدین نے بہت چاہا کہ تالا کھول کر خرقہ زیب تن کریں لیکن جس وقت وہ حجرہ کے نزدیک پہنچے، اس قدر گرامی ہوئی کہ وہ برداشت نہ کرسکے اور تالہ کھولنے میں کامیاب نہ ہوئے۔ بالآخر حضرت مخدوم شاہ شعبان ملت حاضر ہوئے۔ حجرہ کھولا اور خرقہ زیب تن فرمایا۔ اس دیار کے سارے اکابر اور مشائخ نے حاضر ہو کر حضرت شعبان ملت کو اس نعمت کے حصول پر مبارکبادی دی۔ صرف حضرت شیخ احمد چرم پوش قدس سرہٗ [۴] رہ گئے، کیونکہ حضرت شعبان کے مرشد شیخ منہاج الدین اور حضرت چرم پوش کے درمیان تعلقات استوار نہیں تھے۔ اس کا سبب یہ رہا کہ سارا بہار شریف حضرت مخدوم حاجی الحرمین کی ملکیت تھا۔ حضرت چرم پوش نے ایک ہرن کی کھال کے برابر زمین حضرت مخدوم سے طلب کی۔ مخدوم حاجی الحرمین نے عطا فرمادی۔ حضرت چرم پوش نے اس کھال کا تسمہ بنا کر زمین ناپی اور اسے قبضے میں لے لیا۔ یہ ایک لمبی داستان ہے، کہاں تک لکھوں۔ آخر کار مخدوم حاجی الحرمین رنجیدہ ہو کر مکہ معظمہ کو روانہ ہو گئے اور صاحبزادے سید صدر الدین کو سجادہ نشین کی حیثیت سے وہاں چھوڑ گئے۔

خرقہ پوشی کے بعد حضرت مخدوم شعبان ملت نے کچھ مدت تک بہار شریف میں قیام کر کے صاحبزادہ سید صدر الدین کی روحانی تربیت فرمائی پھر جھونسی تشریف لے آئے۔

ایک دن حضرت مخدوم شاہ شعبان ملت کھڑاؤں پہن کر دریا کے اندر سیر کو تشریف لے گئے۔ چلتے چلتے ایک دلکش اور فرحت بخش مقام تک پہنچے جسے ہیگر دیوریا کہتے ہیں۔ یہ جگہ جھونسی سے پچھم کی جانب تین کوس کے فاصلے پر واقع ہے۔ حضرت کو یہ جگہ ایسی پسند آئی کہ وہیں عبادت الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ وہاں سُجان نام کا ایک دیو رہتا تھا۔ اس نے حضرت شعبان ملت سے حجت شروع کردی کہ

یہ جگہ تو میری ہے اور تو ملیچھ انسان اس جگہ کیا کر رہا ہے۔ اگر خیریت چاہتا ہے تو فوراً اپنی جان لے کر میرے سامنے سے دفع ہو جا ورنہ میں تجھے ہلاک کردوں گا۔ حضرت شعبان ملت نے مسکراتے ہوئے فرمایا یہ جگہ اب تک تیری تھی لیکن وہ خدا جو رات سے دن کو اور دن سے رات کو نکالتا ہے، اس خدا نے یہ جگہ مجھے عطا فرمادی اور کفر کی جگہ اسلام کو غالب کیا۔ مردود دیو یہ سن کر فضا میں اُڑ گیا۔ حضرت شعبان ملت نے اپنی کھڑاؤں کو اشارہ فرمایا کہ جا کر اسے نیچے اتار لائیں۔ دیو نے بہت کوشش کی لیکن اس کی ایک نہ چلی۔ آخر کار اس جگہ سے بھاگ کر اریئل پہنچا جو جھونسی کے مقابل جمنا کے کنارے ایک پرانا شہر تھا۔ دونوں دریا کے درمیان ایک گاؤں تھا پیاگ [۵] جہاں برہمن ہندو جینو گلے میں ڈالے مذہبی تربیت اور غسل دینے کے لئے زمانہ قدیم سے آباد تھے۔

اریئل میں ایک ہندو راجہ تھا جس کی کوئی اولاد نہ تھی۔ سجان دیو اس راجہ کے پاس ایک جوگی کی صورت میں حاضر ہوا اور فریاد کی کہ آپ کے باپ دادا کے زمانے سے میں اس دیہات میں موجود تھا۔ اب ایک ملیچھ نے آکر مجھے اس جگہ سے نکال دیا ہے اور میری جگہ پر خود قبضہ جما بیٹھا ہے۔ اگر تو اپنی سلامتی چاہتا ہے تو فوراً اپنے آدمیوں کو وہاں بھیج کر اسے نکال باہر کر اور اگر وہ مزاحم ہو تو اسے قتل کردے، ورنہ یہ ملیچھ رفتہ رفتہ وہاں قدم جمالے گا اور ہندو مذہب کی ساری رسمیں ملیامیٹ کردے گا۔ راجہ نے جوگی کے کہنے پر عمل کیا۔ جب اس کے آدمی دریا کے کنارے پہنچے اور چاہا کہ کشتی پر سوار ہوں، سارے ماہی گیر اندھے ہو گئے۔ ان لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ یہ اس ملیچھ کی کرامت ہے۔ سب نے مل کر حضرت سے غائبانہ فریاد کی اور اپنے کئے سے توبہ کی۔ ارے بابا! ہم ایک راجہ کے کہنے سے یہاں آئے تھے جس کے ہم نوکر ہیں۔ ہمارا ذرہ برابر کوئی قصور نہیں ہے۔ اگر ہماری آنکھیں پھر سے روشن ہو جائیں تو ہم مسلمان ہو جائیں گے اور آپ کے ہاتھوں پر توبہ کرلیں گے، چاہے نوکری رہے یا جائے۔ غیب سے ایک آواز آئی کہ اپنے چہرے اس جانب سے پھیر لو۔ انہوں نے

ایسا ہی کیا اور ان کی آنکھیں روشن ہوگئیں۔ جیسی پہلی تھیں بالکل ویسی ہوگئیں۔ پھر وہ سب لوٹ گئے۔

جب شام ہوئی، حضرت سید شعبان ملت کھڑاؤں پہن کر دریا سے گذر گئے۔ جب پیاگ کے نزدیک پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت رو رہی ہے۔ پوچھا کیوں رو رہی ہو؟ اس خاتون نے بتایا کہ میں یہاں دہی بیچنے آئی تھی، دیر ہوگئی۔ اب ملاحوں نے کشتیاں باندھ دی ہیں۔ میرے گھر میں ایک شیر خوار بچہ ہے۔ رو رہی ہوں کہ یہ چار گھڑی رات بچے پر کیسی گذرے گی۔ حضرت نے فرمایا: میرے پیچھے پیچھے چلی آؤ۔ یہ راز کسی سے مت کہنا۔ عورت نے ویسا ہی کیا اور دریا عبور کر کے اپنے گھر چلی گئی۔ جب صبح ہوئی تو یہ خبر اس نے ہر خاص و عام کی زبان سے سنی کہ ایک ملیچھ نے آ کر راجہ ہر بونگ کو تباہ کر دیا، جوگی دیو کو اس کی جگہ سے بھگا دیا اور یہاں کے راجہ نے جب اسے سزا دینے کے لئے اپنے آدمیوں کو بھیجا تو سب اندھے ہوگئے۔ اب کیا تدبیر کرنی چاہیے۔ یہ سن کر وہ عورت جس نے حضرت شعبان ملت کے ساتھ دریا عبور کیا تھا، راجہ کی بیوی کے پاس گئی اور اپنا ماجرا بیان کیا اور کہنے لگی کہ آپ راجہ کو سمجھا دو کہ ایسے بزرگ کے ساتھ ہرگز بے ادبی نہ کرے ورنہ جیسے راجہ ہر بونگ اپنی اولاد اور فوجوں کے ساتھ ہلاک ہوگیا، ویسے ہی تم سب بھی ہلاک ہو جاؤ گے۔ بہتر یہ ہے کہ اس بزرگ کے سامنے اطاعت اور خدمت کی راہ اپنائی جائے۔ ہوسکتا ہے کہ اس کی دعا سے تمہیں اولاد نصیب ہو جائے، ورنہ یہ جوگی کیا کرلیں گے۔ بیوی نے راجہ سے یہ باتیں کہیں اور اسے سمجھایا۔ راجہ نے اس کی بات مان لی اور ایک دیگ کھانا پکا کر اپنی بیوی کے ساتھ حضرت کی جانب روانہ ہوا۔ جب حضرت کی خدمت میں پہنچا تو اطاعت کا سجدہ کیا اور جو ماحضر ساتھ لے کر آیا تھا، اسے حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت نے اس کے ترکش سے ایک تیر طلب کیا، پھر تھوڑا سا کھانا اس تیر سے نکال کر فرمایا کہ لو۔ راجہ نے عرض کی: جو کھانا پکنے کے بعد مطبخ سے باہر ہو جاتا ہے، وہ ہمارے مطلب کا نہیں رہتا [یعنی ہم اسے نہیں کھاتے] حضرت نے فرمایا: کھانا تیرے

گھر کا ہے، اب تک تیرے برتن میں ہے اور تیرے تیر سے ہی نکالا گیا ہے۔ اب اگر یہ تیرے قابل نہیں رہا تو ہمیں ایک مشرک کے گھر کا کھانا استعمال کرنا کیونکہ درست ہوگا؟ راجہ کی حاجت مند بیوی سمجھدار اور تھی۔ وہ فوراً قدموں کے بل کھڑی ہوگئی اور کہنے لگی: یہ کھانا مجھے عنایت ہو۔ حضرت نے تیر میں لگا ہوا کھانا اس کے حوالے کیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تجھے ایک لڑکا ہوگا جو بہت نامور ہوگا۔ جاؤ اور اپنا یہ کھانا بھی اپنے ساتھ لے جاؤ کہ ہم مشرکین کے یہاں کا پانی کھانا نہیں کھاتے۔ اس کے بعد حضرت کے صاحبزادگان اور مریدین ہندوں کے یہاں کا پانی بھی نہیں پیتے تھے، کھانا کھانا تو دور کی بات ہے۔

بیان کرتے ہیں کہ محمد صالح نام کا ایک تاجر حضرت کا مرید تھا۔ ایک دن وہ تجارت کے لئے کہیں جا رہا تھا۔ اسی راستے میں اس نے ایک شیر دیکھا۔ اس نے شیر سے کہا: تجھے حضرت شعبان ملت کا واسطہ دیتا ہوں کہ راستے سے ہٹ جا۔ شیر سر جھکا کر راستے سے دور چلا گیا۔ جب آگے بڑھا تو ایک خطرناک سانپ کو راستے میں دیکھا کہ بیٹھا ہوا ہے، اسے بھی حضرت شعبان ملت کا واسطہ دیا، سانپ بھی سر جھکا کر چلتا بنا۔ محمد صالح جب اس سفر سے واپس ہوا، تو ساری سرگذشت، اپنے پیر و مرشد حضرت شعبان ملت کے گوش گذاری کر دی۔ حضرت نے فرمایا: جب بھی کسی شیر یا سانپ کو میری قسم دو گے تو وہ اپنے شر سے تمہیں امان دیدے گا۔ لیکن یاد رکھنا کہ اسے مارنا نہیں۔

اس کے بعد حضرت شعبان ملت قدس سرہ جھونسی میں قیام پذیر ہوئے۔ مخدوم بہاء الدین زکریا ملتانی کے خاندان سے ایک مولانا اسمٰعیل قریشی تھے جن کا مزار مبارک بمہرولی پرگنہ چائل صوبہ الہ آباد کی حویلی میں ہے۔ انہوں نے ایک دن خواب میں حضرت مخدوم بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ کی زیارت کی۔ حضرت مخدوم نے ان سے فرمایا: ہماری باقی ماندہ روحانی نعمتیں سید شعبان سے جا کر حاصل کرو جو ہمارے سلسلہ کے خلفاء میں ہیں، وہ تمہارے گھر کی نعمتیں ہیں۔ حضرت مخدوم

اسمٰعیل اپنے جد کریم کے حکم کے مطابق حضرت شعبان ملت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت شعبان ملت کے پاس جو روحانی نعمتیں تھیں، مخدوم زادے کو تعلیم فرمائیں۔ حضرت شعبان ملت اور مخدوم محمد اسمٰعیل کے درمیان بڑے اخلاص و محبت کے رابطے تھے۔

اس واقعے کے پانچ سال بعد حضرت شعبان ملت نے حضرت مخدوم محمد اسمٰعیل قدس سرہٗ کے اصرار پر شاہ غالب سوار، جن کی درگاہ موضع موار بہ پرگنہ بلکھر صوبہ الہٗ آباد میں ہے، ان کے گھرانے میں شادی فرمائی۔ آپ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت شعبان ملت قدس سرہ کی چار اولادیں ہوئیں۔ دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں۔ ایک صاحب زادے علی عامر جنہیں عمر شہید کہتے ہیں، کافروں سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ حضرت شعبان ملت نے فرمایا: میرے دوسرے صاحبزادے شاہ تقی کی نسل سے جو بچہ پیدا ہو، پہلے حلوے پر فاتحہ پڑھ کر سید علی عامر کی نذر کریں، اس کے بعد بچے کو دودھ پلائیں۔

حضرت شعبان ملت کے دوسرے صاحبزادے ہیں: قدوۃ العارفین، امام المتقین سراج الاولیا، واقف اسرار الٰہی حضرت مخدوم سید شاہ تقی الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز۔ حضرت شعبان ملت کی دو صاحبزادیاں: صالحہ اور حنیفہ تھیں، بڑی بہن صالحہ، میر سید حقانی سبزواری سے بیاہیں اور چھوٹی صاحبزادی حنیفہ کی شادی سادات منوریہ میں سے سید منور کے ہمراہ ہوئی۔

❁

حضرت شاہ تقی کی کنیت علی اکبر ہے، اسم گرامی صدر الحق اور لقب شاہ تقی ہے۔ حضرت کی ولادت جمعرات کے دن ۷۲۰ھ میں جھونسی میں ہوئی۔ عمر مبارک پینسٹھ سال تھی۔ حضرت کا وصال ۷ ذوالحجہ ۷۸۵ھ میں ہوا۔

ہست تاریخ وفاتش مخزن اسرار شیخ
نام السید تقی ہفت صد ہشتا دو پنج

''قطب گنج العرش'' آپ کی مشہور تاریخ وفات ہے۔

حضرت سید تقی الدین قدس سرہ نے سب سے پہلے سلسلہ سہروردیہ کے مطابق مکمل روحانی تربیت اپنے والد ماجد حضرت سید شعبان ملت قدس سرہ سے حاصل کی۔ حضرت شاہ تقی نے سیاحت بھی خوب فرمائی۔ چنانچہ سیر کرتے ہوئے ولایت تو ان کی جانب شہر بخارا پہونچے۔ وہاں حضرت سید محمد بخاری بن میر عبد الحق کبیر کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ بارہ سال تک حضرت سید محمد بخاری قدس سرہ کی صحبت بابرکت میں حاضر رہے۔ آخرکار میر سید محمد بخاری نے اپنی صاحبزادی کا نکاح مخدوم سید تقی کے ہمراہ فرما دیا۔ حضرت سید محمد بخاری کا پیشہ قالین بانی تھا لیکن نجیب الطرفین سید ہیں۔ گیارہ واسطوں سے آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام علی موسیٰ رضا سے جا ملتا ہے۔ حضرت میر سید محمد بخاری کے ایک صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں۔ آپ کے صاحبزادے خواجہ بہاء الدین نقش بند قدس سرہ ہیں اور صاحبزادی رخ ماہ بیگم تھیں جو حضرت مخدوم شاہ تقی الدین قدس سرہ کی اہلیہ تھیں۔ بہت ساری روحانی نعمتیں ان سے ملی ہیں۔

حضرت میر سید محمد بخاری قدس سرہ کے وصال کے وقت صاحبزادہ خواجہ بہاء الدین نقشبند والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی درخواست کی۔ حضرت سید محمد نے فرمایا: تمہارا حصہ حضرت امیر کلال کے پاس ہے۔ تم ان کے پاس جاؤ۔ میرے پاس جو کچھ تھا، وہ میں نے شاہ تقی کو دیدیا۔ حضرت خواجہ نقشبند، والد ماجد کے فرمان کے مطابق حضرت امیر کلال کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس کے بعد حضرت میر سید محمد بخاری نے شاہ تقی سے فرمایا: بابا تقی میں نے شیخی اپنے پیر سے پائی، وہ سب تجھ کو دی۔ یہ کہہ کر آپ ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگئے اور دار بقا کی جانب رحلت فرما گئے۔ اسی دن چھوٹے بڑے بھی لوگ مخدوم شاہ تقی کو شیخ کہنے لگے۔ چنانچہ شیخی، حضرت میر سید بخاری کی زبان پاک کی برکت ہے۔ لہٰذا حضرت مخدوم شاہ تقی نے خود اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمایا: ہمارے فرزندوں میں جو سجادگی کا راستہ

اختیار کرے، وہ اپنے کو شیخ کہے گا۔

حضرت میر سید محمد بخاری کی وفات کے بعد حضرت مخدوم شاہ تقی الدین قدس سرہ بارہ سال بعد اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہندوستان واپس ہوئے۔ جب دہلی پہنچے تو حضرت سلطان المشائخ کو خواب میں دیکھا کہ انہوں نے پشمینہ کا ایک خرقہ اور ایک تاج حضرت مخدوم کو عطا فرمایا۔ اس کے بعد حضرت مخدوم شاہ تقی حضرت سلطان المشائخ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اپنا خواب بیان کیا۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا: ہاں میں نے بھی دیکھا ہے۔ حضرت مخدوم شاہ تقی الدین، حضرت سلطان المشائخ شاہ نظام الدین اولیا قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں ایک سال رہ کر تربیت باطن لیتے رہے۔ ایک سال بعد حضرت سلطان المشائخ نے آپ کو خلافت مرحمت فرما کر رخصت کیا۔ بوقت رخصت فرمایا: حضرت میر سید علاء الدین جیوری سے بھی ملاقات کرنی چاہئے۔ چنانچہ حضرت نظام الدین اولیا کے بعد آپ حضرت میر سید علاء الدین جیوری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فیوض وبرکات حاصل کئے۔ چنانچہ آپ کے خاندان میں سلسلۂ کبرویہ اور اشغال کبرویہ حضرت میر سید علاء الدین جیوری سے پہنچے ہیں۔

اخیر زمانے میں حضرت کا استغراق بہت بڑھ گیا تھا۔ عالم یہ تھا کہ آپ کو اپنے مراقبے کی خبر نہیں ہوتی تھی۔ حضرت مخدوم کو پتہ نہ ہوتا کہ آج کون سا دن اور کون سا مہینہ ہے۔ ایک مرتبہ ایک شخص آپ کے پاس ایک کاغذ کا ورق لے کر حاضر ہوا اور عرض گذار ہوا کہ حضور آپ اپنا اسم گرامی تحریر فرمادیں۔ حضرت نے قلم اٹھایا پھر عالم حیرت میں چلے گئے۔ خادم سمجھ گیا کہ اپنا نام بھول گئے ہیں۔ اس نے عرض کی: حضور کا اسم گرامی شاہ تقی ہے، اس کے بعد حضرت نے اپنا نام اس کاغذ پر تحریر فرمایا۔

ایک دن جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوکر عالم حیرت میں چلے گئے۔ خادم سمجھ گیا کہ حضرت اپنا داہنا قدم بھول گئے ہیں۔ خادم نے اپنا ہاتھ حضرت کے داہنے پیر پر رکھ کر عرض کی: حضور کا داہنا پیر یہ

ہے۔ اس کے بعد حضرت نے اپنا داہنا قدم مسجد میں رکھا۔

منقول ہے کہ حضرت شاہ مدار بدیع الدین قدس سرہ سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ حضرت شاہ مدار نے دریافت کیا کہ آپ نے نزدیک وصول کیا ہے؟ فرمایا: لا الہ الا اللہ۔ پھر شاہ مدار نے پوچھا الا اللہ کسے کہتے ہیں، نفی کیا ہے، اثبات کیا ہے؟۔ مخدوم شاہ تقی نے فرمایا: نفی سے مراد اپنی ذات کی نفی ہے اور اثبات سے مراد حق تعالیٰ کا اثبات ہے۔ حضرت شاہ مدار نے پھر دریافت فرمایا: سلسلۂ سہروردیہ کی پہچان کیا ہے۔ فرمایا: خود فراموشی، اپنے کو بھول جانا۔ پھر دریافت کیا: خود کیا ہے اور خدا کیا ہے؟ حضرت مخدوم شاہ تقی نے فرمایا: خود موہوم ہے اور خدا موجود ہے۔ یہ باتیں ایک محفل میں ہوئیں تھیں جنہیں بھی حاضرین نے سنا۔ یہ دونوں بزرگ تین دن تک خلوت میں رہے۔ معلوم نہیں وہاں کیا کیا سوال وجواب ہوئے۔ یہ حضرات تین دن بعد حجرے سے باہر آئے۔ حضرت شاہ مدار، حضرت مخدوم شاہ تقی کے حضور بہت مودب ہوکر بیٹھ گئے اور کہنے لگے: الحمد للہ اس دربار میں ہم نے ایک ولی دیکھا۔ اس کے بعد حضرت شاہ مدار قدس سرہٗ وہاں سے رخصت ہوئے۔

حضرت شاہ جلال گنج رواں قدس سرہ بھی جھونسی میں حضرت مخدوم شاہ تقی سے ملاقات کو تشریف لائے۔ حضرت شاہ جلال قدس سرہ نے حضرت مخدوم سے دریافت فرمایا: جسم آدم انہیں چار عناصر [آگ، پانی، مٹی، ہوا،] سے مرکب ہے یا وہ عناصر دوسرے ہیں؟ حضرت مخدوم نے فرمایا: وہ عناصر اربعہ دوسرے ہیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا: وہ کیسے؟ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ وہ مٹی، ہوا، پانی اور آگ دوسرے ہیں جن سے جسم آدم نے ترکیب پائی ہے۔ چنانچہ اس خاک کے بارے میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جس سے جسم انسانی کی ترکیب ہوئی ہے: یوم تبدل الارض غیر الارض [ابراہیم: ۴۸] جس دن بدل دی جائے گی زمین اس زمین کے سوا [کنز الایمان] پھر آپ نے پوری آیت پڑھی۔

وہ پانی دوسرا ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کل شئ

حی من الماء ہر چیز پانی سے زندہ ہے۔ پس معلوم ہوا کہ وہ پانی دوسرا ہے۔ وہ یہ پانی نہیں ہے کہ اس پانی سے بہت سے نباتات جل جاتے ہیں۔ وہ ہوا اور آگ بھی دوسری ہے جس سے انسان کی تخلیق ہوئی۔ چنانچہ غیب کی خبر دینے والے نبی فرماتے ہیں: لا تسبوا الریح فان الریح ہو نفس الرحمان۔ ہوا کو برا بھلا مت کہو، کیونکہ وہ رحمان جھونکا ہے۔ وہ آگ بھی یہ آگ نہیں، دوسری آگ ہے۔ چنانچہ حضور نے وحی کی زبان سے فرمایا: نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ [الھمزۃ: ۶-۷] اللہ کی آگ کہ بھڑک رہی ہے، وہ جو دلوں پر چڑھ جائے گی۔ پس معلوم ہونا چاہئے کہ وہ مٹی، پانی، آگ اور ہوا جن سے انسان کی تخلیق ہوئی، وہ عناصر دوسرے ہیں۔

اس کے بعد ایک ہفتے تک یہ دونوں بزرگ خلوت میں رہے اور معارف الٰہیہ پر گفتگو ہوتی رہی۔ پتہ نہیں وہاں کیا کیا سوال وجواب رہے۔ یہ شعر مخدوم شاہ جلال گنج رواں سے منسوب ہے۔

اے تقی الدین توئی سیف خدا   سر عدوم رابکن از تن جدا

اے مخدوم شاہ تقی الدین آپ اللہ کی تلوار ہیں۔ میرے دشمن کا سر تن سے جدا کر دیجئے۔ یہ رباعی خود حضرت مخدوم شاہ تقی الدین صاحب کی ہے

رخت ہستی بر در خمار می باید کشید   عمر اندک ہست مے بسیاری باید چشید
قطرۂ اشکم اگر شد بر سر مژگاں گرہ   خوب شد غماز را برداری باید کشید

ساقی کے در پر سرمایۂ ہستی لٹا دینا چاہئے، عمر تھوڑی ہے، زیادہ سے زیادہ شراب پی لینی چاہئے۔

اگر میرا قطرۂ اشک پلکوں پر جا کر پھندے کی صورت ہوگیا ہے تو اچھا ہوا۔ چغلی کرنے والی کی یہی سزا ہے کہ اسے سولی دیدی جائے۔

حضرت مخدوم شاہ تقی الدین قدس سرہ کی دوسری رباعی:

خواہی کہ شوی داخل ارباب نظر   از قال بحال باید ت کرد گذر
از گفتن توحید موحد نہ شوی   شیریں نہ شود دہان ز نام شکر

اگر ارباب نظر کے زمرے میں شامل ہونا چاہتے ہو تو قال سے نکل کر حال کی منزل میں قدم رکھو۔ صرف کلمۂ توحید پڑھ لینے سے موحد کامل نہ ہوجاؤ گے، جس طریقے سے صرف شکر کا نام لینے سے منھ میٹھا نہیں ہوجاتا۔

ایک شخص نے حاضر ہوکر حضرت مخدوم شاہ تقی سے سوال کیا: اے مست وبے خود شیخ! توحید کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: توحید یہ ہے کہ جلوہ وحدہ لاشریک میں گم ہوکر تو معلوم چیزیں بھول جائے اور موہوم چیز یعنی اپنے وجود کو مٹا دے اور دوسری چیزیں فراموش کردے۔ صرف اللہ اللہ ہی تیرے ہر سمت جلوہ گر ہو۔ حضرت مخدوم شاہ تقی کے کشف وکرامات اور خرق عادات بے شمار ہیں، کہاں تک بیان کروں۔

حضرت مخدوم شاہ تقی کے دو صاحبزادے تھے۔ ۱- حضرت میر سید محمد ابو جعفر۔ آپ کی کنیت ابو جعفر، نام علی اکبر اور لقب سید شاہ محمد ہے۔ آپ کی ولادت ۷۴۰ھ میں جھونسی میں ہوئی۔ عمر مبارک تیس سال تھی۔ یہ حضرت مخدوم کی حیات میں ہی وفات پاگئے۔ آپ کی شادی میر سید سراج الدین بن میر سید ضیاء الدین بن میر سید محمد حقانی کے خاندان میں ہوئی۔ حضرت ابو جعفر کے دو صاحبزادے تھے۔ حضرت سید سلطان شہاب الحق ،۲۔ حضرت سلطان بہاء الحق۔ حضرت سلطان بہاء الحق کو ولایت رنگ کی حکمرانی عطا ہوئی۔ حضرت سلطان شہاب الحق قدس سرہ جھونسی میں اپنے آباء واجداد کے آستانے کے صاحب سجادہ ہیں۔ دونوں صاحبزادگان جھونسی میں پیدا ہوئے۔

حضرت سید سلطان شہاب الحق قدس سرہ کی ولادت ۵- ربیع الاول ۷۶۰ھ میں بروز جمعرات ہوئی۔ عمر مبارک چالیس سال تھی، حضرت کا وصال دس محرم الحرام ۸۰۰ھ میں جمعرات کے دن ہوا۔ آپ کا عقد مسنون میر سید کمال الدین بن میر سراج الدین بن میر سید ضیاء الدین بن میر سید محمد حقانی کے خاندان میں ہوا۔ حضرت سلطان شہاب الحق کے چھ صاحبزادے تھے: ۱- فقیر معین الحق، ۲- شاہ حسین، ۳- شاہ جہانگیر، ۴- شاہ مستان بڈی، ۵- شاہ اشرف، ۶- شاہ ابو الفتح۔

حضرت مخدوم شاہ تقی الدین کے چھوٹے صاحبزادے مخدوم شاہ عثمان اکبر ہیں۔آپ کی کنیت علی اصغر ہے، نام محمد تقی اور لقب عثمان اکبر ہے۔آپ کی ولادت ۷۳۷ھ میں جھونسی میں ہوئی۔عمر شریف چوراسی سال تھی۔حضرت کا وصال مبارک ۸۲۱ھ میں ہوا۔''سپہر فلک آفتاب'' آپ کی مشہور تاریخ وفات ہے۔

آپ کی شادی شیخ شہاب الدین بن حضرت مولانا مخدوم اسمٰعیل قریشی [جن کی قبر اطہر بہرولی میں ہے] کے خاندان میں ہوئی۔حضرت کے دو صاحبزادے تھے۔ایک شاہ جنید، دوسرے بایزید جن کی ولادت دوشنبہ کے دن ذوالحجہ ۷۶۰ھ میں ہوئی۔عمر مبارک ستر ۷۰، سال تھی۔وفات ۸۳۰ھ میں ہوئی۔آپ کی شادی سید نصیر الدین سادات کیسہ میں سے سید احمد کی ہمشیرہ کے ساتھ ہوئی۔ان کے تین صاحبزادے تھے۔حضرت شاہ نظام، حضرت شاہ حسام، حضرت شاہ محمد۔شیخ بایزید کے بھی تین فرزند تھے: شیخ منصور، شیخ محمود، شیخ اولیا۔

....

حواشی

[۱] یہ قاضی صاحب کون سے بزرگ تھے، اس کا علم نہ ہوسکا۔۱۲ ساحل

[۲] حضرت مخدوم سید شمس الدین عریضی قدس سرہٗ ملتان کے مشہور بزرگ ہیں۔ آپ کے بارے میں خود حضرت مصنف دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''حضرت مخدوم مولانا خواجگی قدس سرہٗ صحیح النسب ہیں۔چنانچہ آپ کے جد بزرگوار میر سید شمس الدین عریضی جن کا مزار مبارک ملتان میں ہے، کافی مشہور ہیں بلکہ میر سید شمس الدین عریضی قدس سرہٗ کی صحت نسب پر حضرت مخدوم سید شعبان ملت قدس سرہٗ گواہ ہیں۔بہت ہی نجیب اور صحیح النسب سید ہیں [منبع الانساب، ص......]

انساب اشراف کے حوالے سے ''تاریخ مشائخ الٰہ آباد'' کے مولف آپ کا نسب نامہ یہ بیان کرتے ہیں:

سید شمس الدین مفسر عریضی بن سید محمد صلاح الدین غزنوی بن سید اسلام الدین عریضی بن سید محمد عبد المومن معروف بہ مومن شاہ بن سید خالد معروف بہ سید جلال الدین بن سید محب الدین معروف بہ مشتاق حبیب بن سید محمود معروف بہ نقیب احمد بن سید محمد بن ہاشم بن سید احمد ہادی بن سید مستنصر الصدیق بن سید عبد المجید بن سید محمد معروف بہ غالب الدین بن سید احمد منصور بن سید امام الدین عرف اسمٰعیل ثانی بن سید محمد بن سید اسمٰعیل اعرج بن سیدنا امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین [انساب اشراف ص ۴۴۵/ تاریخ مشائخ الٰہ آباد، ص ۱۸۱-۱۸۲]

حضرت مخدوم سید شمس الدین عریضی، سلطان شہاب الدین غوری کے ہمراہ ملتان تشریف لائے اور یہیں طرح اقامت ڈالی۔آپ کے دست مبارک پر ہندو سکھ وغیرہ کی کثیر تعداد مشرف بہ اسلام ہوئی۔سلسلۂ قادریہ کے شیخ طریقت تھے۔آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا سید احمد معروف بہ سلطان خلیفہ/ پیر ختیم، اپنے صاحبزادگان اور مولانا قطب الدین مدنی کے ہمراہ کڑا تشریف لائے۔یہ وہی مولانا سید قطب الدین مدنی قدس سرہ ہیں جن سے دائرۂ علم اللہ رائے بریلی کے افراد اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں۔افسوس حضرت کے خاندان میں سید احمد رائے بریلوی کے زمانے سے وہابیت نے قدم جمالئے ہیں۔ھداھم اللہ الیٰ سواء الصراط۔حضرت سید احمد پیر ختیم [مدفون لاہور] ہی کے صاحبزادے ہیں حضرت شمس الدین معروف بہ مولانا خواجگی قدس سرہ جن کا مزار مبارک کڑا میں فیض بخش خلائق ہے۔حضرت مولانا خواجگی [ولادت ۷۰۹ھ] حضرت شیخ علاء الدین جیوری قدس سرہ کے دست اقدس پر سلسلۂ عالیہ سہروردیہ میں بیعت ہوئے اور اسی کا فیض آپ پر غالب رہا، ورنہ آپ کا آبائی سلسلہ سلسلۂ قادریہ تھا جس کی اجازت وخلافت اپنے والد ماجد سے پائی تھی۔حضرت مخدوم مولانا خواجگی کی تواضع اور دنیا سے بے نیازی آپ کے اس قطعے سے ظاہر ہے جو آپ کے مزار پاک پر کندہ ہے۔

برائے خدا اے عزیزان من	نویسید بر گور من ایں سخن
کہ چوں خواجگی در تہہ گور شد	نکو شد کہ خس کم، جہاں پاک شد

[تاریخ مشائخ الٰہ آباد، ص ۱۸۰-۱۸۲ ملخصا]

ڈاکٹر زاہد علی واسطی نے اپنی کتاب ''دیکھ لیا ملتان'' میں ایک بزرگ حضرت سید شمس الدین سبزواری ملتانی قدس سرہ کا تذکرہ کیا ہے۔اگر وہ یہی حضرت سید شمس الدین عریضی ہیں تو ڈاکٹر صاحب کی کتاب کے بعض مندرجات نادرست ہیں۔انہوں نے حضرت کی آملتان ۱۲۶۸ء میں بتائی ہے اور حضرت مخدوم بہاء الدین زکریا سے ملاقات کی نفی کی ہے، بقول ان کے، آپ کی آمد کے وقت حضرت شیخ بہاء الدین زکریا [م ۱۲۶۴ء] کا وصال ہوچکا تھا۔حالانکہ منبع الانساب میں آپ کی حضرت مخدوم بہاء الدین زکریا سے ملاقات ہی نہیں بلکہ حضرت شعبان ملت کو ان کی بارگاہ میں روانہ کرنے کا ذکر ہے۔لیکن ڈاکٹر صاحب نے حضرت سید شمس الدین سبزاواری ملتانی کو حضرت سید صلاح الدین کا صاحبزادہ بتایا ہے اور یہی ولدیت تاریخ مشائخ الٰہ آباد میں درج آپ کے نسب نامے میں بھی ذکر ہے۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید یہ حضرت سید شمس الدین عریضی ہی ہیں۔بہرکیف! آپ کے روضے کی تعمیر کے بارے میں ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

آپ کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی مقبولیت عامہ سے سرفراز کیا تھا۔ہر طبقہ آپ کا معتقد نظر آتا ہے۔۱۹۷۷ء میں آپ کے ایک عقیدت مند سیٹھ مہر علی نے آپ کے روضۂ مبارکہ کو پچھتر ہزار روپے کی لاگت سے جدید انداز میں تعمیر کرایا جو فن تعمیر کا بہترین نمونہ ہے۔[دیکھ لیا ملتان، ڈاکٹر زاہد علی واسطی، ص ۲۵۷، بیکن بکس، گلگشت ملتان ۱۹۹۲ء]

[۳] طے کا روزہ وہ ہوتا ہے کہ روزہ دار تین دن بعد کھانا کھاتا ہے، باقی دنوں میں صرف چند قطرے پانی سے افطار کرلیتا ہے ۱۲ ساحل

[۴] حضرت مخدوم سید احمد چرم پوش تیغ برہنہ قدس سرہٗ کاظمی سادات سے ہیں اور حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الحق والدین یحییٰ منیری قدس سرہٗ کے خالہ زاد بھائی ہیں۔حضرت کے والد ماجد حضرت سلطان محمد موسیٰ ہمدانی، ایران کے شہر ہمدان کے صاحب ثروت امیر تھے۔لیکن اشارۂ قدرت پاکر امارت ترک کی اور فقر محمدی کی راہ اختیار کرلی۔دوران سیاحت حضرت مخدوم سید شہاب الدین پیر جگجوت کاشغری ثم بہاری قدس سرہٗ کی شاہزادی بی بی حبیبہ سے عقد مسنون فرمایا۔بی بی حبیبہ کی بڑی بہن بی بی رضیہ مخدوم جہاں کی

والدہ ماجدہ تھیں۔بی بی حبیبہ سے تین صاحبزادے تولد ہوئے: ۱-سید احمد چرم پوش-۲-سید محمد-۳-سید محمود، حضرت سید احمد چرم پوش قدس سرہٗ ۶۵۷ھ میں ہمدان میں پیدا ہوئے۔ہمدان اور بہار دونوں جگہ بچپن گذرا۔نانا جان حضرت پیر جگجوت کے بڑے چہیتے تھے اور بچپن سے ہی کرامت آثار۔بچپن میں مردہ کو زندہ کیا۔ہوا یوں کہ بہار میں ایک ہندو بچے کے ساتھ کھیل کود میں وعدہ رہا کہ باقی کھیل کل۔حسب وعدہ دوسرے دن جب اس کے گھر پہنچے تو اس ہندو بچے کا جنازہ تیار تھا۔حضرت کو جلال آگیا۔فرمایا: اٹھ جا۔وہ بچہ فوراً یہ کہتا ہوا زندہ ہوگیا: جی اٹھلی سرکار۔علاقائی زبان کا یہ جملہ ایسا مشہور ہوا کہ حضرت کی ننیہالی سرزمین اسی نام سے موسوم ہوگئی: جی اٹھلی، جو بعد میں عوامی تصرف سے جٹھلی ہوگیا۔یہیں حضرت پیر جگجوت قدس سرہ آرام فرما ہیں۔

والد ماجد کی طرح امارت آپ کو بھی راس نہ آئی اور ہمدان چھوڑ کر ملتان کا رخ کیا اور شیخ علاء الدین علاء الحق سے بیعت ہوئے۔شیخ علاء الحق کس سلسلے کے کون سے بزرگ ہیں، اس کا علم نہ ہوسکا۔مرشد گرامی کے حکم پر سرزمین تبت کا رخ کیا اور اسے اسلام کی برکتوں سے مالا مال فرمایا۔وہاں کے ہندو راجہ نے آپ کو ملک بدر کرنے کے لئے اپنی فوج کا دستہ بھیجا لیکن آپ کے اشارۂ انگشت سے فوجیوں کے سر قلم ہوگئے، جبھی سے آپ تیغ برہنہ کہلائے جانے لگے۔اس کرامت کو دیکھ کر کثیر تعداد میں افراد حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔وہیں ایک جوگی کے چیلنج دینے پر چالیس سال کا حبس دم کا چلہ فرمایا۔ان کرامت کے مشاہدے سے گروہ در گروہ افراد اسلام لے آئے۔تبت سے آپ سیوان پہنچے جہاں حضرت حسن پیارے نام کے ایک بزرگ آپ سے مرید ہوئے اور انہوں نے ایک تاریخی دنبے کے چمڑے کا ایک حصہ آپ کو نذر کیا جسے آپ نے تسمہ کی صورت دے کر گلے میں ڈال لیا، اسی مناسبت سے آپ چرم پوش مشہور ہوئے۔کہا جاتا ہے کہ وہ اس دنبے کا چمڑا تھا جسے اللہ رب العزت نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی جگہ ذبح ہونے کے لئے بھیجا تھا۔واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت کا وصال سو سال سے زائد عمر میں ۲۶ صفر ۷۷۶ھ کو ہوا۔مزار اقدس

بہار شریف میں ہے جسے انبیر کی درگاہ کہا جاتا ہے۔ وہیں آپ کے والدین کریمین اور صاحبزادگان کے مزارات طیبات بھی ہیں۔ البتہ آپ دونوں بھائی حضرت سید محمد اور سید محمود قدس سرہما ھمدان میں آرام فرما ہیں۔ [شرفا کی نگری، سید قیام الدین نظامی قادری فردوسی، ۱/۱۰۹-۱۱۱ ملخصا، نظامی اکیڈمی، کراچی پاکستان ۱۹۹۵ء]

حضرت مخدوم سید احمد چرم پوش تیغ برہنہ قدس سرہٗ بڑے صاحب جلال بزرگ گذرے ہیں۔ حضرت مصنف نے جو واقعہ درج فرمایا ہے، وہ کچھ مبہم سا ہے۔ کوئی بھی صرف ہرن کی کھال کے برابر زمین کیوں مانگے گا، پھر اس کھال کا تسمہ بنا کر زمین کیسے ناپی جائے گی، جبکہ حضرت چرم پوش کے والدین کریمین خود وہاں موجود تھے اور وہ خود امارت وثروت سے خاصا علاقہ رکھتے تھے۔ ہاں! یہ ممکن ہے کہ حضرت مخدوم سید منہاج الدین حاجی الحرمین اور مخدوم سید احمد چرم پوش قدس سرھما کے درمیان تعلقات استوار نہ ہوں۔ اس کی کوئی بھی وجہ ہو سکتی ہے لیکن مذکورہ وجہ سمجھ میں نہ آئی۔ بہر کیف! یہ بزرگوں کے معاملات ہیں، انہیں پر چھوڑتے ہیں۔

[۵] پیاگ کا معنی ہے بتوں کا پوجنا۔ ۱۲ ساحل

سادات بخاری کا تذکرہ

سید علی اشقر بن میر جعفر بن حضرت امام علی نقی کی نسل سے سادات بخاری ہیں۔ سید علی اشقر کے دو بیٹے تھے، ۱-سید اسمٰعیل۔ یہ فقیر سید معین الحق، بھی سادات بھکری اور میر سید اسماعیل احمد آبادی حضرت ہی کی نسل سے ہیں، ۲-سید عبداللہ جن کے ایک صاحبزادے سید احمد تھے۔ سید احمد کے دو بیٹے تھے، ۱-سید خواجہ علی، ۲-سید محمود۔ سید محمود کے ایک صاحبزادے سید عبداللہ جن کے ایک صاحبزادے سید علی ثانی تھے۔ سید علی ثانی کے ایک بیٹے تھے: سید احمد اور سید احمد کے ایک صاحبزادے ہیں: سلطان المشائخ محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیا بدایونی ثم دہلوی قدس سرہ العزیز۔

سید احمد بن سید عبداللہ بن سید علی اشقر بن سید جعفر ثانی بن حضرت امام علی ہادی نقی قدست اسرارہم کے دوسرے صاحبزادے سید محمود کے ایک صاحبزادے تھے: سید محمد جعفر۔ سید محمد جعفر کے ایک صاحبزادے سید علی موید ہیں۔ سید علی موئید کے ایک صاحبزادے ہیں سید جلال سرخ بخاری قدس سرہ۔

سید جلال الدین بخاری سرخ قدس سرہ کی پہلی شادی بادشاہ کے خاندان میں ہوئی جس سے دو صاحبزادے تولد ہوئے۔ ان کی اولادیں ملک روم میں ہیں۔ دوسری شادی سید بدرالدین بن میر سید محمد مکی بھکری کے خاندان میں ہوئی۔ اس عقد سے تین صاحبزادے پیدا ہوئے: ۱-سید محمد غوث، ۲-سید بہاء الدین، ۳-سید احمد کبیر، سید احمد کبیر کے دو صاحبزادے تھے: ۱۔حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت،

۲-راجو قتال، مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے تین صاحبزادے تھے: ۱-سید محمد اکبر، ۲-سید عبداللہ، ۳-مخدوم ناصر الدین محمود، مخدوم ناصر الدین محمود کے بارہ صاحبزادے تولد ہوئے: ۱-سید قطب الدین قطب عالم برہان الدین، ۲-قطب الاسلام، ان دونوں کی والدہ بی بی رحمت خاتون سید زادی تھیں۔ راجپوتنی بیوی سے پانچ قطب صاحبزادے پیدا ہوئے: ۳-سید شمس الحق مخدوم سید حامد، ۴-سید فضل اللہ، ۵-سید علیم الدین، ۶-سید شہاب الدین، ۷-سید اسمٰعیل، باندی سے پانچ صاحبزادے تولد ہوئے، ۸-سید عبدالحق، ۹-سید طیفور، ۱۰-سید کمال الدین، ۱۱-عرف سید شرف الدین سید سراج الدین، ۱۲-سید عبدالرزاق۔

مخدوم شاہ حسام الدین الحق مانکپوری قدس سرہ:

شیخ حسام الحق مانکپوری قدس سرہ سلسلۂ چشتیہ میں شرف و بزرگی کے اعتبار سے مقتدائے وقت تھے۔ اپنے زمانے میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ حالت غوثیت آپ کی ذات والا تبار پر جلوہ فگن تھی۔ آپ نے ایسی عظیم ریاضتیں کیں کہ شاید ہی ایسی ریاضتیں کسی نے کی ہوں۔ آپ کے اندر ترک وتجرید بدرجۂ اتم موجود تھی۔

چنانچہ منقول ہے کہ عید کا دن تھا اور کوئی لباس نہیں تھا جسے پہن کر نماز عید ادا کریں۔ ایک شخص حضرت کے پاس ایک قبا نذر کرنے کے لئے لایا۔ حضرت نے اس کا استر اور اس کی تہیں علیحدہ کیں اور بنیادی تہ بھی جدا کی۔ بالائی حصہ راجے حامد شاہ کو دیدیا، استر حضرت شاہ سید کو عنایت فرمایا اور اس کی بنیادی تہ خود پہن لی۔ پھر تربوزے کا چھلکا ٹوپی کی جگہ سر پر رکھا اور ایک رسی کمر میں باندھی۔ حضرت مولانا کالو نے فرمایا: مجھے آپ پر کفر کے مکر کا اندیشہ ہے مگر آپ تو اللہ والے ہیں۔ حضرت حامد شاہ نے فرمایا: اے بھائی کالو! مکر اب تک باقی ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ حسام جلوہ خدا ورسول میں گم ہے۔ اب جو کچھ ہے، حسام ہے۔

منقول ہے کہ حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر قدس سرہ حضرت شاہ حسام الحق والدین مانکپوری قدس سرہ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ جب مانکپور تین کوس کے فاصلے پر رہ گیا، حضرت مخدوم سید اشرف کا گھوڑا آگے نہ بڑھ سکا، لوگوں نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہوا کہ گھوڑا آگے نہیں بڑھ پا رہا ہے۔ حضرت مخدوم سید اشرف نے فرمایا: برادرم فقیر مخدوم شاہ حسام الحق صاحب کی آتش باطن ایسی ہے کہ گھوڑا آگے نہیں بڑھ پا رہا ہے۔

منقول ہے کہ ایک بزرگ، حضرت مخدوم حسام الحق مانکپوری کے گھر مہمان ہوئے۔ حضرت والا گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ تھوڑی سی قیمہ رکھی ہوئی تھی، وہی مہمان کے سامنے لا کر رکھ دی اور فرمایا: میں نے کوئی تکلف نہیں کیا۔ ان بزرگ نے فرمایا تکلف کیا تھا؟ فرمایا: اگر تکلف کرتا، اسے بھون کر لاتا۔

منقول ہے کہ ایک دن قوال آئے ہوئے تھے۔ قوالی چل رہی تھی۔ مخدوم مانکپوری جذب وحال کی کیفیت میں تھے، جو چادر آپ کے شانے پر پڑی ہوئی تھی، اتار کر قوالوں کو عطا کر دی، حضرت مخدوم کے برادر طریقت شیخ نصیر الدین نے ایک عریضہ حضرت شاہ نور قطب عالم قدس سرہ کی خدمت میں لکھ بھیجا کہ آپ جناب سے جو تبرک عطا ہوا تھا، برادرم شاہ حسام الحق نے اسے قوالوں کو دیدیا۔ حضرت شاہ نور عالم نے جواباً تحریر فرمایا: میں نے خود اپنے آپ کو حسام الحق کو عطا کر رکھا ہے۔ یہ خبر حضرت مخدوم حسام الحق تک پہونچی، آپ نے بھی حضرت نور قطب عالم کو عریضہ تحریر کیا کہ اس وقت میں نے اپنے ہاتھ اپنا سر لینے کے لئے روانہ کیا، اتفاق سے میرے ہاتھ میں آپ کی عطا کی ہوئی چادر مبارک آ گئی، میں نے قوالوں کو دیدی۔

منقول ہے کہ ایک کیمیا گر تھوڑا سا کیمیا لے کر حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: یہ کون سی چیز ہے۔ اس عزیز نے بتایا کہ یہ کیمیا ہے۔ حضرت نے دریافت کیا: یہ کس کام میں آتا ہے؟ اس نے بتایا کہ یہ اکسیر یعنی کیمیا ہے۔ اس سے سونا بنایا جاتا ہے۔ حضرت نے فرمایا: میں خود سونا بن چکا ہوں، مجھے اس

کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ فرما کر اس کیمیا کو دریا میں پھینک دیا، وہ بے چارہ بہت رویا کہ میں نے اس کیمیا کو کتنی محنت اور مشقت سے حاصل کیا تھا، حضرت نے اس کی قدر نہ جانی۔ حضرت مخدوم حسام الحق مانکپوری نے فرمایا کہ جاؤ اس جگہ دیکھو۔ وہ شخص جب وہاں گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ سارے ڈھیلے سونا بن چکے ہیں۔

حضرت مخدوم حسام الحق مانکپوری قدس سرہ کے ہزاروں کشف و کرامات اتنے کثیر ہیں کہ شمار نہیں ہو سکتے، حضرت کے سلسلے میں کثیر فقرا صاحبان کمال ہوئے ہیں۔ حضرت کا سلسلۂ طریقت شاہ نور قطب عالم سے ملتا ہے اور سلسلہ نسب چند واسطوں سے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

❁

خواجہ محمد عیسیٰ جونپوری قدس سرہٗ:

حضرت قدوۃ العارفین، امام المتقین، مرشد کامل، غریق ورطۂ توحید، غواص دریائے تجرید، شیر بیشۂ ولایت، نہنگ دریائے ہدایت، نیک سیرت محبوب، اہل بصیرت کے پیشوا، گروہ اولیا کے سردار، ممتاز صوفیائے متاخرین کے دفتر کے عنوان حضرت مخدوم خواجہ محمد عیسیٰ جونپوری قدس سرہ[1] آپ اس فقیر معین الحق بن سلطان شہاب الحق بن حضرت بندگی شاہ محمد ابو جعفر بن حضرت مخدوم شاہ تقی الدین قدس سرہ العزیز کے رہنما اور ہادی ہیں۔ یہ فقیر ابھی چھوٹی عمر کا تھا کہ والد ماجد حضرت سلطان شہاب الحق قدس سرہ اللہ کو پیارے ہو گئے لیکن فقیر کو سلسلۂ سہروردیہ کی خلافت خود والد ماجد سے حاصل ہوئی۔ لیکن بچپن کی وجہ سے سلسلۂ سہروردیہ کے باطنی معاملات کچھ معلوم نہ تھے۔

حسن اتفاق کہ میں جونپور کی سیر کو گیا ہوا تھا اور حضرت مخدوم صاحب کی خدمت بابرکت میں رہنے کی سعادت حاصل کر رکھی تھی۔ چنانچہ یہ بات عالم خواب میں معلوم ہوئی کہ حضرت مخدوم خواجہ محمد عیسیٰ مجھ سے فرما رہے ہیں: اے معین الحق

! چلے آؤ! میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں، فقیر نے عرض کی: حضرت کہاں رہتے ہیں؟ فرمایا: جونپور شہر میں۔ میں نے پھر عرض کی: حضور کا نام مبارک کیا ہے؟ فرمایا: محمد عیسیٰ۔ جب خواب سے بیدار ہوا تو رات کا ایک پہر باقی تھا۔ اسی وقت اٹھ کر روانہ ہو گیا۔ جب حضرت مخدوم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، وہی صورت جو عالم خواب میں دیکھی تھی، سامنے جلوہ فرما دیکھی۔ چند دنوں بعد میں نے حضرت مخدوم سے عرض کی: فقیری کیا چیز ہے؟ فرمایا: خواب کے حالات بیداری میں جلوہ گر ہو جائیں، اس کیفیت کو فقیری کہتے ہیں۔ میں نے عرض کی: یہ حالت کیسے پیدا ہوتی ہے؟ فرمایا: مرشد کی توجہ سے۔ اس خاکسار نے پھر عرض کیا: اس فقیر کے حصے میں یہ نعمت عظمیٰ کب آئے گی۔ حکم فرمایا: آج کی رات معلوم ہو جائے گا۔ نماز کے بعد ہمیں طلب فرمایا اور اس فقیر پر ایک نگاہ ڈالی۔ یہ فقیر دس دن تک ایسا بے خود رہا کہ خود اپنے وجود کی خبر نہ رہی۔ دس دن کے بعد قدرے افاقہ ہوا، حضرت مخدوم نے مجھے پھر طلب فرمایا اور مجھ پر دوبارہ نگاہ ڈالی۔ میں پھر دس دن تک بے خود رہا۔ اسی طرح حضرت نے چار مرتبہ مجھ پر نگاہ حیرت ڈالی اور چالیس دن مدہوشی میں بیت گئے اور ایک چلہ پورا ہو گیا۔ چالیسویں دن مجھے پھر تھوڑا افاقہ ہوا۔ حضرت مخدوم نے مجھے بلایا لیکن سرشاری کی کیفیت ایسی گہری تھی کہ اس کے سامنے شراب کی مستی بھی کچھ نہ تھی۔ پھر حضرت مخدوم نے فرمایا: کیا دیکھا؟ میں نے اپنی حالت بیان کی اور عرض گذار ہوا کہ حضرت والا کی توجہ سے یہ نعمت عظمیٰ فقیر کو میسر آئی۔ حضرت نے فرمایا: یہ فقیری اس سے بہت بلند چیز ہے اور پھر یہ شعر اسی وقت ارشاد فرمایا ؎

عشق موسیٰ، علم حضرت اینجا بہ آرام است ہنوز
با عروج آسماں، چوں طفل بر بام است ہنوز

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عشق الٰہی اور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم لدنی کا فیضان یہاں اب تک مسلسل جاری ہے۔ اس قدر عروج حاصل ہونے کے باوجود یہ ناچیز اب بھی ایک طفل کی مانند اس کے بام تک رسائی رکھتا ہے۔

حضرت جب یہ فرما رہے تھے تو حضرت کے سارے موہائے مبارک اور رونگٹے کھڑے ہوئے دیکھے۔ اس کے بعد حضرت نے اس ناچیز کو اشغال و اذکار میں مصروف کیا۔ چنانچہ ایک دن اسی خیال میں، میں سو گیا۔ میں نے دیکھا کہ باغ ہے جس میں بہت سے بزرگ تشریف رکھتے ہیں۔ ان حضرات سے میں نے پوچھا: یہ کون سی جگہ ہے؟ ان میں سے ایک صاحب نے بتایا: یہ مسجود عالم کا دربار ہے۔ میں نے پھر پوچھا: کس طرح سے یہ مسجود عالم کا دربار ہے۔ انہوں نے جواب دیا: خلعت ولایت اسی دربار سے عطا ہوتی ہے۔ میں نے پھر سوال کیا کہ صاحب خانہ کہاں ہیں؟ میں ابھی یہ سوال عرض ہی کر رہا تھا کہ حضرت مخدوم محمد عیسیٰ کی صورت مبارکہ سامنے جلوہ گر ہو گئی۔ حضرت مخدوم نے مجھ سے فرمایا: معین! ادھر آؤ! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمہارا انتظار فرما رہے ہیں۔ پھر حضرت مخدوم میرا ہاتھ پکڑ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے۔ چنانچہ اس فقیر نے نیازمندانہ تسلیم گذاری اور حضور کی بارگاہ میں مودب کھڑا رہا۔ حضرت مخدوم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی: حضور! اس غلام [معین الحق] کا حصۂ بیعت کہاں ہے؟ سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا: تمہارے پاس ہے۔ چنانچہ حضور نے مجھے پکڑ کر حضرت مخدوم کے سپرد کیا۔ ناچیز یہ معالات حالت خواب میں دیکھ ہی رہا تھا کہ میرے والد ماجد کے مرید سید بدر نے آ کر مجھے جگا دیا کہ اٹھئے نماز تہجد کا وقت جا رہا ہے۔ آخر کار نماز فجر کے بعد میں حضرت مخدوم محمد عیسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے مجھے دیکھتے ہی متبسم ہو کر فرمایا: اپنا حصۂ بیعت معلوم کر لیا؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! معلوم کر لیا۔ پھر میں قطب الاقطاب حضرت مخدوم محمد عیسیٰ قدس سرہٗ سے بیعت ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت نے مجھے سلسلۂ چشتیہ کی خلافت اور سماع سننے کی اجازت عطا کر دی اور فرمایا: جھونسی میں اپنے جد کریم کی درگاہ میں بیٹھ کر تلقین و ہدایت اور بیعت و ارشاد کا سلسلہ جاری رکھو۔

حضرت مخدوم محمد عیسیٰ قدس سرہٗ کے حالات کہاں تک لکھوں کہ حضرت کے

فضائل و کمالات بے حد و بے شمار ہیں اور ہندوستان بھر میں مشہور۔ یہ شعر میں نے حضرت کی زبان فیض ترجمان سے خود سنا ؎

دل بے خطرہ عین مظہر ذات ست
آب بے موج عین مرآت است

جب دل میں کسی کا کھٹکا نہ ہو تو وہ عین مظہر ذات الٰہی ہوتا ہے۔ جس طرح بے موج پانی خود چمکتا ہوا آئینہ ہوتا ہے۔

یہ رباعی بھی حضرت مخدوم سے سنی ہے ؎

۱۔ گر کام دل طلب کنی از بے دلاں طلب
ہر کس کہ بے نشاں بود از وے نشاں طلب

۲۔ کس یار و ہمدمے نبود بہتر از کتاب
یعنی کہ یار پُر سخن و بے زبان طلب

ترجمہ:

۱۔ دل کا کاروبار تو بے دلوں سے پوچھو اور بے نشانوں سے نشان منزل کا پتہ مانگو۔

۲۔ کتاب سے بہتر کوئی دوست اور ہمدم نہیں۔ کتاب جیسا بے زبان سخن ور دوست تلاش کرو۔

حضرت مخدوم محمد عیسیٰ [1] کو پہلی خلافت اپنے والد ماجد حضرت شیخ احمد عیسیٰ جونپوری قدس سرہٗ سے اور دوسری خلافت حضرت شاہ فتح اللہ اودھی قدس سرہٗ العزیز سے حاصل ہے۔ حضرت مخدوم کا سلسلۂ نسب چند واسطوں سے سیدنا حضرت محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک پہنچتا ہے۔

....

حواشی

[۱] حضرت مخدوم شیخ محمد عیسیٰ بن تاج چشتی قدس سرہ، جونپوری کے کبار اولیا سے ہیں۔ آٹھ سال کی عمر میں تیموریوں کی سیاسی شورش کی وجہ سے والد جد شیخ احمد عیسیٰ تاج کے ہمراہ دہلی سے جونپور تشریف لائے۔ اور اولاً شیخ ابوالفتح جونپوری سے علمی اور روحانی فیوض حاصل کیے پھر حضرت شیخ فتح اللہ اودھی کے دامان کرم سے وابستہ ہوگئے۔ علوم شرعیہ کی تکمیل ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی سے فرمائی۔ پھر اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوکر وہ ریاضیات شاقہ کھینچیں کہ استغراق تام کی کیفیت طاری ہوگئی۔ چالیس سال تک گوشہ نشین رہے۔ بارہ سال تک پیٹھ زمین سے نہیں لگائی۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:

باطن میں اس قدر زیادہ مشغول ہوگئے کہ ظاہر کی کچھ خبر نہ رہی۔ کہتے ہیں کہ آپ کے حجرے کے سامنے ایک درخت اُگا اور خوب بڑا ہوگیا۔ برسوں تک آپ کو اس درخت کے اگنے اور اس کے بڑے ہونے کی خبر تک نہیں ہوئی۔ ایک دن آپ کی نشست گاہ پر اس درخت کے پتے گرے۔ پوچھا یہ پتے کہاں سے آگئے؟ لوگوں کی اطلاع پر اس وقت معلوم ہوا کہ حجرہ کے دروازے ہی پر ایک درخت اگ آیا ہے اور بڑا ہوگیا ہے۔ غرض کہ شیخ محمد عیسیٰ ہمیشہ مراقبہ میں رہا کرتے تھے۔ جسم کی تمام ہڈیوں کے ساتھ گردن کی ہڈیاں تک ابھر آئی تھیں اور سینہ اندر کی طرف دھنس گیا تھا۔ [اخبار الاخبار، ص۲۳۰، ترجمہ مولانا اقبال الدین احمد، دارالاشاعت، کراچی ۱۹۶۳ء]

"تاریخ سلاطین شرقی اور صوفیائے جونپور" کے مولف سید اقبال احمد لکھتے ہیں:

"آپ کا فقر اس حد تک پہنچا ہوا تھا کہ حجرۂ مبارکہ میں چراغ تک نہیں جلتا تھا۔ جو کچھ فتوحات غیبی ہوتی تھی، اس پر نگاہ نہ ڈالتے تھے، وہ فتوحات شام تک ختم ہوجاتی تھیں۔ سلطان ابراہیم شرقی اور سلطان محمود کو آپ سے بہت عقیدت تھی۔ نماز جمعہ حضرت

مخدوم مسجد خالص مخلص محلہ پان دریبہ میں فرماتے تھے۔ ایک روز سلطان محمود شاہ نے اپنے پیر کو دیکھا۔ عرض کیا: اگر حکم ہو تو خانقاہ کے قریب ایک مسجد تعمیر کرادی جائے؟ فرمایا: نیت اچھی ہے۔ بایں وجہ جامع مسجد جونپور کی تعمیر سلطان محمود شرقی نے شروع کی اور سلطان حسین شرقی نے اس کا تکملہ کیا ہے۔

آپ کا وصال ۱۴؍ماہ ربیع الاول کو ہوا۔ سال وصال میں اختلاف ہے۔ صاحب گنج ارشدی لکھتے ہیں کہ آپ کا وصال ۸۴۵ھ/۱۴۴۴ء میں ہوا مگر اخبار الاخبار میں ۸۴۸ھ مطابق ۱۴۴۴ء لکھا ہے۔ مفتی غلام سرور نے خزینۃ الاصفیا میں ۹۱۱ھ مطابق ۱۵۰۵ء اور تجلی نور کے مصنف مولوی نور الدین نے ۸۷۰ھ مطابق ۱۴۶۵ء لکھا ہے اور یہی سن ہر لحاظ سے درست ہے [تاریخ سلاطین شرقی اور صوفیائے جونپور۔ سید اقبال احمد، ص۱۰۴۶-۱۰۴۷، شیراز ہند پبلشنگ ہاؤس، محلہ رضوی خاں، جونپور، جنوری ۱۹۸۸ء]

مشاہیر سادات ومشائخ کے نسب نامے

جو فقیر کو کتب تاریخ کے مطالعے اور اپنے بزرگوں کی زبانی معلوم ہوئے۔

خواجۂ بزرگ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین حسن حسنی چشتی اجمیری سنجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ [۵۳۷ھ-۶۳۲ھ]

حضرت خواجۂ بزرگ، حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ کے مرید وخلیفہ ہیں۔ ہندوستان میں اسلام کی تاسیس حضرت کے مبارک قدموں کی بدولت ہے۔ آپ نجیب الطرفین سید ہیں۔ حضرت کا سلسلۂ نسب اس طور سے حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک منتہی ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی بن حضرت سید غیاث الدین بن سید سراج الدین بن سید عبداللہ بن سید عبدالکریم بن سید عبدالرحمٰن بن سید علی اکبر بن سید ابراہیم بن حضرت امام موسیٰ کاظم قدست اسرارہم۔

حضرت خواجہ قطب الدین محمد بختیار اوشی کاکی قدس سرہٗ [۵۸۲ھ-۶۳۳ھ] کا نسب نامہ یہ ہے:

خواجہ قطب الدین محمد بختیار کاکی اوشی بن سید کمال الدین احمد بن سید موسیٰ اوشی بن میر سید عبدالرزاق بن میر سید عبدالوہاب قدست اسرارہم۔

حضرت میر سید عبدالوہاب سبزاوار سے اوش چلے گئے جو ماوراءالنہر سے متصل ایک قصبہ ہے۔ سردار جان افغان نے اپنی بیٹی آپ کے نکاح میں دے دی، جس کے بعد سارے افغان حضرت کے مرید ہوگئے۔ پھر آپ نے اوش میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ سردار جان، بختیار قبیلے سے تعلق رکھتا تھا، اس لیے حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بھی خود کو بختیار لکھتے تھے۔ میر سید عبدالوحاب، میر سید ہادی بن موسیٰ مبرقعہ بن حضرت امام نقی کے بیٹے تھے۔ یہ حضرات سادات رضوی سے ہیں۔

حضرت سید ابو جعفر امیر ماہ بہرائچی قدس سرہٗ کا نسب نامہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے صاحبزادے میر سید اسمٰعیل اعرج تھے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت امام جعفر صادق کی جانشینی حضرت اسمٰعیل اعرج کو ملے گی لیکن حضرت اسمٰعیل والد ماجد کی حیات میں ہی رحلت فرماگئے۔ اسی وجہ سے حضرت امام جعفر صادق کی جانشینی چھوٹے صاحبزادے حضرت امام موسیٰ کاظم قدس سرہٗ کو ملی۔

حضرت میر سید اسمٰعیل اعرج قدس سرہٗ کے دو صاحبزادے تھے: ۱- سید علی اکبر جن کی اولادوں میں مخدوم سید اشرف جہانگیر بن حضرت سلطان ابراہیم قدس سرہما آتے ہیں جن کا مزار مبارک کچھوچھہ شریف میں ہے اور میر سید علاء الدین ہیں جن کی قبر اطہر اودھ میں ہے، ان دونوں بزرگوں کا سلسلۂ نسب حضرت میر سید علی اکبر بن میر سید اسمٰعیل بن حضرت امام جعفر صادق قدست اسرارہم تک منتہی ہوتا ہے۔

حضرت میر اسمٰعیل اعرج کے دوسرے صاحبزادے میر سید محمد ہیں جن کی نسل سے حضرت سید ابو جعفر امیر ماہ ہیں۔ آپ کی قبر بہرائچ شریف میں ہے۔ حضرت امیر ماہ سلسلۂ کبرویہ سہروردیہ میں حضرت میر سید علاء الدین جیوری کے مرید وخلیفہ تھے۔ حضرت سید ابو جعفر امیر ماہ کا نسب بھی اس طور سے حضرت میر سید اسمٰعیل عرج

تک پہنچتا ہے:

سید ابو جعفر امیر ماہ بن سید نظام الدین بن سید حسام الدین بن سید فخر الدین بن سید یحییٰ بن سید ابو طالب. بن سید محمود بن سید علی زین. بن سید یحییٰ بن سید فخر الدین دولت. بن سید حمزہ. بن سید حسن. بن سید عباس. بن سید محمد. بن سید علی. بن سید ابو محمد. بن سید میر اسمٰعیل اعرج بن حضرت امام جعفر صادق قدست اسرارہم۔

۞

سادات نیشاپوری کا نسب نامہ:

میر سید علاء الدین کنتوری جن کی قبر مبارک کنتور میں ہے، سادات نیشا پوری سے ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے:

حضرت امام موسیٰ کاظم قدس سرہٗ کے ایک صاحبزادے سید حمزہ تھے۔ حضرت حمزہ کے ایک صاحبزادے سید محمد محروق تھے جن کی عرفیت میر محمد مہدی ہے۔ آپ کو محروق اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ کے قلب کی سوزشِ عشقِ الٰہی سے آپ کا لباس ہمیشہ جل جاتا تھا۔ حضرت کی قبر اطہر نا معلوم ہے۔ آپ کے ایک صاحبزادے تھے: میر سید شرف الدین جو ہلاکو کی مصیبت میں خراسان چھوڑ کر اپنے بھائیوں کے ساتھ ہندوستان آ گئے تھے۔ میر سید شرف الدین نے قصبہ کنتور میں سکونت اختیار کی۔ آپ کے بھائی سلہٹ کی جانب روانہ ہو گئے۔ اب تک ان کی اولادیں سلہٹ میں موجود ہیں۔

میر سید شرف الدین کے ایک صاحبزادے میر سید عز الدین تھے۔ سید عز الدین کے ایک صاحبزادے میر سید علاء الدین ہیں۔ میر سید علاء الدین کے دو بیٹے ہیں: ۱۔ میر سید جلال الدین ۲۔ میر سید جمال الدین/کمال الدین۔ ان کی نسلیں اب تک کنتور، بہرائچ اور ان کے مضافات میں موجود ہیں۔ یہی لوگ سادات نیشاپوری ہیں جو بہت نجیب ہیں۔

۞

سادات صفوی کا نسب نامہ:

حضرت شاہ صفی الدین قدس سرہٗ ایک باکمال بزرگ تھے۔ شیخ بہاء الدین محمد نہاوندی خواجہ کے مریدوں میں سے تھے۔ ان کا سلسلۂ بیعت وخلافت حضرت خواجہ محمد رویم تک پہنچتا ہے جو سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے۔ میر سید شاہ اسمٰعیل جو ایران کے بادشاہ تھے، شاہ صفی کی اولادوں میں ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب بھی چند واسطوں سے حضرت امام موسیٰ کاظم قدس سرہٗ تک یوں پہنچتا ہے:

شاہ صفی الدین بن سید امین الدین جبرئیل بن سید فیروز بن سید محمد بن سید شرف. بن سید محمد. بن سید حسن. بن سید محمد. بن سید ابراہیم. بن سید جعفر بن سید محمد. بن سید اسمٰعیل بن سید محمد. بن سید احمد اعرابی بن سید ابو محمد القاسم. بن ابو القاسم سید حمزہ بن سید امام موسیٰ کاظم قدست اسرارہم۔ [۱] یہ بھی نجیب الطرفین سید ہیں۔ ان کی اولادیں صفوی کے لقب سے مشہور ہیں۔

۞

شاہ نعمت اللہ ولی بن میر سید بدر الدین ابو المظفر کا نسب نامہ:

حضرت شاہ نعمت اللہ ولی بڑے صاحب کمال بزرگ تھے۔ آپ کا سلسلۂ طریقت کبرویہ ہے۔ آپ کے صاحبزادے میر سید خلیل اللہ تھے۔ آپ سے ہزاروں کشف وکرامات کا صدور ہوا۔ آپ کی اولاد ملک ایران اور توران میں ہے۔ آپ کا نسب بھی میر سید اسمٰعیل عرج سے جا ملتا ہے۔ چنانچہ مخدوم سید علی ہمدانی لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کا سلسلۂ نسب حضرت سید علی بن میر سید اسمٰعیل عرج سے جا ملتا ہے۔ چنانچہ میر سید علاء الدین اودھی، مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی، حضرت امیر ماہ بہرائچی اور شاہ نعمت اللہ ولی یہ چاروں بزرگ یک جدی ہیں اور حضرت میر سید اسمٰعیل اعرج بن حضرت امام جعفر صادق کی اولادوں میں سے ہیں، ایک دوسری

روایت کہ معلوم ہوئی ہے کہ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے اور یہی صحیح ہے کہ حضرت شاہ نعمت ولی کا سلسلۂ نسب حضرت امام محمد باقر تک منتہی ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی نے اپنے شعری دیوان میں اپنا نسب نامہ بھی تحریر فرمایا ہے اور شجرۂ طریقت بھی درج کیا ہے۔ آپ کے بیان کے مطابق آپ کا نسب نامہ یہ ہے:

حضرت شاہ نعمت اللہ ولی بن سید عبد اللہ. بن سید محمد. بن سید عبد اللہ. بن سید کمال الدین. بن سید یحییٰ بن سید ہاشم. بن سید موسیٰ بن سید جعفر بن سید صالح. بن سید حاتم بن سید علی. بن سید ابراہیم. بن سید علی کاشانی. بن سید محمد. بن سید اسمٰعیل. بن سید عبد اللہ بن سید امام عالی مرتبت حضرت امام محمد باقر قدست اسرارہم۔

۞

سادات زیدیہ کا نسب نامہ:

حضرت میر سید حمزہ صاحب الجیش بن سید حامد، حضرت سید زید شہید کی نسل سے ہیں۔ ان کا سلسلۂ نسب نو واسطوں سے حضرت سید زید شہید قدس سرہٗ تک اس طرح سے پہنچتا ہے: امیر سید حمزہ. بن سید حامد. بن سید ابو محمد. بن سید جعفر بن سید زید. بن سید زیاد بن سید ابو الفرح بن سید حسن. بن سید یحییٰ وحید بن سید زید شہید قدست اسرارہم۔ حضرت زید شہید سے سلسلۂ نسب حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جا ملتا ہے۔

حضرت سید حمزہ روم میں نقیب تھے۔ روم کی زبان میں نقیب میر بخشی کو کہتے ہیں۔ یہ حضرات بہت بہادر اور شمشیر زن تھے۔ حضرت حمزہ قدس سرہٗ نے ایک دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ حضور نے فرمایا: میرے بیٹے! یہ بے شمار خزانہ اور دیہات کی ملکیت جمع کر رکھی ہے، اسے راہ خدا میں خرچ کرو۔ آپ نے عرض کیا: حضور جس مد میں فرمائیں، میں اسی میں صرف کروں۔؟ حضور نے فرمایا: کافروں

کے ساتھ جہاد کرنے میں صرف کرو۔ پس آپ صبح کے وقت بادشاہ روم کے پاس گئے، رخصت کی درخواست پیش کی اور روانہ ہو گئے۔ ہر چند بادشاہ نے روکنا چاہا لیکن آپ نہیں رکے اور فرمایا: میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے جا رہا ہوں۔ آپ فوجوں کے ساتھ ہندوستان آ گئے۔ جس وقت سرہند پہنچے، بادشاہ ہندوستان آپ کے استقبال اور ملاقات کرنے کی غرض سے سرہند پہنچا۔ ان حضرات نے سرہند کی مختلف جگہوں کا دورہ کیا اور ایک مسجد بھی اس جگہ تعمیر کی۔ اب بھی سرہند میں مسجد جامع حمزہ مشہور ہے۔ اس کے بعد ہندوستان کے بادشاہ نے کہا: ہندوستان کی یہ سلطنت میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نذر کرتا ہوں۔ یہ تخت حاضر ہے، آپ اس پر تشریف رکھیں۔ حضرت سید شاہ حمزہ نے فرمایا: مجھے سلطنت مطلوب نہیں ہے۔ میں کافروں سے جہاد کرنے کے لیے آیا ہوں۔ آپ سے بس اتنی درخواست ہے کہ ایک محفوظ سی جگہ عنایت کر دیں تاکہ اپنے عزیز واقارب اور بال بچوں کو وہاں رکھ کر سنگلدیپ کی طرف کافروں سے جہاد کرنے کے لیے چلا جاؤں۔ آخر کار بادشاہ ہندوستان شمس الدین التمش نے آپ کو چند دیہات سلطان پور وغیرہ نذر کیے۔ حضرت سید شاہ حمزہ نے وہاں ایک قلعہ تعمیر کیا اور شہر آباد کیا۔ سلطان پور گنگا کے کنارے کڑا اور کوڑہ قصبات کے درمیان واقع ہے۔ اس کے بعد سید حمزہ حامد اپنے اہل وعیال کو وہاں چھوڑ کر سنگلدیپ کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ دریا کے کنارے پہنچے اور جہازوں پر سوار ہو کر سنگلدیپ کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ یہ قصبہ بہت دور ہے۔ آخر کار وہاں پہنچ کر سارے کافروں کو قتل کر کے واصل جہنم کیا اور خود وہاں اقامت اختیار کی۔ چنانچہ آپ کی اولاد ہندوستان اور سنگلدیپ دونوں جگہ موجود ہے۔ چنانچہ ہندوستان میں میراں سید بڈھ جن کی قبر اطہر موضع بھیرہ پرگنہ کڑا میں ہے، حضرت شاہ سید وصاحب قدس سرہٗ جن کا مزار مبارک فتحپور میں ہے، آپ ہی کی نسل سے ہیں۔ ان کے علاوہ سارے سادات فتحپور، سادات ہنسی، سادات اوگاسی وسمونی [یہ دونوں قصبے کالنجر صوبہ الہ آباد میں ہیں] اور سادات نرورکوٹ حضرت سید

شاہ حمزہ حامد قدس سرہٗ کی نسل سے ہیں۔

میر سید معز الدین بن میر سید علاء الدین نجیب الطرفین سادات سے ہیں۔ آپ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے خلفا میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کا نسب بھی حضرت زید شہید قدس سرہٗ تک منتہی ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ کو اور آپ کے فرزندوں کو "رسول دار" کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت سلطان محمود بن مخدوم جہانیاں کی اولادوں میں سے راجپوتنی اہلیہ سے پانچ قطب پیدا ہوئے اور ایک صاحبزادی تولد ہوئیں جو میر سید معز الدین سے بیاہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت کی صاحبزادی شادی میر سید علاء الدین سے ہوئی اور بعض کہتے ہیں حاجی قاسم کے عقد میں آئیں۔ بہر حال میر سید معز الدین رشتہ اور نسب دونوں میں نجیب ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت زید شہید قدس سرہٗ کے چار صاحبزادے تھے: ۱- یحییٰ بن زید۔ ان کی اولادیں کثیر ہیں۔ ان کی نسل سے ہندوستان میں یہ تین بزرگ زیادہ معروف و مشہور ہیں: میر سید حامد حمزہ، میر سید نور الدین مبارک جن کا مزار مبارک دہلی میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی کے روضۂ مبارکہ کے پاس ہے۔ سید محمد گیسو دراز بندہ نواز، جن کا مزار اقدس گلبرگہ شریف میں ہے۔ آپ نے گلبرگہ شریف میں ایک حوض بنوایا ہے جس کے بارے میں حضرت کا ارشاد ہے کہ جو شخص اس میں غسل کرے گا، سعادت مند ہو جائے گا۔ ان کے علاوہ ہو سکتا اور افراد بھی ہوں جن کا علم نہیں ہے۔

حضرت زید شہید کے دوسرے صاحبزادے ہیں: حسین بن زید شہید قدس سرہما۔ آپ کی اولاد ہندوستان میں بہت ہیں۔ چنانچہ سید محمد جن کی اولاد شہر دھرسو میں ہے، ان کا سلسلۂ نسب بھی حضرت میر سید حسین بن زید شہید تک منتہی ہوتا ہے۔ سید بدر الدین عرف سید بڈھن جن کی قبر اطہر قصبہ دل منوصوبہ الہٰ آباد میں ہے، یہ بھی دھرسو کے سادات زیدی کے بھائیوں میں سے ہیں۔ سید فخر الدین جن کی اولاد دہلی

میں ہے، وہاں سارے رسول دار آپ کی نسل سے ہیں۔ ان کا سلسلۂ نسب بھی حضرت میر سید حسین بن زید شہید سے جا ملتا ہے۔ سید جعفر جن کی اولاد موضع بڈولی، میں ہے، ان کا نسب بھی میر سید حسین بن زید شہید تک منتہی ہوتا ہے۔ سید اسد الدین جن کا مزار مبارک ظفر آباد متصل جونپور میں ہے، ان کا نسب بھی میر سید حسین بن زید شہید سے ملتا ہے۔ سادات کیسہ متصل الہٰ آباد، سادات بڈولی کے بھائی ہیں۔ ان کا نسب بھی حضرت میر سید حسین بن زید شہید سے جا ملتا ہے۔ میر سید نصیر الدین بڈولی سے چلے گئے تھے۔ سید علی بن سید محمد مسعود جن کی اولاد موضع بارہا میں ہے۔ یہ لوگ جاجمیری کے لقب سے مشہور ہیں۔ ان کا نسب بھی میر سید حسین بن زید شہید تک منتہی ہوتا ہے۔ سید نظام الدین اور سید فضائل کی اولاد چھاترود میں ہے، یہ بھی سادات بارہا میں ہیں۔ ان کا نسب بھی میر سید حسین بن زید شہید سے جا ملتا ہے۔ سید داؤد جن کا مزار مبارک تھن پور میں ہے۔ یہ بھی سادات بارہا سے ہیں۔ ان کا نسب بھی میر سید حسین بن زید شہید سے جا ملتا ہے۔ سید بڈھا جو موضع بڈھ میں سکونت پذیر تھے، سادات گلاؤٹھی، سادات چھارسہ جو دہلی سے متصل ہے، سادات منڈوا، سادات سوندا جو جونپور سے متصل ہے، میر سید شہاب الدین رسولدار جن کی اولاد جونپور کے قریب آباد ہے، ان سب کا نسب حضرت میر سید حسین بن زید شہد قدس سرہما سے جا ملتا ہے۔ سادات کوڑہ جو بندیل کھنڈ میں ہے ان کا نسب میر سید محمد بن زید شہید سے ملتا ہے۔ سادات بلگرام جو میر سید محمد کی اولاد سے ہیں جن کا مزار مبارک بلگرام شریف میں ہے، ان کا سلسلۂ نسب بھی حضرت زید شہید تک منتہی ہوتا ہے۔ [۲] حضرت میر سید حسین کی اولادیں بھی ہندوستان میں بہت ہیں۔ بیشتر کا ذکر ہو چکا۔

چھوس جو دہلی میں داسنہ اور سکندرہ کے درمیان واقع ہے، وہاں کے سادات کا نسب حضرت سید حسین بن حضرت امام علی نقی قدس سرہٗ تک پہنچتا ہے۔ نجیب سادات ہیں اور سبزاوار سے آئے ہیں۔ سادات سراواں [یہ مقام برست وہاں، لکھنؤ

سے قریب ہے] ان کا سلسلۂ نسب بھی زید شہید سے جا ملتا ہے۔ سارے سادات جو حضرت سید حسین بن زید شہید قدس سرہما کی اولاد ہیں، ہندستان میں ہی سکونت رکھتے ہیں۔ یہ ہندوستانی سادات حسینی زیدی، حضرت میر سید ابو الفرح واسطی کی نسل سے ہیں۔ سید ابو الفرح دو ہیں۔ ایک حضرت میر سید حسین بن سید زید شہید کی نسل سے ہیں اور دوسرے سید ابو الفرح، یحییٰ بن زید شہید کی نسل سے ہیں۔ دوسرے سید ابو الفرح بغداد شریف سے متصل موضع عریض میں ہیں۔ چنانچہ آپ کا مزار مبارک بھی بغداد شریف میں ہے۔ یہ تفصیل اس لئے بیان کر دی تا کہ کسی کو غلط فہمی نہ ہو۔

۞

زید پور متصل لکھنؤ کے سادات

ان کے جد اعلیٰ میر سید عبد اللہ ولایت ایران سے آئے تھے، ان کے ساتھ ان کے صاحبزادے سید زید بھی تھے۔ چنانچہ آپ نے یہ قصبہ اپنے صاحبزادے سید زید کے نام سے بسایا۔ سلسلۂ نسب یہ ہے: سید عبد اللہ بن سید یعقوب بن سید احمد بن سید محمد بن حضرت امام علی نقی قدست اسرارہم۔ میر سید عبد اللہ، زید پور پہنچے اور سید زید کو زید پور میں چھوڑ کر خود ولایت ایران کی طرف تشریف لے گئے۔ صحیح النسب سید ہیں۔

۞

شیخ تاج الدین کا اسم گرامی محمد بن مغیث ہے اور کنیت ابو عبد اللہ۔ حضرت ابو عبد اللہ بڑے جواں مرد تھے۔ چنانچہ عمدۃ التواریخ میں آپ کے حوالے سے تحریر ہے کہ حضرت امام زین العابدین بن امام حسین بن علی بن ابی طالب کے بہت سارے فرزند تھے لیکن آپ کی نسل ان چھ صاحبزادگان سے باقی رہی: ۱- امام محمد باقر، ۲- سید عبد اللہ ماہر، ۳- سید عمر الاشرف، ۴- سید حسین اصغر، ۵- سید علی اصغر، ۶- سید زید شہید۔ حضرت سید زید شہید کے چار صاحبزادے تھے، ۱- سید یحییٰ جو سترہ سال کی چھوٹی سی عمر میں وفات پا گئے، ۲- سید عیسیٰ، ۳- سید محمد، ۴- سید حسین ذی الدمعہ۔

حضرت سید حسین قدس سرہ کو ذی الدمعہ اس لئے کہتے ہیں کہ شوق الٰہی میں آپ کی آنکھیں ہمیشہ برستی رہتی تھیں۔ ان کے تین صاحبزادوں کی نسل باقی رہی۔ سید حسین ثانی، سید یحییٰ، سید علی۔

حضرت یحییٰ بن زید شہید کے سات صاحبزادے تھے: ۱- سید قاسم ۲- سید حسن زائد، ۳- سید حمزہ، ۴- سید محمد اصغر، ۵- سید عیسیٰ، ۶- سید یحییٰ ثانی، ۷- سید عمر۔ سید عمر کے دو صاحبزادے تھے: سید احمد محدث اور سید ابو المنصور محمد محدث۔ سید ابو المنصور محمد محدث کے ایک صاحبزادے سید حسن نساب تھے۔ سید حسن نساب کے دو صاحبزادے: سید زید اور سید یحییٰ تھے۔ سید یحییٰ کے دو صاحبزادے تھے: سید ابو علی عمر اور سید ابو محمد الحسن۔ سید ابو علی عمر کے تین صاحبزادے تھے: ابو حسن محمد، ابو طالب محمد، ابو الغنائم محمد۔ ابو طالب محمد عراق میں سکونت رکھتے تھے۔ جن حضرات کا میں نے نسب بیان کیا ہے، یہ بھی حضرات ولایت کے امام کی حقیقت سے مشہور ہیں۔

۞

سادات ردولی حضرت امام علی موسیٰ رضا قدس سرہٗ کی نسل سے ہیں اور صحیح النسب سادات سے ہیں۔ سادات بہلا تو بہت نجیب ہیں لیکن یہ پتہ نہ چل سکا کہ ان کا سلسلۂ نسب کس امام تک منتہی ہوتا ہے۔ سری جو سنبھل مراد آباد سے متصل ہے، وہاں کے سادات کا نسب بھی حضرت زید شہید قدس سرہٗ تک پہنچتا ہے۔ چنانچہ سید بڈھ جن کی اولاد مسوندہ متصل جونپور میں ہے، وہ سری ہی سے گئے ہیں۔ سادات ونام، سادات بریلی اور دوسری بریلی کے سادات قبائی بھی نجیب سادات سے ہیں۔ وہاں کے دیگر سادات بھی نجیب ہیں۔

۞

میر سید سلیم جو سید سلونی کے نام سے مشہور ہیں، پہلے یہ کالپی آئے۔ آپ کے ایک صاحبزادے سید بدا ہیں جنہوں نے موضع کرہی میں سکونت اختیار کی۔ صحیح النسب سادات سے ہیں۔ ان کا سلسلۂ نسب حضرت امام علی موسیٰ رضا تک منتہی ہوتا ہے۔

میر سید محمد اصفہانی بن سید احمد بن سید جعفر بن سید فخر الدین بن سید محمود بن سید ابراہیم بن سید حسین بن حضرت امام علی نقی قدست اسرارہم۔ میر سید اصفہانی براہ راست حضرت شاہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے مرید تھے۔ اصفہان سے بہت سامال لے کر آئے تھے۔ جب حضرت چراغ دہلی کی حلقہ بگوشی اختیار کی، سارا مال اور اثاثہ راہ خدا میں لٹا دیا۔ اصفہان میں گلستان نام کا ایک محلہ ہے، آپ وہاں سے تشریف لائے تھے۔ آپ کا مزار مبارک کڑا میں ہے۔ آپ بھی صحیح النسب سادات سے ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب میر سید حسین بن حضرت امام علی نقی قدس سرہما تک پہنچتا ہے۔

سید حامد خان سبزواری جن کا مزار مبارک یا تو کڑا میں ہے یا قلعہ مانکپور میں، علوی سادات سے ہیں۔ چنانچہ میر سید علی ہمدانی تحفۃ الانساب میں لکھتے ہیں کہ آپ سید حسین کی اولاد سے نہیں ہیں۔ حضرت علی مرتضیٰ کے دوسرے صاحبزادگان میں سے کسی ایک تک ان کا نسب منتہی ہوتا ہے، جن کا نام علی عباس مشہور ہے۔ پس آپ علی عباس کی نسل سے ہیں۔

میر سید شہاب الدین گردیزی بن میر سید زین الدین بن میر سید قاسم بن میر سید ہاشم بن میر سید حامد بن میر سید ناصر الدین بن میر سید اعظم [عرب سے آکر انہوں نے گردیز کو آباد کیا] بن میر سید حسین بن میر سید مطلب بن میر سید عیسیٰ باقر بن میر سید نظام الدین حسن بن میر سید ابو طالب عرف سید موسیٰ مبرقعہ [ان پر صمدیت کا نور جلوہ فگن تھا۔ اسی وجہ سے یہ ہمیشہ برقعہ پوش رہا کرتے تھے۔] بن میر سید جعفر ثانی بن حضرت امام علی نقی قدست اسرارہم۔ میر سید شہاب الدین گردیزی مانکپوری کے فرزندوں میں سے حضرت راجے حامد شاہ قطب الاقطاب تھے۔ خاندانی حیثیت کے عالی سلسلے کو آپ کے دم سے بڑی رونق ملی۔ آپ قرض بہت لیا کرتے تھے۔ آپ

کا سلسلۂ نسب یہ ہے: راجے حامد شاہ بن راجے راجہ بن سید شہاب الدین مستی بن سید حسام الدین بن میر سید شہاب الدین گردیزی بن میر سید زین الدین بن میر سید عیسیٰ باقر بن میر سید طاہر بن سید ابو طالب حمزہ بن میر سید نظام الدین حسن بن میر سید جعفر مدعی بن حضرت امام محمد تقی بن حضرت امام موسیٰ علی رضا اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

میر سید شہاب الدین گردیزی قدس سرہٗ کی قبر اطہر مانکپور میں ہے۔ آپ کے بھائی میر سید شمس الدین کی قبر مبارک پلول سے متصل ہے۔ میر سید گردیز ملتانی بھی ان کے ہم جد ہیں۔ چنانچہ ان تینوں بزرگوں کا سلسلہ نسب حضرت میر سید جعفر بن حضرت امام علی نقی قدس سرہما تک پہنچتا ہے۔ اوچہ اور پشاور کے سادات گردیزی، حضرت میر سید شہاب الدین گردیزی کے بھائیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ حضرات بھی نجیب سادات ہیں۔

ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت میر سید ابو الخیر مشہدی بن سید قطب الدین بن سید عبد اللہ بن سید قاسم بن سید اسمٰعیل بن سید ضیاء الدین بن سید علی بن سید حسام بن سید قاسم بن سید طاہر بن سید طیب بن سید احمد مثنیٰ بن حضرت امام محمد باقر بن حضرت امام زین العابدین بن حضرت امام حسین بن امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ یہ نجیب سید ہیں۔

حضرت میر سید مولانا مخدوم خواجگی جن کی قبر اطہر کڑا میں ہے، بڑے صاحب کمال بزرگ تھے۔ حضرت میر سید علاء الدین جیوری کے خلیفہ ہیں۔ حضرت جعفر امیر ماہ بہرائچی اور حضرت مخدوم خواجگی خواجہ طاش اور پیر بھائی تھے۔ یہ دونوں بزرگ حضرت میر سید علاء الدین جیوری کے خلیفۂ کامل واکمل تھے۔ حضرت مخدوم مولانا خواجگی قدس سرہٗ صحیح النسب ہیں۔ چنانچہ آپ کے جد بزرگوار میر سید شمس الدین عریضی جن کا مزار مبارک ملتان میں ہے، کافی مشہور ہیں، بلکہ میر سید شمس الدین عریضی قدس سرہٗ کی صحت نسب پر حضرت مخدوم سید شعبان ملت قدس سرہٗ گواہ ہیں۔ بہت ہی نجیب اور صحیح النسب سید ہیں۔

میر سید علاء الدین جیوری [ضلع بلند شہر یوپی] جو مولانا خواجگی کے پیر و مرشد ہیں، ان کا سلسلۂ نسب حضرت امام موسیٰ کاظم قدس سرہٗ تک پہنچتا ہے۔ صحیح النسب سید ہیں۔ حضرت میر سید علاء الدین، حضرت میر سید قطب مدنی میر بن سید احمد مدنی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر مرید ہو گئے۔ چنانچہ حضرت میر سید قطب الدین، حضرت غوث الثقلین قطب ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم جد ہیں۔ حضرت میر سید قطب الدین کے والد ماجد میر سید احمد اور حضور غوث الثقلین حقیقی چچازاد بھائی ہیں۔ حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی کی ہمشیرہ بی مات، حضرت میر سید احمد سے منسوب تھیں، انہیں سے میر سید قطب الدین مدنی تولد ہوئے۔ حضرت کو مدنی اس لئے کہتے ہیں کہ حضرت میر سید احمد اپنے اہل خاندان کے ساتھ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ حج بیت اللہ کے بعد مدینہ منورہ روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت کی والدہ ماجدہ امید سے تھیں۔ جس وقت حضرت میر سید احمد مدینہ شریف پہنچے، اس کے دو چار دن بعد ہی حضرت میر سید قطب الدین تولد ہوئے، اس وجہ سے آپ کو مدنی کہتے ہیں۔ حضرت میر سید قطب الدین حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہما کے مرید تھے۔ حضرت مدنی نے پہلے حضور غوث الثقلین محبوب سبحانی کی خدمت میں حاضر ہوکر مرید ہونے کی درخواست عرض کی اور حضور غوث پاک سے مرید ہو گئے۔ ایک مہینہ تک حضور غوث پاک کی خدمت اقدس میں رہے۔ اس کے بعد سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہو گیا۔ پھر حضرت میر سید قطب الدین مدنی کچھ زمانے تک شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی کی خدمت قدس میں رہے، آخر کار شیخ نجم الدین کبریٰ فردوسی کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوکر سلوک کی ساری منزلیں طے کیں اور آپ سے سلسلۂ فردوسیہ سہروردیہ کا خرقہ حاصل کیا۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ سرکار غوث اعظم محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کے وصال کے بعد آپ حضور غوث پاک کے شہزادے حضرت میر سید عبد الرزاق قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور وہیں باطنی تربیت کی تکمیل کی۔ حضرت میر سید قطب الدین مدنی قدس سرہٗ بڑے صاحب کمال اور عارف باللہ بزرگ تھے۔ آپ کا مزار مبارک کڑا میں ہے۔ آپ کی اولادیں کڑا اور اس کے مضافات میں موجود ہیں۔ نجیب سادات حسنی حسینی ہیں۔ آپ حضرات کو حسنی حسینی اس طور سے کہتے ہیں کہ آپ کے جد کریم حضرت عبد اللہ المحض، حضرت حسن مثنیٰ بن حضرت امام حسن کے شہزادے ہیں اور سید عبد اللہ المحض، حضرت امام حسین کے نواسے تھے۔ اسی لئے حضرت سید عبد اللہ المحض کی اولاد کو حسنی حسینی کہتے ہیں۔ حضرت میر سید قطب الدین مدنی ایسے مقبول بارگاہ الٰہی بزرگ ہیں کہ جو بھی آپ کی درگاہ میں حاضر ہوتا ہے، اپنا مقصود دلی پالیتا ہے۔ آپ کی کرامات بے حد و بے شمار ہیں۔

قدوۃ العارفین حضرت میر ابو البرکات، جن کا مزار مبارک توران میں ہے، آپ بھی حسنی سادات سے ہیں۔ ولایت ایران اور نواح کابل میں اکثر سادات حسنی ہیں۔ چنانچہ شریف مکہ بھی حسنی سید ہیں لیکن زید بن حسین بن موسیٰ کی نسل سے ہیں، اس لئے خود کو زیدی سادات کہتے ہیں۔ بجی شریف مکہ حسنی سادات ہیں۔ بادشاہ روم بھی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل سے ہیں۔

قدوۃ العارفین امام المحققین، سراج الاولیاء، عارف اسرار الٰہی، ہادی الکونین، واصلین کے داتا حضرت شاہ شرف الدین شرف بو علی قلندر بن حضرت سالار فخر الدین بن شیخ زبیر بن شیخ حسن بن شیخ عبد العزیز بن شیخ ابو بکر بن شاہ غازی بن شیخ فارس بن شیخ عبد الرحمٰن بن شیخ عبد الرحیم بن شیخ محمد بن شیخ عطا بک بن حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر نے پہلے حضرت شہاب الدین خلیفۂ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی اوشی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر علم دین حاصل کیا اور نعمت باطنی حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی قدس سرہٗ سے حاصل ہوئی۔ حضرت شاہ بوعلی قلندر کے دوسرے شیخ طریقت حضرت شاہ نجم الدین قلندر ہیں۔ اسی طرح بہت سے بزرگوں سے فیض حاصل کیا۔ لیکن آپ کو مرتبۂ محبوبیت امیر المومنین مولی المسلمین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی بارگاہ پاک سے حاصل ہوا۔ عالم خواب میں آپ نے حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ سے عرض کیا: حضور حالت فقیری کسے کہتے ہیں؟ حضرت مولائے کائنات نے فرمایا: جب خواب میں بھی حالت بیداری پیدا ہو جائے اور ساری کثرت کو اپنے وجود میں ضم کر کے وجود واحد کے اجزا کی صورت میں ملاحظہ کرے، چاہے خواب کی حالت میں ہو یا بیداری کی حالت میں تو اسے حالت فقیری کہتے ہیں۔ حضرت شاہ بوعلی قلندر نے عرض کیا: یہ حالت کیسے حاصل ہوتی ہے؟ حضرت مولائے کائنات نے فرمایا: ٹھہرو! پھر شراب طہور کا ایک جام اپنے دست مبارک سے عطا کیا اور فرمایا: کہ سارے اولیا کی ولایت میں نے تجھ پر موقوف کر دی اور تجھے ولایت کا تقسیم کار بنا دیا۔ حضرت شاہ بوعلی قلندر فوراً سروقد ہو کر تعظیم بجالائے اور پائے اقدس کو بوسہ دیا۔ اسی وقت آپ پر بے خودی کی کیفیت طاری ہو گئی اور اسی دوران سلوک کی ساری نعمتیں آپ کو حاصل ہو گئیں۔ سلوک کی منزلیں یوں تو سبھی مشائخ کے سایۂ کرم میں طے کیں لیکن کیف و مستی کا خاص حصہ حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار سے حاصل ہوا ہے۔

❁

میر سید محمد حقانی بن میر سید علی اولیا بن میر سید علاء الدین بادشاہ بن میر سید غیاث الدین بن حسن عسکری قدست اسرارہم۔ حضرت حقانی کے خاندانی نسب نامے میں یہ مذکورہ اسمائے گرامی مشہور ہیں۔ آپ کی شادی حضرت مخدوم شعبان ملت کے

خاندان میں ہوئی اور حضرت شعبان ملت نے آپ کو اپنی خلافت بھی عطا فرمائی۔ حضرت حقانی کے عقد مسنون کی جب بات چلی تو حضرت شعبان ملت نے آپ کے نسب کی تحقیق فرمائی۔ معلوم ہوا کہ حضرت حقانی کے جد کریم حضرت میر سید غیاث الدین، حضرت میر سید حسن عسکری کے صاحبزادے ہیں لیکن یہ حسن عسکری دوسرے ہیں۔ امام حسن عسکری نہیں۔ البتہ دونوں حضرات کا نام ایک ہے۔ یہ حسن عسکری، سید حمزہ کے صاحبزادے ہیں جن کا سلسلۂ نسب یہ ہے: سید حمزہ بن سید ہارون بن سید عقیل بن میر سید اسمٰعیل بن میر سید علی اشقر بن میر سید جعفر بن حضرت امام علی نقی قدست اسرارہم۔ اور حضرت امام حسن عسکری کا امام مہدی کے علاوہ کوئی بیٹا نہیں تھا۔

چنانچہ میں نے تاریخ کی ساری کتابوں میں تحقیق کر ڈالی۔ آخر کار دیوان انساب نامی کتاب میں آپ کا یہ نسب نامہ دریافت ہوا۔ چنانچہ کھلی ہوئی دلیل یہی بتاتی ہے کہ حضرت میر سید محمد حقانی اور حضرت امام حسن عسکری کے درمیان کم و بیش چار سو سال کا فاصلہ ہو گا تو پھر حضرت صرف تین واسطے سے حضرت امام حسن عسکری تک کیسے پہنچ جائیں گے [اس لئے وہ حسن عسکری دوسرے ہیں] حضرت حقانی کی اولاد جو اپنے آپ کو امام حسن عسکری سے منسوب کرتے ہیں، غلط کہتے ہیں۔ حضرت حقانی کا تحقیقی نسب نامہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

حضرت سید محمد حقانی سبزوار سے سات ہزار سواروں کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے تھے۔ ہندوستان میں مناسب مشغلۂ حیات کی صورت نظر نہ آئی تو مشغلۂ حیات کی طلب میں مملکت بنگالہ کا قصد کیا۔ یہ ایک لمبی داستان ہے۔

بہر کیف! جس وقت حضرت میر سید محمد حقانی، حضرت مخدوم شعبان ملت کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو حضرت کا جمال جہاں آرا دیکھتے ہی حضرت حقانی کی طبیعت دنیا سے سرد ہو گئی اور آپ بالکل تارک الدنیا ہو گئے۔ آپ نے دو سال حضرت مخدوم شعبان ملت کی خدمت میں رہ کر باطنی تربیت حاصل کی۔ آخر کار حضرت حقانی نے عرض کیا کہ میں کس جگہ سکونت اختیار کروں؟ حضرت شعبان ملت

نے فرمایا: موضع چرئی گاؤں میں، میں بھی وہاں تھوڑے دن رہا، تم بھی وہیں جا کر قیام کرو۔ اس کے بعد آپ نے یہ دیہات سید سرایاں حضرت حقانی نے خرید لیا اور وہاں سکونت اختیار کر لی۔ چنانچہ سید سرایاں میں ہی آپ کی قبر اطہر ہے۔ سید سراواں کے موجودہ زمین داران، حضرت حقانی کے غلاموں کے خاندان سے ہیں۔ حضرت کے صاحبزادگان نے یہ گاؤں اپنے غلاموں کو دے کر خودتی گاؤں میں آ کر مقیم ہو گئے۔

❁

حضرت میر سید محمد گیسو دراز بندہ نواز بن سید یوسف حسنی قدس سرہما

حضرت میر سید محمد گیسو دراز بندہ نواز بن سید یوسف حسنی قدس سرہما، سید یحییٰ بن سید زید شہید قدس سرہٗ کے خاندان سے ہیں۔ آپ کا نسب حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ مزار مبارک گلبرگہ شریف میں ہے۔ آپ حضرت شاہ نصیر الدین چراغ دہلی کے مرید و خلیفہ ہیں۔ حضرت چراغ دہلی کے منظور نگاہ تھے۔ حضرت کی بارگاہ میں آپ جیسا قرب کسی کو حاصل نہ تھا۔ اپنے پیر کے علاوہ باطنی نعمتیں آپ نے چودہ جگہوں سے حاصل کیں۔ صحیح النسب اور نجیب الطرفین زیدی سادات سے ہیں۔ آپ کے کشف و کرامات کی ہزاروں داستانیں دکن میں مشہور ہیں، جن کے بیان کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔

❁

حضرت میر سید علی ہمدانی قدس سرہٗ رضوی سادات سے ہیں۔ حضرت میر سید جعفر بن حضرت امام علی نقی کے خاندان سے صحیح النسب سادات ہیں۔ آپ کے بڑے بھائی میر سید محمد علی ہمدانی، جو کثیر الاولاد تھے۔ اسی طرح حضرت میر سید تاج الدین شیر سوار چابک مار، نے ولایت ایران سے آ کر نارنول میں سکونت اختیار کی۔ آپ کی قبر اطہر وہیں نارنول میں ہے۔ میر سید عبد الرحمٰن کلابی، حضرت محمد حنیف کی نسل سے سادات علوی ہیں۔ آپ کا مزار پاک بھی نارنول میں ہے۔ میر سید شاہ محمد

سمرقندی بھی سادات علوی یعنی حضرت سیدنا محمد حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل سے ہیں۔ [۳] لیکن مغل کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ آپ کا مزار مبارک بھی نارنول میں ہے۔

❁

مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دیگر اولاد کے احوال:

حضرت شاہ ابو القاسم محمد حنیف بن علی مرتضیٰ بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما محمد حنفیہ کے نام سے مشہور ہیں۔ [۴] آپ کی ولادت ۱۶ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ عمر مبارک پینسٹھ سال تھی۔ ۸۱ھ میں عبد الملک بن مروان کے عہد حکومت میں پیر کے دن وصال ہوا۔ کتابیوں کا ایک گروہ دعویٰ کرتا ہے کہ آپ قریب قیامت ظہور فرمائیں گے [اسی طرح کی اور بھی بعض بے سرو پا حکایت آپ سے منسوب ہیں]

آپ کے تین صاحبزادے: ۱- ابو ہاشم، ۲- علی عبد المناف، ۳- جعفر [۵] آپ کے چودہ صاحبزادے اور دس صاحبزادیاں تھیں لیکن نسل تین صاحبزادوں سے چلی: ابو ہاشم جعفر علی قدست اسرارہم [خاندان مصطفےٰ، ص، ۱۴۴] حضرت کا وصال مدینہ طیبہ یا طائف میں ہوا [مسالک السالکین، ۱/۱۸۲] حضرت جعفر کے ایک صاحبزادے عبد اللہ تھے۔ حضرت علی عبد المناف کے ایک صاحبزادے عون عرف قطب غازی تھے۔ حضرت عون عرف قطب غازی کے ایک صاحبزادے آصف غازی تھے اور آصف غازی کے ایک صاحبزادے شاہ غازی، شاہ غازی کے دو صاحبزادے شاہ محمد غازی اور شاہ احمد غازی تھے۔ شاہ احمد غازی نے سبزاوار کو اپنا وطن بنایا۔ چنانچہ سادات سبزواری آپ ہی کی نسل سے ہیں۔ اسی طرح سید حامد خان سبزاواری بھی شاہ احمد غازی کی نسل سے ہیں جن کا مزار مبارک قلعہ مانکپور میں ہے۔ حضرت سید احمد غازی کی اولاد بہت ہیں۔ سید شاہ احمد غازی کے بڑے بھائی سید شاہ محمد غازی کے ایک صاحبزادے سید طیب غازی ہیں جن کے ایک صاحبزادے سید

طاہر غازی ہیں۔ سید طاہر غازی کے ایک صاحبزادے سید عطاء اللہ غازی اور ان کے صاحبزادے سید ساہو غازی ہیں۔ سید ساہو غازی کی شادی سلطان محمود غزنوی کی ہمشیرہ کے ساتھ ہوئی۔ ان سے ایک صاحبزادے سید سعید الدین سالار مسعود غازی ہیں۔ آپ سادات علوی سے ہیں۔ اکثر اشراف سادات حضرت سید سالار مسعود غازی کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے ہیں۔

حضرت محمد حنیفہ بن علی مرتضیٰ کے بڑے صاحبزادے حضرت ابو ہاشم ہی ہیں، جنہوں نے عباسیوں کو خلافت کی بشارت دی اور آپ نے ہی حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے وصایا شریف قلم بند فرمائے۔ آپ کی نسل ابھی شیراز میں ہے۔

سیدنا عمر بن علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کے ایک صاحبزادے حضرت محمد تھے جن کے چار صاحبزادے تھے: ۱-عبداللہ، ۲-جعفر، ۳-عمر، ۴-محی الدین۔ حضرت عبداللہ بن محمد کی نسل بغداد اور نحل میں بہت کثیر ہے۔ پیر علی ہزبری جن کی قبر اطہر لاہور میں ہے، آپ ہی کی نسل سے ہیں۔ حضرت جعفر بن محمد کی نسل عراق وعجم میں ہے۔ چنانچہ امام علی ولی الحق جن کا مزار مبارک سیالکوٹ میں ہے، آپ ہی کی نسل سے ہیں۔ حضرت عمر بن محمد بن مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نسل عراق، عرب اور شام میں بہت پھیلی ہوئی ہے۔ چنانچہ امام الشہداء حضرت میر سید بدر الدین بدر عالم، میر سید ابو القاسم اور میر سید اسحٰق جن کے مزارات طیبات پانی پت میں ہیں، حضرت عمر بن محمد کی نسل سے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن محمد قدس سرہما کی نسل مبارک تین صاحبزادوں سے باقی رہی: حضرت یحییٰ، حضرت احمد، حضرت محمد۔ حضرت یحییٰ بن عبداللہ کی نسل مشہد میں ہے۔ چنانچہ میراں سید محمود بہاری حضرت یحییٰ کی نسل سے ہیں۔ آپ کی قبر اطہر، حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیا قدس سرہٗ کی درگاہ سے متصل پورب کی جانب واقع ہے۔ حضرت احمد بن عبداللہ کی نسل عراق، عرب اور شام میں ہے۔ حضرت محمد بن عبداللہ کی نسل آپ کے دونوں صاحبزادگان: حضرت قاسم

اور حضرت جعفر سے چلی۔ حضرت قاسم ایک علاقے کے حاکم تھے۔ آپ کے صاحبزادے محمد بن قاسم تھے جو والد کے بعد اس جگہ کے حکمراں بنے۔ حضرت جعفر بن محمد بن عبداللہ کا لقب المؤید من السماء [یعنی آپ کی تائید اور خصوصی مدد آسمان کے مالک کے دربار سے ہوتی تھی۔ ۱۲ ساحل] تھا۔ آپ کو ملتان میں سندھیوں پر حاکم بنایا گیا۔ حضرت جعفر مؤید من السماء کے پچاس صاحبزادے تھے۔ ان میں سے عبدالمجید بن جعفر ہندوستان کے علاقہ اوچہ [اب یہ پاکستان میں ہے ۱۲ ساحل] کے حکمراں ہوئے۔ حضرت عبدالمجید کے ایک صاحبزادے سید احمد تھے جن کے ایک صاحبزادے سید کامل ہوئے۔ سید کامل کے ایک صاحبزادے سید مکمل تھے، جن کے ایک بیٹے سید احمد ہوئے۔ سید احمد بن سید مکمل کے دو صاحبزادے تھے: سید محمد اور سید محمود۔ سید محمد کی اولاد دکن میں بیجاپور، بھاک نگر، حیدرآباد، برہان پور، ایلچ، بھانڈیر میں اور سورٹھ کے اطراف وجوانب میں ہیں۔ دوسرے صاحبزادے سید محمود کو سید محمود زریں کہتے ہیں۔ ان کی اولاد کڑا اور کوڑہ اور قصبہ ایرایاں میں ہے جو کڑا سے متصل ایک دیہات ہے۔ عبدالجبار بن جعفر سیستان میں رہے اور وہاں کے حکمراں ہوئے۔ حضرت جعفر کے صاحبزادوں کی نسل اب ہندوستان، سندھ، فارس، کرمان، سیستان، عراق عرب، عراق عجم، شام اور دیگر کئی ممالک میں موجود ہیں۔

حضرت ابو الفضل عباس بن علی بن ابی طالب قدس سرہٗ کے ایک صاحبزادے عبداللہ تھے۔ حضرت عبداللہ کے ایک صاحبزادے حسین تھے۔ حضرت حسین کے پانچ بیٹے تھے۔ ۱-عبداللہ، ۲عباس، ۳-حمزہ، ۴-ابراہیم، ۵-فضیل۔ حضرت عبداللہ بن حسین حرمین کے امیر اور قاضی تھے۔ عباسیوں کے زمانے میں حضرت علی کی اولاد میں سے کوئی شخص سب سے پہلے حرمین طیبین کا امیر ہوا، وہ آپ تھے۔ عباس بن حسین کے ایک صاحبزادے عبداللہ تھے جن کی اولاد یمن، مکہ، مدینہ، کوفہ، مشہد حسین یعنی کربلا اور مشہد موسیٰ الجواد میں ہیں۔ حمزہ بن حسین کی نسل طبرستان، مرو، اور ہرات میں ہے۔ ابراہیم بن حسین کے ایک صاحبزادے علی الفرج

علی العرج تھے جن کی نسل مصر میں ہے۔ فضیل بن حسین کی نسل بھی اسی دیار میں ہے۔ علمائے انساب جب صحیح النسب سادات کے حالات تحریر کرتے ہیں تو توجہ دے کر ان کے احوال تفصیل سے بیان کرتے ہیں، تاکہ اگر کوئی خود کو ان سے منسوب کرے، یا ان میں سے کسی کو کسی اور نسب کا بتائے تو اس کی تحقیق کی جاسکے۔ یہ رہا مولائے کائنات سیدنا علی مرتضیٰ بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان صاحبزادوں کا تذکرہ جو حضرت فاطمہ زہراء خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ دیگر ازواج سے ہیں۔

❁

سادات ترمذی:

میر سید احمد تختہ قدس سرہٗ [جن کا مزار مبارک لاہور میں ہے] بن میر سید علی بن میر سید حسین بن میر سید محمد مدنی عرف شاہ ناصر ترمذی بن سید موسیٰ خمیس بن میر سید حسن خمیس بن میر سید علی بن میر سید حسین اصغر بن امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حضرت میر سید احمد تختہ قدس سرہٗ، سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک پر بیعت تھے۔ کچھ زمانے تک حضرت شیخ کی صحبت میں رہے اور باطنی فیض اٹھایا۔ بڑے صاحب کمال بزرگ تھے۔ چنانچہ حضرت خواجہ جنید بغدادی قدس سرہٗ نے آپ کے بارے میں فرمایا کہ ”تمہاری نسل میں ایک قطب ہمیشہ رہے گا“۔ چنانچہ ایسا ہی معاملہ رہا اور آپ کے بیشتر فرزند صاحب کمال اور ولی ہوئے۔ چنانچہ میر سید علی عاشقاں شطاری بن میر سید قوام الدین جن کی قبر اطہر سرائے میر متصل جونپور میں ہے، آپ ہی کی نسل سے ہیں۔ حضرت مخدوم اخی جمشید قدس سرہٗ جن کا مزار مبارک قنوج میں ہے، آپ کے مرید وخلیفہ حضرت میر سید حسین بھی حضرت میر سید احمد تختہ کی نسل سے ہیں۔ حضرت میر سید حسین کی قبر اطہر بھی قنوج میں ہے۔ سید میر عبدالوہاب قدس سرہٗ جن کا مزار مبارک شاہ دھورا میں ہے، سلسلۂ چشتیہ میں مرید و

خلیفہ تھے۔ آپ کا یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ آپ کے دروازے کے سامنے سے ہندوؤں کا جو جنازہ گذر جاتا، وہ ہرگز نہیں جل سکتا تھا۔ چنانچہ آپ کے بارے میں یہ مقولہ مشہور ہے کہ ”میر سید عبدالوہاب، نہ دوزخ نہ عذاب“۔ میر سید عبدالوہاب بھی حضرت میر سید احمد تختہ قدس سرہما کی نسل سے ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت میر سید احمد تختہ قدس سرہٗ کی اولادیں ہندوستان میں بہت ہیں۔ یہ حضرات سادات ترمذی کے نام سے شہرت رکھتے ہیں۔ نجیب الطرفین سید ہیں۔ چنانچہ داعی پور، سانڈی، پانی پت کے سادات ترمذی حضرت میر سید حسین ترمذی کی نسل سے ہیں، جن کا تذکرہ اوپر آچکا ہے۔ میر سید احمد تختہ کے صاحبزادگان ہندوستان میں بہت ہیں۔ چنانچہ لاہور اور اس کے مضافات، قنوج، مملکت بنگالہ اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں میں خوب پھیلے ہوئے ہیں۔

میر سید کمال ترمذی بھی نجیب سید ہیں۔ چنانچہ آپ کے فرزند کیتھل متصل تھانیسر، نہٹور اور پہانی میں ہیں۔ ان کے علاوہ دوسری جگہوں میں بھی آپ کی کثیر اولادیں پھیلی ہوئی ہیں۔

میر سید عبدالحکیم ترمذی قدس سرہٗ بھی نجیب الطرفین سید ہیں۔ حدیث کی مشہور کتاب شمائل ترمذی میں نصف حصہ آپ کا تالیف کردہ ہے۔ آپ کی نسل بھی گجرات اور سورٹھ میں بہت ہیں۔ سارے ہندوستان میں ترمذی سادات ان تین حضرات کی نسل سے ہیں: ۱-میر سید احمد تختہ، ۲-میر سید کمال ترمذی، ۳-میر سید عبدالحکیم ترمذی۔ ان کی نسلوں کو چھوڑ کر ہندوستان میں کوئی ترمذی نہیں ہے۔ ہندوستان میں جو بھی سادات ترمذی ہیں، وہ انہیں تین بزرگوں کی نسل سے ہیں۔ گجرات میں سادات کے چار قبیلے معتبر ہیں: ۱-بخاری، ۲-ترمذی، ۳-بھکری، ۴-سبزواری/شیرازی۔ ان چار شاخوں کی نجابت اور سیادت مشہور ومعروف ہے۔ ان کے علاوہ اور شاخیں بھی ہوں گی۔

حضرت مخدوم شاہ احمد عبدالحق قدس سرہٗ، حضرت مخدوم شاہ جلال عثمانی پانی

چی کے مرید و خلیفہ ہیں۔ بڑے صاحب حال اور صاحب کمال بزرگ تھے۔ سلسلۂ چشتیہ کے اپنے وقت میں مقتدا اور پیشوا تھے۔ چنانچہ روایت ہے کہ چھ مہینے آپ نے قبر میں رہ کر چلہ کیا اور چھ مہینہ خود کو درخت کے اندر چھپائے رکھا ہے۔ اس طرز کی ڈھیر ساری ریاضتیں کی ہیں۔ اسی وجہ سے آپ پر استغراق کا عالم خوب طاری رہتا تھا۔ منقول ہے کہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو نیت یہ کرتے: اُصلی للّٰہ الموجود فی کل شئی و ھو عینھا۔ بعض وقت یہ کہتے ہیں: کافر شدم، زنار پوشیدم، اللہ اکبر۔ آپ سے کرامات اور خرق عادات بے حد و بے شمار ظاہر ہوئیں۔
حضرت شاہ احمد عبدالحق کا نسب چند واسطوں سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کا مزار مبارک صوبہ اودھ کے قصبہ ردولی میں ہے۔ حضرت خواجہ شاہ نصیر الدین چراغ دہلی قدس سرہٗ کے بھانجے مخدوم شاہ سلیمان کی قبر اطہر بھی قصبہ ردولی میں ہے جو بہت نجیب ہیں۔ مخدوم شاہ اڈھن بن مخدوم شاہ بہاء الدین مرید مخدوم شاہ محمد عیسیٰ جونپوری قدس سرہٗ بھی امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان سے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ مخدوم شاہ اڈھن عثمانی ہیں، بہر کیف! بہت نجیب ہیں۔

سید محمد بن سید محمود کرمانی قدس سرہٗ اپنے شہر کرمان سے تجارت کے لیے لاہور آئے تھے۔ یہاں آ کر ملازمت کے حصول کے لیے اجودھن تشریف لے گئے اور حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر کے دست مبارک پر بیعت ہو گئے۔ یہ نجیب سادات سے ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔
سید محمد بن مبارک بن محمد کرمانی نے، حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی نظام الدین اولیا قدس سرہٗ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ یہ سید محمد کرمانی کے پوتے ہیں اور نجیب سید ہیں۔
سید محمد بن جعفر حسنی مکی، شیخ نصیر الدین محمود کے خلیفہ تھے۔ توحید و تفرید میں درجۂ عالی رکھتے تھے۔ آپ کا شمار عظیم اولیائے کرام میں ہوتا ہے۔ بحر المعانی آپ کی تصنیف ہے۔ اس کے علاوہ دقائق المعانی، حقائق المعانی، رسالہ دربیان روح، پنج

نکات، بحر الانساب بھی آپ کی عالی تصانیف ہیں، بحر الانساب میں حضرات اہل بیت کا تذکرہ ہے اور اپنے آباو اجداد کا نسب بیان فرمایا ہے۔ آپ نے لمبی عمر پائی تھی۔ سلطان محمد تغلق کے زمانے سے لے کر سلطان بہلول لودی کے دور حکومت تک آپ حیات تھے۔ عمر مبارک سو سال سے زیادہ تھی۔ آپ کے آباو اجداد شرفائے مکہ تھے۔ وہاں سے دہلی آئے اور سرہند کو اپنا وطن بنایا۔ نجیب سادات سے ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

سید یوسف بن سید جمال حسینی قدس سرہٗ کے آباؤ اجداد سپاہی کی حیثیت سے مشہد سے چل کر ملتان آئے۔ سلطان فیروز انار اللہ برھانہ کے زمانے میں دہلی حاضر ہوئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ آپ کی قبر اطہر دہلی میں ہے۔ نجیب سید ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام علی موسیٰ رضا تک منتہی ہوتا ہے۔

دہلی سے متصل دوآبہ کے درمیان موضع گلاؤٹھی ہے۔ یہاں کے سادات بھی نجیب ہیں۔ ان کا سلسلۂ نسب بھی حضرت زید شہید تک منتہی ہوتا ہے۔

شاہ بدیع الدین مدار قدس سرہٗ کا لقب شاہ مدار ہے۔ آپ شیخ محمد طیفور شامی کے مرید ہیں۔ آپ کا سلسلۂ بیعت کبرسنی یا کسی اور وجہ سے پانچ یا چھ واسطے سے حضرت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔[٦] غرائب احوال، عجائب اطوار، مقامات بلند اور کرامات ارجمند رکھتے ہیں۔ حضرت شاہ مدار کی بزرگی کا احاطہ کوئی تحریر اور تقریر نہیں کر سکتی۔ آپ کا سلسلۂ نسب مشہور صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اس طور سے پہنچتا ہے: شاہ بدیع الدین بن علی شاہ کا فور بن قطب بن اسمٰعیل بن محمد بن حسن بصری بن بہاء الدین بن بدر الدین بن عبدالحافظ بن شہاب الدین بن طاہر بن مطہر بن عبدالرحمٰن بن ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ والدہ ماجدہ کی طرف سے سلسلۂ نسب یہ ہے:
بی بی حاجران بنت حامد بن محمود بن قیام الدین بن شمس الدین بن سراج الدین بن عبدالرحمٰن بن شمس الدین کبریٰ بن عبدالمجید بن عبدالرحمٰن بن عبدالباقی رحمتہ اللہ علیہم [٧]

کہتے ہیں کہ بارہ سال تک آپ نے کھانا نہیں کھایا۔ جو لباس ایک بار زیب تن فرما لیتے، اسے دوبارہ دھونے کی ضرورت نہ ہوتی۔ وہ ہمیشہ سفید اور پاکیزہ رہتا۔ آپ مقام صمدیت پر فائز تھے جو سالکین کا ایک خاص مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا جمال باکمال عطا فرمایا تھا کہ جو بھی آپ کے مبارک روئے زیبا پر نگاہ ڈالتا، وہ بے اختیار آپ کے قدموں میں آ گرتا۔ اسی وجہ سے آپ ہمیشہ اپنے چہرۂ اقدس پر نقاب ڈالے رہتے۔ حضرت شاہ بدیع الدین قطب المدار قدس سرہٗ کا وصال ۱۷ جمادی الاولیٰ ۸۴۰ھ میں ہوا۔ مزار شریف مکن پور میں ہے جو قنوج کے مضافات میں ہے۔ ہر سال جمادی الاولیٰ میں آپ کا عرس منعقد ہوتا ہے جس میں ہندوستان کے اطراف و جوانب سے چھوٹے بڑے مرد عورت پانچ چھ لاکھ کی تعداد میں حضرت کے روضہ شریف کی زیارت کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ علم اور جھنڈے ہوتے ہیں اور بھی نذر و نیاز پیش کرتے ہیں۔ حضرت شاہ مدار کی عجیب و غریب کرامات اور خرق عادات بیان کرتے ہیں۔ اہل ہندوستان میں دو تہائی مسلمان حضرت پیر دستگیر غوث اعظم شاہ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ کے مرید ہیں۔ ایک حصہ اشراف میں بیشتر حضرت شاہ مدار کے مرید ہیں۔ سلطان الہند عطائے رسول خواجۂ خواجگان معین الدین حسن چشتی قدس سرہ اور مخدوم بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ کے مریدین کی تعداد بھی خاصی ہے۔

میر شمس الدین طاہر قدس سرہٗ، حضرت شاہ نور قطب عالم قدس سرہٗ کے مرید تھے۔ آپ صحیح النسب سید ہیں۔ موضع شہورا/بھورا آپ کا وطن تھا۔ آپ کی عمر ایک سو پچاس سال تھی۔ حضرت خواجۂ بزرگ سیدنا معین الدین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حد درجہ عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ اس کبرسنی کے باوجود سرکار خواجہ کے اجمیر مقدس میں ناک نہیں جھاڑتے اور تھوکتے، پیشاب پاخانہ تو دور کی بات ہے۔ اجمیر مقدس میں بے وضو قدم نہ رکھتے۔ نجیب سادات سے ہیں۔ حضرت کا نسب مبارک حضرت امام موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاظم تک منتہی ہوتا ہے۔

میر سید سلطان بہرائچی قدس سرہٗ شیخ علاء الدین اجودھنی کے مرید تھے۔ لیکن بیعت و ارشاد سلسلۂ شطاریہ میں لیتے تھے۔ سرمست قلندر تھے۔ ظاہری گذر بسر رندانہ ہوتی۔ کبھی لباس فاخرہ پہنتے تو کبھی لباس فقیرانہ، کسی حالت اور صفت کے پابند نہ تھے۔ کبھی تنہا رہتے، کبھی صحراؤں اور کبھی بازاروں میں، نجیب سید تھے۔

میر سید ابراہیم بن سید معین الدین بن عبدالقادر حسنی قادری ایرجی قدس سرہٗ بڑے بابرکت اور باکمال بزرگ تھے۔ صحیح النسب سید ہیں۔ ہر علم کی بہت ساری کتابیں آپ کے مطالعے میں رہیں۔ سارے عقلی نقلی رسمی حقیقی علوم پر مکمل دانشمندانہ دسترس تھی۔ آپ کے پاس کتابوں کا خاصا ذخیرہ تھا جن میں بیشتر کتابیں آپ کے دست مبارک کی تحریر فرمودہ تھیں۔ حضرت کا نسب مبارک حضرت امام موسیٰ کاظم قدس سرہٗ تک پہنچتا ہے۔ حضرت کا مزار اقدس سلطان المشائخ محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیا قدس سرہٗ کی درگاہ میں حضرت امیر خسرو قدس سرہٗ کے روضہ کے پائتی ہے۔[٨]

حضرت سید رفیع الدین قدس سرہٗ حسب و نسب کے علوم کے ماہر تھے۔ آپ کے آباء و اجداد بھی صالح اور متقی تھے۔ حضرت سید رفیع الدین نے سالہا سال مدینہ منورہ میں رہ کر روضۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجاوری کا شرف حاصل کیا ہے۔ اب تک آپ کی اولاد مکہ معظمہ میں موجود ہے۔ نجیب سادات سے ہیں۔ آپ کا نسب حضرت امام موسیٰ رضا قدس سرہٗ تک پہنچتا ہے۔

حضرت میر سید مسعود عرف حضرت شاہ سید و صاحب قدس سرہٗ کا شمار عظیم امراء میں ہوتا ہے۔ کڑا، کوڑہ، الہ آباد، جونپور اور مانکپور کی صوبے داری آپ کے سپرد تھی۔ صحیح النسب سادات سے ہیں اور میر سید حامد حمزہ کے فرزندوں میں آتے ہیں جن کا ذکر پہلے آچکا۔ حضرت کا سلسلۂ نسب حضرت زید شہید بن حضرت امام زین

العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک پہنچتا ہے۔

منقول ہے کہ آپ کڑا تشریف لائے۔ آپ کا لشکر کڑا اور مانکپور کے درمیان ٹھہرا ہوا تھا۔ حضرت مخدوم شاہ حسام الحق کے پیرومرشد حضرت شاہ نور قطب عالم قدس سرہما کا عرس مبارک چل رہا تھا۔ بہت سے قوال قوالی میں مصروف تھے۔ حضرت شاہ سیدو اُن سے تفریح کر رہے تھے۔ فقرائے خانقاہ رقص وسماع میں محو تھے۔ فقراء کی مجلس دیکھ کر شاہ سیدو کے اکثر رفقا آپ کے پاس آئے اور آپ سے کہنے لگے کہ قوالی ہو رہی ہے اور شیوخ رقص کر رہے ہیں۔ حضرت شاہ سیدو نے ازراہ تمسخر فرمایا کہ ہم بھی شیخوں کا رقص دیکھیں گے۔ پھر آپ حضرت مخدوم شاہ حسام الحق کی مجلس میں تشریف لائے اور متبسم رہے۔ حضرت مخدوم شاہ حسام رقص کرتے ہوئے آپ کے پاس پہنچے اور اپنی آستین مبارک آپ کے چہرے پر ڈال دی۔ آپ مست و بے خود ہو کر گر پڑے۔ جب افاقہ ہوا تو آپ نے سارے فوجی سواروں کو رخصت کر دیا اور سارا مال اور اثاثہ حضرت مخدوم حسام الحق کے در پر نچھاور کر دیا۔ نوکری اور منصب سے جان چھڑا کر خود کو راہ خدا کے حوالے کر دیا۔ حضرت مخدوم حسام الحق نے آپ کو اپنے دروازے پر بیٹھایا اور چھ مہینے تک حضرت مخدوم نے دوسرے دروازے سے آمد ورفت رکھی۔ شاہ سید وصاحب بیک نشست چھ مہینے تک حضرت مخدوم صاحب کے دروازے پر بیٹھے رہے۔ پیشاب پاخانے کے لیے بھی نہ اٹھے۔ ایسی محویت تھی کہ پتہ ہی نہ چلا، یہ چھ مہینے کیسے گذر گئے۔ چھ مہینے کے بعد حضرت مخدوم شاہ حسام الحق، شاہ سید وصاحب کی جانب تشریف لائے اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اٹھو اے سیدو! تمہارا کام مکمل ہو گیا۔

منقول ہے کہ ایک دن شاہ سید وصاحب حضرت مخدوم شاہ حسام الحق قدس سرہٗ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ آپ نماز پڑھنے کے لیے اٹھے تو حضرت مخدوم نے فرمایا: بیٹھو۔ پھر عصر کی نماز کا وقت آ گیا۔ آپ پھر نماز پڑھنے کے لیے اٹھے۔ پھر مخدوم صاحب نے فرمایا: بیٹھو۔ آپ نے عرض کی کہ اگر

ہمارا کام بیٹھے بیٹھے ہو جائے تو اس تکلیف ظاہری کی زحمت کیوں کی جائے پھر بیٹھ گئے۔ پھر مغرب کا وقت آ پہنچا۔ مخدوم صاحب نے فرمایا: بابا سیدو! اٹھئے اور نماز ادا کیجئے۔ اب جب آپ مصلے پر کھڑے ہوئے تو آپ پر ایسی محویت طاری ہوئی جو لفظوں میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ اس کے بعد شاہ سیدو نے یہ مصرع پڑھا:

ع جوئے شراب بر سر سجادہ می رود

شراب کا دریا مصلے پر امڈا آتا ہے۔

حضرت مخدوم حسام الحق نے جواباً یہ مصرعے ارشاد فرمایا:

ع سیدو کہ مست ماست بر جادہ می رود

سیدو میرا مستان اپنے راستے پر قدم بڑھاتا چلا جا رہا ہے۔

اس کے بعد قبلہ کی طرف پشت کر کے حضرت مخدوم شاہ حسام الحق قدس سرہٗ کے قدموں میں جھک گئے۔

منقول ہے کہ عید کا دن تھا۔ مخدوم حسام الحق قدس سرہٗ کے پاس کوئی لباس نہ تھا جسے پہن کر عید کی نماز ادا فرمائیں۔ ایک طالب نے ایک قبا لا کر آپ کو نذر کی۔ اس قبا میں تین تہیں تھیں۔ حضرت مخدوم نے تینوں تہیں الگ الگ کر دیں۔ بالائی حصہ/ پہلی تہہ مولانا کالو کو عطا فرمائی، نچلی تہہ/ استر شاہ سیدو کو عنایت کی اور درمیانی تہہ خود زیب تن فرمائی۔ مولانا کالو نے کہا: مجھے کفر کا اندیشہ ہے ورنہ میں کہتا کہ آپ ہی میرے معبود ہو۔ حضرت سیدو نے اس کے جواب میں فرمایا: وہ اندیشۂ کفر اب تک باقی ہے مگر صورت حال میں کسے دخل ہے۔ حسام ہی خدا ہے، حسام ہی رسول ہے جو کچھ ہے، بس حسام ہے۔ [یعنی شاہ حسام الحق فنافی اللہ اور فنافی الرسول ہیں۔ اس لیے ان کے وجود میں خدا اور رسول کے جلوے نظر آتے ہیں ۱۲ ساحل]

تھوڑی مدت کے بعد حضرت شاہ حسام الحق مانکپوری قدس سرہٗ نے حضرت شاہ سیدو کو خلافت عطا فرمائی اور فتحپور کی ولایت بھی اور رخصت کر دیا۔ آپ فتحپور کی جانب روانہ ہو گئے۔ جس وقت رخصت ہوئے، ایک بوریا بغل میں تھا اور ایک کوزہ

ہاتھ میں۔ ایک سرائے میں پہنچے، وہاں ایک طوائف راستے میں بیٹھی ہوئی تھی جو عالم دولت مندی میں آپ کی نوکر رہ چکی تھی۔ اس نے آپ کو دیکھا تو آبدیدہ ہو گئی اور بول اٹھی: اے سیدو! تم تو اللہ والے ہو گئے۔ آپ نے جب اس کی یہ بات سنی تو بہت دیر تک خوشی میں رقص کرتے رہے کہ الحمدللہ! میں اللہ کی بارگاہ سے منسوب ہو گیا۔ اس کے بعد فتح پور جا کر سکونت پذیر ہو گئے۔ آپ کے احوال وکرامات بے شمار ہیں۔

منقول ہے کہ آپ کی سیدانی اہلیہ نے حضرت سالار مسعود غازی قدس سرہٗ کی نذر کی نیت سے اپنے بیٹے کے سر پر کاکل رکھوا لیا تھا۔ چنانچہ جب حضرت سالار مسعود غازی کے عرس کا زمانہ قریب آیا تو حضرت سیدو سے کہنے لگیں کہ میں نے حضرت غازی کی نذر مانی ہے۔ چاہتی ہوں کہ کچھ ہاتھ آئے تو اس بچے کو حضرت کی درگاہ بھیج دوں۔ حضرت سیدو نے فرمایا: بچے کو تکلیف دینے کی کیا ضرورت ہے۔ میں ان بزرگ کو ہی تمہارے سامنے بلا دیتا ہوں۔ بی بی صاحبہ کو یقین نہ آیا۔ چند لمحہ ہی گذرا ہو گا کہ حضرت سالار مسعود غازی کی روح مبارک حاضر ہو گئی۔ حضرت غازی نے فرمایا: سید کو تکلیف نہیں دینا چاہیے۔ ہم نے تمہاری نذر قبول کر لی۔

اس قسم کے حضرت شاہ سیدو کے احوال وکرامات بہت ہیں، کہاں تک لکھوں۔

❁

سادات باریک پور بہت نجیب ہیں۔ ان کی نسلوں میں بیشتر صاحب جاہ و جلال اور نمایاں شخصیتیں پیدا ہوتی رہی ہیں۔ ان کا سلسلۂ نسب حضرت امام موسیٰ رضا قدس سرہٗ تک منتہی ہوتا ہے۔ پرگنہ اہرورہ ضلع چنادسہ میں باریک پور ایک دیہات ہے۔

میر صدر جہاں جونپوری قدس سرہٗ، میر سید علاء الدین جیوری کی نسل سے ہیں۔ چنانچہ آپ کے حق میں حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت قدس سرہٗ نے فرمایا: ''میر شو، دبیر شو، وزیر شو، کبیر شو''۔ سید صاحب کی والدہ نے عرض کیا: حضرت نے ساری دعائیں دیں لیکن میرے بیٹے کے حق میں حضرت نے یہ بات کیسے فرمائی [کہ وہ وزیر ہو گا]۔ حضرت مخدوم جہانیاں نے فرمایا: میں نے لوح محفوظ دیکھ کر یہ بات کہی ہے۔

آخر کار میر صدر جہاں علیہ الرحمہ سلطان ابراہیم شرقی کے وزیر بنے۔ نجیب سید ہیں۔

❁

میر سید بایزید نجیب سادات سے ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ سادات مسوی جو باریک پور سے متصل ہے، اور سادات پچوکھر بہت نجیب ہیں اور اپنے وقت کے اکابر قوم اور ممتاز پیشوا رہے ہیں۔ سادات ملو پور نجیب ہیں۔ اپنے علاقے کے اکابر قوم رہے ہیں جو جونپور سے متصل ہے۔

❁

سادات ٹانڈہ جو جونپور سے متصل ہے، بہت نجیب ہیں۔ ان کے خاندان میں اکثر صاحبان جاہ وجلال رہے ہیں۔ ان کی سیادت میں کوئی شک نہیں ہے۔ نجیب سید ہیں۔

❁

خواجہ تقی الدین نوح جو حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیا قدس سرہٗ کے حقیقی بھانجے کے بیٹے ہیں، آپ حافظ قرآن تھے۔ منقول ہے کہ حضرت محبوب الٰہی نے حالت مرض میں آپ کو بلایا، خلافت عطا کی اور یہ وصیت فرمائی: ''جو فتوحات اور نذرانے تجھے ملیں، اسے بچا کر نہ رکھنا، اور اگر کچھ نہ ملے تو دل کو اس کا منتظر مت بنانا۔ کسی کی بدخواہی نہ کرنا اور جفا کا بدلہ عطا سے دینا۔'' حضرت خواجہ تقی الدین، حضرت محبوب الٰہی کی حیات میں ہی جوانی کی حالت میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ صحیح النسب سادات سے ہیں۔

❁

مولانا تقی الدین اودھی بڑے تارک الدنیا تھے۔ دنیا سے بہت فاصلہ رکھتے تھے۔ ان کا کام بس یہ تھا کہ اپنی اذکار واوراد کی کتاب لیتے اور رات کے اخیر حصے میں گھر سے باہر نکل جاتے۔ سارا دن کسی جگہ اوراد واذکار میں مصروف رہتے، جب

تھوڑی رات گذر جاتی تو گھر واپس آتے۔ منقول ہے کہ ابدال، مولانا کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ ہمارے ساتھ رہیں۔ مولانا نے کہا: میں بال بچے والا آدمی ہوں۔ مجھے آپ لوگوں کی صحبت راس نہیں آئے گی۔

منقول ہے کہ مولانا تقی الدین نے ایک باندی خرید رکھی تھی۔ ایک دن اس کنیز نے اپنے بچوں کو یاد کیا۔ مولانا اسے آدھی رات میں اپنے ساتھ لے کر بچوں کے درمیان پہنچا آئے اور اپنی خدمت سے امان دے دی۔ دوسرے دن جب مولانا کی اہلیہ کو اس معاملے کی اطلاع ہوئی تو ناراضگی ظاہر کی۔ خدا کا حکم کہ تھوڑی دیر بعد وہ کنیز اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ حاضر خدمت ہو کر حضرت شیخ تقی کے قدموں میں گر پڑی اور کہنے لگی: ہم سب آپ کے غلام ہیں۔ حضرت نے فرمایا: ہم نے تم سب کو آزاد کر دیا۔ حضرت مولانا تقی الدین صحیح النسب سید تھے اور اپنی بزرگی اور کمال باطنی کی وجہ سے شیخ کے نام سے مشہور تھے۔ چنانچہ قصبہ مؤ کے نصف شیخ زادے مولانا تقی الدین کی اولاد سے وابستہ ہیں۔ یہ سب نجیب شیخ ہیں۔ ان کا نسب چند واسطوں سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ اور نصف شیخ زادے جو قاضی کے لقب سے مشہور ہیں، یہ بھی نجیب ہیں لیکن قاضی رکن الدین کی اولاد سے ہیں اور حضرت قاضی رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ عباسی ہیں۔

شیخ تقی جو شیخ ضیاء الدین زاہد کے مرید تھے جن کا مزار مبارک کڑا میں ہے، آپ کا وطن بھکر سندھ سے متصل موضع شکار پور تھا۔ شیخ داؤد کے خاندان سے ہیں۔ چنانچہ آپ حضرت شیخ داؤد کے نبیرہ کی حیثیت سے سندھ میں مشہور ہیں۔ شیخ تقی بڑے صاحب کمال اور صاحب حال انسان تھے۔ چنانچہ حضرت مخدوم سید شاہ اشرف جہانگیر قدس سرہٗ سے مذہبی معاملات میں اکثر گفتگو رہتی۔ مخدوم صاحب پر محضر قتل بھی تیار کیا تھا۔ بہت علامۃ الدہر ٹائپ کے آدمی تھے۔ الہ آباد اور کڑا کے

مضافات میں پندرہ سال رہے۔ اپنے مرشد شیخ ضیاء الدین کے وصال کے بعد اپنے وطن لوٹ گئے۔ چنانچہ آپ کی قبر بھی شکار پور میں ہے جو بھکر سے قریب ہے۔ آپ کے دادا شیخ داؤد قوم کے انصاری تھے۔

شیخ تقی یہ بھی بہت صاحب تقویٰ تھے۔ مولانا کالو کی خدمت میں رہے۔ ان کی قبر اطہر بھی حضرت مولانا کالو کی قبر اطہر سے متصل کڑا میں ہے۔ یہ بھی انصاری تھے۔

شاہ عاشق ابدال نوفلی بھی بہت نجیب شیخ ہیں۔ چنانچہ ان کے بیشتر آباؤ اجداد ولایت میں بادشاہ رہے ہیں۔ حضرت بندگی شاہ فیض اللہ بن حضرت مخدوم شاہ حسام الحق مانکپوری قدس سرہٗ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کی قبر اطہر کڑا اور مانکپور کے درمیان ایک حجرہ میں ہے۔

شیخ تقی عرف شیخ متی کلینی علیہ الرحمہ۔ یہ عزیز بھی بڑے صاحب حال تھے۔ شیخ تھن دانا کے مرید تھے جن کا مزار مبارک کسرہ میں ہے۔ شیخ تھن مولانا اسمٰعیل قریشی کے خلیفہ تھے۔ آپ قوم کے نداف تھے۔ مزار مبارک کڑا کے مضافات میں ہے۔

شیخ نظام الدین قبلہ رو قدس سرہٗ بھی بڑے صاحب حال اور دنیا سے حد درجہ فاصلہ رکھنے والے بزرگ تھے۔ حضرت مخدوم بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ کے مرید تھے۔ منقول ہے کہ بچپن سے لے کر انتقال کے وقت تک اپنی پشت کبھی قبلہ کی سمت نہ کی۔ حضرت مخدوم بہاء الدین سالار جی آپ کے فرزندوں میں آتے ہیں۔ حضرت سالار جی کی قبر اطہر موضع کراولی متصل کیسہ میں ہے۔ حضرت شیخ نظام الدین

قبلہ رو صحیح النسب سید اور حضرت میر سید ابوالفرح واسطی قدس سرہٗ کی نسل سے ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت سید زید شہید بن حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک پہنچتا ہے۔ آپ اپنی بزرگی اور کمال باطنی کی بدولت شیخ کے لقب سے معروف ہیں۔

سادات نگرانواں بہت نجیب ہیں۔ چنانچہ میر سید محمد ہندوستان تشریف لائے اور دریا آباد سلطنت لکھنؤ میں اقامت پذیر ہوئے۔ آپ کے ایک صاحبزادے سید محمود تھے۔ سید محمود کے ایک صاحبزادے میر سید شاہ ہیں جنہوں نے نگرانواں میں سکونت اختیار کی۔ ان کا نسب حضرت امام علی موسیٰ رضا قدس سرہٗ تک منتہی ہوتا ہے۔ نجیب سید ہیں۔ حضرت میر سید محمد بکسری سہروردی جو سید اولیاء کے پیر و مرشد ہیں، میر سید محمد کے فرزندوں میں ہیں۔ ان کا سلسلۂ طریقت سہروردیہ ہے جو حضرت شیخ اسحاق گاذرونی تک پہنچتا ہے۔

چنانچہ ایک قلندر حضرت میر سید محمد بکسری سہروردی کے گھر آئے اور سوال کیا کہ خدائے تعالیٰ کو کس طور سے موجود پایا؟۔ آپ نے جواباً فرمایا: اپنی ناپائیداری کے ذریعہ۔ چنانچہ شاہ اللہ داد عارفین قدس سرہٗ نے آپ کو ایک رقعہ تحریر فرمایا جس میں لکھا تھا: ''ما سبوچہ پُر از گندم ام، ازاں یک دانہ توئی۔'' میں گیہوں سے بھرا ہوا ایک پیالہ ہوں اور تم اس کا ایک دانہ۔ آپ نے جواباً فرمایا: میں کچھ نہیں، وہ ایک دانہ بھی آپ ہی ہیں۔ آپ سے بے شمار خرق عادات اور کرامات کا صدور ہوا جسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کے یہاں ہمیشہ حضوری کی کیفیت طاری رہتی۔ آپ جسے چاہتے اپنی قوت باطنی سے اس پرنور محفل میں حاضر کر دیتے۔

سید اولیا صندل پوری آپ کے دوستوں میں تھے۔ صاحب کمال اور صاحب حال انسان تھے جن سے لاکھوں کرامتیں سرزد ہوئیں۔ چنانچہ سید مرتضیٰ اسدی نے سید اولیا سے دریافت کیا کہ آپ کا وصول الی اللہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: خود کو فراموش کر دینا۔ سید اسدی نے پھر پوچھا کہ پھر تو آپ اللہ ہو گئے؟ [معاذ اللہ]

آپ نے فرمایا: ایسا بھی نہیں۔ [9] یہ رباعی سید اولیا قدس سرہٗ کی ہے۔

۱- قطرہ صفت از ہوا بگرداب شدم — خود را بہ تہہ دیدم و بے تاب شدم

۲- تا از تہہ بحر سر کشید ہم چوں حباب — وا گشتم و سر تا بہ قدم آب شدم

ترجمہ:

۱- ہوا کے زور سے قطرہ کی طرح میں بھنور بن گیا۔ جب خود کو تہہ میں دیکھا تو پریشان ہو گیا۔

۲- لیکن جب بلبلے کی مانند سمندر کی تہہ سے میں نے سر نکالا تو خودی سے آزاد ہو کر سر تا بہ قدم پانی ہو گیا اور سمندر میں فنا ہو گیا۔

یہ قول بھی سید اولیا صندلی قدس سرہٗ سے منسوب ہے:

''خود را مسلمان دانستیم در بند از کفر گرفتار بودیم، وقتے کہ کافر گشتیم، مسلمان شدیم'' جب تک خود کو مسلمان سمجھتا رہا، کفر [یعنی خود پسندی اور ریاکاری جسے حدیث پاک میں شرک کہا گیا ہے ۱۲ ساحل] کی قید میں گرفتار رہا۔ جس وقت کفر اختیار کیا [یعنی اپنے اطاعت گذار ہونے کی دل میں نفی کر دی۔ کیونکہ کفر کا ایک معنی انکار کرنا ہوتا ہے ۱۲ ساحل] اس وقت مکمل مسلمان ہو گیا۔ یہ سید اولیا بھی نجیب سید ہیں۔ ان کا نسب چند واسطوں سے حضرت امام جعفر صادق قدس سرہٗ تک جا پہنچتا ہے۔

حضرت سید اولیا قدس سرہٗ کے حلقہ بگوشوں میں سید آدم جاں باز قدس سرہٗ ہیں جو بڑے صاحب کمال انسان تھے۔ ان کے احوال باطنی دائرۂ گفتگو میں نہیں آ سکتے۔ آپ مادر زاد ولی ہیں۔ سید اولیا سے مرید ہونے سے پہلے ہی ہزاروں کرامات آپ سے ظاہر ہوئیں۔ جب سن شعور کو پہنچے تو عشق الٰہی نے جوش مارا۔ بارہ سال تک کھارا گڑھ کی پہاڑی پر ریاضت اور مجاہدہ کرتے رہے۔ بارہ سال کے بعد مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ مولائے کائنات نے فرمایا: اے فرزند! صرف ریاضت سے کام نہیں چلتا۔ ظاہری

اعتبار سے بھی کسی در کی غلامی اختیار کرو۔ آپ نے عرض کی: آپ اس جگہ کی نشاندہی فرمادیں۔ مولائے کائنات کی خدمت میں سید اولیا کی شبیہ حاضر ہوئی۔ آپ نے سید آدم جاں باز کا ہاتھ سید اولیا کے ہاتھ میں دیدیا۔ بیدار ہونے کے بعد حضرت جاں باز، سید اولیا سے بیعت ہوگئے۔ سبحان اللہ! حضرت جاں باز کے ضبط نفس کے احوال عجیب وغریب تھے۔ پانچ پانچ دن اور سات سات دن گذر جاتے اور آپ کے پاس کوئی چیز نہ ہوتی۔ کھانے پینے کا وہم وخیال بھی نہ گذرتا۔ اکثر یہ رباعی ورد زبان رہتی۔

۱- ادائے دلربائی ہا دل دیوانہ می داند
طپیدن شمع ہائے بزم را پروانہ می داند

۲- دل صد پارہ را باشد حدیثے پیش او گفتن
حدیث زلف معشوقے، زبان شانہ می داند

۱- دل ربا اداؤں کی قیامتیں تو صرف دیوانہ دل جانتا ہے اور شمع بزم کی سوزش تو پروانے سے پوچھو۔

۲- دل صد پارہ کو محبوب کے سامنے بات کہنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ زلف محبوب کی گفتگو کو تو بس زبان شانہ سمجھتی ہے۔

روایت ہے کہ الٰہ آباد کے ایک ہندو کھتری بچے پر آپ فریفتہ تھے۔ اتفاقاً وہ بیمار پڑا اور کچھ دنوں کے بعد دنیا سے چلتا بنا۔ ایک شخص نے آکر آپ کو بتلایا کہ آپ کا محبوب دنیا سے رخصت ہوا۔ سید صاحب اس خبر کو سنتے ہی دوڑے ہوئے اس کے گھر تک پہنچے تو دیکھا کہ اس کا جنازہ گھر سے باہر نکل رہا ہے۔ آخرکار آپ نے کہا: ٹھہرو! ہندوؤں نے اس کے جنازے کو زمین پر رکھ دیا۔ پھر حضرت کی نفس سوختہ کی بدولت تھوڑی دیر بعد وہ زندہ ہوگیا۔

سید آدم جاں باز قدس سرہٗ کے احوال عجیب بے شمار ہیں۔ کہاں تک بیان کیا جائے۔ یہ بھی نجیب سید ہیں۔ سلسلۂ نسب حضرت زید شہید بن امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک پہنچتا ہے۔

میر سید تاج الدین قدس سرہٗ جن کی قبر جھونسی میں ہے، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت قدس سرہٗ کے خلیفہ اور بھانجے تھے، بڑے صاحب کمال اور صاحب حال بزرگ تھے۔ چنانچہ سلسلۂ نسب اس طور سے حضرت امام محمد تقی تک منتہی ہوتا ہے:

میر سید بابو تاج الدین بن میر سید کاظم بن میر سید محمد تقی بن میر سید علی رضا بن میر سید حسن رضا بن میر سید شاہ حسین بن میر سید مرتضیٰ بن میر سید جعفر بن میر سید محمد مہدی بن میر سید ابوالحسن بن میر سید علی اصغر بن میر سید علی اکبر بن میر سید محمد بن میر سید احمد بن میر سید موسیٰ مبرقعہ بن حضرت امام محمد تقی قدست اسرارہم۔

مخدوم شاہ زین الدین بن سید علی بن سید یوسف قدس سرہٗ، حضرت خواجہ شاہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی قدس سرہٗ کے بھانجے تھے۔ آپ بھی صحیح النسب سید ہیں اور بزرگی کی عظمت کی بدولت شیخ کے لقب سے مشہور ہیں۔

شیخ نجم الدین ابراہیم خلیفۂ شاہ رکن الدین ابوالفتح صحیح النسب سید تھے۔ ہم نے بحر الانساب میں تحقیق کی تو دیکھا کہ چودہ واسطوں سے آپ کا نسب حضرت امام موسیٰ کاظم قدس سرہٗ سے جاملتا ہے۔ آپ کے عجیب وغریب احوال ملتے ہیں۔

منقول ہے کہ آپ ایک ہندو راجپوت بچے پر یفتہ تھے۔ ایک مرتبہ اس بچے کے قبیلے والوں نے اسے طعنہ دیا کہ تو ایک ترک کا محبوب ہے۔ اس بات سے اس بچے کے دل میں غیرت پیدا ہوئی۔ جب شیخ نجم الدین اس کے پاس آئے تو اس ہندو بچے نے تلوار بلند کر کے آپ پر وار کیا۔ اس نے آپ پر بہت ساری ضربیں لگائیں لیکن آپ کے دست مبارک پر ایک خراش بھی نہ آئی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ وہ بچہ ہوا یا

پانی میں تلوار چلا رہا ہے۔ آپ کے جسم پر کوئی زخم نہ آیا۔ یہ ماجرا دیکھ کر سارے کفار مسلمان ہوگئے۔ شیخ سید نجم الدین کا مزار مبارک سیونڈھہ کی حویلی پیاگ میں ہے۔ حضرت مخدوم شاہ منہاج الدین حاجی الحرمین قدس سرہٗ آپ ہی کے مرید ہیں۔ بزرگی میں کمال کی وجہ سے شیخ نجم الدین ابراہیم کے نام سے شہرت رکھتے ہیں۔

حضرت مخدوم منہاج الدین حاجی الحرمین قدس سرہٗ، حضرت مخدوم شاہ شعبان ملت کے پیر و مرشد ہیں اور حاجی الحرمین حضرت شیخ نجم الدین ابراہیم کے مرید ہیں جن کا مزار مبارک سیونڈھہ، حویلی پیاگ میں ہے۔ حضرت حاجی الحرمین بھی صحیح النسب سید ہیں۔ بحر الانساب میں مذکور ہے کہ سترہ واسطوں سے آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام محمد باقر قدس سرہٗ تک پہنچتا ہے۔ بزرگی کی وجہ سے شیخ کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ کے احوال بھی عجیب وغریب ہیں۔ چنانچہ منقول ہے کہ محفل ذکر میں جب مخدوم صاحب تشریف رکھتے تو لاالٰہ کہتے وقت آپ کا وجود محو ہوجاتا اور الا اللہ کہتے وقت موجود ہوجاتا۔

منقول ہے کہ ایک دن حضرت مخدوم سید شعبان ملت قدس سرہٗ نے آپ سے عرض کیا کہ اگر اس خاکسار کو اجازت مرحمت ہو تو خانۂ کعبہ کی زیارت کر آؤں۔ مخدوم حاجی الحرمین نے فرمایا: اے سید! کعبہ تو ہماری آستین میں ہے، لو دیکھ لو۔ حضرت مخدوم سید شعبان ملت نے حضرت کی آستین مبارک کی جانب نظر کی تو دیکھا واقعی خانۂ کعبہ حضرت حاجی الحرمین کی آستین میں موجود ہے۔ [۱۰]

منقول ہے کہ حضرت حاجی الحرمین کی ایک مریدہ خاتون کا ایک ہی بیٹا تھا۔ سوئے اتفاق کہ اسے ایک خطرناک مرض لاحق ہوگیا جس میں وہ فوت ہوگیا۔ وہ خاتون حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور دونوں ہاتھ مخدوم صاحب کے قدموں پر رکھ کر کہنے لگی کہ آپ کی خدمت کا ہمیں یہ صلہ ملا کہ میرا بچہ جاتا رہا اور زار و قطار رونے

لگی۔ حضرت مخدوم حاجی الحرمین نے فرمایا: غم مت کر۔ تیرا بچہ تیرے گھر میں زندہ ہے۔ وہ فوراً گھر پہنچی تو دیکھا کہ واقعی اس کا بیٹا زندہ اور سلامت ہے۔

منقول ہے کہ حضرت حاجی الحرمین کعبہ معظمہ سے روانہ ہو کر حضرت امام حسن بصری قدس سرہٗ کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے بصرہ تشریف لائے۔ عوام میں شہرہ ہوگیا کہ ایک بزرگ مخدوم شاہ منہاج الدین حاجی الحرمین بصرہ میں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ چنانچہ بادشاہ آپ سے ملاقات کو آیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک ہی صورت کے بارہ آدمی بیٹھے ہوئے ہیں۔ آخرکار بادشاہ نے عرض کی کہ ان میں شیخ منہاج الدین حاجی الحرمین کون ہیں؟ جواب ملا کہ سبھی حاجی الحرمین ہیں۔ بالآخر بادشاہ حضرت سے بیعت ہوگیا۔ کچھ زمانے کے بعد بادشاہ کو بلا کر آپ نے وصیت فرمائی کہ میں فلاں دن دنیا سے انتقال کروں گا۔ ہمیں حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر اطہر کے پاس دفن کیا جائے۔ بادشاہ نے کہا کہ اس قبرستان میں سات کوس تک زمین کسی کو قبول نہیں کرتی ہے۔ حضرت مخدوم نے فرمایا: مجھے قبول کرلے گی۔ چنانچہ وفات کے بعد آپ کی قبر اطہر حضرت خواجہ حسن بصری قدس سرہٗ کے مزار مبارک پائنتی بنی۔

منقول ہے کہ جس دن حضرت مخدوم حاجی الحرمین قدس سرہٗ کو دفن کیا گیا تو بادشاہ نے اپنے آدمی وہاں متعین کردیئے کہ کہ اگر زمین نعش مبارک کو باہر کردے تو اپنے مقبرے میں لے جا کر دفن کردیں گے۔ جب وہ لوگ رات میں وہاں ٹھہرے تو سب نے حضرت حسن بصری قدس سرہٗ کی قبر اطہر سے آواز سنی۔ آپ فرما رہے تھے: اے سید! تو میری تربت کے برابر آجا، کیونکہ تمہاری جانب پاؤں پھیلانے کو میں بے ادبی خیال کرتا ہوں۔ لہٰذا حضرت حاجی الحرمین کی تربت وہاں سے منتقل ہو کر حضرت حسن بصری قدس سرہٗ کی تربت کے برابر آگئی اور تھوڑا سا ادباً خود کو نیچے رکھا۔

سید پانسا اور سید چندا قدس سرہما بہت نجیب سادات ہیں۔ ان کے آباؤ جداد کڑا کے باشندے تھے۔ آپ کا نسب حضرت امام زین العابدین تک پہنچتا ہے۔ ان کا مزار مبارک بھی کڑا میں ہے۔

شیخ نظام الدین فتحپوری قدس سرہٗ عشرۂ مبشرہ میں مشہور صحابی رسول حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل سے ہیں۔ حضرت شیخ نظام، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت قدس سرہٗ کے مرید ہیں۔ چنانچہ شہر فتحپور حضرت شاہ سیدو، حضرت شیخ نظام الدین، مخدوم شاہ قطب الدین و مخدوم شاہ فخر الدین اور ان حضرت کے فرزندوں کے قدموں کی برکت سے آباد ہے۔ حضرت شیخ نظام الدین بڑے صاحب کمال بزرگ تھے۔

حضرت شیخ منجھن غوری علیہ الرحمہ جن کی قبر اطہر موضع زور حویلی الہٰ آباد میں ہے، بڑے صاحب کمال بزرگ تھے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ سے منسلک تھے۔ آپ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

حضرت شیخ معین الدین خلیفۂ حضرت شاہ حسام الحق قدس سرہما بڑے صاحب کمال بزرگ تھے۔ آپ کے اکثر رفقا مست قلندر ہو گئے۔ شاہ نعمت اللہ قلندر جن کا مزار مبارک مملکت لکھنؤ کے رنبیر پور میں ہے، آپ ہی کے سلسلے سے ہیں۔ حضرت سید علاء الدین بخاری قدس سرہٗ آپ ہی کے سلسلے سے ہیں۔ آپ بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل سے ہیں۔ اور حضرت سید عیسیٰ اور سید موسیٰ کی زبانی روایت یہ ہے کہ آپ سادات قطبی ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ مشائخ لہدری آپ کی نسل سے ہیں۔

مشائخ موضع نن مئی بڑے نجیب، بزرگ اور ملنسار ہیں۔ اس علاقے کے اکابر میں شمار ہوتے ہیں۔ چنانچہ سید عیسیٰ قطبی کی زبانی پتہ چلا ہے کہ قطبی سادات اور مشائخ نن مئی کے درمیان رشتہ داریاں رہی ہیں۔ ان کا شرافت میں کوئی شبہ نہیں ہے لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ان کا نسب کس صحابی تک منتہی ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل سے ہیں۔

حضرت مخدوم شاہ خاص علیہ الرحمہ بھی بڑے صاحب کمال اور صاحب حال انسان تھے۔ شیخ صلاح الدین دہلوی علیہ الرحمہ کے صاحبزادوں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کی قبر امیٹھی میں ہے۔ حضرت شیخ صلاح الدین کا سلسلۂ نسب چند واسطے سے حضرت شاہ عبدالعزیز مکی سے جا ملتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز مکی، بارگاہ رسالت مآب محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم بردار تھے۔ آپ کی قبر امیٹھی لکھنؤ میں ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان سے ہیں۔ چنانچہ شیوخ شیخپور جو صوبہ الہٰ آباد کے پرگنہ سکندرہ میں ہے آپ ہی کے فرزندوں میں ہیں۔ لیکن یہ شیوخ بہت نجیب ہیں۔ چنانچہ مخدوم شاہ خاص اور شیوخ شیخپور و پھولپور یک جدی ہیں۔ یہ سب کے سب شیخ صلاح الدین دہلوی علیہ الرحمہ کی نسل سے ہیں۔

حضرت شیخ نظام الدین عرف بندگی میاں علیہ الرحمہ راجے سید نور الحق مانکپوری کے مرید تھے۔ تربیت باطن اور خلافت حضرت شیخ معروف سے پائی ہے۔ شیخ معروف حضرت راجے سید حامد شاہ مانکپوری قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے۔ آپ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان سے عثمانی شیخ ہیں۔ مزار مبارک امیٹھی میں ہے۔ بے حد صاحب کمال اور صاحب حال بزرگ تھے۔

میر سید عبدالوہاب چشتی علیہ الرحمہ نجیب سادات سے ہیں۔ آپ کی سیادت میں کوئی شک نہیں۔ یہ روایت مشہور ہے کہ ہندوؤں کے جس جنازے پر آپ کی نظر پڑ گئی، اگر ہزار من لکڑی سے بھی اسے جلانا چاہیں تو ہرگز نہ جلا پاتے۔ آپ کے کشف و کرامات کے واقعات خاصے مشہور ہیں۔ آپ کا مزار مبارک شاہ دھور میں ہے۔ آپ کا نسب حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔

سادات وردی پور جو جونپور سے متصل ہے، بڑے نجیب اور صحیح النسب سادات ہیں۔ منڈیا جو جونپور سے متصل ہے، یہاں کے سادات بھی بہت نجیب اور صحیح النسب ہیں۔ سادات دیوگاؤں بھی بڑے نجیب اور صحیح النسب ہیں۔ ان کا سلسلۂ نسب حضرت امام علی موسیٰ رضا تک منتہی ہوتا ہے۔

سید شاہ محمد غوث گوالیاری قدس سرہٗ بہت نجیب اور صحیح النسب سید ہیں۔ آپ کا نسب حضرت میر سید اسمٰعیل اعرج بن حضرت امام جعفر صادق قدس سرہما سے جا ملتا ہے۔ آپ سلسلۂ شطاریہ کے امام کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ مزار اقدس گوالیار میں ہے۔

گوالیار کے سادات اصفہانی مکمل طور سے صحیح النسب ہیں۔ ان کا نسب حضرت امام موسیٰ علی رضا قدس سرہٗ تک منتہی ہوتا ہے۔ صوبہ اودھ کے موضع مدرسہ جسے عرف عام میں بھدرسہ کہتے ہیں، یہاں کے سادات بھی بہت نجیب اور صحیح النسب ہیں۔

حضرت میر سید بایزید قدس سرہٗ صحیح النسب سادات سے ہیں۔ سلسلۂ نسب امام علی موسیٰ رضا قدس سرہٗ تک پہنچتا ہے۔ آپ کا کشف کثیر اور کرامات بے حد ہیں۔

ایک معجزنما کرامت خاصی مشہور ہے کہ آپ نے ایک مردے کو زندہ کر دیا۔ آپ کا مزار مبارک پرگنہ کھارا گڑھ صوبہ الہٰ آباد میں ہے۔

....

حواشی

[۱] لکھنوی نسخے میں حضرت کے نسب نامے کی کئی کڑیاں چھوٹی ہوئی ہیں جو یقیناً سہو کتابت ہیں۔ لکھنوی نسخے کے مطابق سلسلۂ نسب یہ ہے: شاہ صفی الدین بن سید امین الدین جبرئیل بن سید صالح بن سید فیروز بن سید محمد بن سید اسمٰعیل بن سید محمد بن سید احمد اعرابی بن سید ابوالقاسم بن ابوالقاسم سید حمزہ بن حضرت امام الہمام حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ [منبع الانساب قلمی، ص ۷۳، لکھنوی مخطوطہ]

[۲] سادات بلگرام، مارہرہ و مسولی آپ ہی کی نسل سے ہیں۔

[۳] عرفی سادات کرام، جنہیں آل رسول بھی کہتے ہیں، کا اطلاق صرف حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسل پر ہوتا ہے۔ حضرت مولانا کائنات سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ دوسری ازواج طیبات سے جو اولادیں ہیں، وہ بھی عظیم فضل و شرف اور کمال نجابت رکھتی ہیں لیکن وہ سیادت عرفیہ نہیں رکھتیں۔ دراصل یہ شرف آل رسولی، حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جہت سے حضرات حسنین کریمین کو حاصل ہے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ اس سوال کے جواب میں کہ "آل فاطمہ کا مخصوص اعزاز و امتیاز کیا حضرت فاطمہ خاتون جنت کے ذریعہ سے ہے، کیونکہ جناب سیدہ موصوفہ سید کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں یا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی ذات خاص کی بدولت یہ رتبہ سادات ہے؟"، رقم طراز ہیں:

"امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی اولاد امجاد اور بھی ہیں۔ قریشی ہاشمی علوی ہونے سے ان کا دامان فضائل مالا مال ہے مگر یہ شرف اعظم حضرات سادات کرام

کو ہے، ان کے لئے نہیں۔ یہ شرف حضرت بتول زہرا کی طرف سے ہے کہ فاطمة بضعة منی [بخاری شریف ۱/۵۳۲] فاطمہ میرا ٹکڑا ہے۔ [فتاوٰی رضویہ، ۲۹/۶۳۹]

اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانوں کا نسب ذکور سے چلتا ہے، جانوروں کی نسل مادہ کی جانب منسوب کی جاتی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

''شرع مطہر میں نسب باپ سے لیا جاتا ہے۔ جس کے باپ دادا، پٹھان یا مغل یا شیخ ہوں وہ انہیں قوموں سے ہوگا اگر چہ اس کی ماں اور دادی سب سیدانیاں ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا ہے: من ادعیٰ الیٰ غیر ابیہ الحدیث، جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو نسبت کرے، اس پر خود اللہ تعالیٰ اور سب فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا نہ فرض قبول کرے، نہ نفل۔ بخاری و مسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وغیرہم نے یہ حدیث مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کی ہے۔

ہاں! اللہ تعالیٰ نے یہ فضیلت خاص امام حسن وامام حسین اور ان کے حقیقی بھائی بہنوں کو عطا فرمائی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے ٹھہرے۔ ان کی جو خاص اولاد ہے، ان میں بھی وہی قاعدۂ عام جاری ہوا کہ اپنے باپ کی طرف منسوب ہوں۔ اس لئے سبطین کریمین کی اولاد سید ہیں، نہ کہ بنات فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد اپنے والدوں ہی کی طرف نسبت کی جائیں گی۔ [فتاوٰی رضویہ، ۱۳/۳۶۱]

اس کی تائید اس حدیث پاک سے ہوتی ہے:

کل بنی آدم ینتمون الیٰ عصبة ابیھم الا بنی فاطمة فانا ابوھم [الاسرار المرفوعة، ص ۱۷۶] سب کی اولادیں اپنے باپ کی طرف نسبت کی جاتی ہیں سوائے اولاد فاطمہ کے کہ میں ان کا باپ ہوں واللہ تعالیٰ اعلم [فتاوٰی رضویہ، ۲۹/۶۳۹]

[۴] حضرت سیدنا محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خصوصیت یہ ہے کہ حضور سرکار دو

عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی اور کنیت دونوں کے شرف سے ممتاز ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ فتاوٰی رضویہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''طبقات ابن سعد میں منذر ثوری سے ہے: امیر المومنین علی وحضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں کچھ گفتگو ہوئی۔ طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: آپ نے اپنے بیٹے [محمد بن حنفیہ ابو القاسم] کا نام بھی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پر رکھا اور کنیت بھی حضور کی۔ حالانکہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے جمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ امیر المومنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے ایک جماعت قریش کو بلا کر گواہی دلوائی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین سے ارشاد فرمایا تھا:

سیولد لك بعدی غلام فقد نحلته اسمی و کنیتی ولا نحل لأحد من امتی بعدہ عنقریب میرے بعد تمہارے یہاں ایک لڑکا ہوگا۔ میں نے اسے اپنے نام و کنیت دونوں عطا فرما دیئے اور اس کے بعد میرے کسی اور امتی کو حلال نہیں۔'' [فتاوٰی رضویہ جدید-۳۰/۵۳۸-۵۳۹]

حضرت کو امام حنیف اس لئے کہتے ہیں کہ آپ کی والدہ ماجدہ خولہ بنت جعفر بن قیس، قبیلۂ بنو حنیف بن لجیم سے تعلق رکھتی تھیں [خاندان مصطفےٰ، ص ۱۴۳]

[۵] آپ کے چودہ صاحبزادے اور دس صاحبزادیاں تھیں لیکن نسل ان تین صاحبزادوں سے چلی: ابو ہاشم، جعفر، علی قدست اسرارہم [خاندان مصطفےٰ، ص ۱۴۴] حضرت کا وصال مدینہ طیبہ یا طائف میں ہوا [مسالک السالکین، ۱/۱۸۲]

[۶] حضرت سیدنا شاہ بدیع الدین قطب المدار قدس سرہٗ کا سلسلۂ بیعت ان واسطوں سے سرکار رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے: ۱-عارف کامل شاہ بدیع الحق والدین قطب المدار مکن پوری، ۲-شیخ عبد اللہ محمد طیفور شامی، ۳-شیخ عبد الاول، ۴-شیخ امین الدین، ۵-مولائے کائنات امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین، ۶-سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم [النور والبہاء لاسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء سید شاہ ابو الحسین احمد نوری قدس سرہٗ، ص ۷۳]

[۷] سیدنا شاہ بدیع الدین قطب المدار قدس سرہٗ بڑے عالی مرتبت اور روشن ضمیر بزرگ گذرے ہیں۔ آپ مقام قطبیت پر فائز ہیں۔ کئی روحانی عطیات بارگاہ رب العزت سے آپ کو الہام ہوئے۔ ان میں دعائے سیفی بھی ہے جو خاص آپ سے منقول ہے۔ اسد العارفین سید شاہ محمد حمزہ عینی مارہروی قدس سرہٗ اس دعا کے بارے میں کاشف الاستار شریف میں رقم طراز ہیں:

''جان لو! یہ دعا فقیر کے خاندان میں بہت رائج ہے۔ درویشوں نے اس چلے پورے کئے ہیں، دنیا دار لوگ بھی اسے پڑھتے ہیں۔ میرے جد امجد حضور صاحب البرکات قدس سرہٗ کو حضرت شاہ مدار قدس سرہٗ کی روح مبارک سے اس کی سند اجازت ملی ہے۔ یہ دعا حضرت شاہ مدار کی پیش کی ہوئی ہے، ان سے پہلے اس دعا کا رواج نہیں تھا۔ اس فقیر نے جب اپنے وطن مالوف بلگرام سے مارہرہ مطہرہ آنے کا قصد کیا تو دوران سفر قنوج میں سارا سامان چھوڑ کر بالکل خالی ہاتھ ۴ رذی الحجہ ۱۱۵۷ھ کو مکن پور کی زیارت کے لئے گیا۔ رات کے اخیر حصے میں حضرت مدار قدس سرہٗ کے روشن چاند جیسے جمال جہاں آرا کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے فقیر کو بھی یہ دعا مرحمت فرمائی [کاشف الاستار شریف، اردو ترجمہ: ساحل شہسرامی [علیگ]

حضرت سیدنا شاہ بدیع الدین قطب المدار قدس سرہٗ کی ذات گرامی کے ساتھ کئی عجائب وغرائب منسوب کئے جاتے رہے ہیں۔ عمر مبارک چھ سو سال سے زیادہ بتائی جاتی ہے، نسب نامے کے بارے میں کئی روایات ملتی ہیں، عجیب وغریب حکایات کا انتساب ہوتا ہے۔ اور یہ سلسلہ آج سے نہیں کئی سو سال پہلے سے چلا آرہا ہے۔ ممتاز محدث، عارف، محتاط مورخ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ [م ۱۰۵۲ھ] جو گیارہویں صدی ہجری کے بزرگ ہیں، اخبار الاخیار میں تحریر فرماتے ہیں:

''لوگ آپ کے متعلق بڑے عجیب وغریب واقعات نقل کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ آپ سمندر میں رہا کرتے تھے جو صوفیوں کا ایک مقام ہے۔ آپ نے بارہ سال تک کھانا نہیں کھایا۔ ایک بار جس کپڑے کو پہنتے پھر دھونے کی غرض سے اُتارتے نہ تھے۔ اکثر

کپڑے سے چہرہ ڈھانپے رہتے تھے۔ آپ کے چہرے پر جس کی نظر پڑ جاتی تو وہ بے اختیار ہو کر آپ کی غایت درجہ تعظیم وتکریم کرتا۔ کہتے ہیں کہ عمر کے طویل ہونے یا کسی اور وجہ سے آپ کا سلسلہ پانچ یا چھ واسطوں سے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک مل جاتا ہے اور سلسلۂ مداری کے بعض لوگ تو آپ کو بغیر کسی واسطے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچا دیتے ہیں۔ بعضے کچھ اور کہتے ہیں، لیکن یہ سب باتیں حدود شریعت سے خارج اور بے اصل ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب [اخبار الاخیار، اردو، ص ۳۵۵]

اسی طرح کی بے احتیاطی حضرت کے سلسلۂ نسب کے بارے میں بھی برتی گئی ہے۔ ''مدار اعظم'' نامی کتاب میں آپ کو نجیب الطرفین سید ٹھہرایا گیا ہے اور اسی سے نقل کرتے ہوئے دور حاضر کی کئی کتابوں میں آپ کو سادات کرام سے شمار کیا گیا ہے لیکن صحیح وہی ہے جو حضرت مصنف سید شاہ معین الحق سہروردی قادری چشتی قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا کہ آپ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہزادوں میں سے ہیں۔ اس کی تائید کاکوری شریف کے مشہور علمی اور روحانی خانوادے کے فرد حضرت مولانا شاہ حافظ علی انور قلندری علوی کی کتاب الانتصاح عن ذکر اہل الصلاح کے مندرجات سے بھی ہوتی ہے۔ وہ رقم طراز ہیں:

حضرت شاہ بدیع الدین قطب المدار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سلسلوں اور نسب کے بارے میں مختلف فیہ اقوال ہیں۔

مصنف ''انتصاح'' فرماتے ہیں کہ آپ کے نسب کے بارے میں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آپ سید تھے۔ چنانچہ شہزادہ دارا شکوہ قادری نے ''سفینۃ الاولیا'' میں لکھا ہے کہ ''حضرت سید قطب المدار بدیع الدین قدس سرہٗ کا لقب مدار ہے''...... اور شاہ عزیز اللہ ابن شاہ حسین مداری جونپوری ''تحفۃ الابرار در مناقب قطب المدار'' میں فرماتے ہیں کہ آپ کے والد ماجد کا نام قاضی قدوۃ الدین ثالث تھا جو خلیفہ ثانی [حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ] وبقول بعض خلیفہ ثالث [حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ] کی اولاد میں سے تھے۔ اور اکثریت کا خیال یہ ہے کہ سید زادہ تھے۔ حضرت قطب المدار کی ولادت ۳۰۰ھ اور بقول بعض ۲۵۰ھ، ہوئی۔ آپ کی جائے پیدائش دریائے نیل سے تین منزل کے فاصلے پر ایک موضع ہے۔ بعض قول کے مطابق آپ کے والد کا نام علی حلبی

تھا۔ جیسا کہ شاہ حبیب اللہ قنوجی اپنی کتاب ''مناقب الاولیا'' میں لکھتے ہیں کہ ''آپ کے والد علی حلبی اور والدہ خاص ملک تھیں۔ شاہ موصوف نے بچپن میں ہی حلب چھوڑ کر فقراء کی صحبت اختیار کر لی اور طرح طرح کی ریاضتوں میں منہمک ہو گئے تھے۔ پھر حضرت طیفور شامی، بایزید بسطامی قدس سرہٗ کی خدمت سے استفادہ کیا''۔

.... کتاب ''قیومی'' سے منقول ہے کہ ''بعض جاہل حضرات شاہ بدیع الدین مدار کو ماں باپ سے منسوب ہی نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت شاہ مدار بغیر ماں باپ کے غیب سے زمین پر ظاہر ہو گئے ہیں'' .... حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔ یہ لوگ یہ بھی نہیں جانتے کہ اس قسم کی باتیں ان سے منسوب کر کے خود گنہگار ہو رہے ہیں۔ معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت شاہ مدار کے والد کا نام بندگی شاہ علی اور والدہ کا نام بی بی خاص ملک اور لقب حاضرہ تھا۔ حضرت شاہ مدار قریش خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی ولادت موضع چنار میں ہوئی جو ولایت حلب میں واقع ہے۔ حضرت شاہ مدار کا نسب نامہ پدری یہ ہے:

''حضرت شاہ بدیع الدین ابن شاہ علی ابن شاہ طیفور ابن شاہ کافور ابن شاہ قطب ابن شاہ اسمٰعیل ابن شاہ محمد ابن شاہ حسن ابن شاہ حسین ابن شاہ علی ابن شاہ طیموری ابن شاہ مصری ابن شاہ بہاء الدین ابن شاہ عبدالرحمٰن ابن حضرت ابو ہریرہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہم''۔

مذکورہ نسب نامہ سے حضرت شاہ مدار کا حضرت ابو ہریرہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہونا ثابت ہوتا ہے اور حضرت ابو ہریرہ عرب کے قبائل میں سے قبیلہ بنی دوس سے تعلق رکھتے تھے۔ [الافصاح عن ذکر اھل الصلاح۔ ص......]

[۸] آپ ہمارے سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کے مشائخ میں شمار ہوتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کا یہ مصرع آپ ہی کی شان رفیع میں ہے ؏

بہر ابراہیم ہم پر نارِ غم گلزار کر۔ ۱۲ ساحل

[۹] یہ دراصل وحدت الوجود کے اسلامی نظریے کی جانب اشارہ ہے جو توحید کی سب سے اعلیٰ قسم ہے۔ توحید کے چار مراتب کی توضیح کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:

حقیقی وجود صرف اللہ کے لیے ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے سچی بات جو عرب نے کہی، وہ لبید شاعر کا یہ قول ہے: الاکل شئی ماخلا اللہ باطل۔ ہمارے نزدیک ثابت ہو چکا ہے کہ کلمۂ لاالٰہ الا اللہ کا معنی عوام کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور خواص کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی مقصود نہیں اور اخص الخواص کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی مشہود نہیں اور جو مقام نہایت تک پہونچ گئے، ان کے نزدیک یہ ہے کہ خدا کے سوا کوئی موجود نہیں۔ اور سب حق ہے۔ مدارِ ایمان اول پر ہے۔ مدارِ اصلاح دوم پر، کمال سلوک سوم پر اور وصول الی اللہ کا مدار چہارم پر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان چاروں معانی سے حظ کامل عطا فرمائے اپنے احسان و کرم سے [امام احمد رضا اور تصوف، علامہ محمد احمد مصباحی، ص۱۰۲-المجمع الاسلامی، مبارک پور-۱۴۰۸ھ]

حضرت امام غزالی قدس سرہٗ نے احیاء العلوم شریف جلد چہارم میں توحید کے ان چاروں مدارج پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور وحدت الوجود/توحید فی الوجود کو توحید کا سب سے اعلیٰ درجہ بتایا ہے۔ حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہٗ اس ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

وحدت کی دو قسمیں ہیں: ایک وجودی، دوسری شہودی۔ وجودی کے معنی یہ ہیں کہ سالک کے علم اور نظر دونوں سے اللہ کے سوا جو کچھ بھی ہے، اس کا شعور ختم ہو جائے اور اس کی نظر و علم میں اللہ کے سواسب کچھ فنا ہونے کے بعد ذات باری تعالیٰ باقی رہے۔ یہی سالک کے مقام کی انتہا ہے۔ اس مقام پر آنے کے بعد سالک ولی ہو جاتا ہے۔ سیر الی اللہ کے ختم ہونے کے یہی معنی ہیں اور اسی کو مقام لاہوت کہتے ہیں۔ سیر و سلوک قادریہ میں یہ چوتھا مقام ہے۔ اس کے بعد سیر فی اللہ ہے کہ اس سے مراد ذات بحت باری تعالیٰ میں، جس کی کوئی حد نہیں، ترقی حاصل کرنا شروع ہوتا ہے اور حدیث شریف ماعرفناك حق معرفتك [ہم نے جیسا کہ تیرا حق تھا، تجھے نہ پہچانا] اسی سیر کی خبر دیتی ہے۔ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ وغیرہ تمام اولیاء اللہ کا یہی مسلک ہے [سراج العوارف فی الوصایا والمعارف، ص ۶۴ سید شاہ ابوالحسین احمد نوری-ترجمہ: پروفیسر سید محمد امین قادری برکاتی-ممبئی ۱۹۸۶ء]

لیکن وحدت وجود کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ بندہ خدا ہو جائے۔ معاذ اللہ! اسی کو سید

اولیا نے فرمایا: ''ایسا بھی نہیں''۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

مرتبۂ وجود میں صرف حق عزوجل ہے کہ ہستی حقیقتاً اسی کی ذات سے خاص ہے۔ وحدتِ وجود کے جس قدر معنی عقل میں آسکتے ہیں، یہی ہیں کہ وجود واحد، موجود واحد، باقی سب مظاہر ہیں کہ اپنی حد ذات میں اصلاً وجود و ہستی میں بہرہ نہیں رکھتے۔ کل شئی ھالك الا وجھہ۔ اور حاشا یہ معنی ہرگز نہیں کہ من وتو، زید و عمرو، ہر شئی خدا ہے۔ یہ اہل اتحاد (حلولیوں) کا قول ہے جو ایک فرقہ کافروں کا ہے۔ اور پہلی بات اہل توحید کا مذہب ہے جو اہل اسلام و ایمانِ حقیقی ہیں [کشف حقائق و اسرار دقائق۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، ص ۱۵، رضا اکیڈمی، ممبئی]

[۱۰] ایسی ہی ایک روایت سیدنا مخدوم منہاج الدین حاجی الحرمین قدس سرہٗ کے تعلق سے بھی ہے جو خاصی شہرت رکھتی ہے:

حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری فردوسی قدس سرہٗ اپنی والدہ ماجدہ کی کبر سنی کی وجہ سے فریضۂ حج کی ادائگی کے لئے ارض مقدس نہ جاسکے تھے۔ شیخ منہاج الدین (حاجی الحرمین) قدس سرہٗ نے سات حج کئے تھے۔ اکثر مخدوم جہاں سے حج پر جانے کے لئے اصرار کرتے اور حضرت مخدوم جہاں عذر شرعی بیان کر دیتے۔ ایک مرتبہ حضرت حاجی الحرمین نے حضرت مخدوم جہاں سے حج پر جانے کے لئے اصرار فرمایا۔ اتفاق سے حضرت مخدوم کے چہیتے مرید شیخ شمس الدین بلخی قدس سرہٗ بھی وہیں حاضر تھے، انہیں جلال آگیا۔ اپنا ہاتھ بڑھا کر فرمایا: کیا حج حج کی رٹ لگا رکھی ہے۔ کعبہ معظمہ حضرت مخدوم کے غلاموں کی آستین میں موجود ہے۔ یہ دیکھئے۔ حضرت حاجی الحرمین خاموش ہو گئے۔ حضرت مخدوم جہاں نے حضرت مظفر بلخی پر خفگی کا اظہار کیا اور آئندہ اظہار کرامات سے منع فرمایا [شرفا کی نگری، ۱/۹۸-۹۹]

پانچویں فصل

خانوادۂ قادریہ کا بیان

حضرت خواجہ شیخ ابوبکر شبلی قدس سرہٗ ، کی کنیت ابوبکر اور اسم گرامی جعفر بن یونس یا الف بن جحدر ہے۔ سید الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادی قدس سرہٗ کے مرید خاص ہیں۔ خرقہ خلافت بھی حضرت جنید سے پایا۔ حضرت جنید بغدادی فرمایا کرتے تھے کہ ہر قوم کا ایک تاج ہوتا ہے اور اس قوم کے تاج شبلی ہیں۔ حضرت شبلی فقہی طور پر مالکی مذہب رکھتے تھے۔ ایک روایت یہ ہے کہ آپ کا خاندان خراسان کے ایک قصبہ شعبلہ سے آیا ہے [اس لیے شبلی کہلاتے ہیں] طبقات سلمی میں ذکر ہے کہ آپ اصلا خراسانی تھے۔ بغداد مقدس میں آپ کی ولادت اور پرورش ہوئی۔ ایک روایت کے مطابق آپ کی جائے ولادت سامرہ ہے جو اصل میں اسمروسنہ ہے۔ یہ فرغانہ کے زیر عمل ایک علاقہ ہے۔ شبلی ابتدا میں، حضرت امام ابوحنیفہ کے امیر الحجاب تھے۔ آپ کا وصال جمعہ کی شب ۲۷ ذی الحجہ ۳۳۴ھ میں ہوا۔ عمر مبارک ستاسی سال تھی۔ مزار شریف بغداد مقدس میں ہے۔ جس پر کتبہ لگا ہوا ہے۔

حضرت جعفر بن یونس بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ شبلی قدس سرہٗ آخر زمانے میں جذب وحال کی کیفیت میں صرف اسم جلالت اللہ کا ورد کرتے۔ لا الٰہ الا اللہ نہ کہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے مشائخ زمانہ آپ کے حق میں بدگمانیاں بھی رکھتے اور عوام طعنہ زنی کرتے۔ لیکن آپ کی جلالت شان کی وجہ سے کسی کو ہمت نہ ہوتی کہ جا کر سبب پوچھ لیتا۔ ایک دن ایک جوان آپ کی خدمت میں پہنچا اور صبر وشکیب کو بالائے طاق رکھ کر عرض کی: اے طریقت وحقیقت کے راہنما! آخر یہ کیا معاملہ ہے۔؟ اس کی وجہ تو بتائیے کہ آپ صرف اللہ کہتے ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ نہیں کہتے، تاکہ ہم سب کو تسلی اور ہدایت نصیب ہو۔ آپ نے فرمایا: گروہ صوفیہ پر لازم ہے کہ ہر سانس کو اپنی زندگی کی آخر سانس تصور کریں۔ اور اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ آخری سانس

کے وقت لفظ اللہ کے ذکر میں مشغولی افضل ہے۔ کیونکہ لا الٰہ الا اللہ کہنے میں ہوسکتا ہے کہ نفی کی حالت میں لفظ اللہ کی ادائیگی سے پہلے ہی سانس کی ڈور منقطع ہوجائے۔ یہ سن کر جوان نے کہا: میں اس سے بہتر توجیہ سننا چاہتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا: لفظ لا غیر کی نفی کے لیے استعمال ہوتا ہے اور میں غیر نہیں ہوں کہ نفی کروں۔ اس لیے صرف ذکر اثبات اللہ کرتا ہوں۔ جوان نے عرض کی: اس سے اعلیٰ توجیہ سننے کا آرزو مند ہوں۔ حضرت نے فرمایا: میں صرف لفظ اللہ کا ذکر کرنے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقے کی پیروی کرتا ہوں۔ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کئی بار جمع کرنے کے لئے صحابۂ کرام سے چندہ اکٹھا کرنے کو فرمایا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر مرتبہ اپنا سارا مال راہ خدا میں حاضر کردیا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر بار دریافت کیا: ابوبکر! بچوں کے لیے کیا چھوڑا۔ آپ نے پہلی مرتبہ جواباً عرض کیا: حضور! اولاد یا تو صالح ہوگی یا بد۔ مجھے ان سے کیا سروکار۔ دوسری مرتبہ عرض کیا: ان کے واسطے سورۂ واقعہ چھوڑ آیا ہوں کہ بعد نماز مغرب پڑھتے رہیں۔ تیسری مرتبہ غزوۂ تبوک میں چندہ ہوا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دل ہی دل میں کہا کہ یہی ایک ایسا موقع ہے جس میں، میں ابوبکر پر سبقت لے جاسکتا ہوں۔ اس زمانے میں حضرت عمر فاروق مالدار تھے اور حضرت ابوبکر صدیق کی مالی حالت اچھی نہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اپنا آدھا مال لے کر آگئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا سارا مال لے آئے۔ چنانچہ روایت ہے کہ اس دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کو اس حالت میں دیکھا کہ کھجور کی چھال، پرانا بوریہ اور پرانی دستار لپیٹے ہوئے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق ڈھال سر پر رکھے ہوئے تھے۔ اس دن ڈھال کے سوا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کوئی چیز نہ تھی۔ اس مرتبہ جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ سے دریافت فرمایا کہ ابوبکر! اہل وعیال کے لیے کیا چھوڑا؟ تو آپ نے عرض کی: اللہ۔ جب جوان نے یہ توجیہ سنی تو عرض کی: اس

سے اعلیٰ توجیہ سننا چاہتا ہوں۔ حضرت شبلی نے فرمایا: اے جوان! میں نے بہترین توجیہات پیش کیں لیکن تیری ہمت بہت عالی ہے۔ اس لیے ان سے بہتر توجیہ پیش کرتا ہوں۔ پھر فرمایا: صرف اسم ذات کے ذکر کا طریقہ اختیار کرنا حکم الٰہی کے سبب ہے کیونکہ قرآن حکیم میں وارد ہے: قل الله ثم ذرهم [الانعام:۹۱] اے محمد! اللہ کہو اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو کہ وہ اپنے شغل میں لگے رہیں۔ جوان نے کہا: بس بس! اتنا کافی ہے۔ تو جوان نے نعرہ مارا اور جاں بحق ہوگیا۔

حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد قدس سرہٗ کی کنیت ابوالفضل ہے اور آپ کے والد ماجد کا نام عبدالعزیز بن حارث بن اسد ہے۔ آپ کا شمار اکابر اولیائے کرام میں ہوتا ہے۔ حضرت شیخ ابوشبلی قدس سرہٗ کے کامل ترین مرید تھے۔ آپ کی وفات جمادی الآخر ۴۲۵ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک، حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقبرے میں ہے۔

حضرت خواجہ عبدالواحد بن عبدالعزیز تمیمی قدس سرہٗ، حضرت خواجہ ابوالفضل کے مرید وخلیفہ تھے۔ آپ نے مردہ کو زندہ کیا ہے۔ گروہ صوفیہ کے امام تھے۔ تصوف توحید میں آپ کا ثانی نہ تھا۔ آپ کا وصال مبارک ۴۴۰ھ میں ہوا۔ مزار مبارک حضرت امام احمد بن حنبل قدس سرہٗ کے روضہ کے اندر ہے۔

حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی قدس سرہٗ کے آباؤ اجداد طرطوس کے باشندے تھے۔ آپ حضرت شیخ عبدالواحد تمیمی قدس سرہٗ کے مرید ہیں۔ اولیائے زمانہ کے پیشوا اور مشائخ کائنات کے عطر مجموعہ، بلند مقامات رکھتے ہیں اور عالی کرامات کے مالک ہیں۔ وصال مبارک ۴۴۰ھ/۴۴۷ھ میں ہوا۔ [۱]

حضرت شیخ ابوالحسن ہکاری قدس سرہٗ کا اسم گرامی علی بن محمد بن یوسف بن جعفر قرشی ہکاری ہے۔ شیخ ابوالفرح طرطوسی کے مرید ہیں۔ اکابر مشائخ اور مقتدائے زماں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ خوارق وکرامات بہت ہیں۔ آپ کا وصال شریف یکم محرم ۴۸۶ھ میں ہوا۔ [۲]

حضرت خواجہ ابوسعید یوسف مبارک قدس سرہٗ۔ اسم گرامی یوسف بن علی بن حسین مخزومی ہے۔ آپ سلطان اولیا، برہان اتقیا، قدوۂ عارفاں، قبلۂ سالکاں، پیر طریقت، واقف اسرار حقیقت، جامع علوم ظاہری وباطنی اور حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کے صحبت یافتہ تھے۔ آپ کا فقہی مذہب حنبلی تھا۔ حضرت شیخ ابوالحسن ہکاری کے مرید تھے، خرقۂ خلافت بھی آپ سے ہی پایا۔ حضرت قطب ربانی محبوب سبحانی، غوث صمدانی، قطب الاقطاب، فرد الاحباب، شیخ السموات والارض حضرت میراں محی الدین شیخ ابومحمد سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرشد گرامی ہیں۔

حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے ابتدائی ایام میں خدائے تعالیٰ سے عہد کر رکھا تھا کہ جب تک میرا رب مجھے نہیں کھلائے پلائے گا، میں نہیں کھاؤں پیوں گا۔ چالیس دن کے بعد ایک شخص آیا اور تھوڑا سا کھانا رکھ کر چلا گیا۔ قریب تھا کہ بھوک کے مارے میرا نفس کھانے پر ٹوٹ پڑے۔ میں نے اپنے نفس سے کہا: بخدا! میں اپنے رب سے کیا ہوا وعدہ ہرگز نہ توڑوں گا۔ میں نے اپنے اندر سے آواز سنی: کوئی بلند آواز سے اپنے آپ سے کہہ رہا تھا: الجوع الجوع، ہائے بھوک، ہائے بھوک۔ حضرت شیخ ابوسعید مخزومی قدس سرہٗ میرے پاس سے گذرے۔ آپ نے وہ آواز سنی اور فرمایا: عبدالقادر! یہ کیسی آواز ہے؟۔ آپ نے فرمایا: یہ نفس کا اضطراب ہے لیکن روح اپنی جگہ پر مطمئن ہے اور اپنے مالک ومعبود

کے مشاہدے میں گم۔ حضرت مخزومی نے فرمایا: ہمارے گھر پر آؤ۔ یہ کہہ کر تشریف لے گئے۔ میں نے کہا: میں خلوت کدے سے ایک قدم باہر نہ نکالوں گا۔ اچانک ابوالعباس حضرت خضر علیہ السلام تشریف لے آئے اور فرمایا: اٹھو اور شیخ ابوسعید کے پاس جاؤ۔ میں گیا۔ دیکھا کہ حضرت ابوسعید مخزومی اپنے گھر کے دروازے پر کھڑے ہوکر میرا انتظار فرمارہے ہیں۔ آپ حاضر ہوئے تو حضرت شیخ مخزومی نے فرمایا: عبدالقادر! میرا کہنا تمہیں کافی نہیں تھا کہ خضر کو بھی تمہیں یاد دلانا پڑا۔ آپ کو گھر کے اندر لائے اور جو کھانا موجود تھا، حاضر کیا اور لقمہ لقمہ کرکے شیخ مخزومی آپ کے منھ میں رکھتے گئے، حضور غوث پاک فرماتے ہیں: یہاں تک کہ میں سیر ہوگیا۔ اس کے بعد مجھے خرقہ پہنایا اور پھر میں آپ ہی کی خدمت اقدس میں مدرسہ باب الازج میں رہنے لگا۔ یہ مدرسہ اب حضور غوث الثقلین سے منسوب ہوکر مدرسہ قادریہ کہلاتا ہے۔ اسے حضرت ابوسعید مخزومی نے تعمیر فرمایا تھا اور اپنی حیات مبارکہ میں ہی حضرت غوث اعظم کو عطا فرمادیا تھا۔ چنانچہ حضور غوث پاک کا مزار اقدس اسی مدرسے میں ہے۔

حضرت شیخ ابوسعید مخزومی کا وصال پاک ۱۴ر یا ۱۵ر ماہ محرم ۵۱۷ھ/۱۷ر شعبان ۵۱۲ھ میں ہوا۔ [۳]

❁

حضرت شیخ حماد دباس قدس سرہٗ کی کنیت ابوعبداللہ ہے اور اسم گرامی حماد بن مسلم دباس ہے۔ سادات فردوس بھی کہتے ہیں۔ حضرت غوث الثقلین قطب ربانی محبوب سبحانی قطب الاقطاب، فردالاحباب شیخ السموات والارض حضرت میراں سید محی الدین شیخ ابومحمد شاہ عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی رضی اللہ تعالیٰ نے عنہ آپ کی صحبت پائی ہے۔ مشائخ کبار سے ہیں۔ عارف نامدار، مقتدائے وقت اور صاحب کرامات عالیہ ہیں۔ باوجودیکہ رسمی علوم حاصل نہ کئے لیکن حق تعالیٰ نے آپ کو علوم لدنی سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپ کے دو ہزار کامل مرید ہیں۔ انہیں میں حضرت غوث پاک شیخ

عبدالقادر جیلانی بھی ہیں۔

منقول ہے کہ ایک دن حضرت شیخ حماد فرمارہے تھے: میرے دو ہزار مرید ہیں۔ ہر رات انہیں یاد کرتا ہوں اور ان کی حاجتیں پوری ہونے کی خدائے تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ ان میں جو گناہ میں مبتلا ہوتا ہے تو خدائے تعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ اسے توفیق توبہ عطا فرمائے یا اسے دنیا سے اٹھالے تاکہ وہ گناہ میں نہ پڑے۔ حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہیں حاضر تھے۔ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے مجھے مشاہدہ کرادیا کہ جو دعا حضرت حماد نے بارگاہ خداوندی میں عرض کی، وہ قبول ہوگئی۔ منقول ہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عالم شباب تھا۔ شیخ حماد کی خدمت میں حاضر تھے۔ جب آپ محفل سے باہر تشریف لے گئے تو شیخ حماد نے فرمایا کہ ایک وقت آئے گا جب اس عجمی [حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ] کا قدم روئے زمین کے سارے اولیا کی گردنوں پر ہوگا۔ جب یہ کہے گا تو اس کی آواز ساری کائنات میں پہنچے گی اور سارے اولیا اپنا سر جھکادیں گے۔

حضرت شیخ حماد قدس سرہٗ کا وصال رمضان ۵۲۰ھ میں ہوا [۴]

....

حواشی

[۱] صاحب مسالک السالکین کے بیان کے مطابق آپ کا وصال ۳ر شعبان المعظم ۴۴۷ھ میں چھتیسویں عباسی خلیفہ القائم بامر اللہ کے زمانے میں ہوا۔

[۲] مسالک السالکین میں مرقوم ہے:

آپ ۴۰۹ھ میں پیدا ہوئے اور یکم محرم ۴۸۶ھ کو بعہد خلافت المستظہر باللہ خلیفہ بست و ہشتم ۲۸ عباسی کے جنت کو سدھارے۔ بعض نے وصال آپ کا ۴۸۴ھ یا

۴۹۵ھ میں لکھا ہے، مزار پرانوار بغداد میں ہے [۳۲۸/۱]

[۳] مسالک السالکین میں آپ کی تاریخ وصال ۱۰ر محرم الحرام ۵۱۳ھ عباسی خلیفہ مسترشد باللہ کے عہد میں تحریر ہے [۳۲۹/۱]

[۴] مسالک السالکین میں تحریر ہے:

آپ نے تاریخ ۲۷ر رمضان المبارک ۵۲۵ھ روز چہارشنبہ کو وفات پائی۔ مزار مبارک بغداد کے مقبرہ شونیزیہ میں ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ شام میں ہے [۸۱/۳]

حضرت غوث الثقلین شاہ محی الدین

سید عبدالقادر جیلانی

حسنی حسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس بادشاہ مشائخ طریقت، امام ائمہ شریعت، محبوب ربانی کی کنیت ابومحمد ہے اور اس آفتاب زمانہ، سرور عارفاں، زاہدوں کے لیے یکتا شرف اور عابدوں کے لیے سراپا فخر، قطب صمدانی کا نام نامی اسم گرامی عبدالقادر ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سلسلہ نسب یہ ہے:

سید عبدالقادر بن سید ابوصالح موسیٰ جنگی دوست بن سید ابوعبداللہ بن سید شیخ زاہد بن سید محمد بن سید داؤد بن سید موسیٰ الجون بن سید عبداللہ المحض بن سید حسن مثنیٰ بن سید امام حسن بن امیر المومنین مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ عبداللہ المحض کی والدہ ماجدہ بھی فاطمہ بنت حسین بن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ بھی حسینی ہیں۔ [۱]

آپ کا لقب محی الدین ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا:

''جمعہ کے دن سیاحت سے ننگے پاؤں بغداد واپس آرہا تھا۔ ناگاہ میرا گذر

ایک مریض کے پاس سے ہوا جس کا رنگ بدلا ہوا تھا اور جسم کمزور تھا۔ اس نے مجھ سے کہا: السلام علیک یا عبدالقادر! میں نے اسے سلام کا جواب دیا۔ اس نے مجھے قریب بلا کر کہا کہ مجھے بٹھا دو، میں نے اسے بٹھایا تو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس کا جسم صحت مند، تر و تازہ اور لطیف ہو گیا، چہرہ خوبصورت ہو گیا، رنگ نکھر گیا۔ میں نے اس سے حالات پوچھے تو اس نے کہا: آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا: میں آپ کے جد کریم کا دین ہوں۔ بہت کمزور ہو گیا تھا۔ آپ نے ملاحظہ کیا کہ آپ کی بدولت اللہ تعالیٰ نے مجھے نئی زندگی دیدی۔ آپ محی الدین ہیں۔ اس سے رخصت ہو کر میں جامع مسجد پہنچا تو ایک شخص نے یا شیخ محی الدین کہتے ہوئے اپنے جوتے میرے قدموں کے سامنے رکھ دیئے۔ جب میں نے نماز ادا کر لی تو مخلوق خدا مجھ پر ٹوٹ پڑی۔ وہ لوگ ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینے لگے۔ سب یا محی الدین کہہ رہے تھے۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب آسمان میں باز اشہب ہے۔

آپ کو غوث الثقلین کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے روحانی تصرف کے دائرے میں انسان اور جنات دونوں ہیں۔ چنانچہ لوگ آپ کی محفل میں حاضر ہوتے اور مشرف بہ اسلام ہو جاتے اور دیگر ایمانی فائدے حاصل کرتے۔ حضرت غوث اعظم نے خود فرمایا: انسانوں کے مشائخ ہوتے ہیں، جناتوں کے مشائخ ہوتے ہیں، فرشتوں کے مشائخ ہوتے ہیں۔ میں ان سب کا شیخ ہو۔

حضرت ابو سعید عبداللہ بغدادی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ میری ایک سولہ سال کی بیٹی تھی۔ ایک روز چھت پر چڑھی اور وہاں سے غائب ہو گئی۔ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ واقعہ پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: آج کی رات تم بغداد کے محلہ کرخ کے ویرانے میں چلے جاؤ اور زمین پر بسم اللہ شریف پڑھ کر ایک دائرہ کھینچ لو۔ یہ نیت کرنا کہ یہ دائرہ شیخ عبدالقادر کی طرف سے کھینچ رہا ہوں اور دائرے کے اندر بیٹھ جانا۔ جب رات گہری ہو گی تو تمہارے پاس سے مختلف صورتوں میں جنوں کا گذر ہو گا۔ تم ان سے خوف زدہ نہ ہونا۔ صبح کے وقت جنوں

کا بادشاہ اپنے لشکر کے ساتھ آئے گا اور تم سے تمہارا مطلب پوچھے گا۔ تم کہہ دینا کہ شیخ عبدالقادر نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ اس کے بعد اپنی لڑکی کا واقعہ بیان کرنا۔ حضرت ابو سعید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت غوث اعظم کی ہدایت کے مطابق عمل کیا۔ جنوں کی ٹولیاں مختلف صورتوں میں صف در صف میرے پاس سے گذرتی رہیں۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ دائرے کے پاس پھٹکتا۔ یہاں تک کہ جنوں کا بادشاہ گھوڑے پر سوار ہو کر آیا۔ اس کے ساتھ ایک لشکر تھا۔ وہ اس دائرے کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور مجھ سے دریافت کیا کہ تمہیں کیا حاجت در پیش ہے۔ میں نے کہا: مجھے شیخ عبدالقادر نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ فوراً گھوڑے سے اتر آیا اور زمیں بوس ہوا۔ پس میں نے اپنی لڑکی کے غائب ہونے کا قصہ اس سے بیان کیا اور گذارش کی کہ جو جن لڑکی کو لے گیا ہے، اسے طلب کرے۔ فوراً اس جن کو حاضر کیا گیا۔ وہ ارزلوان نام کا ایک چینی جن تھا۔ بادشاہ نے اس جن سے کہا کہ تجھے ہمت کیسے ہوئی کہ غوث کی رکاب سے اس لڑکی کو لے اڑے۔ اس نے کہا: مجھے یہ لڑکی بھا گئی اور دل میں گھر کر گئی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کی گردن اڑا دی جائے اور میری بیٹی میرے حوالے کر دی۔ میں نے بادشاہ جن سے کہا کہ میں نے شیخ عبدالقادر جیلانی کا آپ جیسا فرماں بردار نہیں دیکھا۔ اس نے کہا: ہم شیخ عبدالقادر کے اطاعت گذار کیسے نہ ہوں۔ جب آپ اپنے کاشانے سے نکلتے ہیں تو ساری دنیا کے جنات آپ کی نگاہ میں ہوتے ہیں بلکہ آپ کی ہیبت سے سارے اجنہ فرار ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کو منصب قطبیت عطا کرتا ہے تو تمام جن و انس پر اسے غلبہ دیتا ہے۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جیلی اس لیے کہتے ہیں کہ آپ قصبہ جیلان سے آبائی تعلق رکھتے ہیں اور حضرت کی ولادت باسعادت بھی وہیں ہوئی۔ یہ طبرستان کے پاس ایک قصبہ ہے جسے جیلان بھی کہتے ہیں اور گیلان بھی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بغداد مقدس سے ایک دن کی مسافت پر واسط کی جانب دجلہ کے کنارے ایک قصبہ جیل ہے۔ نیز مدائن کے نزدیک ایک قصبہ گیل ہے۔ اسی نسبت سے آپ کو

گیلانی اور جیلانی دونوں کہتے ہیں۔ مورخین کی ایک جماعت نے سرکار غوث اعظم کو دونوں مقام کی جانب منسوب کیا ہے۔ صاحب روضۃ النواظر جو اکابر علما سے ہیں اور ان کا قول سند مانا جاتا ہے، فرماتے ہیں کہ ان کا یہ کہنا غلط ہے کہ سرکار کی نسبت دونوں مقام کی جانب ہے۔ بعض لوگوں نے تطبیق یہ پیش کی ہے کہ حضور غوث پاک نے برج عجمی کی طرح مقام جیل میں بھی کچھ دنوں قیام فرمایا ہے، اس کی طرف منسوب کرتے ہیں ورنہ حضور کا اصل وطن گیلان ہے۔ صاحب معجم البلدان کے مطابق گیلان کے بہت سے مضافاتی مقامات گیلان کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔

جان لو کہ حضرت غوث الثقلین کی باطنی تربیت براہ راست بارگاہ رسالت پناہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہوئی ہے۔ لیکن خرقہ اور خلافت حضرت کے مرشد گرامی شیخ ابو سعید مخزومی سے ملا ہے۔ حضرت ابو سعید مخزومی سے خلافت اور خرقہ کی نسبت کا سلسلہ حضرت شیخ معروف کرخی اور ان سے حضرت امام علی موسیٰ رضا قدس سرہما تک پہنچتا ہے۔ حضرت امام رضا سے یہ سلسلہ ان کے آباؤ اجداد کرام سے ہوتا ہوا حضرت سید انام محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیر صحبت حضرت شیخ حماد دباس قدس سرہٗ ہیں جن کی حضرت خضر علیہ السلام سے خوب صحبت رہی ہے۔ آپ حنبلی تھے لیکن فتویٰ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کے مذہب پر دیا کرتے تھے۔ شیخ بقا بن بطو بیان کرتے ہیں کہ ایک دن سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام احمد بن حنبل کی قبر اطہر کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ حضرت امام احمد بن حنبل اپنی قبر مبارک سے باہر تشریف لے آئے اور حضرت غوث اعظم کو اپنی آغوش میں لے کر فرمایا: اے شیخ عبدالقادر! میں علم شریعت، علم طریقت اور علم حقیقت میں آپ کا محتاج ہوں۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ کی کنیت ام الخیر، لقب امۃ الجبار اور اسم گرامی فاطمہ بنت شیخ عبداللہ صومعی ہے۔ حضرت شیخ سید عبداللہ صومعی

گیلان کے عظیم مشائخ میں شمار ہوتے ہیں جو اولیائے زمانہ کے پیشوا اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا ہے کہ شیخ عبداللہ صومعی زاہد رئیسوں میں تھے۔ آپ کے احوال عالی اور کرامات نمایاں تھیں۔ جب آپ پر حالت غضب طاری ہوتی تو حق سبحانہ تعالیٰ آپ کی خاطر بہت جلد انتقام لے لیتا۔ آپ کی جو منشا ہوتی، اللہ تعالیٰ ویسا ہی معاملہ فرماتا۔ جس چیز کے واقع ہونے کی خبر دیتے، ویسا ہی واقع ہوتا۔ حضرت غوث الثقلین کی والدہ ماجدہ کو خیر و صلاح اور تقویٰ کا وافر حصہ نصیب تھا۔ حضرت شیخ عبدالرزاق ولد حضرت غوث اعظم قدس سرہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت غوث اعظم والد ماجد کے صلب مقدس سے والدہ ماجدہ کے بطن شریف میں جلوہ گر ہوئے، اس وقت آپ کی والدہ ماجدہ کی عمر شریف ساٹھ سال تھی جو ایاس کا زمانہ ہے۔ یہ بھی حضرت غوث پاک کی کرامت ہے کہ اس سن ایاس میں حمل ٹھہرا۔ آپ کی والدہ ماجدہ بڑی عارفہ صالحہ واصلہ اور صاحب مکاشفات تھیں۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت ماہ رمضان کی پہلی شب ۴۷۰ھ یا ۴۷۱ھ میں جیلان میں ہوئی۔ حضرت کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ میرا فرزند عبدالقادر جب سے پیدا ہوا، رمضان شریف میں اس نے کبھی دودھ نہ پیا۔ ایک مرتبہ رمضان المبارک کا چاند بادل میں پوشیدہ تھا۔ لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ عبدالقادر نے دودھ پیا ہے یا نہیں؟۔ میں نے کہا: اس نے دودھ نہیں پیا۔ بعد میں تصدیق ہو گئی کہ اس دن رمضان شریف شروع ہو چکا تھا۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عنفوان شباب میں جب میں محو خواب ہوتا تو ایک آواز سنائی دیتی: اے عبدالقادر! میں نے تجھے سونے کے لیے نہیں پیدا کیا ہے۔ جب میں مکتب جاتا تو ملائکہ کی آوازیں سنتا: ہٹو، اللہ کے ولی کو جگہ دو۔

سرکار غوث اعظم جب اٹھارہ سال کے تھے تو جیلان سے بغداد تشریف لائے اور ۴۸۸ھ میں بغداد میں علم دین حاصل کرنے کا آغاز کیا۔ پہلے قرآن حکیم

پڑھا، پھر حدیث پاک اور دیگر علوم حاصل کیے اور تھوڑے ہی زمانے میں اپنے معاصرین پر سبقت لے گئے اور سب سے ممتاز ہو گئے۔ اسی سفر بغداد کے راستے میں سب سے پہلے ساٹھ رہزنوں نے آپ کے دست مبارک پر توبہ کی اور آپ کے مرید ہو گئے۔ ۵۲۱ھ میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق، حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنا لعاب دہن آپ کے دہن مبارک میں ڈالا اور آپ منبر رسول پر جلوہ افروز ہو کر وعظ فرمانے لگے۔ وعظ کا یہ سلسلہ چالیس سال تک دراز رہا جس میں آپ نے سارے دینی علوم پر گفتگو فرمائی۔ وعظ کے وقت آپ فرمایا کرتے:

آسمان اور زمین کے باشندے آئیں اور میری باتیں سنیں اور مجھ سے کچھ چیزیں سیکھیں کیونکہ میں زمین میں رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وارث و نائب ہوں۔ مجلس میں مجھے خلعتیں عطا ہوتی ہیں اور حق تعالیٰ میرے دل پر تجلی فرماتا ہے۔

ستر ہزار سے زائد لوگ آپ کی محفل وعظ میں حاضر ہوتے اور چار افراد آپ کے ارشادات قلم بند کرتے۔ جہاں بھی محفل وعظ برپا ہوتی، آپ کے کلام حقیقت کی تاثیر سے ایسا وجد اور ذوق کا عالم پیدا ہوتا کہ دو تین آدمی جاں بحق ہو جاتے۔ شیخ ابوسعید قیلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی محفل وعظ میں، میں نے بار بار رسول دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر پیغمبران عظام علیہم السلام اور ملائکہ اور اجنہ کی بے شمار صفیں دیکھی ہیں۔ غنیۃ الطالبین اور فتوح الغیب وغیرہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف ہیں۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلیہ مبارک میں نے معتبر کتابوں میں یہ لکھا دیکھا ہے کہ آپ نحیف البدن، درمیانہ قد، وسیع سینہ، کشادہ پیشانی، گندمی رنگ، پیوستہ ابرو، بلند آواز تھے۔ علما کے انداز کا لباس زیب تن فرماتے۔ کبھی طیلسان پہنتے اور کبھی اتنا قیمتی لباس ہوتا کہ ایک گز کی قیمت ایک دینار ہوتی۔ اس پر سے جبہ کا اضافہ کرتے۔ فرماتے، جب تک میرا رب پہناتا نہیں، میں نہیں پہنتا، جب تک کھلاتا

نہیں میں نہیں کھاتا، جب تک کہلواتا نہیں میں نہیں کہتا۔ کوئی ہدیہ پیش کرتا تو آپ قبول فرماتے۔ صرف سلاطین کے تحائف سے احتراز تھا۔ جو ہدیہ بھی آتا، اسی مجلس میں تقسیم فرما دیتے۔ ایک دن خلیفۂ بغداد مستنجد باللہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دینار کی دس تھیلیاں نذر کیں۔ حضرت نے فرمایا مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔ اس نے بہت اصرار کیا۔ حضرت نے ایک تھیلی دائیں ہاتھ میں اور دوسری بائیں ہاتھ میں لے کر نچوڑیں تو ان سے خون بہنے لگا۔ آپ نے فرمایا: اے ابوالمظفر! خدائے تعالیٰ سے شرم کر۔ لوگوں کا خون چوس کر مال جمع کرتا ہے اور اسے میرے پاس لے کر آتا ہے۔ خدائے عزت وجلال کی قسم! اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت کا احترام ملحوظ نہ ہوتا تو میں ان تھیلیوں کو اس وقت تک نچوڑتا کہ خون تیرے محل تک پہنچ جاتا۔ خلیفہ فوراً بے ہوش ہو گیا۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی کسی خلیفہ یا کسی صاحب ثروت و شوکت کے گھر تشریف نہیں لے گئے، نہ کبھی ان کی بساط پر بیٹھے اور نہ کبھی ان کی تعظیم کی۔ جب خلیفہ حضرت کے آستانے پر حاضر ہوتا، آپ گھر کے اندر تشریف لے جاتے اور پھر باہر تشریف لاتے تا کہ خلیفہ کی تعظیم کے لیے اٹھنا نہ پڑے۔ خلیفہ سے گفتگو کرتے وقت سخت اور موثر انداز اختیار فرماتے۔ خلیفہ حضرت کی دست بوسی کرتا، مؤدب بیٹھتا اور کہتا: حضرت شیخ جو فرماتے ہیں، بسر وچشم قبول ہے۔ اگر کسی خلیفہ کو رقعہ تحریر فرماتے تو انداز یہ ہوتا: ”عبدالقادر تمہیں اس کا حکم دیتا ہے۔ تم پر اس کا حکم نافذ ہے۔ اس کا حکم تیرے لیے سودمند اور حجت ہے۔“ جب آپ کا رقعہ خلیفہ تک پہنچتا تو خلیفہ اسے بوسہ دیتا اور سر پر رکھتا۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ خوش اخلاق، نرم گفتار، حیادار اور مہربان کوئی دوسرا نہ تھا۔ آپ کو ہم نشینوں اور دوستوں سے زیادہ عزیز کوئی دوسرا نہ تھا۔ کبھی کسی سائل کو رد نہ فرماتے۔ لوگ لاعلاج مریضوں کو حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر کرتے، آپ صرف دست کرم پھیر دیتے، وہ شفا پا جاتا۔

منقول ہے کہ ایک چور حضرت کے گھر میں گھس آیا، نابینا ہو گیا اور کوئی چیز نہ

لے جا سکا۔ اسی دوران حضرت خضر علیہ السلام آپ کے پاس تشریف لائے اور عرض کی: اے اللہ کے دوست! ایک ابدال وفات پا گئے۔ آپ جسے فرمائیں، ان کی جگہ متعین کر دیا جائے۔ حضرت نے فرمایا: ایک شخص لاچار ہو کر میرے گھر میں پڑا ہے، جائیے اسے نکال لائیے اور اسی کو متوفی ابدال کا جانشین بنا دیجیے۔ حضرت خضر نے اس چور کو گھر سے نکالا اور اس یگانۂ عصر حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے لا کر حاضر کر دیا۔ حضرت کی ایک نگاہ کیمیا اثر نے اس کی آنکھ کی روشنی لوٹا دی اور اسے چور سے مرتبۂ ابدال تک پہنچا دیا۔ چونکہ آپ کے کاشانۂ اقدس میں معرفت ومحبت الٰہی کے سوا کوئی دوسری چیز نہ تھی، اس لیے درحقیقت وہ شخص اسی دولت معرفت کو چرانے آیا تھا، یہی سبب تھا کہ حضرت نے اسے مقصود تک پہنچا دیا اور اس کی خواہش پوری کر دی اور مجرم نہ ٹھہراتے ہوئے اسے مرتبۂ ابدالیت پر فائز فرما دیا۔

کہتے ہیں کہ اقطاب وابدال اور اوتاد کی تقرری اور برخاستگی اور احوال اولیا کا سلب کر لینا حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک میں ہے۔ جسے چاہتے ہیں منصب ولایت سے برخاست کر کے دوسرے کو اس کی جگہ مقرر فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ ایک ابدال کی وفات ہو گئی۔ حضرت کی خدمت میں ایک کافر قسطنطنیہ سے آیا ہوا تھا، آپ نے اس کے بال تراشے، مسلمان بنایا، محمد نام تجویز فرمایا، اپنی کلاہ مبارک اس کے سر پر رکھی اور ابدال کی جماعت میں شامل کر دیا۔ رجال غیب میں سے ایک فرد ہوا کے دوش پر کہیں جا رہے تھے۔ جب وہ بغداد مقدس کے سمت الراس پر [فضا میں] پہنچے تو ان کے دل میں خیال گذرا کہ بغداد مقدس میں کوئی دوسرا ان کا ہم پلہ نہیں ہے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کشف سے اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے ان کا مرتبۂ حال سلب کر لیا۔ وہ جوان فضا سے آستانۂ غوث اعظم پر گر پڑے۔ سرکار غوث اعظم نے حضرت شیخ علی ہیتی کی سفارش سے ان کی خطا معاف کی۔ انہوں نے توبہ کی اور پھر ہوا میں پرواز کرتے ہوئے چلے گئے۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طریقت مکمل طور سے آئینہ دار

شریعت تھی۔ اگر آپ کسی کو خلاف شریعت عمل کرتے ہوئے دیکھتے تو اس کا حال باطن سلب کر لیتے۔ آپ فرماتے ہیں:

اے لوگو! اگر شریعت مطہرہ کا ادب نہ ہوتا تو میں تمہیں بتا دیتا کہ تم کیا کچھ کھاتے ہو اور کار خیر کرتے ہو۔ تم سب میرے سامنے عیاں ہو۔ تم سب میرے سامنے شیشہ کی مانند ہو۔ تمہارے اندر موجود ظاہری اور باطنی خطائیں میں ملاحظہ کرتا ہوں۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کے ایک بڑے بزرگ نے مشائخ بغداد سے حضور غوث اعظم کے بارے میں پوچھا۔ مشائخ نے فرمایا: حق تعالیٰ نے جس ولی کو جو مقام بھی عطا فرمایا، حضرت شیخ عبدالقادر کو اس سے بہتر اور اعلیٰ مقام عطا کیا اور اپنی محبت جس ولی کو بھی عطا فرمائی، حضرت شیخ کو اس سے اعلیٰ تر مقام محبت عطا فرمایا۔ شیخ عبدالقادر فرد احباب ہیں اور اپنے زمانے کے سب سے افضل غوث اور قطب ہیں۔

کہتے ہیں کہ غوث صمدانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے رباط میں مجلس وعظ وتذکیر آراستہ کر رکھی تھی اور تقریباً سو مشائخ زمانہ اس میں موجود تھے۔ ان میں شیخ علی بن ہیتی، شیخ بقا بن بطو، شیخ ابوسعید قیلوی، شیخ ابونجیب سہروردی جو شیخ شہاب الدین سہروردی کے چچا ہیں، شیخ قضیب البنان موسیٰ، شیخ ابو السعود، شیخ منصور بطائحی، شیخ حماد بن دباس، خواجہ یوسف بن ایوب ہمدانی جو خواجگان نقشبند کے پیر سلسلہ ہیں، شیخ عقیل، شیخ ابوالفراء مغربی، شیخ عدی بن مسافر، شیخ علی بن وہب سنجاری، شیخ موسیٰ بن یامین زاولی، شیخ احمد بن حسن رفاعی، شیخ عبدالرحمٰن طوبجی، شیخ مطر وجاگیر، شیخ ماجد کردی، شیخ ابومحمد بن عبدالمنصور بصری، شیخ ابوعمر مرزوق، شیخ سوید سنجاری، شیخ حیات قبش حرانی، شیخ مرسلان دمشقی، شیخ ابوالکریم الاکبر المعمر، شیخ ابوالعباس جوسقی صرصری، شیخ ابوالحکیم ابراہیم بن دینار، شیخ مکارم اکبری، شیخ صدقہ بغدادی، شیخ یحییٰ دوری مرتعش، شیخ سعدالدین ابراہیم بن ابوعبداللہ بن علی جوفی، شیخ ابوعبداللہ، شیخ ابوبکر الحافی المزین، شیخ جمیل، شیخ ابومحمد عبدالحق حریمی، شیخ ابوالبکتانی، شیخ

ابوحوض عمر بن ابی نصر الغزال، شیخ مظفر الحال محمد بن درمان قزوینی، شیخ ابوالعباس احمد بن غربی، شیخ ابوعبداللہ محمد المعروف الخاص، شیخ ابوعمر وعثمان بن احمد شوکی جو رجال الغیب سے ہیں، شیخ سلطان بن احمد المزین، شیخ ابوبکر بن عبدالمجید شیبانی، شیخ ابوالعباس احمد بن الاستاد، شیخ ابومحمد بن عیسیٰ المعروف بہ تام کوثر، شیخ مبارک بن علی الحلی، شیخ ابو البرکات بن معدن عراقی، شیخ عبدالقادر بن حسن بغدادی، شیخ ابوالمسعو د احمد بن ابوبکر عطاری، شیخ عبداللہ محمد الاذالی، شیخ ابوالعلی، شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ ابوالقاسم عمر بن مسعود بزار، شیخ ابوالسنا محمود بن بقال، شیخ عباد التواب، شیخ عبدالرحیم قبادی مغربی، شیخ ابوعمر وعثمان بن مروزہ، شیخ مکارم برخالقی، شیخ خلیفہ بن موسیٰ ملکی، شیخ ابوالحسن جوشقی، شیخ عبداللہ قریشی، شیخ ابوالبرکات بن صخر اموی، شیخ عبدالحق ابراہیم بن علی عرب، شیخ غوث وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ ان کے علاوہ اور بھی مشائخ کبار وہاں جمع تھے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر رسول پر وعظ فرمارہے تھے۔ دوران وعظ ہی آپ نے فرمایا: قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ ۔ میرا یہ قدم روئے زمین کے سارے اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔ حضرت شیخ علی بن ہیتی منبر پر آئے اور حضور غوث پاک کا قدم مبارک پکڑ کر اپنی گردن پر رکھ لیا اور حضرت کے دامن اقدس پر لوٹنے لگے۔ روئے زمین کے سارے اولیائے کرام نے گردن جھکادی۔ شیخ ابوسعید قیلوی فرماتے ہیں کہ جب حضرت شیخ عبداللہ القادر قدس سرہٗ نے فرمایا: قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کلی ولی اللہ تو اللہ جل مجدہٗ نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب اقدس پر تجلی فرمائی اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے دست اقدس پر جلوہ ریزی فرمائی۔ سارے ملائکہ مقربین، ہر شہر اور علاقے کے اگلے پچھلے اولیائے کرام نے، جو وہاں حاضر تھے، زندوں نے جسموں کے ساتھ اور مردوں نے اپنی روحوں کے ساتھ حضرت غوث اعظم کو خلعت پہنایا۔ حضرت کی مجلس میں ملائکہ اور رجال غیب موجود تھے اور ان کی صفیں فضاؤں میں بھی آراستہ تھیں۔ روئے زمین کے ہر ولی نے اپنی گردن جھکادی، کہتے ہیں کہ جس نے بھی گردن اطاعت خم نہ

کی، اس کی ولایت سلب ہوگئی۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کا دعوائے کمال، اللہ تعالیٰ کی بے انتہا عنایت اور حضرت رسالت پناہ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظیم حمایت اور فرزندی کی عظمت کے بغیر نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ سارے اولیائے کرام نے طاعت کی گردن خم کردی اور آپ کے فرمان کو قبول کرلیا اور کوئی دوسرا ولی اس مقام عظمت تک نہ پہنچ سکا۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے وہ جسے چاہے عطا کرے اور اللہ تعالیٰ عظیم فضل واحسان والا ہے۔

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ابتدائی عمر میں مشائخ زمانہ کہا کرتے تھے کہ اس عجمی جوان کا قدم سارے اولیا کی گردن پر ہوگا۔ بہت سے عظیم مشائخ نے سو سال پہلے سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت شان اور غرائب احوال کی خبر دی ہے۔ چنانچہ شیخ ابوبکر بن ہوار بطائحی قدس سرہٗ جو عزو اقتدار والے مشائخ کے پیشوا تھے۔ انہیں روشن کرامات اور ممتاز مقامات روحانی نصیب تھے۔ آپ خواب میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید ہوئے اور خرقۂ خلافت صدیقی حاصل کیا۔ آپ کا فرمان ہے کہ میں نے خدائے تعالیٰ سے عہد لیا ہے کہ جو شخص بھی میرے روضے میں آئے، اسے جہنم کی آگ نہ جلائے۔ آپ کی قبر اطہر بطائح میں بہت مشہور ہے۔ اگر کوئی شخص مچھلی کا گوشت آپ کے روضے کے نزدیک پکانا چاہے تو ہرگز نہ پکا سکے۔ آپ کہتے ہیں کہ عراق کے سات بزرگ اوتاد کے مرتبے پر فائز ہیں:

۱۔ حضرت معروف کرخی، ۲۔ حضرت امام احمد بن حنبل، ۳۔ حضرت بشر حافی، ۴۔ حضرت منصور بن عمار، ۵۔ حضرت جنید بغدادی، ۶۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستری، ۷۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

ایسے عظیم الشان بزرگ حضرت شیخ ابوبکر بن بزار بطائحی قدس سرہٗ سے لوگوں نے پوچھا کہ یہ شیخ عبدالقادر کون ہیں؟۔ آپ نے فرمایا: ایک شریف النسل عجمی ہے جو بغداد میں پیدا ہوگا۔ اس کا ظہور پانچویں صدی میں ہوگا۔

شیخ ابومحمد اسنجی جو شیخ ابوبکر بطائحی قدس سرہٗ کے مرید، بڑے ممتاز بزرگ

تھے۔ ممتاز خوارق عادات اور روشن مقامات رکھتے تھے۔ جن کی قبر اطہر بطائح کے ایک دیہات حدادیہ میں ہے، وہ فرماتے ہیں: شیخ عبدالقادر ایسے بزرگ ہوں گے جن کی افعال اور اقوال میں پیروی کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی برکت سے خلق کثیر کو عالی مراتب عطا فرمائے گا اور قیامت کے دن آپ کے ذریعے دوسری امتوں کے سامنے فخر ومباہات کا اظہار فرمائے گا۔

حضرت غوث الثقلین خود ارشاد فرماتے ہیں: "ہر ولی میرے قدم پر ہوگا اور میں اپنے جد کریم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک قدموں پر ہوں۔ میرے جد کریم جو قدم اٹھاتے ہیں، میں اس جگہ اپنے قدم رکھتا ہوں سوائے قدم نبوت کے کہ اس جگہ غیر نبی کی گنجائش نہیں ہے"۔ اور یہ ارشاد غوثیہ آپ کے مرتبہ کمال ولایت اور کامل اتباع مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کی جانب اشارہ ہے۔

حضرت شیخ شریف خضر حسینی موصلی سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے اپنے والد ماجد سے سنا، فرمایا کرتے تھے کہ میں نے تیرہ سال حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت کی۔ اس دوران میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضرت کے جسم اقدس پر کبھی بھی مکھی بیٹھی ہو یا وہاں کہیں اس نے بیٹ کی ہو۔ سارے مشائخ وقت حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہٗ سے شرف نیاز رکھتے تھے۔ حضرت امام عبداللہ یافعی فرماتے ہیں کہ یمن کے بیشتر مشائخ نے بارگاہ غوث اعظم سے اپنی نسبتیں درست رکھی ہیں۔ خواجہ معین الدین چشتی، شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہما نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ اقدس سے وابستہ ہوکر باطنی فیض اور طمانیت حاصل کی ہے۔

منقول ہے کہ لوگوں نے حضرت شیخ عقیل کے سامنے ذکر کیا: حضرت شیخ عبدالقادر جیسے عجمی کا نام بغداد میں بہت مشہور ہوگیا ہے۔ حضرت شیخ عقیل نے فرمایا: ان کا شہرہ تو زمین سے زیادہ آسمان میں ہے۔ شیخ ابوالخیر مغربی جو مغرب کے بہت ممتاز شیخ ہیں، ان کے بعض رفقا نے ذکر کیا کہ ہم لوگ بغداد جارہے ہیں، حضرت

کیا فرماتے ہیں؟ حضرت شیخ ابوالخیر مغربی نے فرمایا: جب بغداد پہنچنا تو حضرت شیخ عبدالقادر کی صحبت سے جدا نہ ہونا۔ بخدا پورے عجم میں ان کے جیسا کوئی شیخ نہیں پیدا ہوا۔ سرزمین بغداد ان کی وجہ سے زمین مغرب کے سامنے فخر کا اظہار کرتی ہے۔ آپ کا علم وکمال دنیا کے سارے اولیائے کرام کے علم وکمال سے بڑھ کر ہے۔ جب ان کی خدمت میں پہنچنا، میرا سلام عرض کرنا اور کہہ دینا کہ مجھے اپنی دعاؤں میں فراموش نہ کریں۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود فرمایا کہ میں نے سالہا سال عراق کے جنگلوں میں برہنہ قدم سیاحت کی ہے۔ چالیس سال عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی ہے۔ پندرہ سال تک نماز عشا ادا کرنے کے بعد ایک قدم پر کھڑے ہوکر فجر تک پورا قرآن پاک ختم کیا ہے۔ ایک رات نفس نے نیند کی طرف توجہ دلائی اور کہا کہ اگر ایک لحہ سو لیتے تو کیا حرج تھا۔ میں نے اس بات پر دھیان نہیں دیا اور وہیں ایک قدم پر کھڑے ہوکر قرآن حکیم مکمل کیا۔ نیند متشکل ہوکر میرے سامنے آتی اور میں غضبناک ہوکر اسے ایک تھپڑ رسید کرتا، وہ دفعہ ہوجاتی۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں عراق کے جنگل میں چالیس دن تک مسلسل روزے سے رہا۔ گیارہ سال تک برج عجمی میں ٹھہرا رہا۔ میری طویل اقامت کے سبب اسے برج عجمی کہنے لگے۔ حضرت غوث پاک کے شہزادے حضرت شیخ عبدالرزاق قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھے ایک اتنا طویل کاغذ دیا گیا کہ اس میں قیامت تک آنے والے میرے اصحاب ومریدین اور وابستگان سب کے نام لکھے ہوئے تھے۔ حکم ربی ہوا کہ ان سب کا معاملہ میں نے تجھے سونپا۔

منقول ہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میرے رب کی عزت وجلال کی قسم! میں اپنے پروردگار کے سامنے سے رخصت نہیں ہوں گا جب تک کہ میرا پروردگار میرے مریدین کو جنت میں داخل نہ فرمادے گا۔ اگر میرا مرید مشرق میں ہو اور وہ بے ستر ہوجائے تو میں مغرب سے آکر مشرق میں اس کی پردہ

پوشی کروں گا۔

حضرت شیخ عمران سے منقول ہے کہ میں نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کیا: اگر کوئی شخص حضرت کا مرید نہ ہوا اور اس نے آپ کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا ہو اور آپ کا خرقہ خلافت نہ پہنا ہو، آیا اسے حضرت کے اصحاب اور نیاز مندوں میں شمار کیا جائے گا یا نہیں؟ حضرت غوث پاک نے فرمایا: جو شخص خود کو مجھ سے منسوب کرے گا اسے حق تعالیٰ قبول فرمائے گا اور اس کے گناہ معاف فرمائے گا۔ وہ میرے اصحاب میں سے ہے۔

حضرت شیخ عمر بزار سے منقول ہے کہ حضرت غوث اعظم نے ارشاد فرمایا: حسین منصور حلاج سے لغزش ہوئی۔ ان کے زمانے میں کوئی نہ تھا جو اُن کی دستگیری کرتا۔ اگر میں اس زمانے میں ہوتا تو ضرور ی دستگیری کرتا۔ جو شخص میرا مرید ہوگا اور اس کے قدم بہکیں گے تو میں قیامت تک اس کی دستگیری کروں گا۔

بشارت ہو اسے جس کے پیر شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور جس کے امام مجتہد مذہب ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں اور جس کے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں۔ نہایت خوش حال ہے وہ سعادت مند اور نیک بخت جسے یہ سعادت عظمیٰ نصیب ہو اور اس نے ان بارگاہوں میں نسبت ارادت و بندگی درست کر رکھی ہو۔ یہ کمترین [سید معین الحق] بھی اس درگاہ کا ادنیٰ غلام اور نیاز مند ہے۔ امید ہے کہ حضرت پیر دستگیر غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توجہ کرم سے دنیا اور آخرت میں نجات پا جائے گا اور درگاہ والا جاہ کے منسوبین میں شمار ہوگا۔

منقول ہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جو مسلمان میرے مدرسے کے پاس سے گذر جائے، اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے۔ دوسرے دن فرمایا: جس نے مجھے ایک بار دیکھا ہے، اس سے قبر اور قیامت کا عذاب ہلکا کر دیا جائے گا۔ کہتے ہیں کہ ایک آدمی ہمدان سے حضرت غوث اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: میرے باپ کا انتقال ہو گیا ہے۔ میں نے انہیں خواب میں دیکھا۔

انہوں نے مجھ سے کہا: قبر میں مجھ پر عذاب ہو رہا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر کی خدمت میں جاؤ اور دعا کی گذارش کرو۔ آپ نے فرمایا: وہ کسی وقت میرے مدرسے کے پاس سے گذرے ہیں؟ جوان نے کہا: ہاں! حضرت خاموش ہو گئے۔ دوسرے دن وہ آدمی پھر آیا اور عرض کی: میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا کہ خوش وخرم ہیں اور سبز رنگ کی خلعت پہن رکھی ہے۔ کہہ رہے تھے کہ عذاب مجھ سے اٹھالیا گیا اور یہ خلعت حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہٗ کی دعا کی برکت سے مجھے ملی ہے۔ تم پر لازم ہے کہ ہمیشہ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر رہو۔ نہایت سعادت مند ہے وہ نگاہ جس نے حضرت غوث پاک کے جمال جہاں آرا کی زیارت کی اور دولت مند ہے وہ کان جس نے آپ کی مبارک آواز سنی اور خوش نصیب ہے وہ شخص جو آپ کے مدرسہ کے پاس سے گذرا۔

شیخ علی بن ہیتی کہتے ہیں: میں نے کسی طبقہ اور جماعت کو شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طبقہ اور جماعت سے زیادہ بابرکت نہیں دیکھا اور کوئی دن اس دن سے زیادہ بابرکت نہ دیکھا جب میں آپ کے جمال آرا چہرے کی زیارت کرتا ہوں۔ ایک یمنی بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ عبدالقادر کی زیارت کے بعد یقین کر لیا کہ میں روئے زمین کی سب سے بہترین مخلوق کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں۔ شیخ عمر مرزوق کہتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر ہمارے شیخ و امام اور سردار ہیں۔ اس زمانے میں جو بھی راہ الٰہی میں قدم رکھتا ہے اور اسے بارگاہ الٰہی سے حال و مقام عطا ہوتا ہے، ان سب کے امام شیخ عبدالقادر ہیں۔ حق تعالیٰ نے اولیائے وقت سے وعدہ لیا ہے کہ شیخ عبدالقادر کی عظمت کو قبول کریں۔ بارگاہ رسالت سے جو فیض بھی اصحاب بلکہ سارے اولیاء اللہ کو پہنچتا ہے، ان سب کی اطلاع حضرت غوث اعظم کو رہتی ہے لیکن کسی کو حضرت شیخ کے واقعی مرتبے کی اطلاع نہیں ہے کہ آپ کس بلند مقام پر فائز ہیں۔ راہ طریقت میں سوائے خدا اور رسول جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ آپ کسی کے محتاج نہیں اور کسی کو آپ سے کوئی مناسبت نہیں۔ حضرت غوث اعظم رضی

اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں چاہتا ہوں کہ صحرا میں جا کر اکیلا رہوں لیکن حق تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی منفعت مجھ سے وابستہ کر رکھی ہے۔ اب تک لاکھوں لوگ میرے ہاتھ پر توبہ کر چکے ہیں۔

حضرت شیخ ابو محمد محلی کہتے ہیں کہ ایک دن میں بغداد میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ ایک مدت تک آپ کی خدمت میں حاضر رہا۔ جب مصر واپس ہونے کا ارادہ کیا تو دستور کے مطابق حضرت سے اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا: کبھی کسی سے کوئی چیز نہ مانگنا۔ اپنی مبارک انگلی میرے منہ میں ڈالی اور فرمایا: اسے چوس لو۔ آپ نے دوبارہ ایسا ہی فرمایا۔ چنانچہ میں نے ویسا ہی کیا۔ بغداد سے لے کر مصر تک راستے میں کھانے پینے کی قطعاً ضرورت محسوس نہیں ہوئی اور رزق بڑھتا گیا۔

حضرت شیخ ابوالمظفر اسماعیل سے منقول ہے کہ جس وقت شیخ علی بن ہیتی بیمار ہوئے تو حضرت غوث اعظم ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اس جگہ کھجور کے دو درخت سوکھے پڑے تھے اور چار سال سے بالکل پھل نہیں دیا تھا۔ حضرت غوث اعظم ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے، وہ فوراً سرسبز وشاداب اور پھل دار ہو گیا۔

منقول ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری بیوی حاملہ ہے اور بیٹے کی آرزو ہے۔ آپ نے فرمایا: بیٹا تولد ہوگا۔ جب اس کے گھر ولادت ہوئی تو بیٹی پیدا ہوئی۔ وہ اسے لے کر بارگاہ غوثیت میں حاضر ہوا کہ حضور! یہ تو بیٹی پیدا ہوئی۔ آپ نے فرمایا: گھر جاؤ اور اسے پھر دیکھو کیا نکلتی ہے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا تو اسی وقت وہ لڑکی لڑکا ہو گئی۔

حضرت شیخ ابوالمسعود سے منقول ہے کہ حضرت غوث صمدانی فرماتے ہیں: چاند اور سورج اس وقت تک نہیں نکلتے جب تک مجھے سلام نہ کر لیں اور سال، مہینہ ہفتہ اور دن حاضر ہو کر مجھے سلام پیش کرتے ہیں اور ان میں جو خیر و شر مقدر ہوتا ہے،

اس کی مجھے خبر دیتے ہیں۔ شاہزادۂ غوث اعظم حضرت شیخ سیف الدین عبدالوہاب قدس سرہٗ فرماتے ہیں: ہر مہینہ تمہارے روبرو ہونے سے پہلے میرے والد ماجد کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے۔ اگر اس میں سختی اور تباہی مقدر ہوتی ہے تو مکروہ صورت میں حاضر ہوتا ہے اور نعمت اور خیر مقدر ہوتا ہے تو اچھی صورت میں حاضر ہوتا ہے۔

جمعہ کا دن تھا اور جمادی الآخرہ ۵۶۰ھ کی پہلی تاریخ۔ مشائخ کی ایک جماعت حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں موجود تھی کہ ایک خوبصورت جوان رعنا حاضر ہوا، عرض کی: السلام علیک یا ولی اللہ: میں رجب کا مہینہ ہوں۔ میں آپ کی خدمت سلام وتحیت پیش کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں، مجھ میں کوئی بدی اور سختی مقدر نہیں ہے۔ اور واقعی اس ماہ رجب میں خیر اور بھلائی کے سوا لوگوں نے کچھ نہ دیکھا۔ جب یکم رجب اتوار کا دن آیا تو ایک مکروہ صورت شخص حاضر ہوا اور عرض کی: السلام علیک یا ولی اللہ! میں شعبان کا مہینہ ہوں۔ آپ کی خدمت میں سلام وتحیت کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ مجھ میں تباہیاں مقدر ہیں۔ بغداد میں کثرت سے لوٹ واقع ہوگی۔ حجاز میں گرانی اور مہنگائی رہے گی اور خراسان میں قتل وغارت گری اور کشت وخون ہوگا۔ چنانچہ جب وہ شعبان کا مہینہ آیا تو اس نے جہاں جس تباہی کی خبر دی تھی، وہی واقع ہوئی۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ شعبان میں چند دن بیمار رہے۔ سنیچر کا دن تھا۔ دسویں شعبان کی رات تھی۔ مشائخ کا ایک طبقہ حاضر خدمت تھا جیسے حضرت شیخ علی ہیتی اور شیخ نجیب الدین سہروردی وغیرہ۔ ایک شخص مکمل وقار اور تمکنت کے ساتھ حاضر خدمت ہوا اور عرض کی: السلام علیک یا ولی اللہ! رمضان کا مہینہ ہوں۔ آپ کی خدمت میں سلام وتحیت پیش کرتا ہوں اور بہت معذرت کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ اس ظاہری دنیا میں میری آپ کے ساتھ آخری ملاقات ہے۔ میں آپ کو الوداع کہتا ہوں پھر لوٹ گیا۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگلے سال ربیع الآخر کے مہینے میں رحمت حق سے جا ملے۔ پھر آپ کو رمضان شریف میسر نہ آیا۔

منقول ہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال مبارک سنیچر کی شب بعد نماز عشا ۸ر یا ۹ر ربیع الآخر ۵۶۱ھ کو ہوا۔ بعض لوگ تاریخ وصال ۱۱ر ربیع الآخر کہتے ہیں اور ایک روایت ۱۷ر ربیع الآخر کی بھی ہے۔ لیکن صحیح قول ۹ر ربیع الاخر ہے۔ حضرت کی عمر شریف پہلے قول کے مطابق نوے سال سات مہینے نو دن ہے۔ دوسری روایت کے مطابق نواسی سال سات مہینے نو دن ہوتی ہے۔ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس مبارک ہندوستان میں ۱۱ر تاریخ کو منعقد ہوتا ہے اور بعض لوگ ۱۷ر تاریخ کو مناتے ہیں[۲]

کہتے ہیں کہ وصال کے دن سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صاحبزادگان کو بلا کر وصیت فرمائی: علیك بتقوی اللہ و طاعته ۔ تم پر اللہ سے ڈرتے رہنا اور اس کی اطاعت لازم ہے، جو خالص اس کی رضا کے لیے ہو و لا تخف احد و لا تبغ۔ اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرو نہ اس کے سوا کسی سے امید رکھو۔ و کل الحوائج الی اللہ کلها و اطلبو منه۔ ساری ضرورتیں اور حاجتیں اللہ کے سپرد کر دو اور اسی سے اپنی حاجتیں طلب کرو۔ و لا تثق باحد سو اللہ ۔ اللہ کے سوا کسی پر اعتماد مت کرو۔ والتو حید خنالتو حید و علیه اجماع الکل ۔ توحید کو مکمل طور سے لازم پکڑلو۔ اس کی سخت تاکید ہے۔ سارے مشائخ اور سادات کا توحید کو مضبوطی سے تھامے رہنے پر اتفاق ہے۔

اس کے بعد اپنے شہزادگان کو جو آپ کے اردگرد حاضر تھے، فرمایا: اٹھو، جگہ دو، ان کا ادب بجالاؤ کہ اللہ کی عظیم رحمتیں نثار ہو رہی ہیں۔ ان کا خیال کرو۔ کبھی فرماتے: علیکم السلام و رحمة للہ۔ ایک شبانہ روز یہ کلمات بہت فرماتے: انالا ابالی بشئی و لا بملك الموت۔ مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں، نہ ملک الموت کی۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار اقدس شہر بغداد کے اسی مدرسہ باب الازج میں واقع ہے جسے حضرت شیخ ابو سعید مخزومی قدس سرہ نے اپنی حیات میں ہی آپ کو عطا فرما دیا تھا۔ آپ کی قبر اطہر کو اللہ تعالیٰ نے بہت بابرکت رکھا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے آپ کو حیات ظاہری میں بھی ساری کائنات پر تصرف کا حق دے

رکھا تھا اور رحلت کے بعد بھی اپنی قبر اطہر سے آپ باذن اللہ سارے عالم میں تصرف فرماتے ہیں۔ چنانچہ حضرت امام عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شیخ صاحب ولایت ہو، وہ بغداد مقدس میں داخل ہو اور محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کی زیارت نہ کرے، اس کی ولایت سلب ہو جاتی ہے۔

شہزادگان غوث اعظم، حضرت شیخ عبدالوہاب اور شیخ عبدالرزاق سے منقول ہے کہ ایک دن والد بزرگوار مدرسہ باب الازج میں دودھ پی رہے تھے۔ اچانک دودھ پینا چھوڑ کر غائب ہو گئے اور دیر تک غائب رہے۔ اس کے بعد حاضر ہو کر فرمایا: میرے دل پر علم لدنی کے ستر دروازے کھل گئے جس میں سے ہر دروازے کی وسعت آسمان و زمین کی وسعت کے برابر ہے۔ ایک دن فرمایا: مشرق و مغرب، سمندر اور شہد کی مکھی تک نے مجھے تسلیم کر لیا۔ ایسا کوئی ولی نہیں ہے جس نے اس وقت میری قطبیت تسلیم نہ کی ہو۔

شیخ عمر بزار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی مصیبت میں مجھ سے مدد چاہی، میں اس کی مصیبت کو دور کروں گا اور جس نے کسی شدت اور پریشانی کے وقت مجھے میرے نام سے پکارا، میں اسے اس شدت سے نجات دلاؤں گا۔

شیخ صریفی اور شیخ ابو محمد عبدالحق نے بیان فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ ۳ر صفر منگل کے دن میں حضرت غوث الثقلین کے مدرسہ میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ حضرت غوث اعظم نے اٹھ کر دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ایک بلند اور ہیبت ناک نعرہ لگایا اور اپنی ایک کھڑاؤں کو جو قدم مبارک میں تھی، ہوا میں اچھال دیا اور وہ نگاہوں سے غائب ہو گئی۔ اس کے بعد دوسری کھڑاؤں بھی ہوا میں اچھال دی اور وہ بھی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ اس کے بعد آپ اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ آپ سے اس بارے میں کچھ دریافت کرے۔ تیس دن کے بعد بلاد عجم سے ایک قافلہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا جو اپنے ساتھ

ایک من ریشم، از خز کے کپڑے، کچھ زر و جواہر اور حضور غوث پاک کی نعلین مبارک لے کر آئے تھے۔ یہ سب انہوں نے حضور غوث پاک کی خدمت میں نذر کیے۔ حضرت غوث اعظم نے دریافت فرمایا کہ تمہیں یہ نعلین کہاں ملیں؟ انہوں نے بتایا کہ منگل کا دن تھا، صفر کا مہینہ۔ ہم لوگ راستے میں تھے۔ اچانک ڈاکو آ گئے اور قافلہ کو لوٹنے لگے اور بعض لوگوں کو قتل کر دیا۔ سارا مال لے کر وہ ایک وادی میں اتر گئے اور مال تقسیم کرنے لگے۔ ہم نے کہا: ہم اس مصیبت کے وقت میں حضرت شیخ عبدالقادر کو یاد کرتے ہیں۔ جیسے ہی ہم نے حضرت شیخ کو پکارا، اسی وقت ہم نے دو بلند و بالا نعرے سنے جس نے اس پوری وادی کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ ہم نے دیکھا کہ ڈاکو سخت پریشان اور مضطرب ہو گئے پھر عاجز و درماندہ ہو کر ہمارے پاس آئے۔ ہم نے سمجھا رہزنوں کے دوسرے گروہ نے ان پر حملہ کر دیا۔ پھر انہوں نے ہم سے کہا: آؤ اور اپنا مال لے لو۔ دیکھو ہم پر کیا مصیبت ٹوٹی ہے ہم گئے اور دیکھا کہ ان کے دو سردار مرے پڑے ہیں اور یہ نعلین ان کے پاس پڑی ہوئی ہے۔ پس انہوں نے ہمارا مال واپس کر دیا اور کہنے لگے یہ ایک عظیم واقعہ ہے۔

منقول ہے کہ ایک شخص حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: میری ایک بیوی ہے جس کو مرگی کی بیماری ہے۔ سارے جادوگر اور معالج اس کے علاج سے عاجز ہیں۔ حضرت قطب ربانی غوث صمدانی نے فرمایا: اگر اسے پھر مرگی کا دورہ آئے تو اس کے کان میں کہہ دینا: اے حانث! شیخ عبدالقادر بغداد میں تشریف رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم دوبارہ نہ آنا ورنہ تجھے ہلاک کر دوں گا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت کے ارشاد کے مطابق میں نے عمل کیا۔ اس کی بیوی پر پھر کبھی مرگی کا دورہ نہ پڑا۔ حضرت امام یافعی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد چالیس سال تک حضرت شیخ عبدالقادر کی حیات مبارکہ میں بغداد میں کسی کو مرگی کا عارضہ نہ ہوا۔ حضرت کے وصال کے بعد لوگوں کو مرگی کے دورے پڑتے تھے۔

ایک دن ایک بڑھیا حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت

میں حاضر ہوئی۔ اپنے بیٹے کو بھی ساتھ لائی تھی۔ بوڑھی عورت کہنے لگی کہ میرا بیٹا حضرت والا سے کافی گہرا قلبی تعلق رکھتا ہے۔ اس کے سلسلے میں خدا کے واسطے اپنے حق سے دست بردار ہوتی ہوں۔ حضرت نے اسے قبول کر کے ریاضت و مجاہدے میں مشغول کر دیا۔ چند دن کے بعد وہ بوڑھیا اپنے بیٹے کے پاس آئی تو دیکھا کہ وہ جو کی روٹی کھا رہا ہے اور کم کھانے اور شب بیداری کی وجہ سے بہت دبلا اور کمزور ہو گیا ہے۔ وہاں سے اٹھ کر حضرت غوث اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ دیکھا کہ وہاں ایک طبق پڑا ہے۔ اس میں مرغ کی ہڈیاں رکھی ہوئی ہیں جسے حضرت نے تناول فرمایا تھا۔ بڑھیا نے حضرت سے عرض کیا: خوب! آپ تو مرغ کا گوشت تناول فرما رہے ہیں اور میرا بیٹا جو کی روٹی کھا رہا ہے؟ حضرت غوث اعظم نے ان ہڈیوں پر اپنا دست مبارک رکھ کر فرمایا: قومی باذن اللذی یحی العظام وهی رمیم ۔ تو اس اللہ کے حکم سے زندہ ہو جا جو بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ فرماتا ہے۔ وہ مرغ بانگ دیتے ہوئے زندہ ہو گیا۔ حضرت غوث اعظم نے اس بڑھیا سے فرمایا: تیرا بیٹا جس وقت اس مقام پر پہنچ جائے گا، جو چاہے گا کھائے گا۔

جاننا چاہیے کہ آفتاب شریعت، ماہتاب طریقت، پیشوائے حقیقت، مقتدائے معرفت، محبوب سبحانی، قطب ربانی کا مرتبہ تحریر و تقریر کی وسعت سے سوا ہے۔ مجھ فقیر جیسے ہزار آپ کے مراتب بیان کرنے سے عاجز رہیں گے۔ یہاں جو کچھ تحریر ہوا، وہ ہزار میں سے ایک اور بے شمار میں سے تھوڑا ہے۔ حضرت والا کا کمال رتبہ جاننے کے لیے بس اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ آپ اس جماعت کے سردار ہیں جسے اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے۔

حضرت شیخ جمال العارفین ابو محمد بن عبداللہ بصری سے منقول ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت میر خواجہ خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو میں عرض کی کہ اولیائے حق کا کوئی عجیب واقعہ بیان کیجئے جو آپ کے ساتھ گذرا ہو۔ حضرت خضر نے فرمایا: ایک مرتبہ میں سمندر کے کنار موجود تھا اور بحر محیط [Atlantic Ocean] سے گذر

رہا تھا۔ وہاں آدمیوں کی کوئی گذرگاہ نہیں تھی۔ اچانک میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ کمبل اوڑھ کر سو رہا ہے۔ مجھے یہ خیال گذرا کہ خدا کا کوئی ولی ہے۔ میں نے اس سے کہا: اے بندۂ خدا! اٹھ اور خدا کی عبادت کر۔ اس نے کہا: اے ابوالعباس! ہم دونوں کو اپنے اپنے کام میں مشغول رہنا چاہئے۔ میں نے کہا: تم نے مجھے کیسے پہچانا؟ اس کے بعد اس شخص نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا: آپ بتائیں میں کون ہوں؟ تب میں نے اپنے رب سے مناجات کی کہا: اے رب! میں باقی سارے اولیائے کرام کو تو پہچانتا ہوں لیکن تیرے اس بندے کو نہیں پہچانتا۔ میں نے ایک آواز سنی: اے ابوالعباس! تو نقیب اولیا ہے۔ جو لوگ مجھے دوست رکھتے ہیں تو انہیں پہچانتا ہے۔ لیکن یہ شخص اس جماعت سے تعلق رکھتا ہے جسے میں دوست رکھتا ہوں۔ اس شخص نے میری طرف رخ کر کے کہا: ابوالعباس! آپ نے سنا۔ میں نے کہا: اے شخص! میرے حق میں دعا کر۔ اس نے کہا: میں آپ سے دعا کا خواستگار ہوں۔ میں نے کہا: آپ کو دعا کرنی ہی ہوگی۔ اس نے دعا کی: وفرك نصيبك منه۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی عنایات کا وافر حصہ عطا فرمائے۔ میں نے کہا: اور دعا کرو۔ پھر وہ شخص فوراً میری نگاہ سے غائب ہو گیا جبکہ کسی ولی کے لیے ممکن نہیں ہے کہ میری نگاہ سے غائب ہو جائے۔

پھر اس جگہ سے آگے بڑھا۔ ایک بہت ہی بلند و بالا ریت کے ٹیلے پر ایک روشنی دیکھی جو نگاہوں کو خیرہ کر رہی تھی۔ وہاں دیکھا کہ ایک عورت کمبل اوڑھے سو رہی ہے بالکل اسی مرد بالا پوش کی طرح، میں نے اسے یکبارگی بیدار کرنا چاہا تو ایک آواز آئی: ایسے لوگوں کے ساتھ مؤدب رہو جنہیں میں دوست رکھتا ہوں۔ پس میں تھوڑی دیر بیٹھا رہا، یہاں تک کہ وہ خاتون بیدار ہو گئی۔ بیدار ہوتے ہی اس نے پڑھا: الحمد لله الذی احیانی بعدما اماتنی والیه النشور۔ حمد ہے اس اللہ رب العزت کے لیے جس نے مجھے عارضی موت [نیند] کے بعد نئی زندگی عطا فرمائی اور اسی کی جانب دوبارہ زندہ ہو کر جانا۔ الحمد لله الذی انشأنی برّا و حشنی خلقة۔ حمد ہے اس خدا کی جس نے مجھے گناہوں سے بچاتے ہوئے میری تربیت فرمائی اور مخلوق سے بے نیاز

رکھا۔ اس کے بعد اس خاتون نے مجھ سے کہا: اے ابوالعباس! اگر منع کرنے سے پہلے ادب ملحوظ رکھتے تو بہتر ہوتا۔ میں نے کہا: تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں تم اس مرد بالا پوش کی اہلیہ معلوم ہوتی ہو۔ اس نے کہا: ہاں! یہاں ایک ابدال عورت کا انتقال ہو گیا تھا۔ حق تعالیٰ نے اس کی تجہیز و تکفین کے لیے مجھے یہاں بھیجا ہے۔ جب میں اسے غسل اور کفن دے کر فارغ ہوئی تو اسے آسمان پر اٹھا لے گئے۔ حضرت خضر فرماتے ہیں: میں نے اس سے کہا: میرے حق میں دعا کرو۔ اس نے کہا: اے ابوالعباس! میں آپ سے دعا کی خواستگار ہوں۔ میں نے کہا تمہیں دعا کرنی ہی ہوگی۔ اس نے کہا: وفرك الله نصيبك منه۔ میں نے کہا: اور دعا کرو اس نے کہا اگر میں نظر سے اوجھل ہو جاؤں تو آپ مجھے ملامت نہ کریں۔ پھر فوراً میں نے اس کو دیکھا تو وہ موجود نہ تھی۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا: اس گروہ احباب الٰہی کا کوئی سردار بھی ہوتا ہے، جن سے یہ رجوع کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے پوچھا: ہمارے زمانے میں ان کا سردار کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: اس زمانے میں ان کے شیخ اور امیر حضرت شیخ عبدالقادر ہیں۔ آپ انہیں افراد میں سے ہیں۔ اس طبقے کے بارے میں اس فقیر کاتب الحروف نے یہ شعر عرض کیا ہے۔

اے خوش آں کس کہ یار عشق اوست
عاشق یار خویش جملہ جہاں ست

کس قدر خوش نصیب ہے وہ شخص کہ خود محبوب اس کا عاشق ہو جائے۔ اپنے محبوب کی عاشق تو ساری کائنات ہے۔ یہ مرتبہ محبوبیت سارے مراتب سے بالاتر ہے۔

صاحب فتوحات لکھتے ہیں کہ افراد، اولیا کی وہ جماعت ہے جو قطب کے دائرے سے باہر ہوتے ہیں۔ بعثت سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی فردیت کے طبقے میں تھے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ احوال و کرامات جو تحریر کیے گئے، وہ ہزار میں ایک اور بے شمار میں سے چند ہیں۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ نفحات الانس میں حضرت امام عبداللہ یافعی علیہ الرحمہ کی تاریخ سے نقل

کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات بے حد اور بے شمار ہیں۔ بزرگ ائمہ نے ہمیں اطلاع دی ہے کہ حضرت غوث اعظم کی کرامات حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ اس پر سب کا اتفاق و اجماع ہے کہ جتنی کراماتیں حضرت غوث اعظم سے صادر ہوئی ہیں، اتنی دوسرے مشائخ سے ظاہر نہ ہوئیں۔ اگر حضرت کی حیات مبارکہ اور بعد وصال ہونے والی کرامتوں کو یکجا کیا جائے تو ایک ضخیم ترین دفتر تیار ہو جائے گا۔ اس وجہ سے یہاں اختصار کو ملحوظ رکھا گیا۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو بھی خوارق عادات اور کرامات صادر ہوئیں، وہ درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ ہیں۔ یہ بھی حضور غوث پاک کی برکت ہے کہ حضرت ملا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ نے تحریر فرمایا ہے۔

از ولی خارقے کہ مسموع است
معجزہ آن نبی متبوع است

ولی کی کی ہر کرامت، اس آقائے دو جہاں، نبی کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔

اس کمترین قادری نے جس رات حضرت پیر دستگیر غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر جمیل لکھنا شروع کیا، تو خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ میں بغداد مقدس میں ہوں۔ حضور غوث پاک کے گنبد میں حضرت امام موسیٰ کاظم اور حضرت غوث اعظم مصروف گفتگو ہیں۔ یہ میری سعادت مندی کہ اس عظیم شرف سے مشرف ہوا۔ اس فقیر کو یقین ہو گیا کہ اس کتاب کی تصنیف بارگاہ غوث میں مقبول ہو چکی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

حضرت غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دس شاہزادے ہیں[۳]

ان میں سب سے بڑے شاہزادے حضرت سیف الدین عبدالوہاب قادری قدس سرہ ہیں۔ آپ نے ظاہری اور باطنی علوم اپنے والد بزرگوار سے حاصل

کیے۔ سارے علوم ظاہری و باطنی پر آپ کو مکمل دسترس تھی۔ حضور غوث پاک کے مدرسے میں آپ وعظ فرماتے اور خلق خدا آپ کے فیض صحبت سے بہرہ مند ہوتی۔ حضرت شیخ عبدالوہاب قدس سرہ سے منقول ہے، فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے بلاد عجم کا سفر کیا اور بہت سارے علوم و فنون حکمت حاصل کر کے بغداد مقدس واپس آیا اور والد بزرگوار سے اجازت چاہی کہ آپ کی موجودگی میں، میں وعظ کہوں۔ حضرت نے اجازت مرحمت فرما دی۔ میں نے منبر رسول پر حاضر ہو کر مختلف علوم و فنون پر وعظ کہا۔ کسی کے دل میں اس وعظ کا اثر نہ ہوا اور کسی کی آنکھیں اشکبار نہ ہوئیں۔ اہل محفل نے والد ماجد سے درخواست کی کہ حضرت وعظ فرمائیں۔ میں منبر سے نیچے اتر آیا اور حضرت والا منبر رسول پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا: شجاعت اور صبر بس ایک لمحے کی چیز ہے۔ صرف اسی جملے کو سنتے ہی سامعین کی فریاد و فغاں اور آہ و بکا کا شور اٹھا۔ میں نے حضرت والد ماجد سے اس کا راز دریافت کیا تو فرمایا: تو خود اپنے آپ گفتگو کرتا ہے اور میں کسی اور کے کہنے سے بولتا ہوں۔

حضرت شیخ عبدالوہاب قدس سرہ کی ولادت ۵۱۲ھ میں ہوئی اور وصال ۲۵ رشوال ۶۰۳ھ کو ہوا۔[۴] مزار مبارک بغداد مقدس میں ہے۔ حضرت شیخ عبدالوہاب کے دو صاحبزادے تھے: شیخ ابوالمنصور، شیخ ابوالفتح سلیمان قدس سرہ۔ یہ دونوں حضرات عالم و کامل تھے۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوسرے شاہزادے شیخ شرف الدین عیسیٰ قدس سرہ ہیں۔ آپ کا لقب عبدالرحمٰن ہے۔ سارے علوم اپنے والد ماجد سے حاصل کیے۔ حضرت والد ماجد کے وصال کے بعد حدیث و فقہ کا درس دیتے اور وعظ فرماتے۔ حقائق و معارف پر مشتمل علم تصوف کی اہم ترین کتاب، کتاب الاسرار آپ ہی کی تصنیف ہے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب فتوح الغیب آپ ہی کی خاطر تصنیف فرمائی۔ حضرت شیخ شرف الدین عیسیٰ کا وصال ۵۷۳ھ میں مصر میں ہوا۔[۵]

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تیسرے شاہزادے شیخ شمس الدین عبدالعزیز قدس سرہٗ ہیں جن کی کنیت ابوبکر ہے۔ آپ نے بھی ظاہری اور باطنی علوم اپنے والد بزرگوار سے حاصل فرمائے۔ بہت سے لوگوں نے آپ کی صحبت بابرکت سے فیض حاصل کیا۔ آپ سنجاب تشریف لے گئے اور وہیں سکونت پذیر ہو گئے۔[۶]

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چوتھے شاہزادے شیخ سراج الدین عبدالجبار قدس سرہٗ ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالفرج اور عبدالرحمٰن ہے۔ سارے علوم اپنے والد ماجد سے حاصل کئے۔ آپ عراق کے مفتی تھے۔ آپ کو سارے علوم پر قدرت تامہ حاصل تھی۔

رسالہ جلاء الخواطر آپ کا جمع فرمودہ ہے جس میں آپ کے والد بزرگوار کے ملفوظات جمع ہیں۔ انہیں آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے قلم بند فرمایا ہے۔ آپ کو والد ماجد سے خصوصی ارادت حاصل تھی۔ آپ نے جلاء الخواطر میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: طبیعتیں حرف طمع کی طرح خالی ہیں۔ آپ کا مزار مبارک بغداد شریف میں ہے۔[۷]

حضرت غوث اعظم کے پانچویں شاہزادے حضرت شیخ تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق قدس سرہٗ ہیں۔ آپ باکمال اولیائے متقین میں سے تھے۔ ظاہری اور باطنی علوم حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کامل طور پر اخذ کئے۔ کثیر مخلوق خدا آپ کے فیض صحبت سے درجہ کمال کو پہنچی۔ آپ پر تفکر، سکوت اور مراقبہ کی کیفیت غالب رہتی۔ زہد وورع کا اعلیٰ درجہ رکھتے تھے اور محبوبین پروردگار میں سے تھے۔ آپ نے تیس سال تک آسمان کی طرف سر نہ اٹھایا۔ آپ کی ولادت مبارکہ ۵۲۸ھ میں ہوئی اور وصال مبارک ۶ رشوال ۶۲۳ھ میں ہوا۔ مزار اقدس بغداد شریف میں والد ماجد کے مزار مباک کے قریب ہے۔[۸]

حضرت شیخ عبدالرزاق قدس سرہٗ سے منقول ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد ایک دن جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لیے باہر تشریف لائے۔ میں اپنے

دو بھائیوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں موجود تھا۔ اچانک دیکھا کہ کچھ لوگ تین جانوروں پر خمیر سرکہ [شراب] بادشاہ کے واسطے لے جا رہے ہیں۔ وہ اس سے بدی کرتے، کوتوال بھی ساتھ میں تھے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: انہیں چاہیئے کہ ٹھہر جائیں لیکن وہ جانوروں کو اور تیز ہانکنے لگے پھر آپ نے جن جانوروں پر یہ بیٹھے تھے، اُن سے فرمایا: ٹھہر جاؤ! تو وہ سب جانور فوراً آپ کے پاس فریاد لے کر آئے اور اپنی جگہ ٹھہر گئے۔ کوتوال جتنا انہیں مارتے، وہ جانور اپنی جگہ سے حرکت نہ کرتے، فوراً کوتوالوں کو درد قولنج [گٹھیا] ہو گیا اور وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگے۔ اب سبھوں نے حضرت کے سامنے فریاد کی کہ ہم اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔ اسی وقت درد قولنج جاتا رہا اور شراب سرکہ میں تبدیل ہو گئی۔ حضرت غوث پاک مسجد تشریف لے گئے۔ یہ خبر بادشاہ تک پہنچی۔ وہ روتا ہوا بھاگ کر حضرت کی خدمت میں پہنچا اور ساری برائیوں سے توبہ کی۔

حضرت شیخ عبدالرزاق قدس سرہٗ نے ایک دن اپنے والد ماجد کی مجلس میں رجال غیب کو ہوا میں صف بستہ دیکھا تو خوف زدہ ہو گئے۔ حضرت غوث اعظم نے فرمایا: یہ مردان غیب ہیں ان سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے، تم بھی اسی جماعت سے تعلق رکھو گے۔ حضرت شیخ عبدالرزاق قدس سرہٗ کے پانچ صاحبزادے ہیں: شیخ ابوصالح نصر، شیخ ابوالقاسم عبدالرحمٰن، شیخ ابومحمد اسمٰعیل، شیخ ابوالمحاسن فضل، شیخ جمال اللہ۔ حضرت شیخ جمال اللہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شکل وصورت میں حد درجہ مشابہہ تھے۔ آپ ہمہ دم والد ماجد حضرت شیخ عبدالرزاق اور تایا حضرت شیخ عبدالوہاب قدس سرہٗ کی خدمت میں رہ کر صوری اور معنوی علوم کی تحصیل فرماتے رہتے۔ ان میں سے ہر ایک شیخ کامل اور مکمل ہوئے۔

حضرت غوث اعظم کے چھٹے صاحبزادے حضرت شیخ ابواسحٰق ابراہیم قدس سرہٗ تھے۔ فقہ وحدیث کا علم حضرت والد ماجد سے حاصل کیا۔ ظاہری اور باطنی کمالات سے آراستہ تھے۔ آپ کا وصال ۲۵ رذیقعدہ ۶۲۰ھ میں ہوا۔ مزار مبارک واسط میں ہے۔[۹]

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتویں صاحبزادے حضرت شیخ ابوالفضل محمد قدس سرہٗ ہیں۔ ظاہری اور باطنی علوم اپنے والد ماجد سے حاصل کر کے درجۂ کمال کو پہنچے۔ آپ کا وصال ۲۵ رذیقعدہ ۶۰۰ھ میں بغداد مقدس میں ہوا۔[۱۰]

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آٹھویں شاہزادے حضرت شیخ ابوعبدالرحمٰن قدس سرہٗ ہیں، جو صوری اور معنوی علوم والد ماجد سے حاصل کر کے محدث وفقیہ بنے۔ آپ کا وصال ۲۷ رصفر ۵۸۷ھ میں ہوا۔[۱۱]

مزار اقدس سرہٗ بغداد شریف میں ہے۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے: شیخ ابومحمد عبدالرحمٰن اور شیخ ابومحمد عبدالقادر قدس سرہما۔ دوسرے صاحبزادے کی کنیت اور اسم گرامی دونوں اپنے جد بزرگوار کے مطابق ہے۔ انہوں نے سارے علوم اپنے والد ماجد شیخ ابوعبدالرحمٰن اور تایا شیخ عبدالرزاق قدس سرہٗ سے حاصل کئے اور باعمل اور باکمال ہو گئے۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نویں شاہزادے حضرت شیخ ابوبکر زکریا یحییٰ قدس سرہٗ ہیں جنہوں نے علوم حدیث وفقہ اپنے والد ماجد سے حاصل فرمائے اور باکمال اور باعمل ہو گئے۔ آپ کی ولادت مبارک ۶ رربیع الاول ۵۵۰ھ میں ہوئی اور وفات شب برات ۶۰۰ھ میں ہوئی۔ مزار اقدس بغداد مقدس میں حضرت شیخ عبدالوہاب قدس سرہٗ کے مزار مبارک سے متصل ہے۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دسویں اور آخری شاہزادے حضرت شیخ ابونصر موسیٰ قدس سرہٗ ہیں۔ آپ نے سارے علوم کی تحصیل والد ماجد کی خدمت اقدس میں رہ کر کی اور فقیہ، محدث اور عارف کامل ہو گئے۔ آپ کی ولادت ۵۳۹ھ میں یکم ربیع الاول شریف کو ہوئی[۱۲] آپ دمشق جا کر سکونت پذیر ہو گئے۔ دمشق میں ہی جمادی الآخرہ کی چاند رات کو ۶۱۸ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ مزار اقدس بھی دمشق میں ہے۔

حواشی

[۱] سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مادری سلسلۂ نسب یہ ہے:

سرکار غوث اعظم محی الدین ابومحمد سید عبدالقادر جیلانی بن سیدہ ام الخیر بی بی فاطمہ بنت سید عبداللہ صومعی زاہد بن سید ابوالجمال بن سید محمد بن سید ابومحمود طاہر بن سید ابوعطا عبد اللہ بن سید ابوالکمال عیسیٰ بن سید علاء الدین بن سید علی العریضی بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن امیر المومنین مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین [مسالک السالکین۔ ۱/۳۲۹]

اس سطور سے آپ حسنی حسینی ہیں اور اجداد کرام میں سیدنا عبداللہ المحض کے ساتھ بھی یہی صورت حال تھی کہ حضرت کے والد ماجد حسن مثنیٰ حسنی تھے اور والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ حسینی تھیں۔ اس تناظر میں سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوہری دوہری حسنی حسینی نسبتیں حاصل ہیں۔ ۱۲ ساحل

[۲] سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ وصال کے بارے میں ۸، ۹، ۱۰، ۱۷ ربیع الآخر کی روایات ملتی ہیں۔ لیکن امت نے ۱۱ ربیع الثانی کی روایت کو عملاً قبول کر لیا ہے اور یہی راجح ہے۔ اس ترجیح کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ سرکار غوث اعظم کی تدفین ۱۱ ربیع الآخر کی شام میں عمل میں آئی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بہجۃ الاسرار سے تاریخ وصال ۹ ربیع الآخر نقل کی ہے۔ علامہ تاذفی ۸ کی شب کو شب وصال بتاتے ہیں۔ ابن نجار اور ذہبی ۱۰ ربیع الآخر کی شب کو سرکار غوث اعظم کی وصال کی تاریخ بتاتے ہیں [دیکھیے قلائد الجواہر۔ ص ۳۱ بہجۃ الاسرار وغیرہ] ۱۷ ربیع الآخر کی روایت بہت ضعیف ہے۔ اس بات پر سبھی روایات کے قائلین کا اتفاق ہے کہ حضرت کی تدفین شب وصال کے دوسرے دن شام کو عمل میں آئی بلکہ ابن نجار کے بیان کے مطابق مٹی ڈالنے کا سلسلہ رات تک چلتا رہا [قلائد الجواہر، ص ۳۱] اس لیے اخیر روایت ۱۰ ربیع الآخر کے مطابق حضرت کی تدفین ۱۱ ربیع الآخر کی شام کو ہوئی۔ ۱۰ ربیع الآخر تک حضرت کے وصال کا سبھی مورخین کو یقین اور اتفاق

ہے، اس لیے امت مسلمہ نے گیارہ ربیع الثانی کو آپ کے فاتحہ کے لئے متفقہ طور سے قبول کرلیا جو حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ کی تاریخ تدفین و وصال محبوب جل جلالہٗ ولقائے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

"ہمارے علاقہ [ہندوستان] میں گیارہ تاریخ کو عرس قادری منایا جاتا ہے۔ یہی ہمارے مشائخ ہند کے نزدیک معروف ہے، جو سیدنا غوث اعظم کی اولاد سے ہیں"۔

[ماثبت بالسنۃ، ص۲۲۲]

خاندان شاہ ولی اللہ کے ممتاز فرد سراج ہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں: گیارہ تاریخ کو بادشاہ اور اکابرین شہر حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر جمع ہوکر قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں، قصائد مدحیہ اور وہ کلام مغرب تک مزامیر کے بغیر پڑھتے ہیں جو حضرت غوث اعظم نے غلبہ حالات میں فرمایا ہے اور شوق انگیز ہے۔ مغرب کے بعد صاحب سجادہ درمیان میں اور مریدین ان کے گرد بیٹھ جاتے ہیں۔ صاحب حلقہ کھڑے ہوکر ذکر جہر کرتے ہیں اور بعض لوگوں کو وجد ہوتا ہے یا کچھ مناقب پڑھے جاتے ہیں پھر جو طعام یا شیرینی بطور نیاز حاضر ہو، وہ تقسیم کی جاتی ہے اور لوگ نماز عشا پڑھ کر رخصت ہوجاتے ہیں [ملفوظات عزیزیہ فارسی۔ ص۶۲]

[۳] سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاف کے بارے میں متعدد روایات ملتی ہیں۔ قلائد الجواہر میں علامہ محمد بن یحییٰ تاذفی نے حضرت غوث اعظم کے شاہزادے سیدنا شیخ عبدالرزاق کے حوالے سے کل اولاد کی تعداد انچاس بیان کی ہے جن میں ستائیس شاہزادگان اور بائیس شاہزادیاں ہیں [قلائد الجواہر، اردو، ص ۲۱۶] بہجۃ الاسرار میں شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ کی یہ روایت درج ہے کہ حضرت غوث اعظم کے دس شاہزادے تھے۔ [مسالک السالکین-۱/۳۶۹] دارا شکوہ نے سفینۃ الاولیا میں بھی یہی روایت درج کی ہے۔ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چودھویں پشت کے شاہزادے حضرت سید طاہر علاء الدین قادری جیلانی نے اپنی تصنیف "تذکرۂ قادریہ" میں

سرکار کے گیارہ صاحبزادگان اور ایک صاحبزادی کی نشاندہی فرمائی ہے۔ آپ کی تفصیل کے مطابق شاہزادگان کے اسمائے گرامی بھی کچھ مختلف ہیں۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:

۱- سید شیخ حضرت عبدالرزاق قادری جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ [۵۲۵ھ-۶۵۳ھ]
۲- سید شیخ حضرت عبدالعزیز قادری جیلانی [م ۶۰۲ھ]
۳- سید شیخ حضرت عبدالجبار قادری جیلانی [۵۳۳ھ-۵۷۵ھ]
۴- سید شیخ حضرت عبدالوہاب قادری جیلانی [م ۵۵۳ھ]
۵- سید شیخ حضرت عبدالغفار قادری جیلانی
۶- سید شیخ حضرت عبدالغنی قادری جیلانی
۷- سید شیخ حضرت صالح قادری جیلانی
۸- سید شیخ حضرت محمد قادری جیلانی [م ۶۰۰ھ]
۹- سید شیخ حضرت شمس الدین قادری جیلانی
۱۰- سید شیخ حضرت ابراہیم قادری جیلانی [م ۵۹۳ھ]
۱۱- سید شیخ حضرت یحییٰ قادری جیلانی [۵۵۰ھ-۶۰۰ھ] قدست اسرارہم

[مقدمہ غنیۃ الطالبین، علامہ شمس بریلوی، بحوالہ تذکرۂ قادریہ، ص۳۰]

[۴] صاحب مسالک السالکین لکھتے ہیں: آپ ماہ شعبان ۵۲۲ھ میں بمقام بغداد پیدا ہوئے اور تاریخ ۲۵ر شعبان یا ۲۵ر شوال ۵۹۳ھ کو شب کے وقت وفات پائی۔ مزار پر انوار مقبرہ حلبہ میں بمقام بغداد شریف ہے [۱/۳۶۹]

[۵] مسالک السالکین میں ہے: آپ نے تاریخ ۱۲ر رمضان المبارک ۵۷۳ھ کو وفات پائی۔ مزار پر انوار آپ کا مصر میں ہے۔ [۱/۳۷۰]

[۶] مرزا عبدالستار بیگ شہسرامی لکھتے ہیں: آپ تاریخ ۲۷ر یا ۲۸ر شوال المکرم ۵۳۲ھ کو پیدا ہوئے اور تاریخ ۲۸ر ربیع الاول ۶۰۲ھ کو جبال میں وفات پائی آپ سے بہت سے علما و فضلا مستفید ہوئے ہیں۔ ۵۸۰ھ میں آپ جبال چلے گئے اور وہیں سکونت پذیر ہوئے۔ ذریت آپ کی جبال میں موجود ہے [مسالک السالکین ۱/۳۷۰]

[۷] مسالک السالکین میں ہے: آپ نے تاریخ ۱۹ر شعبان ۵۷۳ھ روز چہارشنبہ یا تاریخ ۱۹ر ذی الحجہ ۵۷۵ھ کو وفات پائی اور مقبرہ حلبہ میں بمقام بغداد مدفون ہوئے۔...... آپ بڑے خوش نویس وصوفی وصافی تھے [۱/۳۷۰]

[۸] مرزا عبدالستار بیگ شہسرامی لکھتے ہیں: آپ تاریخ ۱۸ر ذیقعدہ ۵۲۸ھ کو بوقت شب بعہد خلافت المقتفی لامر اللہ خلیفہ ی و یک ۳۱ر کے پیدا ہوئے۔ آپ مرید و خلیفہ اپنے والد ماجد کے تھے۔ تاریخ ۶ر شوال ۶۰۳ھ روز شنبہ کو بعہد خلافت الناصر لدین اللہ خلیفہ سی چہارم ۳۴ر عباسی کے وفات پائی۔ بعض نے آپ کی وفات ۵۹۵ھ میں لکھی ہے۔ [مسالک السالکین ۱/۳۷۱]

[۹] مسالک السالکین میں ہے: آپ ۵۲۷ھ میں پیدا ہوئے اور تاریخ ۲۵ر ذیقعدہ ۶۲۳ میں وفات پائی [۱/۳۷۰]

[۱۰] صاحب مسالک السالکین لکھتے ہیں: آپ نے تاریخ ۲۷ر رمضان یا ۲۵ر ذیقعدہ ۶۰۰ھ کو وفات پائی۔ مزار مبارک مقبرہ حبلہ میں ہے [۱/۳۷۰]

[۱۱] مسالک السالکین میں ہے:

آپ ۵۰۷ھ یا ۵۰۸ھ میں پیدا ہوئے۔ کہتے ہیں کہ آپ اپنے تمام بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ آپ نے تاریخ ۲۷ر صفر ۵۷۰ھ میں وفات پائی۔ [۱/۳۷۰]

[۱۲] مسالک السالکین میں آپ کی تاریخ ولادت یکم ربیع الاول ۵۳۵ھ درج ہے [۱/۳۷۰]

خانوادۂ سہروردیہ

حضرت مصنف قدس سرہٗ نے خانوادۂ قادریہ کا ذکر سیدنا ابوبکر شبلی قدس سرہٗ کے ذکر جمیل سے شروع کیا اور خانوادۂ سہروردیہ کا عنوان گو میرا قائم کیا ہوا لیکن یقیناً حضرت نے یہاں سے خانوادۂ سہروردیہ کے بزرگوں کا ذکر جمیل ہی شروع فرمایا ہے۔ اس کا آغاز سیدنا معروف کرخی کے تذکرے ہوتا ہے۔ لیکن الجھن یہ ہے یہاں نہ خانوادۂ قادریہ کے سارے بزرگوں کا مکمل ذکر ہوا، نہ خانوادۂ سہروردیہ کے بزرگوں کا۔ لیکن بحمد اللہ تھوڑی سی توجہ سے یہ معمہ حل ہوگیا۔ دراصل حضرت مصنف نے اختصار کے پیش نظر دونوں صوفیانہ خانوادوں کے بزرگوں کے حالات مبارکہ کو بہت حکمت، ذہانت اور سلیقے سے سمیٹا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے:

سلسلۂ قادریہ میں حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک ان بزرگوں کے اسمائے گرامی آتے ہیں:

۱- سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔۲- مولائے کائنات امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔۳- امام عالی مقام حسین شہید کربلا۔۴- امام زین العابدین۔۵- امام محمد باقر۔۶- امام جعفر صادق۔۷- امام موسیٰ کاظم۔۸- امام علی رضا۔۹- شیخ کرخی۔۱۰- شیخ سری سقطی۔۱۱- شیخ جنید بغدادی۔۱۲- شیخ ابوبکر

شبلی-۱۳-شیخ عبدالعزیز تمیمی-۱۴-شیخ عبدالواحد-۱۵-شیخ ابوالفرح طرطوسی-۱۶-شیخ ابوالحسن علی یوسف قرشی ہکاری-۱۷-شیخ ابو سعید مخزومی-۱۸-سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

سلسلۂ سہروردیہ کے اکابرین شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ تک حسب ذیل ہیں:

۱-سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم-۲-مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ-۳-خواجہ حسن بصری-۴-خواجہ حبیب عجمی-۵-خواجہ داؤد طائی-۶-خواجہ معروف کرخی-۷-شیخ سری سقطی-۸-شیخ جنید بغدادی-۹-خواجہ ممشاد علو دینوری-۱۰-خواجہ ابواحمد اسود دینوری-۱۱-خواجہ محمد معروف بہ عمویہ-۱۲-شیخ وجیہ الدین ابو حفص عمر-۱۳-شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی-۱۴-شیخ الشیوخ شہاب الدین خواجہ عمر سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حضرت مولائے کائنات کے بعد دونوں سلسلوں میں یہ تین بزرگ مشترک ہیں: خواجہ معروف کرخسی، شیخ سری سقطی، شیخ جنید بغدادی۔ اس لئے ان تینوں بزرگوں کو سلسلۂ سہروردیہ میں ذکر کیا تاکہ ذکر مکرر نہ ہو۔ حضرت خواجہ معروف کرخی سے اوپر کے قادری بزرگوں کا تذکرہ حضور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور بارہ ائمہ کے ذیل میں آچکا ہے، اس لئے دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ یہی سبب ہے کہ خانوادۂ قادریہ کا آغاز حضرت جنید بغدادی کے بعد کے بزرگ شیخ ابو بکر شبلی قدس سرہٗ کے تذکرے سے ہوا اور حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک مسلسل آیا۔

خانوادۂ سہروردیہ کے ذیل میں سیدنا خواجہ معروف کرخی سے حضرت مخدوم شاہ تقی تک کے سبھی بزرگوں کا ذکر جمیل تسلسل کے ساتھ موجود ہے۔ لیکن عام طور پر سلسلۂ سہروردیہ میں حضرت معروف کرخی سے اوپر کی کڑی میں مولائے کائنات تک تین بزرگ آتے ہیں: -۱-خواجہ داؤد طائی-۲-خواجہ حبیب عجمی-۳-خواجہ امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ خانوادۂ سہروردیہ کے ذیل میں ان

بزرگوں کا تذکرہ نہیں ہے اور نہ ہی کہیں پہلے ان بزرگوں کا ذکر جمیل آیا۔ اس خلجان کو سراج السالکین سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہٗ کا یہ ارشاد دور فرما دیتا ہے۔ حضرت ''النور والبہاء لا سانید الحدیث وسلاسل الاولیاء'' میں سلسلۂ قادریہ رزاقیہ کی تفصیل پیش کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

حضرت معروف کرخی سے بھی دو شاخیں چلیں۔ ایک تو سیدنا حسن بصری سے ہوتی ہوئی پہنچی ہے۔ [جس کا ذکر اوپر ہوا] دوسری شاخ سیدنا امام حسین شہید کربلا سے مولائے کائنات شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تک پہنچتی ہے۔ دوسری شاخ یہ ہے: شیخ معروف کرخی، سیدنا امام علی رضا، سیدنا امام موسیٰ کاظم، سیدنا امام جعفر صادق، سیدنا امام محمد باقر، سیدنا امام سجاد علی زین العابدین، سیدنا امام حسین شہید کربلا، امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، امام المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم [النور والبہاء اردو، ص ۶۲]

گرچہ سرکار نور نے اسے سلسلۂ قادریہ کے ذیل میں بیان فرمایا ہے لیکن یہ قادری سلسلے کے ساتھ خاص نہیں بلکہ جتنے سلاسل طریقت حضرت معروف کرخی تک پہنچتے ہیں، وہ سب ان دوراہوں سے ہوتے ہوئے حضور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتے ہیں جن کا ذکر ابھی ہوا۔ جس طریقے سے سلسلۂ قادریہ مشہورہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوتا ہوا آگے بڑھتا ہے، حضرت امام حسن بصری والی شاخ غیر معروف ہے، ٹھیک اسی طرح سلسلۂ سہروردیہ مشہورہ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوتا ہوا آگے بڑھتا ہے، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی شاخ غیر معروف ہے لیکن مصنف نے امام عالی مقام والی شاخ کو ترجیح دی ہے کہ اس میں چھ ائمہ سادات شامل ہیں۔ اس طور سے خانوادۂ قادریہ اور خانوادۂ سہروردیہ دونوں سلاسل کے سارے بزرگوں کا ذکر جمیل یہاں اجمال اور سلیقے کے ساتھ غیر مکرر انداز میں موجود ہے۔ ۱۲ ساحل

حضرت خواجہ معروف کرخی قدس سرہٗ:

سلسلۂ قادریہ، سلسلۂ کبرویہ اور سلسلۂ گاذرونیہ آپ سے جاملتا ہے۔ آپ

کی کنیت ابو محمد محفوظ ہے۔ آپ کے والد ماجد کا نام فیروز یا فیروزاں تھا۔ ایک روایت یہ ہے کہ آپ معروف بن علی کرخی ہیں۔ آپ کے والدین آتش پرست تھے۔ آپ اپنے والدین کے ساتھ حضرت امام علی موسیٰ رضا قدس سرہٗ کے دست مبارک پر ایمان لے آئے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے پیروکار تھے۔ حضرت امام علی رضا آپ سے بہت محبت اور عنایت سے پیش آتے اور آپ حضرت امام کی دربانی کرتے۔ صاحب تذکرۃ الاولیا کہتے ہیں: اگر تم عارف نہیں ہو تو معروف بھی نہیں ہو سکتے۔ حضرت امام ابو حنیفہ قدس سرہٗ کے شاگرد اور حضرت حبیب راعی قدس سرہٗ کے مرید حضرت داؤد طائی قدس سرہٗ کی صحبت کا فیض آپ نے خوب اٹھایا ہے۔ حضرت حبیب راعی قدس سرہٗ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید ہیں۔

منقول ہے کہ ایک دن آپ کا وضو جاتا رہا۔ آپ نے فوراً تیمم فرمایا: اور فرمایا ہو سکتا تھا کہ وضو کی جگہ پہنچنے سے پہلے ہی کہیں مجھے موت نہ آجائے۔ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت امام علی رضا قدس سرہٗ کے پاس لوگوں نے بڑا ہجوم کیا۔ اس ہجوم کی وجہ سے حضرت معروف کرخی قدس سرہٗ کے پہلو پر ضرب پہنچ گئی۔ آپ بیمار ہو گئے۔ حضرت سری سقطی قدس سرہٗ نے عرض کی: مجھے کوئی وصیت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: مجھ پر موت طاری ہونے سے پہلے میرا لباس صدقہ کر دینا۔ میں چاہتا ہوں کہ دنیا سے ویسے ہی خالی اور بے لباس جاؤں جیسا دنیا میں آیا تھا۔ یقیناً حضرت معروف کرخی قدس سرہٗ تجرید کا اعلیٰ ترین مرتبہ رکھتے تھے۔ صاحب کشف المحجوب نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت معروف کرخی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے جواں مردی کی تین علامتیں ہیں:

۱- بہر طور وفا شعار رہے۔
۲- بے غرض تعریف کرے۔
۳- بے مانگے عطا کرے۔

حضرت معروف کرخی قدس سرہٗ کا وصال ۲ محرم الحرام ۲۰۰ھ میں ہوا [۱] مزار

اقدس بغداد شریف میں ہے۔ لوگ دعا کرنے کے لیے آپ کی قبر اطہر کی زیارت کو جاتے ہیں۔ جو شخص بھی وہاں جائز دعا کرتا ہے، قبول ہوتی ہے مجرب ہے۔

حضرت سری بن مغلس سقطی قدس سرہٗ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ آپ حضرت شیخ معروف کرخی قدس سرہٗ کے مرید خاص ہیں۔ آپ مقتدائے زماں، شیخ وقت اور اہل تصرف کے امام ہیں۔ علم کی شاخوں پر کمال دسترس رکھتے تھے۔ آپ فرماتے: مرد وہ ہے جو بازار میں رہتے ہوئے خلق خدا کے ساتھ خرید و فروخت میں مصروف ہو اور ایک لحہ بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہو۔ نیز فرمایا: سب سے مضبوط اور طاقتور وہ ہے جو اپنے نفس پر غالب آئے۔ مزید فرمایا: جو شخص اپنے نفس کی تادیب اور اصلاح سے عاجز ہو گا تو وہ دوسروں کی اصلاح سے عاجز تر ہو گا۔ فرمایا: دل میں اگر اللہ کے سوا کوئی دوسری چیز بھی ہو تو یہ پانچ چیزیں دل میں جگہ نہیں پاتیں، ۱-خوف خدا، ۲-اللہ سے امید وابستہ کرنا، ۳-خدائے تعالیٰ کی دوستی، ۴-خدائے تعالیٰ سے شرم، ۵-خدائے تعالیٰ سے انس اور محبت۔ مزید فرمایا: مخلوق وہ ہے جو دوسروں کو نہ ستائے۔ مزید فرمایا: روزانہ چند مرتبہ میں اپنا چہرہ اس خوف سے آئینہ میں دیکھتا ہوں کہ کہیں شامت اعمال سے میرا چہرہ سیاہ تو نہیں ہو گیا۔

سید الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت شیخ سری سقطی سے زیادہ کسی کو عبادت میں کامل تر نہیں دیکھا۔ عمر مبارک کے اٹھانوے سال گذار چکے ہیں اور آپ کا پہلو سوائے مرض الموت کے کبھی زمین سے نہ لگا۔ سید الطائفہ نے مزید فرمایا: انتقال کے وقت میں نے حضرت سری سقطی سے عرض کی: مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: خدائے تعالیٰ سے غافل ہو کر کبھی مخلوق کی صحبت اور رفاقت میں مشغول نہ ہونا۔ میں نے عرض کی: اگر یہ بات آپ نے پہلے فرمائی ہوتی تو میں آپ کی خدمت میں حاضری بھی ترک کر دیتا۔

حضرت سری سقطی قدس سرہ کا وصال شریف منگل کی صبح ۳؍رمضان المبارک ۲۵۰ھ میں ہوا۔ مزار شریف بغداد مقدس کے محلہ شونیزہ میں ہے۔[۲]

✿

سید الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادی قدس سرہٗ کی کنیت ابو القاسم اور لقب سید الطائفہ اور طاؤس العلما، قواریری، خزاز، اور زجاج ہے۔ آپ کو قواریری، خزاز اور زجاج کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے والد محمد بن جنید شیشہ کی تجارت کرتے تھے[۳]

سید الطائفہ کے والد ماجد بغداد میں تھے۔ حضرت جنید بغدادی حضرت سفیان ثوری کے فقہی مذہب کے پیروکار تھے۔ یکتا اور کامل، حضرت سری سقطی قدس سرہ کے بھانجے ہیں، آپ مشائخ کبار کے مرجع عقیدت، سعادت و انوار الٰہیہ کے مطلع، حقائق و اسرار کے سمندر، طریقت کے بادشاہ، اہل حقیقت کے پیشوا، مقتدائے جہاں، اوتاد زماں اور سعادت مندوں کے امام ہیں، حضرت حارث محاسبی، شیخ محمد قصاب، حضرت رویم بغدادی، حضرت ابو الحسن نوری، حضرت شبلی، حضرت خراز وغیرہ جیسے عالی مشائخ کی آپ نے صحبتیں اٹھائی ہیں۔ طریقت کے سارے سلسلے آپ سے منسوب ہیں۔ آپ سے نسبت رکھنے والے سلسلے کو جنیدیہ کہتے ہیں۔ اسی جامع سلاسل ہونے کی وجہ سے آپ کو سید الطائفہ اور امام الائمہ کہتے ہیں۔ آپ کا طریقہ صحبت ہے۔ مشائخ متقدین اور متاخرین میں سے کسی نے آپ کے ظاہر و باطن پر انگشت نمائی نہیں کی۔ آپ سب کے محبوب اور مقبول رہے ہیں۔ آپ کی طریقت کی بنیاد صحو ہے، سکر نہیں۔

صاحب کشف المحجوب بیان کرتے ہیں کہ ایک دن لوگوں نے حضرت سری سقطی قدس سرہٗ سے دریافت کیا کہ کوئی مرید، پیر سے زیادہ بلند رتبہ ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس طبقے کی روشن دلیل جنید ہیں کہ میرے مرید ہونے کے باوجود ان کا مرتبہ مجھ سے اونچا ہے۔ خلیفہ بغداد نے شام رویم سے کہا: اے بے ادب! شاہ رویم نے فرمایا: میں بے ادب ہوسکتا ہوں جبکہ میں نے نصف دن تک حضرت جنید کی

صحبت اٹھائی ہے؟ یعنی جس نے نصف دن بھی حضرت جنید کی صحبت اٹھائی ہو، اس سے بے ادبی نہیں ہوسکتی۔ حضرت شیخ ابو جعفر حداد قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اگر عقل انسان ہوتی تو حضرت جنید کی صورت میں ہوتی۔

کہتے ہیں کہ حضرت شیخ جنید تیس سال تک بیدار رہ کر نماز پڑھتے رہے اور ایک قدم پر کھڑے رہ کر صبح تک ذکر الٰہی فرماتے اور اس وضو سے فجر کی نماز ادا فرماتے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے تیس سال تک جنید سے جنید کی زبان میں کلام فرمایا اور جنید درمیان میں نہ ہوتا اور خلق کو خیر و شر کے معاملات پہنچتے رہے۔ آپ خود فرماتے ہیں: ایک دن میرا دل کھو گیا۔ میں نے عرض کی: الٰہی! میرا دل مجھے لوٹا دے۔ ندا آئی: اے جنید! میں نے تیرا دل اس لیے لے لیا ہے تا کہ تو میرے ساتھ رہے۔ اب تو اسے واپس مانگتا ہے تا کہ تو غیر سے دل لگائے؟

منقول ہے کہ ایک بزرگ نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ حضور تشریف رکھتے تھے اور حضرت جنید آپ کی بارگاہ میں حاضر تھے۔ ایک شخص نے حاضر ہوکر فتویٰ دریافت کیا۔ حضور نے فرمایا: استفتا جنید کو دیدو۔ حضرت جنید نے عرض کی: حضور آپ تشریف رکھتے ہیں۔ میں کسی کو فتویٰ کیسے دوں؟ حضور نے ارشاد فرمایا: چونکہ سارے انبیا کو اپنی امت پر فخر ہوتا ہے۔ سارے لوگوں کو ملاحظہ کرتے ہوئے مجھے جنید پر فخر ہے۔ حضرت جنید بہر طور کامل تھے اور آپ کا ظاہر و باطن شریعت سے آراستہ تھا۔

منقول ہے کہ ایک دن حضرت جنید قدس سرہٗ گفتگو فرما رہے تھے۔ ایک مرید نے نعرہ لگایا۔ آپ نے اسے منع فرمایا، ڈانٹا اور فرمایا: اگر تم نے دوبارہ اس طرح نعرہ لگایا تو تمھیں راندۂ درگاہ کردوں گا۔ آپ نے پھر گفتگو کا سلسلہ شروع فرمایا۔ وہ شخص اپنی ہڈیوں پر نگاہ رکھے رہا۔ آخر کار یہ حالت ہوگئی کہ اس کی طاقت بالکل ختم ہوگئی اور وہ ہلاک ہوگیا۔ جب آپ نے اسے جاکر دیکھا تو وہ گدڑی کے درمیان خاکستر ہوچکا تھا۔

منقول ہے کہ ایک دن بغداد میں لوگوں نے ایک چور کو پکڑ کے مار ڈالا، حضرت جنید نے اسے دیکھا اور اس کے پاؤں کو بوسہ دیا۔ لوگوں نے اس سلوک کے بارے میں حضرت سے سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: ہزار رحمت ہو اس شخص پر جس نے اپنے پیشے میں جان دیدی۔ اس نے اپنے کام کو اس کمال تک پہنچایا کہ اس راہ میں اپنی جان دیدی۔

منقول ہے کہ حضرت شیخ جنید بغدادی کی مجلس میں ایک شخص نے اٹھ کر سوال کیا: دل کس وقت خوش رہتا ہے؟ آپ نے فرمایا: جب محبوب دل میں ہو۔ حضرت ہی کا فرمان ہے: انسان کو سیرت و کردار میں مرد ہونا چاہیے، نہ کہ صرف صورت میں۔ حضرت جنید نے ہی فرمایا: وقت جب گذر جاتا ہے، اسے کسی طور سے دوبارہ نہیں پاسکتے۔ وقت سے بالا کوئی چیز نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: جواں مرد وہ ہے کہ اپنا بوجھ مخلوق پر نہ ڈالے اور جو کچھ پاس ہو، دوسروں کو عطا کردے۔ فرمایا: خلق سخاوت، الفت، نصیحت اور شفقت کا نام ہے۔ شفقت یہ ہے کہ جب لوگوں کو کوئی چیز دو تو خوش دلی سے دو، ان پر احسان نہ رکھو کہ وہ اسے سنبھال نہ سکیں گے اور ایسی بات نہ کہو جسے وہ نہ جانتے ہوں۔

حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ سے لوگوں نے دریافت کیا: ہم کن لوگوں سے صحبت رکھیں؟ فرمایا: ان لوگوں سے جو تیرے ساتھ بھلائی کریں اور بھلا دیں۔ پھر لوگوں نے پوچھا: زندگی سے بھی کوئی چیز افضل ہے؟ فرمایا: رونے پر رونا۔ پھر پوچھا بندہ کون ہے؟ فرمایا: جو دوسروں کی بندگی سے آزاد ہو۔ پھر پوچھا: خدا تک رسائی کیسے ہوسکتی ہے؟ فرمایا: دنیا چھوڑ دو، خدا کو پالوگے اور نفس کی مخالفت کرو، واصل الی اللہ ہو جاؤ گے۔

منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: ایک رات میں نماز میں مشغول تھا۔ میں نے بہت کوشش کی لیکن ایک سجدے میں بھی میرے نفس نے میرا ساتھ نہ دیا۔ میں کچھ نہ کرسکا، تنگ ہوکر چاہا کہ گھر سے باہر آجاؤں۔ جب دروازہ کھولا تو ایک نوجوان

کو دیکھا جو خود کو ایک کمبل میں لپیٹے ہوئے گھر کے دروازے پر سر ڈالے پڑا ہے۔ جب اس نے مجھ کو دیکھا تو کہنے لگا: اب تک میں آپ کے انتظار میں تھا۔ میں نے کہا: تم ہی تھے جس نے مجھے بے چین کردیا۔ اس نے کہا: جی ہاں! مجھے ایک مسئلہ بتائیے۔ اس شخص کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں جس کے درد کی کوئی دوا نہیں؟ میں نے کہا: جب وہ شخص اپنے نفس کی مخالفت کرے گا، اس کا درد ہی اس کی دوا بن جائے گا۔ جب میں نے اس سے یہ بات کہی تو اس نے سر جھکایا اور کہا: اے نفس! تو نے کتنی بار مجھ سے یہی جواب سنا، لے اب حضرت جنید سے بھی سن لے، پھر وہ اٹھا اور چلا گیا۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ کہاں سے آیا اور کہاں گیا۔

حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ کا وصال پیر کے دن ۷؍رجب ۲۹۸ھ میں ہوا۔ حضرت امام یافعی کی کتاب التاریخ میں سال وفات ۲۹۹ھ درج ہے لیکن پہلا قول صحیح ہے[۴]۔ کہتے ہیں کہ جب حضرت کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ رب تبارک وتعالیٰ کی تسبیح بیان فرما رہے تھے اور شہادت کی انگلی سے حلقہ بناتے۔ چار انگلیوں کا تو حلقہ بناتے جاتے اور انگشت شہادت کو کھلا چھوڑ دیتے۔ آپ نے اخیر میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کہا۔ آنکھ بند کی اور رحمت حق سے جا ملے۔ جب غسل دیتے وقت غسال نے چاہا کہ پانی آپ کی مبارک آنکھوں تک پہنچائے تو غیب سے آواز آئی، ہمارے دوست کی آنکھوں سے ہاتھ ہٹالے۔ جو آنکھ ہمارے نام سے بند ہوئی ہے، وہ صرف ہمارے دیدار کے لیے ہی کھلے گی۔ پھر غسال نے آپ کی مقدس انگلیوں کے حلقے کھولنا چاہے تو آواز آئی: جو انگلی ہمارے نام سے بند ہوئی ہے، ہمارے حکم کے بغیر نہیں کھل سکتی۔ لوگوں نے جب جنازہ اٹھایا تو ایک سفید کبوتر جنازہ کے ایک گوشے پر آکر بیٹھ گیا۔ لوگوں نے اسے بہت اڑانا چاہا لیکن وہ نہ گیا۔ یہاں تک کہ اس کی آواز آئی: اپنے کو اور مجھے پریشان مت کرو۔ میرے ہاتھ پیر عشق کی کیلوں سے اس جنازہ کے گوشے پر جکڑ دیئے گئے ہیں۔ آج کے دن حضرت جنید کا جسد اطہر فرشتوں اور جنوں کے حصار میں ہے۔ اگر تمہارے شور و غوغا کا اندیشہ نہ ہوتا تو ان کا جسد خاکی سفید باز کی طرح ہوا میں اڑ جاتا۔ حضرت شیخ جنید بغدادی قدس سرہٗ

کا مزار مبارک بھی بغداد شریف میں ہے۔

❁

حضرت شیخ ممشاد دینوری قدس سرہٗ۔ دینور قرمیسین کے نزدیک جنبل کا ایک شہر ہے۔ آپ مشائخ عراق سے ہیں۔ ظاہری اور باطنی معاملات اور صدور کرامات میں یگانۂ آفاق تھے۔ آپ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ کے کامل ترین مرید اور حضرت رُوَیم بغدادی اور حضرت ابوالحسن نوری قدس سرہٗ کے رشتہ دار تھے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ چالیس سال سے جنت اپنی نعمتیں مجھ پر پیش کر کے مجھے مائل کر رہی ہے لیکن میں نے ایک نگاہ غلط انداز بھی اس پر نہیں ڈالی۔ آپ کا وصال ۲۸۹ھ میں ہوا۔[۵]

❁

حضرت شیخ احمد اسود دینوری قدس سرہٗ کے والد کا نام ماجد کا اسم گرامی عطا ہے۔ آپ اکابر مشائخ سے ہیں اور حضرت شیخ ممشاد دینوری کے مرید خاص، آپ کا وصال ۳۰۰ھ میں ہوا۔[۶]

❁

حضرت شیخ محمد عمویہ قدس سرہٗ کے والد ماجد کا نام عبداللہ تھا۔ اپنے زمانے کے جلیل القدر مشائخ میں شمار ہوتے ہیں۔ حضرت شیخ احمد اسود دینوری قدس سرہٗ کے مرید تھے۔

❁

حضرت شاہ رویم قدس سرہٗ۔ آپ کی کنیت ابومحمد، ابوبکر، ابوالحسین اور ابوسفیان بتائی گئی ہے۔ آپ کے والد ماجد کا نام احمد بن یزید بن رویم ہے۔ آپ کا خاندان بغداد مقدس سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ زبردست بزرگ، فقیہ، عالم اور علوم ظاہر و باطن کے ماہر تھے۔ اپنے حاصل کردہ ظاہری اور باطنی علوم کو آپ چھپائے رکھتے تھے۔ آپ سید الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادی قدس سرہٗ کے مرید کامل اور

شاگرد رشید تھے۔ حضرت خواجہ عبداللہ انصاری فرماتے ہیں کہ حضرت رویم بغدادی خود کو حضرت جنید بغدادی کا شاگرد بتاتے ہیں لیکن وہ حضرت جنید سے بہتر ہیں اور میں انہیں حضرت جنید سے زیادہ دوست رکھتا ہوں۔

حضرت شیخ عبداللہ خفیف قدس سرہٗ فرماتے ہیں: میری نگاہوں نے حضرت شاہ رویم جیسا کوئی ایسا بلند مرتبت بزرگ نہیں دیکھا جوان کی طرح مسئلہ توحید کو بیان کرتا ہو۔ کہتے ہیں اخیر عمر میں آپ نے خود کو دنیاداروں کے درمیان گم کر دیا تھا لیکن اس طرز حیات سے آپ مجوب نہیں ہوئے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں: ہم فارغ مشغول ہیں اور رویم مشغول فارغ۔ حضرت شاہ رویم کا وصال ۳۰۳ھ میں ہوا۔ مزار اقدس بغداد شریف کے محلہ شونیزہ میں ہے۔

❁

حضرت شیخ عبداللہ بن خفیف قدس سرہٗ کا اسم گرامی محمد ہے۔ آپ کا خاندان شیراز کے بادشاہوں کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ قطب وقت، اہل طریقت کے پیشوا اور ریاضت و مجاہدے میں بے مثل تھے۔[۷] حضرت شاہ رویم بغدادی کے مرید تھے اور حضرت منصور حلاج سے بھی فیض اٹھایا ہے۔ حضرت ابوالحسین مالکی اور حضرت ابن ابوالحسین وزاج کی صحبت میں رہا کرتے تھے۔ علوم ظاہری اور باطنی میں کامل اور شافعی المذہب تھے۔ فن تصوف میں آپ کی بہت ساری تصانیف ہیں۔ سلسلہ خفیفیہ آپ ہی سے منسوب ہے۔ حضرت شیخ عبداللہ کا طرز طریقت، غیب و حضور ہے۔ آپ کا وصال ۳۷۲ھ میں ہوا[۸] مزار مبارک شیراز میں ہے۔

❁

حضرت شیخ ابوالعباس نہاوندی قدس سرہٗ کا اسم گرامی احمد بن محمد بن فضل ہے۔ آپ کا خاندان نہاوند سے تعلق رکھتا ہے۔ جعفر خالدی کے شاگرد اور شیخ عبداللہ خفیف کے مرید ہیں۔ حضرت شیخ ابوالعباس قدس سرہٗ فرماتے ہیں: جو لوگ باہمت ہیں، اگر ان کا بایاں ہاتھ انہیں مشغول رکھے تو وہ دائیں ہاتھ سے اپنے بائیں ہاتھ کو کاٹ دیتے

ہیں۔ آپ کا وصال ۳۷۰ھ میں ہوا[۹]

❁

حضرت شیخ اخی زنجانی قدس سرہٗ، حضرت شیخ ابوالعباس نہاوندی قدس سرہٗ کے مرید اور اپنے وقت کے اکابر مشائخ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کی کرامات اور خوارق عادات بے شمار ہیں۔ آپ کا وصال رجب کی چاندرات میں بدھ کے دن ۴۵۷ھ میں ہوا۔[۱۰]

❁

حضرت شیخ وجیہ الدین قدس سرہٗ کا اسم گرامی عمر اور کنیت ابوحفظ ہے اور لقب وجیہ الدین۔ آپ حضرت شیخ ضیاء الدین ابونجیب سہروردی قدس سرہٗ کے چچا ہیں۔ اجلۂ مشائخ سے ہیں اور بڑے صاحب کشف و کرامات۔ آپ کی نسبت ارادت دو طرف سے ہے اور دونوں جانب سے آپ سید الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادی قدس سرہٗ کے مریدوں میں آتے ہیں۔ ایک سلسلہ تو یوں ہے: آپ حضرت شیخ احمد عمویہ بن عبداللہ کے مرید ہیں وہ حضرت شیخ احمد دینوری کے اور وہ شیخ ممشاد دینوری کے اور وہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی قدس سرہٗ کے مرید ہیں۔ دوسرا سلسلہ یوں ہے: آپ شیخ اخی زنجانی کے مرید ہیں، وہ حضرت شیخ ابوالعباس نہاوندی کے، وہ حضرت شیخ احمد عمویہ بن عبداللہ بن خفیف کے اور وہ حضرت شیخ محمد رویم بغدادی کے اور وہ سید الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادی قدست اسرارہم کے مرید ہیں۔ حضرت شیخ وجیہ الدین کا وصال جمعرات کے دن ۲/رجب ۴۶۰ھ میں ہوا۔[۱۱] مزار قدس بغداد شریف میں ہے۔

❁

حضرت شیخ ضیاء الدین ابونجیب سہروردی قدس سرہٗ کا اسم گرامی عبدالقاہر اور لقب ضیاء الدین ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب بارہ واسطوں سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کا سلسلۂ ارادت دو جہت سے ہے۔ پہلا سلسلۂ

طریقت یوں ہے: آپ شیخ احمد غزالی کے مرید ہیں، وہ شیخ ابوبکر نساج کے، وہ شیخ ابوالقاسم گرگانی کے، وہ شیخ ابوالحسن خرقانی کے، وہ حضرت بایزید بسطامی کے مرید ہیں۔ دوسرا سلسلۂ طریقت یوں ہے: آپ اپنے چچا شیخ وجیہ الدین کے مرید ہیں جن کا نام شجرہ سہروردیہ میں آتا ہے۔

حضرت شیخ ضیاء الدین ابونجیب سہروردی قدس سرہٗ سارے علوم میں کامل تھے۔ آپ سے بہت تصانیف یادگار ہیں۔ آپ حضرت غوث اعظم قطب ربانی محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شرف صحبت سے بھی سرفراز ہیں۔

منقول ہے کہ آپ ایک دن بغداد سے گذر رہے تھے۔ ایک قصاب کی دکان کے پاس سے گذرے۔ دیکھا کہ ایک بکری ٹنگی ہوئی ہے۔ آپ وہاں کھڑے ہو گئے اور فرمایا: یہ بکری کہہ رہی ہے کہ میں نہ مردہ ہوں، نہ مجھے ذبح کیا گیا ہے۔ قصاب بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو اس نے شیخ سہروردی کی نصیحت آمیز بات کا اقرار کیا اور اپنی ظالمانہ حرکت سے توبہ کر لی۔ فقیر کاتب الحروف کے دل میں اس کی حکمت یہ سمجھ میں آئی کہ اس جگہ حضرت شیخ کے لیے اظہار کرامت ضروری تھا۔ اس میں دو حکمت تھی۔ ایک یہ کہ اس صورت میں غیر حلالی گوشت کو مسلمان کھاتے، دوسری یہ کہ اس وقت قصاب کو توبہ کی توفیق ملنے کا وقت آ چکا تھا۔ حضرت شیخ ضیاء الدین ابونجیب سہروردی کا وصال سنیچر کی رات ۱۲/جمادی الآخرۃ ۵۶۳ھ میں ہوا۔ مزار قدس بغداد شریف میں ہے۔

❁

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ کی کنیت ابوحفص، لقب شیخ الشیوخ اور اسم گرامی عمر ہے۔ سلسلۂ نسب یہ ہے: شیخ عمر بن محمد بکری۔ سہروردی بن عبد اللہ بن شیخ ابوسعید بن شیخ حسین بن قاسم بن نصر بن قاسم بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد بن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ حضرت شیخ سہرورد کا

سلسلۂ نسب تیرہ واسطوں سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک منتہی ہوتا ہے۔
آپ شیخ الشیوخ، قطب وقت، غوث زماں، عالم و عامل، فاضل و کامل اور پیشوائے عصر تھے۔ فقہ میں مذہب امام شافعی کے مقلد تھے۔ آپ کے سلسلے کی خصوصیت شریعت مصطفوی اور سنت نبوی کی مکمل پیروی ہے۔ متاخرین مشائخ میں بغداد میں آپ کی سب سے زیادہ شہرت تھی۔ آپ اپنے چچا حضرت شیخ ضیاء الدین ابونجیب سہروردی قدس سرہٗ کے مرید تھے۔ حضور غوث پاک قطب ربانی، غوث اعظم عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ پایا اور آپ کی خدمت بابرکت میں رہ کر بے شمار فیوض و برکات حاصل کیے۔ آپ کے زمانے میں بغداد کے عوام وخواص آپ کے دامان کرام سے ہی وابستہ ہوتے اور بیعت و ارادت کا شرف حاصل کرتے۔

منقول ہے کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ نے خود فرمایا: میں علم کلام کے حاصل کرنے میں مشغول تھا اور اس فن کی کئی کتابیں یاد کر لی تھیں۔ میرے چچا حضرت شیخ ضیاء الدین ابونجیب سہروردی اس فن کے سیکھنے سے مجھے روکتے تھے۔ ایک دن میرے چچا، شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: ادب سے اس بزرگ انسان کی خدمت میں حاضر ہونا جن کا دل الٰہی بھلائیاں دیکھتا ہے اور اس کے دیدار کی برکتوں سے سرفراز ہے۔ جب ہم لوگ حضرت شیخ عبدالقادر کی خدمت میں حاضر ہو گئے تو حضرت شیخ ابونجیب نے ذکر کیا کہ یا سیدی! یہ میرا بھتیجا ہے جو علم کلام کی تحصیل میں لگا رہتا ہے۔ اسے میں نے بہت منع کیا لیکن یہ باز نہیں آتا۔
حضرت غوث الثقلین نے فرمایا: اے عمر! تم نے علم کلام کی کون سی کتاب یاد کی ہے؟ میں نے عرض کیا: فلاں کتاب۔ آپ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر پھیرا۔ بخدا! اس کتاب کا ایک نقطہ بھی مجھے یاد نہ رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے سارے مسائل میرے دل سے بھلا دئے اور میرا سینہ علم لدنی سے لبریز فرما دیا۔ پھر حضرت غوث اعظم نے فرمایا: اے عمر! تمھیں بے مثال شہرت نصیب ہوگی۔ حضرت شیخ الشیوخ

شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ ہمیشہ فرمایا کرتے: مجھے جو کچھ بھی حاصل ہوا، وہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعاؤں کی برکت ہے۔

حضرت شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ کے مرید خاص حضرت شیخ نجم الدین قدس سرہٗ سے منقول ہے۔ شیخ نجم الدین فرماتے ہیں کہ جب میں اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر چلّے کے لیے خلوت نشین ہوا تو چالیسویں دن خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت شیخ شہاب الدین، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک بلند پہاڑ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے نزدیک جواہرات کا ڈھیر پڑا ہے۔ بے شمار مخلوق خدا پہاڑ کے دامن میں اکٹھا ہے۔ حضرت شیخ شہاب الدین لوگوں پر جواہرات لٹا رہے ہیں اور لوگ چن رہے ہیں۔ کبھی جواہرات کم ہو جاتے ہیں، کبھی زیادہ ہو جاتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ کے سامنے جواہرات کا ایک خیمہ لگا ہوا ہے۔ چلہ پورا کر کے جب میں خلوت کدے سے باہر نکلا تو حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس سے پہلے کہ میں اس خواب کے بارے میں حضرت سے کچھ بیان کرتا، حضرت نے خود فرمایا: جو کچھ تم نے خواب میں دیکھا، وہ حق ہے، یہ اور اس جیسی بے شمار باطنی نعمتیں حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انفاس کریمہ کی برکتیں ہیں۔

حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ کی ولادت مبارکہ رجب ۵۳۹ھ میں ہوئی اور وصال یکم محرم الحرام ۶۳۲ھ میں ہوا۔ مزار اقدس شہر بغداد کے اندر ہے۔

❁

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ کی کنیت ابومحمد اور ابوالبرکات ہے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی وجیہ الدین بن کمال الدین علی شاہ قریشی ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت اسد قریشی تک منتہی ہوتا ہے، مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے نواسے ہیں۔[۱۲]

آپ کا خاندان اب تک ملتان میں موجود ہے۔ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ علوم ظاہر و باطن، فقہ و حدیث، اصول و فروع میں کامل عالم، قطب زمانہ، غوث وقت، شیخ الاسلام، یگانۂ روزگار اور فقہ حنفی کے مقلد تھے۔ حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ کے کامل ترین مرید، جلیل الشان خلیفہ اور جانشین تھے۔ روشن کشف، غالب کرامات اور نمایاں خوارق عادات کے مالک تھے۔

کہتے ہیں کہ جب آپ سفر حج سے واپس ہوئے اور بغداد پہنچے تو حضرت شیخ الشیوخ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہو گئے۔ آپ کے خرقہ پہننے کی تقریب یوں ہوئی کہ آپ حضرت شیخ الشیوخ کی خدمت میں حاضر ہونے کے بعد منتظر تھے کہ حضرت اپنی خلافت اور خرقہ سے کب نوازتے ہیں۔ ایک دن آپ نے خواب میں دیکھا کہ سرور کائنات، فخر موجودات محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک گھر میں تشریف رکھتے ہیں اور حضرت شیخ الشیوخ خدمت اقدس میں سرو قد کھڑے ہیں۔ وہاں ایک طناب کھنچی ہوئی ہے اور چند خرقے اس طناب پر ٹنگے ہوئے ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے طلب فرمایا تو حضرت شیخ الشیوخ نے میرا ہاتھ پکڑ کر حضور کے قدموں میں جھکا دیا، میں نے حضور کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا پھر حضور نے ان ٹنگے ہوئے خرقے کی جانب اشارہ کر کے فرمایا: عمر اس خرقے کو بہاء الدین کو پہنا دو۔ حضرت شیخ الشیوخ نے ویسا ہی کیا۔ صبح ہوئی تو شیخ الشیوخ نے مجھے حجرے کے اندر بلایا۔ جب میں اندر پہنچا تو وہی گھر تھا اور وہی خرقہ طناب پر آویزاں دیکھا۔ شیخ الشیوخ نے خرقہ، جس کی جانب حضور رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا تھا، مجھے پہنایا۔ پھر فرمایا بہاء الدین! جانتے ہو یہ کون سا خرقہ ہے؟ یہ وہی رات والا حضور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عطا فرمودہ خرقہ ہے۔ میں صرف درمیان میں ایک واسطہ ہوں۔ میں یہ خرقہ بے اجازت کسی کو نہیں دے سکتا۔ پھر آپ شیخ الشیوخ سے رخصت ہو کر ملتان تشریف لائے اور یہیں سکونت پذیر ہو گئے۔ آپ نے طالبان خدا کے ارشاد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ کثیر خلق خدا آپ

کے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے ہدایت یاب ہوئی اور اس دیار کے تمام لوگ آپ کے مرید و معتقد ہو گئے۔ آج بھی ملتان کے بیشتر لوگ آپ ہی کے سلسلے میں مرید ہیں۔ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ کی کرامات اور خوارق عادات بے حد و بے شمار ہیں۔ حضرت کی ولادت مبارکہ ۵۶۹ھ میں ہوئی۔ عمر مبارک سو سال تھی وصال شریف ۷ر صفر ۶۶۶ھ یا ۶۷۱ھ میں ہوا۔ مزار مبارک شہر ملتان کے حصار قدیم میں ہے۔

❁

حضرت شیخ صدر الدین عارف بن بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ۔ آپ کی کنیت ابوالمغانم ہے۔ آپ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا کے فرزند رشید، مرید کامل، خلیفہ اور جانشین ہیں۔ والد بزرگوار کی خانقاہ ملتان میں آپ نے والد کے بعد اٹھارہ سال رشد و ہدایت، طالبین خدا اور مریدین کی اصلاح و تربیت کی محفل برپا رکھی۔ آپ کی کرامتیں اور خوارق عادات بے شمار ہیں۔ آپ کا وصال جمعہ یا پیر کے دن ۲۳ر ذی الحجہ ۶۸۴ھ میں ہوا۔[۱۳] مزار اقدس اپنے والد ماجد کے مزار مبارک کے قریب ملتان میں ہے۔

❁

حضرت شیخ رکن الدین قدس سرہٗ کی کنیت ابوالفتح اور لقب افضل اللہ ہے۔ اپنے والد ماجد شیخ صدر الدین محمد بن شیخ بہاء الدین زکریا قدست اسرارہم کے جانشین، مرید اور خلیفۂ رشید تھے۔ اپنے والد ماجد کی نیابت میں پچاس سال سجادہ نشین رہے اور طالبین خدا کو راہ ہدایت دکھاتے رہے۔ ظاہری اور باطنی علوم میں ماہر تھے۔ کشف و کرامات کے اظہار میں بہت جلیل الشان اور عظیم رتبہ رکھتے تھے۔

منقول ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئی تھیں۔ اس زمانے میں حضرت شیخ رکن الدین اپنی والدہ کے بطن میں سات مہینے کے تھے۔ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا قدس سرہ ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوئے۔ حضرت شیخ رکن الدین کی والدہ کو تعجب ہوا کہ یہ تعظیم

کس وجہ سے ہے؟ حضرت شیخ نے فرمایا: یہ تعظیم اس شخص کے لیے ہے جو ابھی تمہارے شکم میں ہے۔ وہ ہمارے خاندان کا چراغ اور قبیلے کی روشن شمع ہوگا۔

حضرت شیخ رکن الدین کا وصال ۹ رجمادی الاولیٰ ۷۳۵ھ [۱۴] میں صلوٰۃ التسبیح کی آخری رکعت میں ہوا۔ عمر مبارک اٹھاسی سال تھی۔ مزار اقدس، والد ماجد اور جد امجد کے مزارات طیبہ کے پاس ہے۔

❁

حضرت شیخ نجم الدین قدس سرہٗ کا اسم گرامی ابراہیم ہے۔ کنیت ابو محمد اور لقب نجم الدین ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب چودہ واسطوں سے حضرت امام موسیٰ کاظم قدس سرہٗ تک پہنچتا ہے۔ آپ حضرت شاہ صدرالدین عارف بن حضرت مخدوم بہاؤ الدین زکریا قدس سرہٗ کے دست اقدس پر مرید ہوئے اور حضرت شاہ رکن الدین بن صدرالدین بن بہاء الدین زکریا قدست اسرارہم کی صحبت بابرکت میں رہے اور آپ کی صحبت سے بے شمار باطنی فائدے حاصل کئے۔ آپ کو خرقۂ خلافت بھی حضرت شاہ رکن الدین قدس سرہٗ سے حاصل تھا۔ آپ اپنے شجرے میں پہلے شاہ رکن الدین قدس سرہٗ کا اسم گرامی درج فرماتے ہیں۔ آپ کے کشف وکرامات اور خوارق عادات بے شمار ہیں۔ حضرت شاہ رکن الدین قدس سرہٗ کے حالات اوپر ذکر ہو چکے۔ حضرت شاہ نجم الدین قدس سرہٗ کا وصال ۹ رربیع الاول جمعرات کے دن ۷۴۱ھ میں ہوا۔ شاہ نجم الدین کا مزار مبارک موضع سیونڈھ صوبہ الہ آباد میں ہے۔

❁

حضرت شاہ منہاج الدین حاجی الحرمین قدس سرہٗ مرید خاص حضرت شاہ نجم الدین قدس سرہٗ۔ آپ کی کنیت ابو محمد، اسم گرامی حسن اور لقب منہاج الدین ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب سترہ واسطوں سے امام محمد باقر قدس سرہٗ تک منتہی ہوتا ہے۔ آپ حضرت شاہ نجم الدین ابراہیم قدس سرہٗ کے مرید وخلیفہ ہیں۔ آپ کی ریاست شہر بہار شریف میں تھی، آپ سے اس قدر کشف وکرامات اور خوارق عادات صادر

ہوئے کہ انھیں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ آپ کے کچھ حالات پہلے ذکر ہو چکے ہیں، حضرت شاہ منہاج الدین حاجی الحرمین قدس سرہٗ کا وصال ۷۴۵ھ میں ہوا۔ مزار اقدس بصرہ میں ہے۔

❁

حضرت مخدوم شاہ شعبان ملت ودولت قدس سرہٗ کی کنیت سید ابوالباقر ہے اور اسم گرامی علی مرتضیٰ اور لقب علی شعبان ملت ودولت ہے۔ آپ سید بدر عالم بن سید صدرالدین بن حضرت میر سید محمد مکی بھکری قدس سرہٗ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ولادت ۶۶۰ھ میں ہوئی، عمر شریف سو سال تھی۔

آپ کی نسبت ارادت تین جہت سے ہے، پہلا سلسلہ حضرت شمس الدین عریضی قدس سرہٗ تک پہنچتا ہے۔ دوسرے سلسلے میں آپ کے مرشد طریقت حضرت مخدوم شاہ منہاج الدین حاجی الحرمین قدس سرہٗ ہیں۔ کچھ دن آپ نے حضرت شاہ رکن الدین ابوالفتح قدس سرہٗ کی صحبت بھی اٹھائی ہے۔ چنانچہ ایک خرقۂ خلافت حضرت شاہ رکن الدین ابوالفتح سے بھی آپ کو ملا ہے۔

حضرت مخدوم شاہ شعبان ملت سے بہت ساری کرامات اور خرق عادات صادر ہوئیں۔ چنانچہ ستارہ مریخ آپ کا تابع فرمان تھا۔ آپ تصوف وتوحید میں مقتدائے عارفین تھے، چنانچہ میر سید علی صابر کلیری قدس سرہٗ جو حضرت بابا فرید گنج شکر قدس سرہٗ کے بھانجے ہیں، خوش طبعی کے انداز میں آپ سے فرماتے: خدا کہاں ہے؟ آپ فرماتے: غیر کہاں ہے؟ حضرت شعبان ملت قدس سرہٗ کا وصال شریف ۳ ریا ۱۳ رذی الحجہ جمعرات کے دن ۷۶۰ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار اقدس گنگا کے کنارے جھونسی میں ہے۔ آپ کے مزار مبارک کے پاس گنگا جمنا کا سنگم ہے۔

❁

حضرت مخدوم شاہ تقی الدین قدس سرہٗ کی کنیت ابوعلی اکبر، اسم گرامی صدر

الحق اور لقب شاہ تقی ہے۔ آپ کی ولادت مبارکہ جمعرات کے دن ۷۰۸ھ میں جھونسی میں ہوئی۔ عمر شریف پینسٹھ سال تھی۔ اپنے والد ماجد حضرت مخدوم شاہ شعبان ملت قدس سرہٗ کے سلسلۂ سہروردیہ میں مرید وخلیفہ تھے۔ حضرت مخدوم شاہ شعبان ملت قدس سرہٗ نے جب آپ کو سیر کائنات کے لیے رخصت کیا تو آپ ولایت طوران کی طرف تشریف لے گئے اور حضرت شیخ محمد بدر خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں رہ کر باطنی فوائد حاصل کئے۔ آپ سلسلۂ خضرویہ کے شیخ تھے۔ حضرت شاہ تقی نے آپ ہی کے خاندان میں شادی فرمائی۔ بارہ سال بعد اپنے اہل وعیال کے ساتھ طوران سے ہندوستان واپس ہوئے اور دہلی پہنچ کر حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی سید نظام الدین اولیا قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں رہ کر روحانی فائدے حاصل فرمائے۔ حضرت میر سید علاء الدین جیوری قدس سرہٗ سے بھی آپ کو نعمت باطنی میسر آئی ہے۔

....

حواشی

[۱] مسالک السالکین میں ہے:

آپ نے تاریخ ۲ ریا ۲۰ رمحرم الحرام ۲۰۰ھ روز جمعہ کو بعہد خلافت مامون رشید خلیفہ ہفتم عباسی کے وفات پائی۔ بعضوں نے آپ کی وفات ۲۰۲ھ و ۲۰۶ھ میں لکھی ہے۔ [۲۸۶/۱]

[۲] مسالک السالکین میں ہے:

آپ نے تاریخ ۳ ررمضان المبارک روز سہ شنبہ اور بقولے سلخ رجب روز جمعہ ۲۵۳ھ کو بعہد خلافت المعتز باللہ خلیفہ سیزدہم عباسی کے وفات پائی [۲۹۱/۱]

[۳] اور خراز اس لیے کہتے تھے کہ آپ کے والد چمڑے کی تجارت کرتے تھے۔

[مسالک السالکین۔ ۳۰۰/۱]

[۴] صاحب مسالک السالکین لکھتے ہیں: آپ نے تاریخ ۴ ررجب ۲۹۷ھ اور بقولے ۲۹۸ھ اور بقولے ۳۰۲ھ روز جمعہ کو بعہد خلافت مقتدر باللہ عباسی کے وفات پائی [۳۰۰/۱]

[۵] مرزا عبدالستار بیگ شہسرامی لکھتے ہیں:

آپ نے تاریخ ۱۴ رمحرم الحرام ۲۹۹ھ میں بعہد خلافت مقتدر باللہ خلیفہ ہیجدہم عباسی کے وفات پائی۔ بعضوں نے مدفن پاک عکہ میں بیان کیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ تحقیق نہیں [مسالک السالکین۔ ۲۳۶/۲]

[۶] مسالک السالکین میں درج ہے:

نام آپ کا احمد اور نام آپ کے والد ماجد کا محمد اور بقولے عطا ہے۔ اصل آپ کی دینور سے تھی جو ایک شہر، عراق عجم میں قریب ہمدان کے ہے...... آپ نے تاریخ ۲۷ رذی الحجہ ۳۶۷ھ اور بقولے محرم ۳۴۰ھ وفات پائی۔ مزار پر انوار سمرقند میں ہے [۴۹۴/۲]

[۷] صاحب مسالک السالکین لکھتے ہیں:

آپ مرید وخلیفہ حضرت شیخ ابوالعباس احمد اسود دینوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تھے۔ آپ نے تاریخ ۱۵ ررجب المرجب ۳۷۳ھ کو وفات پائی۔ [۴۹۵/۲]

[۸] آپ کے سال وصال کے بارے میں اختلاف ہے۔ متعدد روایتیں ملتی ہیں۔ صاحب مسالک السالکین لکھتے ہیں: کسی نے آپ کی وفات ۳۳۱ھ میں، کسی نے ۳۳۲ھ میں، کسی نے ۳۴۱ھ میں بیان کی ہے۔ آپ نے بوقت وفات خادم سے فرمایا تھا کہ میں بندہ عاصی اور اپنے آقا سے بھاگا ہوا غلام ہوں۔ جب میں مرجاؤں تو طوق میرے گلے میں اور ہتھکڑی وبیڑی میرے پاؤں میں دینا اور مشکیں باندھ کر قبلہ رو بیٹھانا۔ وہ جل شانہٗ غفور رحیم ہے۔ شاید مجھے بخش دے۔ بعد وفات کے خادم نے ارادہ کیا کہ وصیت کی تعمیل کرے۔ غیب سے آواز آئی کہ اے بے خبر! ہرگز ایسا مت کر۔ کیا میرے عزیز کو خوار کیا چاہتا ہے [۱۴۳/۳]

[۹] صاحب مسالک السالکین لکھتے ہیں: آپ نے تاریخ ۴ ر جمادی الثانی ۳۷۰ھ روز جمعہ کو وفات پائی۔ مزار پر انوار بغداد میں ہے۔ [۵۵۰/۲]

[۱۰] مسالک السالکین میں ہے: آپ نے تاریخ غرہ رجب المرجب [رجب کی چاندرات] ۷۵۷ھ روز چہارشنبہ کو وفات پائی۔ مزار پر انوار زنجان میں ہے۔ [۲/۵۵۱]

[۱۱] صاحب منبع الانساب اور صاحب مسالک السالکین کے بیان میں بہت واضح فرق ہے جسے سہو کتابت ہی کہا جا سکتا ہے۔ مرزا عبدالستار بیگ شہسرامی لکھتے ہیں:

آپ نے ۳؍رمضان المبارک ۵۶۶ھ کو وفات پائی۔ مزار پر انوار بغداد میں ہے۔ تاریخ از گنجینہ سروری۔

رفت چواز جہاں بخلد بریں شیخ عارف ولی وجیہ الدین
سال تاریخ رحلتش سرور گفت کاشف ولی وجیہ الدین
[۵۶۶ھ]

[مسالک السالکین-۲/۵۵۳]

[۱۲] غوث الاسلام مخدوم بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ کے سلسلۂ نسب اور تاریخ ولادت و وصال میں مورخین کا اختلاف ہے لیکن اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ اسدی ہیں۔ سفینۃ الاولیاء، آئین اکبری میں سال ولادت ۵۶۵ھ درج ہے۔ تاریخ فرشتہ کے مولف ۵۷۸ھ کو آپ کا سال ولادت ٹھہراتے ہیں۔ حضرت مصنف سید معین الحق جھونسوی قدس سرہٗ اور صاحب مسالک السالکین نے سال ولادت ۵۶۶ھ درج کیا ہے۔ مسالکین السالکین میں مخدوم ملتانی کے سجادہ نشین خان بہادر مخدوم حسن کی کتاب ''انوار غوثیہ'' کے حوالے سے آپ کا نسب نامہ یہ درج کیا ہے:

حضرت شاہ بہاء الدین زکریا بن مولانا شیخ وجیہ الدین ملقب بہ شیخ محمد غوث بن سلطان ابوبکر بن سلطان جلیل الدین بن سلطان علی قاضی بن سلطان حسین بن سلطان عبداللہ بن سلطان مطرف بن سلطان جنید بن امیر ہازم بن امیر تاج الدین بن عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم بن امیر مہسار بن اسد بن ہاشم بن عبد مناف۔ انوار غوثیہ کے مصنف لکھتے ہیں کہ یہی نسب نامہ قدیم زمانے سے ان کے خاندان میں چلا آ رہا ہے [مسالک السالکین،۲/۵۰۹]

سید قاسم محمود نے جدید اسلامی انسائیکلو پیڈیا میں آپ کا نسب نامہ یہ درج کیا ہے:

ابو محمد بہاء الدین زکریا بن وجیہ الدین محمد بن کمال الدین شاہ علی قریشی بن سلطان محمد جلال الدین بن سلطان علی قاضی بن شمس الدین محمد کروڑوی بن سلطان حسین بن سلطان عبداللہ بن حسین بن سلطان مطرف بن سلطان خزیمہ بن امیر ہاضم بن امیر تاج الدین بن امیر عبدالرحیم بن عبدالرحمٰن بن ہبار بن اسد بن ہاشم بن عبد مناف [اسلامی انسائیکلو پیڈیا، سید قاسم محمود]

مسالک السالکین کے بیان کے مطابق حضرت مخدوم بہاء الدین زکریا اور حضرت عبد مناف کے درمیان پندرہ واسطے ہیں اور اسلامی انسائیکلو پیڈیا کے مطابق سترہ واسطے ہیں اور کئی اسمائے گرامی بھی مختلف ہیں۔ صاحب مسالک السالکین نے حضرت کے دادا کا نام کمال الدین علی قریشی ہی ترجیحی طور پر ذکر کیا ہے۔

[۱۳] صاحب مسالک السالکین لکھتے ہیں: آپ نے تاریخ ۲۳؍ذی الحجہ ۶۸۴ھ روز سہ شنبہ کو بعہد سلطنت سلطان غیاث الدین بلبن کے وفات پائی [۲/۵۲۳]

[۱۴] مسالک السالکین میں درج ہے: آپ تاریخ ۹؍رمضان المبارک ۶۴۹ھ روز جمعہ کو بعہد سلطنت سلطان ناصر الدین کے پیدا ہوئے اور اٹھاسی برس کی عمر میں تاریخ ۱۶؍ رجب المرجب ۷۳۵ھ شب جمعہ کو بعہد سلطنت سلطان محمد تغلق شاہ کے فردوس بریں کو سدھارے۔ مزار پر انوار ملتان میں ہے۔ [۲/۵۲۷]

ساتویں فصل

منظوم نسب نامے

حضرت مصنف نے مولائے کائنات، حسنی حسینی سادات رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے منظوم نسب نامے ساتویں فصل میں تحریر فرمائے ہیں جو الہ آبادی نسخے کے ص ۸۶ سے ۹۸ تک کے حاشیے پر تحریر ہیں لیکن اس کی زیراکس صاف نہیں ہے اور خط مکمل طور سے قابل قراءت [Readable] نہیں ہے، اس لیے وہ شامل کتاب نہیں ہو سکے۔ لکھنوی نسخے میں چند دوسرے منظوم نسب نامے صاف تحریر تھے، انہیں ساتویں فصل کی صورت میں شامل کتاب کرتا ہوں۔ اگر کسی نسخے میں مذکورہ بالا مفصل منظوم نسب نامے دستیاب ہو گئے تو آئندہ ایڈیشن میں انہیں شامل کتاب کر لیا جائے گا۔ ۱۲ساحلؔ

۱- مصطفےٰ و مرتضیٰ و پس حسین رایادوار بعد از سجاد زین العابدیں صاحب وقار

ترجمہ:- سیدنا مصطفےٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت امام حسین شہید کربلا، پھر حضرت امام زین العابدین سجاد رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے باوقار افراد اس سلسلے میں ہیں۔ خوب یاد رکھو۔

۲-پس محمد باقر و پس جعفر صادق، نگر پس علی آمد عریضی ، پس محمد راشمار

ترجمہ:- پھر حضرت امام محمد، امام جعفر صادق، حضرت علی عریضی پھر حضرت محمد بھی اس سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ سمجھ لو۔

۳-بعد ازاں عیسیٰ، پس احمد پس عبید اللہ ببیں آمدہ علوی علی و پس محمد آشکار

ترجمہ:- ان کے بعد حضرت عیسیٰ، حضرت احمد، حضرت عبید اللہ، حضرت علی

علوی، حضرت محمد بالترتیب اس سلسلے کے نمایاں بزرگ ہیں۔

۴-پس محمد پس علی پس محمد آں فقیہ آمدہ علوی علی و پس محمد آشکار

ترجمہ:- پھر حضرت محمد، حضرت علی، حضرت محمد فقیہ، حضرت علی علوی، حضرت محمد کے اسمائے گرامی بھی اس سلسلے میں شامل ہیں۔

۵- عبدرحمان بعد از و بوبکر فخر الدیں نگر ابن او عبد اللہ و پس شیخ گشتہ نامدار

ترجمہ:- حضرت عبدالرحمٰن، پھر حضرت ابوبکر فخر الدین، پھر ان کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ نامورانِ طریقت شیخ ہوئے ہیں۔

۶-ابن او عبد اللہ پس شیخ عبد اللہ دگر پس محمد عیدروس برحمت انتشار

ترجمہ:- پھر ان کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ پھر دوسرے شیخ عبد اللہ پھر حضرت محمد عیدروس جیسے نفوس قدسیہ نے اس سلسلے کی رحمتیں اور فیوض عام کئے ہیں۔

۷-یارب از ارواح ایشاں فیض بخشے بر معیںؔ از کمال فضل خود بنما ہمیشہ یادگار/ آشکار

ترجمہ:- اے پروردگار! ان بزرگوں کی ارواح طیبہ کے طفیل ناچیز بندے معین الحق پر فیوض و برکات کا نزول فرما اور اپنے کامل فضل سے ہمیشہ نمایاں، ممتاز اور یادگار بنائے رکھ۔

۞

۱- محمد و علی و بعد ازاں حسین شہید علی و باقر و جعفر امام در توحید

ترجمہ:- سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت امام حسین شہید کربلا، حضرت امام علی زین العابدین، حضرت امام باقر، حضرت امام جعفر اس سلسلے کے اولین بزرگ اور اہل توحید کے امام ہیں۔

۲-ازاں پس آمدہ موسیٰ و بعدش ابراہیم ازاں پس آمدہ موسیٰ، پس احمد است جدید

ترجمہ:- ان کے بعد حضرت موسیٰ، پھر حضرت ابراہیم پھر حضرت موسیٰ ثانی اور پھر حضرت احمد کے اسمائے گرامی اس سلسلے میں بالترتیب آتے ہیں۔

۳- حسین و احمد، بعدش محمد و مہدی دگر حسین وازاں پس علی بفضل وحید

ترجمہ:- حضرت حسین، حضرت احمد، پھر حضرت محمد، حضرت مہدی، حضرت حسین ثانی پھر حضرت علی اپنے ممتاز فضل کے ساتھ اس سلسلے میں شامل ہیں۔

۴-امام جازم و پس ثابت و دگر یحییٰ علی و حضرت احمد رفاعی است پدید

حضرت امام جازم، حضرت ثابت، حضرت یحییٰ، حضرت علی، حضرت احمد رفاعی بھی اس سلسلے کے مشائخ میں شامل ہیں۔

۵-محمد ست براہیم و بعد شاہ عمر ازاں پس عبدرحیم و علی ست در توحید

ترجمہ:- حضرت محمد، حضرت ابراہیم، حضرت شاہ عمر، حضرت عبدالرحیم، حضرت علی بھی اس سلسلے کے ائمۂ اہل توحید ہیں۔

۶-بزین العابدین و بعد شاہ فضل اللہ بشاہ برجی وزاں پس شریف در تمجید

ترجمہ:- حضرت زین العابدین، حضرت شاہ فضل اللہ، حضرت شاہ برجی، حضرت شاہ شریف، اس سلسلے کے صاحبانِ مجد و کرامت بزرگ ہیں۔

۷-محمد آمدہ از نسل شاں بعون اللہ معیںؔ نوشت ہمہ نامہا کہ لائق دید

ترجمہ:- اللہ کی مشیت کے مطابق ان بزرگوں کی نسل سے حضرت شاہ محمد تولد ہوئے۔ بندۂ عاجز معین الحق نے سارے ممتاز اسمائے گرامی تحریر کر دیئے۔

۞

۱- محمد و علی و پس حسین شاہ شمار علی و باقر و جعفر امام کار گذار

ترجمہ:- حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ، حضرت امام حسین، حضرت امام علی زین العابدین، حضرت امام محمد باقر، حضرت امام جعفر صادق اس سلسلے کے بالترتیب نمایاں بزرگ ہیں۔

۲-امام موسیٰ کاظم، علی رضا بعدش محمد و علی و جعفر و علی پندار

ترجمہ:- حضرت امام موسیٰ کاظم، حضرت امام علی رضا، حضرت محمد، حضرت علی، حضرت جعفر، حضرت علی کو بالترتیب ان کے بعد رجال سلسلہ شمار کیجئے۔

۳-ازاں پس آمدہ قدوہ میر اسماعیل عقیل، حضرت ہارون، حمزہ پس یاد آر

ترجمہ:- ان کے بعد ممتاز پیشوا حضرت میر اسماعیل، حضرت عقیل، حضرت ہارون، حضرت حمزہ کے اسمائے گرامی یاد رکھئے۔

۴-امام جعفر و زید ست و قاسم، ابراہیم ازاں پس آمدہ محمود پس محمد یار

ترجمہ:- حضرت امام جعفر، حضرت زید، حضرت قاسم، حضرت ابراہیم، ان کے بعد حضرت محمود، حضرت محمد کو بالترتیب ان بزرگوں کے رفقائے سلسلہ میں شمار کیجئے۔

۵-دگر محمد و احمد پس ابن او جعفر پس احمد آمد و سید و جلال در ہمہ کار

ترجمہ:- حضرت محمد، حضرت احمد، آپ کے صاحبزادے حضرت جعفر، حضرت احمد، حضرت سید، حضرت جلال اس سلسلے کی ہمہ جہت شخصیات ہیں۔

۶-ازاں پس آمد سید رفیع دین بزرگ بشاہ احمد ازاں بس بود مدار قرار

ترجمہ:- ان کے بعد دینی بزرگ حضرت سید رفیع، حضرت شاہ احمد کی ذات گرامی اس سلسلے کی مرکزی شخصیات تھیں۔

۷-زنسل شاں بخدا شاہ آمد اسماعیل ہمیشہ باد فزوں عمر او بہ لیل و نہار

ترجمہ:- بخدا! آپ حضرات کی نسل سے حضرت اسماعیل جلوہ افزائے بزم کائنات ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں ہمیشہ اضافہ فرمائے۔ آمین!

۞

نسب نامہ حسن بن سید زین قدس اللہ سرہٗ العزیز

۱- سید الکونین مولانا محمد مصطفےٰ پس علی حیدر امام اتقیا و اولیا

ترجمہ:- دونوں جہان کے سردار، ہمارے آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پھر حضرت علی حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو سارے جہان کے اولیا اور متقین کے امام ہیں۔

۲-پس حسین و شاہ زین العابدین نعم الوجود پس محمد باقر و جعفر امام رہنما

ترجمہ:- پھر حضرت امام حسین، حضرت شاہ امام زین العابدین ہیں جو کائنات کی بہترین مخلوق ہیں، پھر حضرت امام باقر، حضرت امام جعفر صادق اس سلسلے میں آتے ہیں جو مسلمانوں کے رہنما ہیں۔

۳-پس علی ذاک العریضی پس محمد ابن او برسپہر اولیا عیسیٰ شدہ شمس الضحیٰ

ترجمہ:-ان کے بعد حضرت عریضی پھر آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ محمد ہیں۔ان کے بعد حضرت عیسیٰ آتے ہیں جو آسمان ولایت کے درخشندہ آفتاب ہیں۔

۴-احمد وابنش عبید اللہ ، محمد بعد ازو ابن او علوی و من بعدش علی بدر الدجا

ترجمہ:- پھر حضرت احمد، ان کے صاحبزادے حضرت عبید اللہ، پھر حضرت محمد، ان کے صاحبزادے حضرت علوی، ان کے بعد حضرت علی ہیں جو تاریکیوں میں چودھویں کا چاند ہیں۔

۵-پس محمد بعد از وعلوی امام راہ حق عبدرحمان بعد ازو احمد شدہ نعم البقا

ترجمہ:- پھر حضرت محمد، ان کے بعد حضرت علوی ہیں جو راہ حق کے امام ہیں۔ ان کے بعد حضرت عبدالرحمٰن، پھر حضرت احمد ہیں جن کا باقی باللہ وجود بڑا خوشگوار تھا۔

۶-شاہ عبداللہ و ابن او محمد پس حسن پس محمد آمدہ عبداللہ بعدش رہنما

ترجمہ:-حضرت شاہ عبداللہ، ان کے صاحبزادے حضرت محمد، پھر حضرت حسن، پھر حضرت محمد، حضرت عبداللہ اس سلسلے کے رہنما بن کر تشریف لائے۔

۷-پس محمد بود وعبداللہ من بعدش علی ابن او زین است من بعدش حسن آمد بجا

ترجمہ:- پھر حضرت محمد، حضرت عبداللہ، ان کے بعد حضرت علی، آپ کے صاحبزادے حضرت زین الدین پھر حضرت حسن اس سلسلے کے مشائخ ہیں۔

۸-پس حسین آمد ز نسل ایں جماعت یادگار باد فیض جملہ اجدادش بروصبح ومسا

ترجمہ:- پھر حضرت حسین ان پاکبازوں کی جماعت کی نسل سے یادگار بن کر تشریف لائے۔آپ پر آپ کے مقدس اجداد کے فیوض و برکات ہمہ دم جاری و

ساری رہیں۔

۹- رحمت وغفراں بہ اجدادش بود نعم القرین تا بود خورشید روشن برزمین و برسما

ترجمہ:- آپ کے اجداد کرام کے ساتھ رحمت و غفران کی بہترین رفاقتیں باقی رہیں جب تک زمین و آسمان پر آفتاب کی روشنی باقی رہے۔

نسب نامہ اولاد عمر اشرف بن علی بن حسین بن علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱- رسول ہادی و مہدی، امام جن وبشر برو صلوٰۃ وسلام خدا بشام وسحر

ترجمہ:-رہنما اور ہدایت یافتہ رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو انسانوں اور جنات کے امام اور پیشوا ہیں، ان پر خدائے تعالیٰ شام و سحر ہمیشہ درود وسلام کا نزول فرمائے۔

۲-علی ولی ہمہ اولیا وشاہ حسین ازاں پس آمدہ سجاد و ابن اوست عمر

ترجمہ:-سارے اولیائے کرام کے سردار حضرت علی مرتضٰی، شاہ کربلا حضرت امام حسین، ان کے بعد حضرت امام زین العابدین اور ان کے شاہزادے حضرت عمر اسی سلسلے کے آبائے کرام ہیں۔

۳-علی وقاسم وابنش محمد صوفی امام قدوۂ عالم پس ابن او جعفر

ترجمہ:-حضرت علی، حضرت قاسم، حضرت قاسم کے صاحبزادے محمد صوفی جو سارے جہاں کے پیشوا اور امام ہیں، پھر ان کے صاحبزادے حضرت جعفر بھی اس سلسلۂ نسب کی مسلسل کڑیاں ہیں۔

۴-ازاں پس آمدہ قیس و دگر شدہ احنف ازاں پس آمدہ شاہ علقمہ بہ فیض دگر

ترجمہ:-ان کے بعد حضرت قیس، پھر حضرت احنف، پھر ان کے بعد شاہ علقمہ ایک نیا سحاب فیض بن کر آئے۔

۵-بزرگ دہر زماں بود شاہ سیف الدین بہ مجتبیٰ وبہ میمون وپس رضی بنگر

ترجمہ:-اپنے زمانے کے مسلم بزرگ شاہ سیف الدین، حضرت مجتبیٰ،

حضرت میمون، حضرت رضی اس سلسلۂ نسب کے بالترتیب آبائے کرام میں شامل ہیں۔

۶- علی وشاہ مبارک دگر شدہ معروف بہ شمس دین وشہاب الدین آمدہ اشہر

ترجمہ:-حضرت علی، حضرت شاہ مبارک جو شمس الدین کے لقب سے معروف ہوئے اور حضرت شہاب الدین جنہوں نے خاصی شہرت پائی۔

۷-بشاہ موئی ورعنا وقاسم وحسن است محمد آمد ومخدوم احمدست دگر

ترجمہ:-حضرت شاہ، حضرت رعنا، حضرت قاسم، حضرت حسن، حضرت محمد، حضرت مخدوم احمد بھی حضرات اس سلسلۂ نسب میں شامل ہیں۔

۸-بشاہ یوسف واحمد بہ قطب خوندشم بشاہ زاہد وسید حسن جمیع وطر

ترجمہ:-حضرت شاہ یوسف، حضرت احمد جو قطب خوندشم کے لقب سے معروف ہیں، حضرت شاہ زاہد، حضرت سید حسن یہ بھی نجیب الاصل ہیں۔

۹- بخواں بروح ہمہ فاتحہ دگر اخلاص صلوٰۃ مصطفوی بعد ازاں بود بہتر

ترجمہ:-ان سبھی بزرگوں کے نام سورۂ فاتحہ، سورۂ اخلاص اور درود شریف پڑھ کر ایصال ثواب کرو۔

۱۰- معین بہ نظم خود آورد آل پاک حسین زبہر حفظ پس آسان نماید وایسر

ترجمہ:-معین الحق نے حضرت امام حسین کی آل پاک کو نظم کی صورت اس لئے دیدی کہ منظوم صورت میں ان اسمائے گرامی کو یاد رکھنا آسان ہوگا۔

نسب نامہ حضرت سید عبدالوہاب قدس اللہ سرہٗ العزیز

۱- محمد سید الکونین محبوب خداوانی علی داماد او بودہ بہ امر خاص ربانی

ترجمہ:-دونوں جہاں کے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو محبوب خدا جانو، حضرت علی مرتضٰی، حکم ربی پر آپ کے داماد بنے تھے۔

۲- حسین وشاہ زین العابدین بودے امام دین ازاں پس زید وابن او حسین نیک تر دانی

ترجمہ:-حضرت امام حسین شہید کربلا، امام زین العابدین دین کے امام

تھے ان کے بعد حضرت زید شہید اور آپ کے صاحبزادے حضرت حسین کو بھی بہت پرہیزگار سمجھو۔

۳- حسین وپس محمد، پس حسین وپس علی بنگر حسین واحمد وبعدش محمد بود نورانی

ترجمہ:- حضرت حسین، پھر حضرت محمد، حضرت حسین، حضرت علی، حضرت حسین، حضرت احمد، ان کے بعد حضرت محمد بھی پیکر نور تھے۔

۴-ازاں پس شاہ زین العابدین بودہ است عبداللہ ابی طاہر شمار شاہ طاہر بعد ازو خوانی

ترجمہ:-ان کے بعد حضرت شاہ زین العابدین، حضرت عبداللہ، حضرت ابوطاہر، حضرت شاہ طاہر کو بھی بالترتیب اس سلسلۂ نسب کی کڑیاں شمار کرو۔

۵-دگر عبداللہ وبوبکر عثمان حسین بنگر حسین واحمد وبعدش علی آمد نکو دانی

ترجمہ:-حضرت عبداللہ، حضرت ابوبکر، حضرت عثمان، حضرت حسین، پھر حضرت حسین ثانی، حضرت احمد، یہ حضرات بالترتیب اس سلسلے کے آبائے کرام ہیں۔

۶-ازاں پس شاہ یحییٰ بودہ وسید اخی بعدش ازاں پس شاہ لاڈن سید انوار عرفانی

ترجمہ:-ان کے بعد حضرت شاہ یحییٰ، حضرت اخی، حضرت شاہ لاڈن، تھے جو عرفانی انوار سے شرابور رہنے والے سید تھے۔

۷-دگر عبدالملک آمد ازاں پس شاہ نورالدین دگر عبدالوہاب آں قدوۂ سادات عدنانی

ترجمہ:-حضرت عبدالملک پھر حضرت شاہ نورالدین، ان کے بعد حضرت عبدالوہاب تشریف لائے جو عدنانی سادات کے پیشوا تھے۔

۸-ازاں پس آمدہ سید محمد یادگار شاں الٰہی ذریت شہ بادش نیک روحانی

ترجمہ:-ان کے بعد ان کی یادگار بن کر سید محمد تشریف لائے۔یااللہ! ان کی نسل کو ہمیشہ نیک اطوار رکھنا۔

۹- باجدادش ہمیشہ رحمت وغفران حق بادا فلک تا برزمین قایم بود از امر رحمانی

ترجمہ:-آپ کے آباؤ اجداد پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و غفران کا نزول

ہوتا رہے، جب تک رب جہاں کے حکم سے اس زمین پر آسمان کا شامیانہ لگا رہے۔

۱۰- معینؔ اسماء ایں سادات کہ درآوردہ باروا حش نماید التماس عفو و غفرانی

ترجمہ:- معینؔ الحق نے جن سادات کرام کے اسمائے گرامی نظم کیے ہیں، ان کی ارواح طیبات سے اپنے حق میں بخشش اور مغفرت کی دعا کا طالب ہے۔

کتابیات

Bibliography

القرآن الحکیم

۱- ابجد العلوم، نواب صدیق حسن خان قنوجی بھوپالی، مطبع صدیقی، بھوپال، ۱۲۹۶ھ

۲- اخبار الاخیار (اردو) شیخ عبد الحق محدث دہلوی [م ۱۰۵۲ھ] ادبی دنیا، دہلی

۳- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور

۴- اسلامی انسائیکلو پیڈیا، سید محمود، الفیصل پبلکشنز، لاہور

۵ اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں، سید عبد الحی رائے بریلوی، دار المصنفین، اعظم گڑھ ۱۹۶۹ء

۶ امام احمد رضا اور تصوف، علامہ محمد احمد مصباحی، المجمع الاسلامی، مبارکپور ۱۴۰۸ھ

۷ الانتصاح عن اھل الصلاح، مولانا شاہ علی انور قلندر، خانقاہ کاظمیہ قلندریہ، کاکوری شریف

۸ بحر الانساب قلمی، سید محمد بن جعفر حسنی مکی، یونیورسٹی گلشن نمبر، فارسیہ اخبار، اندراج: ۱۸۳

۹ بحر ذخار قلمی، وجیہ الدین اشرف، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، اندراج: یونیورسٹی فارسیہ اخبار، ۱/ ۲۵۷

۱۰ تاریخ بخاری، امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری [۲۵۶ھ] دار الفکر، بیروت

۱۱ تاریخ تمدن عرب، سید ظہیر احمد زیدی، بزم قاسمی برکاتی، کانپور ۲۰۰۰ء

۱۲ تاریخ سلاطین شرقی وصوفیائے جونپور، سید اقبال احمد، شیراز ہند پبلشنگ ہاؤس، جونپور ۱۹۸۸ء

۱۳ تاریخ مشائخ الہ آباد، محمد نظام الدین بہادر گنج، الہ آباد

۱۴ تاریخ ولادت نبوی، ساحل شہسرامی، سلطان شیر شاہ سوری پبلی کیشنز، شہسرام

۱۵ تحفۃ الانساب، میر سید علی ہمدانی

۱۶ تذکرۃ الانبیاء، حافظ قاضی عبد الرزاق بھترالوی، مکتبہ ضیائیہ، راولپنڈی، پاکستان

۱۷ ترجمہ کا فن اور روایت، ڈاکٹر قمر رئیس، تاج پبلشنگ ہاؤس، دہلی

۱۸ الترغیب والترھیب، زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری [م ۶۵۶ھ] مصطفیٰ البابی، مصر

۱۹ تفسیر عزیزی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی [م ۱۲۳۹ھ] مطبوعہ لال کنواں دہلی

۲۰ تقریب التھذیب، محمد بن عمر بن واقدی الاسلمی، دار نشر الکتب الاسلامیہ، گوجر انوالا پاکستان

۲۱ جامع الاصول من احادیث الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ابو السعادات مبارک بن محمد معروف بہ ابن الاثیر جزری، دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۹۸۴ء

۲۲ جامع المعارف، حضرت ابو الفتح

۲۳ جامع ترمذی، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ مبارک پور

۲۴ حاشیہ الصاوی علی الجلالین، شیخ احمد بن محمد الصاوی المالکی، المشہد الحسینی، قم ایران

۲۵ حدائق بخشش، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، رضا اکیڈمی، ممبئی

۲۶ حلیۃ الاولیا، ابو نعیم، دار الکتاب العربی، بیروت

۲۷ حیات اعلیٰ حضرت، ملک العلما شاہ محمد ظفر الدین قادری، رضا اکیڈمی، ممبئی،

۲۸ خاندان مصطفیٰ، علامہ سید محمد سعید الحسن قادری، اسلامک پبلشر، دہلی

۲۹ الدر المنثور، امام جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی [م ۹۱۱ھ] دار احیاء التراث العربی، بیروت

۳۰ الدر المنظم فی مولد النبی الاعظم، شیخ الدلائل علامہ عبد الحق محدث الہ آبادی مہاجر مدنی، پاکستان

۳۱ دلائل النبوۃ، امام بیہقی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت
۳۲ دیکھ لیا ملتان، ڈاکٹر زاہد علی واسطی، بیکن بکس گل گشت، ملتان ۱۹۹۲ء
۳۳ دیوان شاہ نعمت ولی، سید نور الدین شاہ نعمت اللہ ولی، انتشارات جاویدان، تہران
۳۴ دیوان المنسب
۳۵ زرقانی علی المواہب، امام محمد عبد الباقی زرقانی، [م ۱۱۲۲ھ] دارالمعرفۃ بیروت
۳۶ سراج العوارف فی الوصایا والمعارف [اردو] سید شاہ ابو الحسین احمد نوری، اردو، ترجمہ: پروفیسر سید محمد امین قادری برکاتی، برکاتی فاؤنڈیشن، کراچی، ۱۹۸۶ء
۳۷ سراج منیر شرح جامع صغیر للعزیزی، المطبعۃ الازہریۃ المصریۃ، مصر
۳۸ سیر الانصار، مولانا سعید انصاری، دارالمصنفین، اعظم گڑھ ۱۹۶۸ء
۳۹ سیرۃ النبی، محمد ابن اسحٰق مطلبی، تحقیق و تعلیق: ڈاکٹر محمد حمید اللہ فرانس
۴۰ شرفا کی نگری، سید نظام الدین قادری فردوسی، نظامی اکیڈمی۔ کراچی ۱۹۹۵ء
۴۱ شواہد النبوۃ، علامہ نور الدین محمد عبد الرحمٰن جامی، اردو ترجمہ: بشیر حسین ناظم مجل پبلیکیشنز، دہلی
۴۲ شعب الایمان، امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی [م ۴۵۸ھ] دارالکتب العلمیۃ، بیروت
۴۳ صحیح البخاری، امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری [م ۲۵۶ھ] مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ مبارک پور
۴۴ الصواعق المحرقۃ، شہاب الدین احمد بن حجر مکی [م ۹۷۳ھ] مکتبہ مجیدیہ، ملتان
۴۵ ضیاء القرآن، پیر کرم شاہ ازہری، ادبی دنیا، دہلی
۴۶ ضیاء النبی، پیر کرم شاہ ازہری، المجمع المصباحی، مبارک پور
۴۷ طبقات سلمی
۴۸ طبقات ناصری اردو، ابو عمر و منہاج الدین عثمان معروف بہ منہاج سراج، ترجمہ و تحشیہ غلام رسول مہر، مرکزی اردو بورڈ، لاہور
۴۹ العقد الفرید، ابو عمر احمد بن محمد ابن عبد ربہ اندلسی، مطبعۃ الاستقامۃ، قاہرہ ۱۹۵۳ء

۵۰ عمدۃ التواریخ
۵۱ فتاویٰ رضویہ جدید، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، رضا فاؤنڈیشن، لاہور
۵۲ الفتوحات المکیۃ، شیخ محی الدین ابن عربی، داراحیاء التراث العربی، بیروت
۵۳ الفردوس بماثور الخطاب، امام شہردار بن شیرویہ دیلمی [م ۵۵۸ھ]، دارالکتب العلمیۃ، بیروت
۵۴ فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، امام جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی [م ۹۱۱ھ] دارالمعرفۃ، بیروت
۵۵ قلائد الجواہر (اردو) شیخ محمد یحییٰ تاذفی، اسپر پچول پبلی کیشنز، نئی دہلی
۵۶ کاشف الاستار شریف، اسد العارفین سید شاہ محمد حمزہ عینی مارہروی، اردو ترجمہ: ساحل شہسرامی [علیگ]
۵۷ کتاب التاریخ، امام یافعی
۵۸ کشف حقائق و اسرار و دقائق، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، رضا اکیڈمی، ممبئی
۵۹ کشف المحجوب مخدوم سید علی ہجویری داتا گنج بخش، اردو ترجمہ: مفتی تقدس علی خاں بریلوی، مکتبہ نبویہ، لاہور
۶۰ کنز الانساب، سید مرتضیٰ الملقب بہ علم الہدیٰ، ناشر میرزا محمد ملک الکتاب۔
۶۱ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، اعلیٰ حضرت امام رضا قادری، رضا اکیڈمی، ممبئی
۶۲ کنز العمال، علاء الدین علی متقی [م ۹۷۵ھ] موسسۃ الرسالۃ، بیروت
۶۳ ماثبت بالسنۃ، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، ادارۂ نعیمیہ رضویہ، لاہور
۶۴ ماہنامہ نقوش لاہور، رسول نمبر
۶۵ مثنوی معراج الکمال تکملہ مثنوی امواج الخیال، علامہ غلام علی آزاد بلگرامی، قلمی مخطوطہ، مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ اندراج: احسن فارسیہ، 891,5514,13,2
۶۶ مدارج النبوۃ شیخ عبد الحق محدث دہلوی، مطبوعہ نوریہ رضویہ، سکھر، پاکستان

۶۷ مدارک التنزیل وحقائق التاویل، امام ابو برکات عبد اللہ نسفی، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور
۶۸ مرآۃ الانساب، مولوی ضیاء الدین احمد علوی نقشبندی مجددی وکیل امروہوی، مطبع رحیمی جے پور، ۱۹۱۷ء
۶۹ مرآت جلالی، سید خلیل احمد بخاری، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۹ء
۷۰ مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین، مرزا محمد عبد الستار بیگ شہسرامی۔ مطبع منبع مفید عام، آگرہ
۷۱ المستدرک للحاکم، ابو عبد اللہ الحاکم [م ۴۰۵ھ] دارالفکر، بیروت
۷۲ مسلم شریف، امام مسلم بن حجاج قشیری [م ۲۶۱ھ] مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ مبارک پور
۷۳ مشکوٰۃ المصابیح، امام ولی الدین محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزی [م ۷۴۲ھ] مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
۷۴ معجم البلدان، یاقوت حموی، دارصادر، بیروت ۱۹۷۷ء
۷۵ المعجم الکبیر، سلیمان احمد طبرانی [م ۳۶۰ھ] مکتبۃ الفیصلیۃ، بیروت
۷۶ مفاتیح الغیب معروف بہ تفسیر کبیر، امام فخر الدین رازی [م ۶۰۶ھ] دارالکتب العلمیۃ، بیروت
۷۷ مقالات الکوثری، علامہ محمد زاہد الکوثری، مصر
۷۸ ملفوظات عزیزی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، مطبع مجتبائی، میرٹھ، ۱۳۱۴ھ
۷۹ منبع الانساب قلمی، سید معین الحق جھونسوی، مملوکہ سید فیضان اللہ قادری الہ آبادی، بکی مسجد
۸۰ منبع الانساب قلمی، سید معین الحق جھونسوی، شبلی لائبریری، ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ اندراج: تا فارسیہ ۲۶۰/۵۱
۸۱ نزھۃ القادری، شرح صحیح البخاری، شارح بخاری علامہ مفتی شریف الحق امجدی

دائرۃ البرکات، کریم الدین پور، گھوسی
۸۲ نفحات الانس، علامہ عبد الرحمٰن جامی، اردو ترجمہ: شمس بریلوی، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی
۸۳ نقش دوام، سید محمد اکمل اجملی، دائرۂ شاہ اجمل، الہ آباد
۸۴ النور والبہاء لاسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء، سید شاہ ابو الحسین احمد نوری، اردو ترجمہ ساحل شہسرامی [علیگ] سلطان شیر شاہ سوری پبلی کیشنز، شہسرام

سلطان شیر شاہ سوری پبلی کیشنز، شہسرام

کے زیر اہتمام عنقریب منظر عام پر آنے والی کتابیں

☆ **النور والبہاء لاسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء۔ مصنف: سراج السالکین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہٗ۔ ترجمہ و تقدیم:** علامہ ساحل شہسرامی (علیگ)

سادات زیدی، مارہرہ مطہرہ کے معروف بزرگ سراج السالکین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہٗ کی یہ مشہور زمانہ تصنیف عربی زبان میں تھی، جس میں حضرت مصنف کو حاصل شدہ قرآن حکیم، احادیث مبارکہ، اوراد واذکار اور سلاسل طریقت کی جملہ اجازات واسناد کی تفصیل موجود ہے۔ حضرت امین ملت پروفیسر سید شاہ محمد امین قادری برکاتی، سجادہ نشین خانقاہ عالیہ برکاتیہ کے حکم پر علامہ ساحل شہسرامی نے اسے اردو ترجمہ کی صورت میں پیش کیا۔ اس دستاویزی کتاب کی اشاعت کرتے ہوئے سلطان شیر شاہ سوری پبلی کیشنز، شہسرام فخر محسوس کر رہا ہے۔

عمدہ طباعت، دلکش سرورق، صفحات: ۸۰، قیمت: ۳۰روپے

☆ **عرفان عرب:** مصنف: علامہ ساحل شہسرامی [علیگ]

عربی ادب کی تاریخ پر اردو زبان میں متعدد کتابیں موجود ہیں۔ بعض کتابیں ترجمہ ہوئیں جیسے احمد حسن زیات کی تاریخ الادب العربی اور شوقی ضیف کی کتابوں کے اردو تراجم سامنے آئے۔ پروفیسر عبدالحلیم ندوی کی تاریخ ادب عربی کئی جلدوں میں موجود ہے لیکن عرفان عرب کے مصنف نے صرف ایک جلد میں اختصار کے ساتھ وہ سارے ذیلی مباحث سمیٹ دئے ہیں جن کی عربی ادب کی تاریخ کے ایک طالب علم کو ضرورت ہو سکتی ہے۔ زمانۂ جاہلیت سے لے کر دور جدید تک عربی ادب کا عہد بہ عہد جائزہ، ہر عہد کی نثری اور نظمی خصوصیات کی نشاندہی، ہر دور کے نمائندہ رجال ادب عرب کا اجمالی تعارف اس کتاب میں موجود ہے۔ مصنف نے عہد جدید کے نمائندہ رجال عرب وعجم کے تعارف پر خصوصی توجہ کی ہے۔ ساتھ ہی ایم اے عربی کے نصاب میں شامل شنفری، تابط شرا، امرؤ

القیس کندی، عدی بن زید، بشر بن ابی خازم اسدی، زہیر بن ابی سلمیٰ، ربیعہ بن مقروم، متمم بن نویرہ، ابونواس، ابو العتاہیہ، ابو تمام، بحتری، ابن المعتز، متنبی، ابوفراس حمدانی، ابوالعلاء معری، محمود سامی بارودی، اسماعیل صبری، حافظ ابراہیم، احمد شوقی، معروف رصافی، خلیل مطران، ایلیا ابو ماضی کی ۲۳ عربی نظموں کے متن کے ساتھ تشریحی ترجمے، ابتدا میں شاعر کا خصوصی تعارف، نظم کا تاریخی پس منظر اور اس کی خصوصیات بھی درج ہیں۔ اس طور سے ''عرفان عرب'' عربی ادب کی تاریخ پر لکھی جانے والی اردو کتابوں میں بالکل منفرد ہے۔ مصنف کے رواں اسلوب اور انوکھی رُت نے اس کو جامعیت کے ساتھ دلکشی بھی دیدی ہے۔

عمدہ کاغذ، جاذب نگاہ گیٹ اپ۔ صفحات: ۵۶۸۔ قیمت ۲۵۰روپے

☆ **متنبی۔ ایک خصوصی مطالعہ:** مصنف: علامہ ساحل شہسرامی [علیگ]

عربی شعرا کی صف میں متنبی اپنی شہرت کے لحاظ سے بے مثل رہا ہے۔ ایک ہزار سال کا عرصہ بیت چکا ہے لیکن اس کی فنی شہرت کا آوزہ جوں کا توں برقرار ہے۔ عربی زبان میں تو متنبی کے شعر وادب کے تعارف پر خاصا لٹریچر موجود ہے لیکن اردو زبان بھی اس کے تذکرے سے خالی نہیں۔ جلیل الرحمن اعظمی، ڈاکٹر مسعود انور علوی، ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم کی قلمی کاوشیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ ڈاکٹر ر، بلاشیر کی معروف کتاب کا ترجمہ پروفیسر مختار الدین احمد کے قلم سے منظر عام پر آیا: متنبی عربوں اور مستشرقین کی نظر میں۔ متنبی۔ ایک خصوصی مطالعہ کے مصنف نے اختصار کے ساتھ ان طلبہ کی علمی معاونت کی غرض سے یہ کتاب تحریر کی ہے جو متنبی کو خصوصی مطالعہ کی حیثیت سے ایم اے عربی کے سال اخیر میں منتخب کرتے ہیں۔ اسی لئے اس کتاب میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے ایم اے عربی میں شامل گیارہ نصابی قصائد کا تشریحی ترجمہ مع متن بھی شامل ہے۔ ہر نظم کے ترجمے کے آغاز میں اس کا تاریخی پس منظر بھی بیان کر دیا گیا ہے۔ مجموعی طور سے یہ کتاب ان طلبہ اور ارباب ذوق کے لئے یکساں طور سے مفید ہے جو متنبی کے فکر وفن کے مطالعہ سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ کتاب کے چند ذیلی عنوانات یہ ہیں ☆ متنبی ایک جمالیاتی حکیم شاعر ☆ اخلاق وکردار ☆ متنبی کے مذہبی رجحانات ☆ متنبی کی فنی شہرت ☆ شعری محاسن ☆ متنبی کا آہنگ شاعرانہ ☆ تعبیر کی ندرت اور مضمون آفرینی ☆ امثال وحکم ☆ متنبی کی شعری جمالیات ☆ متنبی کے فنی معائب ☆ فارسی ادب پر متنبی کے اثرات ☆ متنبی دیار مغرب میں ☆ دیوان متنبی۔ شروح وتراجم۔

عمدہ کاغذ۔ بہترین طباعت، دلکش ٹائٹل۔ صفحات: ۱۸۴۔ قیمت: ۱۰۰روپے

☆ **دائرۂ قادریہ۔ بلگرام شریف:** مصنف: علامہ ساحل شہسرامی [علیگ]

بلگرام شریف آٹھ سو سال سے زیدی سادات کی جلوہ گاہ ہے، جس کی خاک سے سینکڑوں نامورانِ فن اور صدر نشینانِ روحانیت پیدا ہوتے رہے۔ ان میں صاحب العرفان، کاشف الحقیقت حضرت علامہ سید شاہ محمد قادری قدس سرہٗ بانی دائرۂ قادریہ علم اور روحانیت کی ایک ممتاز شناخت رکھتے ہیں۔ آپ ہی کے پوتے ہیں مشہور ہندوستانی ادیب، محدث اور لغوی حضرت سید مرتضیٰ زبیدی بلگرامی صاحب تاج العروس۔ یہ کتاب اسی دائرۂ قادریہ کے بانی سید محمد قادری قدس سرہٗ اور اس خانقاہ سے متعلق سجادہ نشینان اور اکابر خاندان کا تعارف کراتی ہے۔ اس ذیل میں کثیر اکابرین بلگرام کا تذکرہ آگیا ہے۔ خاص تعارف ان چھ بزرگوں کا پیش کیا گیا ہے:

۱۔ فاتح بلگرام سید محمد چشتی صاحب الدعوۃ الصغریٰ۔ ۲۔ سید شاہ محمد اجمل۔ ۳۔ سید محمد قادری۔ ۴۔ سید لطف اللہ قادری چشتی عرف شاہ لدھا۔ ۵۔ سید زین العابدین واسطی۔ ۶۔ سید اویس مصطفیٰ مدظلہٗ۔ اخیر میں میر عبدالجلیل نامی بلگرامی کی مثنوی امواج الخیال اور علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی کی مثنوی معراج الکمال تکملہ مثنوی امواج الخیال اردو ترجمے کے ساتھ درج ہے۔

مصنف نے اس کتاب کی تصنیف میں مولانا آزاد لائبریری میں موجود کثیر بلگرامی مخطوطات سے استفادہ کیا ہے اور بہت سی روایات، واقعات اور عبارات پہلی بار منظر عام پر آرہی ہیں۔ انہیں میں علامہ آزاد کی مثنوی معراج الکمال بھی ہے جو مخطوطہ کی شکل میں آزاد لائبریری علی گڑھ میں موجود ہے۔ اس طور سے رطب ویابس سے پاک، اختصار اور جامعیت کے ساتھ اس کتاب کے مضامین کو دستاویزی حیثیت حاصل ہے۔ ساتھ میں بلگرام شریف کے تاریخی مقامات مساجد اور بزرگوں کے مزارات طیبات کی رنگین تصاویر بھی شامل ہیں۔

طباعت دیدہ زیب، گیٹ اپ دلکش، صفحات: ۳۶۰۔ قیمت: ۱۵۰روپے

ملک العلما: مصنف: علامہ ساحل شہسرامی [علیگ]

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کے ممتاز اور نامور شاگرد اور خلیفہ ملک العلما علامہ شاہ ظفر الدین قادری رضوی علیہ الرحمہ ستر ۷۰ سے

زائد کتابوں کے مصنف اور جملہ مروجہ علوم معقولات ومنقولات کے علاوہ علم جفر، علم تکسیر، علم ہیئت وتوقیت اور علم فلکیات میں ماہر تھے۔ ان تمام علوم میں آپ کی تصانیف بھی موجود ہیں۔ آپ ہی کے فکر وفن کے تعارف میں علامہ ساحل شہسرامی نے متعدد وقیع مقالات سپرد قلم کئے جو ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی سے ۲۰۰۶ء میں کتابی صورت میں شائع ہوئے اور ۲۰۰۹ء میں جہان ملک العلما میں مختلف ابواب کے تحت ان کی اشاعت عمل میں آئی۔ ارباب ذوق اور حضرت ملک العلما کے نیاز مندوں کے اصرار پر ''ملک العلما'' کے کراچی ایڈیشن سلطان شیر شاہ سوری پبلی کیشنز، شہسرام شائع کرنے جا رہا ہے۔

۱۔ ملک العلما۔ ایک جامع کمالات شخصیت۔ ۲۔ ملک العلما اور مارہرہ مطہرہ۔ ۳۔ ملک العلما اور علمائے شہسرام۔ ۴۔ ملک العلما کے چند احباب۔ ۵۔ علم توقیت میں ملک العلما کے ایک شاگرد علامہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی۔ ۶۔ ملک العلما اور ان کے فتاویٰ۔ ۷۔ ملک العلما کی ایک تصنیف: اسلامی نظریۂ موت۔ ۸۔ ملک العلما کے صاحبزادے پروفیسر مختار الدین احمد۔ ایک باذوق ادیب۔ ۹۔ لاؤڈ اسپیکر سے متعلق ملک العلما کا فتویٰ، جیسے عناوین پر علامہ ساحل شہسرامی کے مقالات اس کتاب میں شامل ہیں۔

عمدہ طباعت، دلکش سرورق، صفحات: ۳۶۰۔ قیمت: ۱۵۰روپے

☆ **حضرت صادق شہسرامی۔ حیات اور شاعری** مصنف علامہ ساحل شہسرامی (علیگ)

علامہ عبدالکافی الہ آبادی اور مولانا فرخند علی شہسرامی کے شاگرد، دارالعلوم خیریہ نظامیہ شہسرام کے سابق مہتمم اور مفتی، حضرت مولانا صدیق احمد صادق قادری نقشبندی شہسرامی علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات کا تعارف اس کتاب میں موجود ہے۔ ساتھ ہی دارالعلوم خیریہ نظامیہ کی مفصل تاریخ اور اس کے مذہبی موقف کی دستاویز، حضرت صادق کا شعری مجموعہ بھی شامل کتاب ہے۔

عمدہ طباعت، دلکش گیٹ اپ۔ صفحات: ۳۶۸۔ قیمت: ۱۵۰روپے

منبع الانساب: مصنف حضرت سید معین الحق جھونسوی قدس سرہٗ۔ ترجمہ، تحشیہ، تقدیم: علامہ ساحل شہسرامی (علیگ)

الٰہ آباد سے تقریباً ۱۵ کلومیٹر مشرق کی سمت ایک تاریخی قصبہ ہے جھونسی شریف جہاں کے بخاری سادات کافی شہرت رکھتے ہیں۔ ان کے جد اعلیٰ حضرت سید علی مرتضیٰ عرف شعبان ملت

قدس سرہٗ بڑے صاحب جلال وکمال بزرگ گذرے ہیں جو ساتویں صدی کے بزرگ تھے۔ آپ کے خاندان میں ہی پانچویں پشت کے صاحبزادگان میں منبع الانساب کے مصنف آتے ہیں جو آٹھویں صدی کے نصف اخیر کے فاضلین میں آتے ہیں۔ چھ سو سال سے زائد عرصے کا یہ قدیم مخطوطہ نایاب تھا۔ مولانا سید جمال احمد صاحب الہ آبادی مہتمم مدرسہ فیضان مصطفیٰ علی گڑھ نے بڑی کاوش سے یہ مخطوطہ حاصل کیا اور علامہ ڈاکٹر مفتی ساحل شہسرامی (علیگ) نے سید صاحب کی فرمائش پر اس کا اردو ترجمہ کیا اور بہت گرانقدر حواشی کا اضافہ کیا۔ منبع الانساب کا یہ نسخہ ناقص الآخر ہے جس میں حضرات انبیائے کرام، عرب وعجم بالخصوص ہندوپاک میں موجود سادات اور مشاہیر شیوخ کے خانوادے، جدِ اعلیٰ حضرت شعبان ملت اور ان کے پیرومرشد حضرت مخدوم منہاج الدین حاجی الحرمین، مشائخ سلسلۂ عالیہ قادریہ وسہروردیہ بالخصوص سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بہت والہانہ اور قدرے مفصل تذکرہ موجود ہے۔

عمدہ کاغذ، شاندار طباعت۔ دیدہ زیب سرورق، صفحات: ۵۰۴۔ قیمت: ۲۰۰/روپے

☆ **اورادِ قادریہ:** تالیف: علامہ ساحل شہسرامی (علیگ)

سرکار غوث اعظم محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تصنیف کردہ درود ہائے مبارکہ، اوراد کریمہ میں سے اسبوع شریف، اسمائے سبعہ الٰہیہ، مسبعات عشر، درود مستغاث، درود کبریت احمر، درود اکسیر اعظم، درود بشائر الخیرات، چہل کاف شریف کے علاوہ دہ کاف، ختم قادریہ کبیر، ختم قادریہ بدر الہند، فاتحہ توشہ شریف، قصیدۂ غوثیہ، مناقب غوثیہ رضویہ، صلوٰۃ غوثیہ رضویہ، صلوٰۃ غوثیہ بطرز کبیر، دعائے غوثیہ، دعائیہ رباعیات، حضور مفتی اعظم، مولانا جمیل الرحمٰن قادری اور علامہ ساحل شہسرامی کی نظم کردہ مناقب غوثیہ کا یہ مجموعہ جملہ برادران اہل سنت کے ایمانی جذبوں کو توانائی بخشنے کے لئے سلطان شیر شاہ سوری پبلی کیشنز شائع کررہا ہے۔ اسے خود پڑھیں، احباب کو تحفہ میں پیش کریں، گیارہویں شریف کی محفلوں میں اس کے اجتماعی ورد کو رواج دیں۔

عمدہ کاغذ، دورنگی طباعت، خوشنما ٹائٹل: صفحات: ۲۴۰۔ قیمت:

عطا ہوا۔ بے شک یہی ظاہر فضل ہے۔ اور جمع کئے گئے سلیمان کے لئے اس کے لشکر جنوں اور آدمیوں اور پرندوں سے تو وہ روکے جاتے تھے۔[کنز الایمان]

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۚ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ۝ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ [الانبیاء: ۸۱-۸۲] اور ہم نے سلیمان کے لئے تیز ہوا مسخر کردی کہ اس کے حکم سے چلتی اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھی اور ہم کو ہر چیز معلوم ہے۔ اور شیطانوں میں سے وہ جو اس کے لئے غوطہ لگاتے اور اس کے سوا اور کام کرتے اور ہم انہیں روکے ہوئے تھے[کنز الایمان] تا کہ آپ کے دائرہ حکم سے باہر نہ ہوں۔

[۲] آپ کے محل کا صحن شفاف آبگینہ/شیشے کا تھا۔ اس کے نیچے پانی جاری تھا جس میں مچھلیاں تھیں۔ اس کے وسط میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت تھا جس پر آپ جلوہ افروز ہوتے[خزائن العرفان، ص ۶۰۸]

[۳] سبا یمن کے ایک علاقہ کا نام ہے جس کا مرکزی شہر مآرب ہے جو [یمن کے موجودہ دارالحکومت] صنعاء سے تین دن کی مسافت پر ہے۔ یشجب بن یعرب بن قحطان کے بیٹے سبا کی اولاد وہاں آباد ہوئی، اس لیے یہ علاقہ سبا کہلایا۔[معجم البلدان، یاقوت حموی، ۳/۱۸۱، بیروت]

[۴] اس کی پوری تفصیل سورۂ نمل پارہ ۱۹ آیت نمبر ۲۰-۴۴ میں ملاحظہ کیجئے۔

[۵] ارشاد ربانی ہے: فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ الآیۃ [سبا: ۱۴]
پھر جب ہم نے اس پر موت کا حکم بھیجا، جنوں کو اس کی موت نہ بتائی مگر زمین کی دیمک نے کہ اس کا عصا کھاتی تھی۔ پھر جب سلیمان زمین پر آیا، جنوں کی حقیقت کھل گئی، اگر غیب جانتے ہوتے تو اس خواری کے عذاب میں نہ ہوتے[کنز الایمان]
مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کی بنیاد اس مقام پر رکھی تھی جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خیمہ نصب کیا گیا تھا۔ اس عمارت کے پورا ہونے سے قبل حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب پہنچا تو آپ نے دعا کی کہ آپ کی وفات شیاطین پر ظاہر نہ ہوتا کہ عمارت کی تکمیل تک مصروف عمل رہیں۔ اور انہیں جو علم غیب کا دعویٰ ہے، وہ باطل ہو جائے۔ پھر آپ محراب میں داخل ہوئے اور حسب عادت نماز کے لیے اپنے عصا پر تکیہ لگا کر کھڑے ہو گئے۔ جنات حسب دستور اپنی خدمتوں میں مشغول رہے اور یہ سمجھتے رہے کہ حضرت حیات سے ہیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا عرصہ دراز تک اسی حالت پر رہنا ان کے لیے کچھ حیرت کا باعث نہیں ہوا، کیونکہ وہ بارہا دیکھتے کہ آپ ایک مہینہ دو دو مہینہ اور اس سے زیادہ عرصہ تک مشغول عبادت رہتے ہیں اور آپ کی نماز بہت دراز ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ آپ کی وفات کے پورے ایک سال بعد تک جنات آپ کی وفات پر مطلع نہ ہوئے اور اپنی خدمتوں میں مشغول رہے۔ یہاں تک کہ بحکم الٰہی دیمک نے آپ کا عصا کھالیا اور آپ کا جسم مبارک جو لاٹھی کے سہارے سے قائم تھا، زمین پر آ رہا، اس وقت جنات کو آپ کی وفات کا علم ہوا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر شریف ترپن سال کی ہوئی۔ تیرہ سال کی عمر شریف میں آپ سریر آرائے سلطنت ہوئے اور چالیس سال حکمرانی فرمائی۔[خزائن العرفان-ص ۶۸۵]